زہے سیرت حبیب بیت شیدا شد دلم از نگہ دلربائے حبیب ✿ یک نگاہ است و صید دین و دل کردہ خواب محو دار بہر جانہا جاوید

العشق ھو اللہ

بحمد اللہ کتاب مستطاب الفکر العزیز بذکر الحبیب موسوم بہ اسم تاریخی

تذکرۂ حبیبی سنہ ۱۳۵۷ھ

حصہ دوم

در ذکر سیرت و معیشت حضرت کثیر الخیر و البرکت سید المحبوبین سند المحبین قبلتی و ملجائی

مرشدنا و مولانا شاہ محمد حبیب حیدر قلندر روح اللہ روحہ الانور

مؤلفہ

اعز القلب و احب الفواد الاخیہ الاکبر مولانا مولوی حافظ شاہ محمد علی حیدر قلندر بارحمت الغفار فیوضہ باقیۃ الی المحشر

باہتمام

احقر الاناسی محمد عبد الرؤف عباسی کاکوروی

در حسن پرنٹنگ پریس لکھنؤ ضیا بخش جہان گردید

سنہ ۱۳۶۰ھ

بگو بما قرب جائی بار ما طبع شاد شد فنوگری دارا ✿ مگر آن حبیب دلکش بود دل و شم فیض آمد علاج

محمد

حضرات تکیہ شریفہ کاظمیہ کاکوری ضلع لکھنؤ اور انکے منتسبین کی بعض اہم تصنیفات و تالیفات

نمبر شمار	نام کتاب مختصر مضمون	قیمت
	حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہٗ	
۱	کشف المتواری فی حال نظام الدین القاری (فارسی) حضرت مخدوم صاحب معروف بہ شیخ بھیکہ کاکوروی کے حال کے علاوہ انکی اولاد کے حالات بھی ہیں۔	عمر
۲	مجاہدات الاولیا (فارسی) بزرگان متقدمین و متاخرین کے مجاہدات کا بیان ہے۔	عہر
	مولانا شاہ حمایت علی قلندر قدس سرہٗ	
۳	نور لاریب۔ حضرت غوث الثقلین کی مشہور و معروف عربی کتاب فتوح الغیب کا فارسی ترجمہ اسمیں حضرت غوث پاک کے مواعظ خلائق کے متعلق ہیں۔	۸ر
	حضرت شاہ تقی علی قلندر قدس سرہٗ	
۴	روض الازہر فی مآثر القلندر (فارسی) یہ دراصل حضرت شاہ تراب علی قلندرؒ کا ملفوظ ہے اور اسمیں مختصر حالات تمام پیران سلسلۂ قلندریہ کے بھی ہیں۔ اس کا تکملہ موسومہ بہ حوض الکوثر مصنفہ حضرت حافظ شاہ علی انور قلندرؒ اور مقدمہ موسومہ بہ مواہب القلندر مصنفہ حضرت شاہ حبیب حیدر قلندرؒ بھی اصل کتاب کے ساتھ طبع ہوئے ہیں بہت ضخیم اور مسائل تصوف پر حاوی کتاب ہے۔ 980050	للعہر
	حضرت شاہ علی اکبر قلندر قدس سرہٗ	
۵	احسن الاصول فی بیان السلوک والوصول۔ اصل رسالہ بزبان فارسی ہے جسکا اردو ترجمہ منشی شبیر احمد عبادی کاکوروی نے کیا ہے۔	۴ر
	حضرت حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہٗ	
۶	تحریر الانور فی تفسیر القلندر (فارسی) "قلندر" کی مفصل شرح ہے۔	۴ر
۷	الفیض التقی فی حل مشکلات ابن العربیؒ۔ (فارسی) حضرت محی الدین ابن عربیؓ پر علمائے ظاہر کے اعتراضات کے جوابات ہیں	۸ر

فہرست مضامین

کتاب مستطاب فکر الغریب بذکر الحبیب معروف بہ تذکرہ حبیبی حصہ دوم

تمت بالخیر

هو الاول — يحبونهم كحب الله والذين آمنوا اشد حبا لله — هو الآخر

والقيت عليك محبة مني

بجلوہ حب ظہور حضرت لامع النور مدبر الامور کتاب محبت نصاب مشتمل بر مضامین عجیب مسمی بہ

الفکر الغریب بذکر الحبیب

معروف بہ اسم تاریخی

تذکرہ حبیبی

۱۳۵۷

حصہ دوم

دربیان محاسن حضرت یوسفی المثال مصطفوی بحال مرتضوی الخصال نور اللہ جمیل و حبیب الجمال

مرآۃ آیۂ کریمہ و سوف یاتی اللہ بقوم یحبہم و یحبونہ اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین

یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم سر الاکبر نور الانور

شیخنا و سیدنا شاہ محمد حبیب حیدر قلندر عطر اللہ مشہدہ الاطہر

بحسن بالسن لطیف ترصیف شریف

سلالۃ محبین سلطان المحبوبین و خلاصۂ محبوبین برہان المطلوبین مذکر صورۃ ابیہ الانور

مولانا مولوی حافظ شاہ محمد علی حیدر قلندر لازالت شموس کمالاتہ ازہر

باہتمام

بندۂ عاجز نابلد جادۂ عقیدت شناسی محمد عبد الرؤف عباسی صانہ اللہ عن المکارہ و المناسی

درحسن منگ پریس لکھنؤ جلوہ افروز عالم شد

سنہ ۱۳۶۰ھ — ۱۹۴۱ء

هو الظاهر — یا حبیبی سیدی روحی فداک — خلدی یا للطف لا نعرف سواک — هو الباطن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکتوبات

اسمع ماذا یقول العندلیب[1]	کیف یروی من احادیث الحبیب

مکتوبات کا شمار بھی ارشادات میں ہے۔ انمیں معاملات ظاہری و باطنی کے متعلق مختلف قسم کے ہدایات اور معلومات پائے جاتے ہیں جو سرسری نظر میں صرف مکتوب الیہ سے تعلق رکھتے ہیں لیکن درحقیقت ہر فرد بشر کیلئے کارآمد اور فائدہ مند ہو سکتے ہیں اور ہر شخص اپنے حسب حال انکے الفاظ اور مضامین سے مطلب و درس حاصل کر سکتا ہے۔ مکتوبات جمع کرنے کی ابتدا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُن صحائف سے ہوئی جو مختلف امرائے عرب کو روانہ فرمائے گئے تھے اور جنمیں توحید الٰہی پر ایمان لانے کی طرف دعوت دی گئی تھی۔ اس طرح اس تالیف کی بنیاد حضرات صحابۂ کرام کے وقت سے ہوئی۔ اسی کی اتباع کو حضرات اہل تصوف نے اپنا آئین بنایا اور متقدمین اکابر دین کے مکاتیب کو متوسلین اور منتسبین نے جمع کرکے مابعد والوں پر عظیم الشان احسان کیا کہ اخلاق محمدی کی تعلیم جس خوبی اور خوش اسلوبی سے ان مکاتیب سے حاصل ہوئی ویسی کسی دوسرے ذریعہ سے ممکن نہیں ہوئی۔ چنانچہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے مکاتیب اور حضرت مظفر شمس البلخی اور حضرت

[1] سُن کہ بلبل کیا کہتی ہے اور محبوب کی باتوں کو کس طرح بیان کرتی ہے۔ یا یوں کہیئے ؎

سُن تو سہی کہ کہتی ہے بلبل چہک کے کیا   اور کس طرح حبیب کی باتیں سُناتی ہے   ۱۲

مجدد الف ثانی و حضرت شاہ معصوم و حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمہم اللہ علیہم اور دیگر بزرگان دین کے مکتوبات سے طالبین کو جیسا کچھ فیض پہونچا وہ محتاج بیان نہیں۔ ان مکتوبات کے فیوض اور فوائد کو دیکھتے ہوئے متاخرین نے اس طریقہ کو خوب رواج دیا۔

خاندان عالیہ قلندریہ میں تدوین مکاتیب میں اولیت حضرت شاہ تراب علی قلندر رح کو حاصل ہوئی کہ آپ نے حضرت شاہ محبا قلندر رح کے مکاتیب جمع فرمائے اور اپنے تصنیفات اصول المقصود اور مطالب رشیدی اور کشف المتواری میں مکاتیب کا اضافہ کرکے ناظرین کو فیضیاب کیا۔ خود حضرت سلطان المحبوبین نے حضرتین شیخین جلیلین عارف باللہ صاحب بر حضرت شاہ محمد کاظم قلندر اور غوث ملت حضرت شاہ تراب علی قلندر رح کے مکاتیب جمع کرکے کتاب مفاوضات شایع کی۔

اسی سنت قدیمہ کی اتباع میں حضرت سلطان المحبوبین کے حالات و ارشادات کے ساتھ آپ کے چند مفید و کارآمد مکتوبات درج کتاب کرنا خالی از منفعت نہیں۔ طالبین اور منتسبین مستفید ہو سکتے ہیں۔

کئی سال ہوئے حضرت سلطان المحبوبین کے مکاتیب اخی معظم جناب مولانا شاہ تقی حیدر قلندر نے جمع کیے تھے لیکن بوجہ علالت و دیگر ترددات نہ نظر ثانی کا موقع ملا نہ ترتیب و تدوین کی نوبت آئی۔ اب اس مجموعہ کو مع اور خطوط کے جو بعد کو دستیاب ہوئے از سر نو ترتیب دیکر اس کتاب میں داخل کیا جاتا ہے۔ وباللہ التوفیق ؎

حرف خود بے نقطہ کے باشد پدید	نقطہ را در حرف کس ہرگز ندید

نقطہ از تعداد گر آری برون	کاملے باشی و مرد ذوفنون
ایں سخن والا تر است از کفر و دین	نیست مشکل ہر کرا باشد یقین

مکتوبات بنام حضرت مولوی شاہ ولایت احمد صاحب[1] قلندر سجادہ نشین لاہر پور شریف

(۱) سوالات متعلقہ طریقت کے جوابات

بسامی خدمت گرامی منزلت مخدوم و مطاع عقیدت کیشان حضرت مولوی شاہ ولایت احمد صاحب قلندر زاد مجدہ ۔ از احقر حبیب حیدر سلیس تسلیم مسنون تکریم مشحون التماس اینکہ نامہ نامی و صحیفہ گرامی نے ورود فرماکر ممنون یاد فرمائی و مسرور لطف و مسرت فقیر نوازی و کرم گستری کیا ۔ بدریافت نوید خیریت مزاج عالی مطمئن الخاطر ہوگیا ۔ امور مستفسرہ کا جواب جو کچھ کہ ذہن ناقص میں ہے وہ عرض کرتا ہوں ۔ جواب سوال اول تسبیحات چشتیہ کہ جو حضرت حاجی شاہ امداد اللہ صاحب نے تحریر فرمائی ہیں وہ غالباً اپنے خاندان کا معمول بہ لکھا ہے اور آپکے سلسلہ عالیہ کا معمول بہ وہ ہے کہ جو حضرت سید العرفا قدس سرہٗ نے تحریر فرمایا ہے ۔ لہذا میری رائے ناقص میں وہی اختیار کرنا انسب و اعلیٰ ہے ۔ جواب سوال دوم بعد انتقال شیخ بیعت و شیخ ارشاد و تربیت دوسرے شیخ سے طالب ہونا جائز ہے جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث نے قول الجمیل میں تحریر فرمایا ہے اور حضرت محدث دہلوی کے

[1] حضرت شاہ ولایت احمد صاحب قلندر سجادہ نشین حال خانقاہ لاہر پور شریف (ضلع سیتاپور) کی ولادت ۱۲۹۹ھ میں ہوئی تعلیم و تربیت اپنے ماموں صاحب حضرت مولوی شاہ محمد اسمٰعیل قلندر سے پائی اور انکی وفات کے بعد ۱۴ شعبان ۱۳۲۶ھ کو انکے ہی جانشین ہوئے ۔ ۲۳ شوال ۱۳۲۳ھ کو اپنے ماموں صاحب کی ہدایت کے موافق کاکوری آکر حضرت والد ماجدؒ کے دست مبارک سے بھی خرقہ پہنا اور اجازت سلاسل ثمانیہ حاصل کی ۔ بعدہ فریضہ حج بیت اللہ شریف ادا کیا ۔ فی الحال رشد و ارشاد میں مصروف

پیران پیر حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی سرہندی اپنے رسالہ مبدأ و معاد میں تحریر فرماتے ہیں مختصراً وہ عبارت لکھتا ہوں۔" اگر طالب پیش شیخ دیگر رود برائے طلب حق مجوز است زیرا کہ مقصود حق است و پیر وسیلہ وصول حق است لیکن از پیر اول انکار نہ کند و جز بہ نیکی یاد نہ کند انتہی باختصار العبارت۔ جواب سوال سوم چند حضرات سے انکی خاندان ہائے مختلف کے معمولات طرق اذکار وغیرہ حاصل کرنا جائز ہے جیسا کہ اسی خاندان قلندریہ میں مرشدنا حضرت شاہ قطب الدین بینا دل قلندر و حضرت سید نجم الدین غوث الدہر قلندر و حضرت سید خضر رومی قلندر رقدست اسرارہم کا فعل خود اس پر شاہد ہے۔ جواب سوال چہارم اپنے مخدوم زادگان کے علاوہ کسی اور بزرگ چشتیہ و نقشبندیہ وغیرہ سے طالب ہونا اس کا جواز میری نظر قاصر سے نہیں گذرا۔ البتہ اُس صورت میں ہے کہ جب مخدوم زادگان محض جاہل اور ناواقف و نادان و محض لفظی مخدوم زادے ہوں۔ واقعی نہ ہوں۔ چنانچہ اس مسئلہ کی تفصیل حضرت الحضرت مرشد مرشدنا حضرت شاہ تراب علی قلندر رقدس سرہٗ الاطہر نے کتاب مستطاب شرائط الوسائط کے فصل چہارم در بیان آداب بزرگان واقع صفحہ لغایۃ صفحہ ۹ و فصل ششم کتاب مذکور صفحہ ۹۶ لغایۃ صفحہ ۱۰۱ میں تحریر فرمائی ہے۔ چونکہ سب لکھنے میں طوالت زائد تھی۔ لہٰذا یہ خیال کرکے کہ کتاب ہذا آستانہ عالیہ پر موجود ہوگی اور آپ ملاحظہ فرمالینگے ترک کرتا ہوں۔ جواب سوال پنجم بزرگان متعددین سے اُسی شیخ کی برزخ کا احضار کافی ہوگا کہ جو قوی النسبت ہوگا عام اس سے کہ وہ شیخ موجود ہو یا غائب آخری ہو یا اول ع ہر کہ شمشیر زند سکہ بنامش خوانند۔ مجملاً اس قدر گذارش ہے اور مفصلاً یہ امور ان کتابوں میں زائد ملیں گے۔ رسالہ مبدأ و معاد مصنفہ حضرت شیخ مجدد الف ثانی و مکتوبات حضرت موصوف و قول الجمیل مؤلفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی و مجمع السلوک

مولفہ حضرت مخدوم شیخ سعد خیرآبادی و سبع سنابل از حضرت میر عبدالواحد بلگرامی خلیفہ حضرت مخدوم شاہ صفی رحمۃ اللہ علیہ۔ واقتباس الانوار مطبوعہ لاہور مولفہ حضرت شیخ محمد اکرم حسنی نقشبندی و کتاب مستطاب شرائط الوسائط ورسالہ اصل الاصول فی بیان السالک والوصول مولفہ حضرت جدی و مولائی مولانا شاہ علی اکبر قلندر رقدست اسرارہم۔ یہ رسالہ بھی غالبًا آپکے یہاں موجود ہوگا۔ اس قدر میرے خیال ناقص میں آیا جو گذارش کرتا ہوں وفوق کل ذی علم علیم باقی سب خیریت ہے۔ فقط

(۱) مکتوب مستفسر بیان نسبت اویسی حضرت شاہ مدار رح

بسامی خدمت گرامی مرتبت مخدوم و مطاع نیازکیشان حضرت شاہ ولایت احمد صاحب قلندر زاد مجدہٗ از احقر حبیب حیدر بعد تسلیم مسنون تکریم مشحون التماس اینکہ بصدور نامہ نامی و صحیفہ گرامی ممنون یاد فرمائی ومرہون منت حقیر نوازی و کرم گستری ہوا نوید صحت و بحالی مزاج عالی دریافت کرکے خوشوقت و مطمئن الخاطر ہوگیا۔ الحمد للہ علی احسانہ کہ یہاں بھی سب خیریت ہے قطب الاقطاب حضرت شاہ مدار قدس سرہٗ العزیز کے اویسی ہونے کے جانب اکثر محققین حضرات گئے ہیں جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی مصنفات میں اور حضرت خواجہ محمد یحییٰ مشہور بہ حضرت شاہ خوب اللہ الہ آبادی اپنے رسالہ کلمات مولفہ میں اور انکے علاوہ وہ حضرات جنھوں نے کتب ورسائل حالات حضرت قطب الاقطاب میں لکھے ہیں انھوں نے بھی بیشتر اویسی ہی ہونا لکھا ہے۔ چنانچہ تحفۃ الابرار فی مناقب قطب المدار مصنفہ شاہ عزیز اللہ ابن شاہ حسین مداری جونپوری کی عبارت جو کتاب مستطاب فصول مسعودیہ کے صفحہ ۲۲ میں منقول ہے اس سے ایسا ہی مفہوم ہوتا ہے اور اس عبارت سے بھی جو صفحہ ۱۴ سطر ۱۴ میں ہے۔ اب یہ کہ تواصر حضرت قطب الاقطاب کا حضرت سلطان العارفین

بایزید بسطامی سے عالم ظاہر میں تھا اس کا ثبوت اس طرح پر ہو سکتا ہے کہ حضرت قطب الاقطاب کا سنہ ولادت ایک قول میں کہ وہ بھی تحفۃ الابرار سے کتاب انتصاح کے صفحہ ۹۲ میں منقول ہے ۲۴۲ھ ہے اور وفات حضرت سلطان العارفین کی ۲۶۱ھ لکھی ہے پس اس حساب سے وقت وفات حضرت سلطان العارفین عمر شریف حضرت قطب المدار کی تقریباً گیارہ سال کی ہوتی ہے۔ لہذا معاصر ہونا تو اس سے پایا جاتا ہے۔ اور چونکہ حضرت قطب المدار بقول صاحب مناقب الاولیاء یعنی ملا حبیب اللہ قنوجی خورد سالی ہی میں وطن سے چلے گئے اور فقرا کی خدمت میں حاضر رہ کر ریاضت و مجاہدہ اختیار کیا اور حضرت سلطان العارفین سے استفادہ کیا لہذا ممکن ہے کہ ایام حاضری میں اجازت و خلافت مل گئی ہو یا بعد وفات اویسی طور پر حاصل کی ہو۔ اب رہا حضرت امام محمد بن امام حسن عسکری سے عالم ظاہر میں بیعت کرنا و خلافت پانا کسی کتاب کی عبارت سے نہیں معلوم ہوتا بلکہ اویسی ہی ہونا ثابت ہے جیسا کہ صفحہ ۹۳ کتاب انتصاح نیز کتاب مستطاب فصول ... وغیرہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ غالباً آپ نے ملاحظہ فرمائی ہوں گی اور قیاس بھی اسی کا مقتضی ہے کہ حضرت قطب المدار اویسی حضرت امام صاحب کے ہیں جس طرح پر حضرت سلطان العارفین اویسی حضرت امام جعفر صادق کے تھے چنانچہ یہ مضمون صاحب رشحات کے کلام سے نیز حضرت میر سید شریف کے کلام سے شرح مواقف میں ظاہر ہوتا ہے۔ یا حضرت شیخ ابو الحسن خرقانی اویسی حضرت سلطان العارفین کے تھے کیونکہ حضرت شیخ کی ولادت حضرت سلطان العارفین کی وفات کے ایک مدت بعد ہوئی جیسا کہ کتب معتبرہ تواریخ سے پایا جاتا ہے۔ اور حضرت امام سے حضرت قطب المدار کی ملاقات بھی ممکن الوقوع ہے کیونکہ بر مذہب حضرات صوفیہ حضرت امام کی وفات نہیں ہوئی ہے بلکہ روپوش ہیں اور

اکثر حضرات اولیاء اللہ سے ملاقات بھی ہوئی ہے ۔ تاریخ مالوہ کی روایت جو آپ نے ملاحظہ فرمائی
وہ بھی ایک روایت ضرور ہے اور تحفۃ الابرار میں بھی مذکور ہے ۔ اب یہ کہ صحیح کون بات ہے اور
کیا چیز قابل تسلیم ہے تو اس سلسلہ عالیہ میں اختلاف روایات اس کثرت سے ہے کہ جس کی وجہ سے
کوئی قطعی رائے نہیں قایم کیجا سکتی کہ کون نہج اختیار کیا جائے کیونکہ ہر نہج میں کچھ نہ کچھ اختلاف ضرور
ہے ۔ بقول حضرت شاہ خوب اللہ الہ آبادی کے ایک گروہ کے قول کے مطابق تو یہ سلسلہ حضرت
مرشدنا شیخ عبداللہ علمبردار قدس سرہٗ ہی کو پہونچتا ہے ۔ تو اس لحاظ سے یہ بھی گویا سلسلہ قلندریہ
ہی کا شعبہ ہے ۔ اور بہت حضرات اویسی ہونے کے قائل ہیں ۔ غور و خوض کرنے سے یہی ٹھیک
معلوم ہوتا ہے ۔ مختلف کتابوں کے دیکھنے سے بھی اختلاف رفع نہیں ہوتا بلکہ کچھ نہ کچھ پیچیدگی ضرور
پڑجاتی ہے ۔ بالجملہ طریق اسلم و مفید میرے خیال ناقص میں وہی ہے جو حضرات مرشدین نے اختیار
فرمایا ہے اور اُسی کی اتباع اُنکے منتسبین کو ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ کل روایات مختلف فیہ سے
قطع نظر کرکے طریقہ اویسیہ پر عمل فرمایا گیا ہے ۔ رہا یہ امر کہ فصول مسعودیہ و انقصاح میں کیوں دیگر
روایات منقول ہیں تو یہ شان ملفوظ نگاری و کمال احتیاط و تحقیق ہے کہ جس قدر روایتیں سننے میں
آئیں وہ سب درج کردی جائیں ۔ اب رہا سوخت سلسلہ کے بابتہ تو حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی
یا اور بزرگوں نے تو نہیں لکھا ہے لیکن حضرت میر عبدالواحد بلگرامی خلیفہ حضرت مخدوم شاہ صفی صاحب رح
نے اپنی کتاب سبع سنابل میں اس واقعہ کو بہت بسط سے مع اور حالات کے تحریر کیا ہے بلکہ انھوں نے
تو یہاں تک لکھا ہے کہ اکثر مریدین اس خانوادہ کے نقض بیعت کرکے از سرنو حضرت مخدوم شیخ سعد
خیرآبادی و دیگر بزرگان زمانہ کے مرید ہوئے اور انھوں نے اُن سے بیعت لی ۔ اب یہ کہ ایسی

ضعیف روایت ہماری مشایخ عظام نے اپنی کتابوں میں کیوں تحریر فرمائی اس کی وجہ میرے خیال میں یہی
آتی ہے کہ چونکہ ملفوظ نگاری در اصل تاریخ نگاری ہی ہے اور ہر مورخ کیلئے ضروری ہے کہ وہ کل
امور ضعیف و قوی آزادی کے ساتھ تحریر کرے۔ لہٰذا یہ قول مشایخ عظام کا اسی مورخانہ حیثیت سے
واقع ہوا ہے ہاں اگر وہ خود اپنی رائے کسی مقام پر تحریر فرما دیتے تو وہ البتہ واجب العمل تھی اور بیگانوں
اور بیگانوں کو اس پر مسلک یا اعتراض کا موقع ہوتا اور محض اختلافات یا روایات ضعیفہ لکھ دینے
میں کوئی حرج نہیں۔ برادر عزیز مولوی تقی حیدر سلمہ اللہ تعالیٰ جو کتاب لکھ رہے ہیں اس کا
موضوع لہٰذا صرف حضرات قلندریہ کے حالات ہیں نہ کہ اور سلاسل کے۔ لہٰذا اس میں اس سلسلہ کے متعلق
تحریر کرنا خلاف مقصود ہے۔ خاص حضرت قطب المدار کے متعلق ایک کتاب زاد المتقین فی احوال
سید بدیع الدین فارسی میں موجود ہے جس کے مصنف مولوی امیر حسن صاحب مکن پوری ہیں۔ یہ کتاب
تین حصوں پر منقسم ہے عجب نہیں کہ یہ کتاب وہاں بھی ہو۔ اور دوسری کتاب ظہیر الابرار فی مناقب
قطب المدار اردو میں مؤلفہ حکیم شاہ ظہیر احمد سہسوانی ہے یہ کتاب لکھنؤ مطبع منشی نولکشور میں طبع
ہوئی ہے۔ تیسری کتاب مدار اعظم اردو میں مولفہ حکیم فرید احمد عباسی ہے۔ یہ کتابیں میرے نزدیک
دریافت حالات میں کافی ووافی ہیں انکے علاوہ وہ کتابیں ہیں جن کا اکثر حوالہ کتاب مستطاب
فصول مسعودیہ میں ہے۔ زمان تصحیح کتاب انقصاص میں میں نے بعض احباب کے ذریعہ سے ان کتابوں
کی دستیابی میں کوشش کی مگر بعض خطوط کے تو جوابات ہی نہیں آئے اور جو آئے بھی تو انکار
کے آئے۔ تحریر عریضہ میں تاخیر ہو گئی وہ براہ عنایت معاف فرمائی جائے۔ برادران عزیز تسلیم مسنون
عرض کرتے ہیں والتسلیم مع التکریم۔ فقط از کاکوری تکیہ شریفہ کاظمیہ مورخہ ۲۶ ماہ جمادی الآخر روز یکشنبہ

مکتوب بنام منشی محمد وہاج الدین صاحب کاکوروی

(۳) مکتوب مشتمل مسئلہ وقف علی الاولاد

بگرامی خدمت ہمہ شفقت و مکرمت عموی صاحب قبلہ جناب منشی محمد وہاج الدین صاحب زاد مجدہٗ
از احقر حبیب حیدر بعد تسلیم مسنون تکریم مشحون و دعاہائے کشائش ظاہری و باطنی حالی خاکسار
خطیر باد گرامی نامہ تفقد رقم صادر ہو کر باعث عز و ابتہاج یاد فرمائی و حقیر نوازی ہوا۔ تو ید صحت و ری
مزاج عالی دریافت کرکے مطمئن الخاطر ہو گیا۔ الحمد للہ کہ یہاں بھی سب خیریت ہے مسئلہ وقف علی الاولاد
جائز ہے اور اسکے جواز کا ثبوت فتاوی عالمگیری اور فتاوی تنقیح الحامدیہ اور درالمختار اور ردالمحتار
المعروف بہ شامی اور فتاوی قاضی خاں اور فتح القدیر کہ جو شرح ہے ہدایہ کی ان کتابوں سے
معلوم ہوتا ہے اور یہ کتابیں سب حنفی مذہب کی ہیں اور معتبر ہیں اور علماء زمانہ قدیم اور جدید کی
معتمد علیہا ہیں۔ بلکہ فتاوی تنقیح الحامدیہ میں تو اس مسئلہ کو بہت تفصیل سے لکھا ہے۔ مگر یہ سب کتابیں
عربی زبان میں ہیں اور ان کا کوئی ترجمہ بھی میرے پاس نہیں ہے ورنہ فوراً ارسال کر دیتا۔ اور
اگر ان کتابوں کی عبارتوں کا ترجمہ لکھا جائے تو وہ ایک دو روز میں ہونا مشکل ہے اور آپ کو
اس امر کا جواب جلد لکھنا ہے لہذا جس قدر کتابیں کہ میں نے دیکھا ہے اُنکے نام لکھے دیتا ہوں
اب یہ کہ اس کا ثبوت کس حدیث سے ہے اس کا پتہ مجھے اس وقت تک نہیں ملا مگر زبانی عمی مکرمی
منشی محمد تاج الدین صاحب کے کہ جو کل اتوار کی تعطیل میں آئے تھے یہ معلوم ہوا کہ مولوی شبلی صاحب
نے اس کا ثبوت حدیث سے یوں نکالا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت سرور کائنات
صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ تم اپنی اولاد پر وقف کرو۔ چنانچہ انھوں نے بتعمیل ارشاد نبوی وقف کیا

مگر میں یہ نہیں کہہ سکتا ہوں کہ یہ حدیث کتب حدیث میں سے کس کتاب کی ہے۔ البتہ جناب مولوی عبدالباری صاحب فرنگی محلی نے ایک رسالہ لکھا ہے اور وہ رسالہ عمی مکرمی منشی محمد تاج الدین صاحب کے پاس ہے اُن سے میں نے کہہ دیا ہے کہ وہ رسالہ آپ کو بھیجدیں۔ غالباً انھوں نے اس کا ثبوت کسی حدیث سے ضرور دیا ہوگا۔ اور خود عم مکرم موصوف سے بھی اس مسئلہ کے بابت رائے طلب ہوئی ہے اور انھوں نے بھی جواب لکھا ہے۔ غالباً وہ اپنا جواب بھی اُسی رسالہ کے ساتھ بھیجدیں۔ مجھ کو جس قدر کتابوں میں کل سے آج تک دیکھنے کا موقعہ ملا اُنکے نام لکھتا ہوں۔ میرے پاس خود اس مسئلہ کے متعلق کوئی رسالہ اردو یا فارسی زبان کا نہیں ورنہ ارسال کرتا۔ مکان کے نہ ملنے کا حال معلوم کرکے تعلق ہوا کیا عجب کہ وہاں کا قیام کرنا خداوند تعالیٰ کو منظور نہ ہوا اور لکھنؤ کا تبادلہ منظور رہو اور اسی وجہ سے اب تک مکان نہ دستیاب ہوا ہو۔ خدا کرے کہ یہ ظاہری دوری بھی جلد رفع ہو جائے۔ باقی سب خیریت ہے برادران عزیز اور حکیم صاحب تسلیم عرض کرتے ہیں۔ عزیزی محمد عالم سلمہ کو دعا و التسلیم مع التکریم فقط از کاکوری تکیہ شریفیہ کاظمیہ مورخہ ۲۹ جمادی الاولیٰ روز دوشنبہ

مکتوب بنام نواب محمد عبدالکریم خاں صاحب تعلقدار شاہ آباد ضلع ہردوئی

(۴) ایک خواب کی تعبیر کے بیان میں

بسامی خدمت گرامی منزلت محب الفقرا مقبول حق مکرمی نواب محمد عبدالکریم خاں صاحب دام اقبالہ از ہیچمدان حبیب حیدر سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہائے کشایش ظاہری و باطنی حالی خاطر خطیر باد۔ صحیفہ عنایت و مکرمت رقم کل شب کو نبی اللہ خاں صاحب کے ہاتھ عین انتظار میں صادر ہو کر باعث فرحت و مسرت یاد آوری و مکرمت خاص ہوا۔ آپنے جو خواب دیکھا ہے اُسکو بھی سُنا

جتنا حصۂ خواب آپ کو یاد رہا اس کی تعبیر میرے خیال میں یہ آئی کہ والدہ مرحومہ کی علالت اور ان کے اٹھانے سے مراد ہے اپنی نفس کا بار جس کو آپ نے اٹھایا اور اسکے اطوار مختلف آپ نے دیکھے اور انکو آ والنفس کلمہ پڑھ کر ساکن کیا۔ پھر اسی پر جاذبہ حق وارد ہوا اور اس سے آپکی روح متاثر ہوئی۔ خالہ صاحبہ کی موجودگی سے مراد عقل کی موجودگی ہے کہ اس حالت پریشانی نیز کیفیت مستی میں آپ بدحواس یا خدانخواستہ لاعقل نہیں ہوئے۔ یہ تو لفظی تعبیر ہوئی۔ اب یہ نتیجہ نکلا کہ یہ اسی شغولی کے کہ جو آپ کرتے ہیں آثار اور حالات ہیں کہ جو خواب میں دیکھ پڑے۔ یہ کوئی قابل تردد یا پریشانی امر نہیں ہے اطمینان رکھئے۔ برادران عزیز سلمہا سلام نیاز کہتے ہیں فقط والسلام بالوف الاحترام از کاکوری تکیہ شریفیہ کاظمیہ مورخہ ۱۶ ماہ ذی الحجہ روز چہار شنبہ

مکتوبات بنام منشی محمد نذیر صاحب[1] پنشنر انسپکٹر پولیس ساکن شہزادپور ضلع فیض آباد

(۵) پاس انفاس کی تلقین۔ پریشانی گویا جاذبہ کی کشش ہے

بسامی خدمت گرامی منزلت محب الفقرا مقبول حق مکرمی منشی محمد نذیر صاحب زاد لطفہ از بندۂ حقیر حبیب حیدر سپس سلام مسنون الاسلام و دعاہائے صلاح و فلاح دارین خلاصۃ المرام آنکہ گرامی نامہ نفقد رقم نے صادر ہو کر ممنون یاد فرمائی و مشکور فقیر نوازی کیا۔ نوید صحت وری مزاج سامی دریافت کر کے مطمئن ہو گیا۔ الحمدللہ علیٰ احسانہ کہ میں بھی قرین خیر و عافیت ہوں۔ اپنی حالت کی نسبت جو کچھ آپ نے لکھا وہ بھی معلوم ہوا۔ شغل حبس دم اگر نہیں ہو سکتا ہے تو اس کو ملتوی رکھئے اور بجائے اسکے شغل پاس انفاس اس طرح کیجئے کہ اوپر سے جو سانس اندر کو جاتی ہے اس میں لفظ اللہ خیال کیجئے اور جو اندر سے اوپر کو سانس آتی ہے اس میں لفظ ھو اور اس کو چاہے بیٹھ کر کیجئے اور خواہ لیٹے لیٹے اور اگر اس حالت میں

[1] ان کا حال آخر کتاب [illegible] ملاحظہ ہو

نیند بھی آجائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اس سے جو کچھ فائدہ ہونے والا ہوگا وہ سو جانے سے رک نہیں جائے گا۔ اب جو انتشار اور پریشانی کہ بوجہ نہ آنے جاذبہ کے ہے وہ بھی اچھی ہے کیونکہ اول تو پریشانی سے ظرف بڑھتا ہے اسکے علاوہ بھی پریشانی گویا جاذبہ کی کشش ہے کہ اپنی طرف وہ کھینچ رہی ہے اور اس میں سراسر فائدہ ہی ہے کوئی نقصان نہیں۔ باقی میں دعا اور توجہ سے کہ جسکے متعلق میں زبانی بھی آپ سے کہہ چکا ہوں نہ غافل ہوں اور نہ رہوں گا۔ آپ مطمئن رہیں اللہ تعالیٰ آپکے اس خلوص خالص اور محبت صادق میں ترقی عنایت فرمائے اور ان دونوں کے ثمرات سے بہرہ ور کرے آمین اور سب خیریت ہے۔ برادران عزیز سلام مسنون عرض کرتے ہیں۔ برخوردار محمد سعید سلمہ کو دعا۔ والسلام مع الاکرام۔ فقط از کاکوری تکیہ شریفہ کاظمیہ مورخہ ۶ ماہ ربیع الاول روز چہارشنبہ (۱۹۱۱ء)

(۶) انحصار سلوک کشفی جاذبہ ہی پر ہے تفکر کرتے رہنے کی تاکید

بسامی خدمت گرامی منزلت محب الفقراء طالب مولیٰ مکرمی منشی محمد نذیر صاحب دام لطفہٗ۔ از بندہ احقر حبیب حیدر پس تسلیم مسنون بتکریم مشحون و دعاہائے حصول مقاصد دارین و فلاح نشاتین التماس اینکہ گرامی نامہ عنایت و محبت ختامہ نے ورود فرما کر ممنون و مسرور فرمایا۔ زہے عزت حقیر نوازی و جان پروری کیا۔ تحریر جواب میں تاخیر ہوئی مگر وہ مجبوری سے ہوئی اس ماہ مبارک میں چونکہ اکثر مقامات پر محافل میلاد شریف ہوتے ہیں اور وہاں جانا پڑتا ہے اور کچھ اپنے افکار سے کہ جو مقتضائے بشریت کے اعمال ہیں اس قدر تاخیر ہوگئی۔ امید کہ آپ براہ عنایت و کرمت خاص معاف فرمائیں گے۔ اگرچہ آپ کے طالب صادق ہونے کا تقاضا تو یہ تھا کہ میں سب سے پہلے آپکے خط کا جواب بھیجتا مگر نہ ممکن ہو سکا اور بالآخر معافی ہی کی درخواست کرنا پڑی خیر الحمد للہ کہ آپ کا شبہ خاطر بہت اچھی طرح سے حل ہو گیا

خدا سے امید ہے کہ آپکے آیندہ شبہات اور شکوک بھی اسی طرح جلد جلد حل ہوتے جائیں گے اور کوئی
وقت خدانخواستہ پیش نہ آئے گی۔ انحصار سلوک کشفی توجہ ہی پر ہے۔ اب آپنے جو بات محض
اپنی عنایت و محبت سے لکھی اور اسکی استدعا فرمائی وہ بھی ضرور ہوگا۔ میں آپ کا حاضر و غائب خیر طلب
و دعاگو ہوں مگر افسوس کہ جو حالت رکھتا ہوں وہ تو ہرگز اس قابل نہیں کہ میں اپنی زبان سے
کچھ بھی کہہ سکوں لیکن چونکہ رحمت خداوندی و مرشدی عام ہے لہٰذا ناامید بھی نہیں ہوں اور بقول
شاعر کہ ؎

نومیدی از تو کفر و تو راضی نہ بکفر	نومیدیم دگر تو امیدوار کرد

یہ عرض کرتا ہوں کہ آپ تفکر کرتے رہیں۔ اسی سے یہ سب باتیں ظاہر ہو جائیں گی اور اللہ تعالےٰ آپ کو
اپنے مقاصد میں کامیاب فرمائے گا اور آپکے ذوق و شوق و دید و شہود میں ترقی عنایت فرمائیگا۔
مجھے آپ اپنی طرف سے غافل نہ خیال کریں۔ چونکہ اب عرس شریف بالکل قریب ہی آگیا لہٰذا اگر تحریر جواب
نامہ گرامی میں دیر ہو جائے تو اُس کو محمول بہ غفلت نہ سمجھئے گا۔ حتی الامکان جواب فوراً لکھوں گا لیکن
اگر کسی وجہ سے تاخیر ہو جائے تو وہ قابل معافی خیال کر لی جائے کیونکہ یہ سب دنیاوی جھگڑے ہیں اور اسسے
کوئی صورت مفر کی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی یاد کی توفیق دے اور اُس پر قائم رکھے اور کیا کہوں۔
برادران عزیز تسلیم مسنون عرض کرتے ہیں۔ برخوردار سعید سلمہٗ کو دعا فرمائیے۔ والتسلیم مع التکریم۔ فقط
از کاکوری تکیہ شریفہ کاظمیہ مورخہ ۲۹ ماہ ربیع الاول روز چہارشنبہ (سنہ ۱۹۱۴ء)

(۷) الہام "لعلکم تذکرون" کی تفسیر، پیر و مرشد کا فیض کسی حالت میں کسی حیز سے منقطع نہیں ہوتا، ہر ایک واقعہ کی تشریح

بسامی خدمت گرامی منزلت [illegible] منشی محمد نذیر صاحب [illegible] حیدر

سپس تسلیم مسنون تکریم مشحون و دعاہائے کشائش ظاہری و باطنی مدعا اینکہ نامہ نامی و صحیفہ سامی نے ورود فرما کر ممنون یاد آوری و مرہون منت فقیر نوازی و مہر گستری کیا۔ نوید صحتوری مزاج سامی دریافت کرکے خوش وقت ہوگیا۔ الحمدللہ علی احسانہ کہ یہاں بھی سب خیریت ہے۔ واقعی اس بار آپ کے آنے کے زمانہ میں مجھے ایسی عدیم الفرصتی رہی کہ کچھ بات چیت کی نوبت نہ آئی اس کا مجھے خود خیال رہا مگر مجبوری سے معذوری ہوا کرتی ہے خیر۔ جس مشغولی پر آپ کاربند ہیں بہت مفید ہے اور انشاءاللہ تعالیٰ جلد اسکے فوائد ظاہر ہونگے۔ "لعلکم تذکرون" کا ارشاد تخصیصی اس وجہ سے ہوا کہ حق اپنی تنزیہی مرتبہ میں فرد ہے اور اشیا کا ظہور جس قدر ہے وہ سب دوئی کے طور پر ہوا ہے تاکہ حق اپنے کمال اسمائی و صفاتی کا ظہور بطور کامل کرے کیونکہ اگر یہ نہ ہوتا تو محض صفت استغناہی کا ظہور رہتا اور دنیا ظاہر نہ ہوتا۔ اور معنی یہ بھی ہیں کہ تم اپنی حالت زوجیت میں یا یوں خیال فرمائیے کہ اپنے ظہور کو حالت زوجیت سے ان سب باتوں میں یاد کرو۔ اپنی فردیت کو یعنی یہ اسم دوئی اسم واحد کا غیر اس وجہ سے نہیں ہے کہ اسی واحد پر واحد اور زیادہ کر دیا گیا دو ہوگئے تو اب دو کی حقیقت کیا ہے دو واحد فرق جو کچھ ہے وہ سب ظاہری اور اعتباری ہے۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں ؎

تو اب از راہ معنی گر بہ بینی جملہ عالم را	ہمہ باہم یگانہ اند یک کس نیست بیگانہ

اور مثال یہ بھی ہو سکتی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے پہلوئے چپ سے حضرت حوا پیدا کی گئیں تو انھی فردیت ہی سے زوجیت پیدا ہوئی۔ تو اب زوجیت محض اعتباری ہوئی کیونکہ حقیقت تو ایک ہی ہے۔ فرق جو کچھ ہوا وہ اوصاف اور عوارض کا ہوا۔ اور یہی اشارہ اس طرف بھی ہوا کہ مقصود مطلق آدم علیہ السلام انھیں میں تھا۔ کوئی چیز انکے عالم وجود سے باہر نہ تھی تو اب معلوم ہوا کہ ہر شے کے

جوڑے کا ظہور یہی باعث "تذکرون" ہے۔ اس وجہ سے کہ حق تو اپنے مرتبہ تنزیہی میں فرد ہے اور فرد کو کیا ضرورت یاد کی ہے تو اب ایک شے کہ جس کا نام یاد ہے وہ فروگذاشت ہوجاتی اور یہ بات خلاف جامعیت ہوتی ہے لہذا اشیا کا ظہور بہ زوجیت ہوا تاکہ یاد بھی شامل ہوجائے۔ جناب[1] ڈپٹی صاحب کا یہ قول صحیح ہے کہ سلوک بالتفرقہ ہوتا ہے کیونکہ اگر سلوک تفرقہ سے نہ ہوتا تو تنزیہہ وتشبیہہ دو چیزیں علٰحدہ کیوں ہوتیں اور جب دو چیزیں ہوئیں تب ہی تفرقہ ہوا اور سلوک کی ضرورت پڑی۔ اور مقام توحید سے جو خطرات کہ تنزل میں لے آتے ہیں وہی تفرقہ سلوک عروجی اور نزولی میں پڑتے ہیں۔ اب رہا حضرت مولانا کا شعر[2] اُس کا مطلب بھی ترقی ہی سے ہے یعنی اسی تفرقہ توحیدی سے توحید کے مراتب کی ترقی ہوتی رہتی ہے اور یہ اقسام توحید ہیں کہ جو صفاتی ہیں اور آثاری اور افعالی اور ذاتی اسی وجہ سے ہیں اور وہاں کا سلوک بذریعہ جاذبہ کے ہوتا ہے تو مولانا صاحب کے ارشاد سے بھی میرے خیال میں آتا ہے کہ ایک بات پر مقام نہیں کرلینا چاہیئے بلکہ ہر دم طالب کو ترقی ہی دینا چاہیئے اور وہ ہوتی رہتی ہے۔ اسی وجہ سے تکمیل دیر کے بعد ہوتی ہے۔ الحمدللہ کہ اوقات آپکے سب منضبط ہیں اور ایسے ہی ہونا چاہیئے اور اسی مشق خیالی سے کشف بھی ہوتا جائیگا۔ آپ اس ورد کو برابر کرتے رہیں مبدء فیاض کا فیض کسی حالت میں کسی چیز سے منقطع نہیں ہوتا ہے اور چہ جائیکہ انسان سے اور اسی حالت میں علاوہ کشف کے معرفت بھی آئے گی۔ واقعہ میں جو آپنے دیکھا وہ بمقتضائے اپنے خلوص اور ارادت کے دیکھا۔ واقعی باطن میں کافر ہی رہنا ٹھیک ہے کیونکہ کافری ہی مغزِ ایمانِ حقیقی ہے۔ اور ظاہر میں موافقت شریعت کی رہنا چاہیئے ستارہ کی طرف اشارہ غالباً اس وجہ سے ہے کہ شروع میں جو آپ کو تجلیات ہونگے وہ اسی قطع اور صورت کے ہونگے کہ ظاہرا بہت کم مقدار میں معلوم ہوتے ہیں اور باطناً مقدار میں بہت ہوتے ہیں۔ اور

[1] لہ یہ [illegible]

[2] لہ غالباً یہ شعر مراد ہے

چار زانو سے اشارہ اس طرف ہے کہ صبح کے وقت مشغولی کے واسطے اسی طرح بیٹھا کیجیے جیسا کہ آپ نے
اپنے کو بیٹھا پایا تھا - ایسی نشست میں اطمینان خوب ہوتا ہے اور جیسا اطمینان ہوتا ہے ویسی ہی
مشغولی جمعیتی خوب ہے اور اوقاتوں میں جس طرح کہ آپ بیٹھتے ہوں اسی طرح بیٹھیے - غالباً اب آپکے
امور مستفسرہ کا جواب تو ہو گیا - خدا کرے اس سے آپکے شکوک بھی رفع ہو گئے ہوں - میں بحمدہ تعالےٰ
خیریت سے ہوں - باقی خیریت ہے فقط والتسلیم مع التکریم - از کاکوری تکیہ شریفہ کاظمیہ - مورخہ ۱۰ ر ماہ
صفر المظفر - روز جمعہ - میاں سعید سلمہ کو دعا فرمائیے - برادران عزیز تسلیم مسنون عرض کرتے ہیں -

(۸) دوران بانیر در حضور مشغولی کی تاکید - نورانیت کا ظہور کثافت ہی میں ہوتا ہے سلوک میں
خواہش کا آنا سالک کے واسطے مضر ہے تعطل نہ ہونے پائے کچھ نہ کچھ ظاہری شغل بھی رہنا چاہیئے -

رب البیت اعرف بما فی البیت

بسامی خدمت گرامی منزلت محب الفقر المخلص ہمہ مہر و لا مکرمی منشی محمد نذیر صاحب - اوصلہ اللہ
علی اعلی المراتب از بندۂ احقر حبیب حیدر تسلیم سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہائے حصول مقاصد
کونین و مدارج نشاتین حالی خاطر خطیر باد - نامۂ نامی وصحیفۂ گرامی نے صادر ہو کر ممنون یاد آوری و
مرہون منت فقیر نوازی و کرم گستری کیا - بدریافت نوید صحتوری مزاج سامی خوش وقت و مطمئن
الخاطر ہو گیا - الحمد للہ کہ میں بھی قرین خیریت ہوں - آپ کی صحتوری کا مژدہ سن کر نہایت طبیعت
خوش ہوئی - انشاء اللہ بقیہ شکایت ضعف بھی جلد تر رفع ہو جائے گی اور حسرت دیر میں ملاقات
ہونے کی جو ہے وہ بھی جلد رفع ہو جائے گی - عرس شریف قریب ہی آ گیا اسی زمانہ میں حاضری
مناسب ہے - باقی اصل چیز تو محبت ہے وہ ہونا چاہیئے - کچھ دور و نزدیک پر موقوف نہیں ہے - بدیں وجہ

میں کبھی آپ کو " دوران باخبر در حضور" کا مصداق سمجھتا ہوں مشغولی جو آپ کرتے ہیں اُسی کو برابر کرتے رہیئے اور اُس حالت میں جو آیات سنائی دیتی ہیں یہ بھی موہبت حق ہے۔ اُن کو سُن لیا کیجیئے۔ جاذبہ بھی آئے گا۔ اُس کو لانے کیلئے کسی تدبیر کی ضرورت نہیں وہ تو خود بخود آتا ہے اور آئیگا۔ خواب دیداری دونوں حالتوں میں کثافت اور زناریکی پیش نظر رہنا یہ کوئی میرے خیال ناقص میں مضر بات نہیں ہے کیونکہ کثافت بھی فی نفسہ کوئی بُری چیز نہیں "نورانیت کا ظہور کثافت ہی میں ہوتا ہے" جس طرح سے آئینہ میں تاوقتیکہ قلعی نہیں ہوتی ہے۔ اُس وقت تک صورت چھپتی نہیں ہے۔ اگرچہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ صاف آئینہ میں جو بلا قلعی کے ہوتا ہے صورت اُس میں بھی دکھ پڑتی ہے مگر وہ صفائی اور تشریح کہ جو آئینہ میں ہوتی ہے یعنی آئینۂ قلعی دار میں وہ بلا قلعی والے میں نہیں ہوتی ہے۔ جیسا کہ تجربہ اس امر کا شاہد ہے خیر اب آپ جاذبہ آنے کی خواہش اور نیز خوش خیال خواب نظر آنے کی خواہش بالکل دل سے اُڑا دیں اور کثافت وزناریکی سے بد دل نہ ہوں۔ سلوک میں خواہش کا آنا سالک کے واسطے مضر ہے۔ خواہ وہ خواہش اچھی سے اچھی بات ہی کی کیوں نہو لہذا ضرورت اس امر کی معلوم ہوتی ہے کہ حتی الامکان قلب فارغ رکھا جائے اور جو خطرات کہ تنزلی آئیں اُنکو موافق معمول کے مسمی کا اسم سمجھنا چاہیئے اور اُن کو بھی یعنی "انا" میں فانی کر دینا چاہیئے۔ اب یہ کہ کیوں اور کس وجہ سے اس وقت اس اسم کا ظہور ہوا۔ اس عقدہ کو بھی آپ خود ہی حل کر لیں گے اور سمجھ میں آجائے گا۔ مختصر مفید میرے خیال میں یہ بات آتی ہے کہ بعد اس مشغولی سے فراغت کے تفکر کرنا چاہیئے کہ یہ کیوں اور کس وجہ سے اس وقت اس اسم کا ظہور ہوا۔ اس تفکر میں وہ بھی خیال میں آجائے گا۔ اتنا خیال رہے کہ عین حالت مشغولی میں تفکر نہ کیا جائے

بلکہ مشغولی اُسی امر کی ہو کہ انا وہمی فانی انا حقیقی میں ہے جسطرح پر کہ آپ کرتے ہیں اُس حالت میں آیات
یا اشعار جو کچھ خیال میں آویں اُن کو کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے - اب رہا جاذبہ وہ ضرور ہوگا - آپ
اُسی شغولی میں مصروف رہیں - یہ جو کچھ کہ آپ کر رہے ہیں اور سمجھتے ہیں یہ سب اُسی کے آنے اور لانے
کے ذریعہ ہیں مجھے آپ دعائے دلی و توجہ قلبی سے غافل نہ جانیں - جو کچھ آپ چاہتے ہیں وہ سب کچھ
ہوگا - مبدء فیاض کا فیض ہر وقت اور ہر ساعت ہوا کرتا ہے - اب رہا معاملہ پنشن - سو اُسکے بارہ میں
میری رائے یہ ہے کہ اگر آپ کی طبیعت گھبراتی ہے اور کام میں دل نہیں لگتا ہے تو درخواست دیدیجیے
مگر ساتھ ہی اسکے اس امر کا لحاظ بھی ضروری کر لیجیے کہ رقم پنشن میں آپکی بسر اوقات معہ خرچ تعلیم عزیزی
برخوردار محمد سعید سلمہ بھی ہو جائے گا یا نہیں - اگر بفراغت ہو جائے تو پنشن لے لینے میں کچھ مضائقہ
نہیں ہے اور اگر بتکلیف بسر ہونے کی امید ہو تو پھر چندے اور توقف کیجیے بلکہ اگر ایسا ہو جاسکے کہ
آپ کسی ریاست میں ملازم ہو جائیں اور یہاں سے پنشن لے لیں تو بہت اچھی بات ہو میں نے پنشن
نہ لینے کو اس وجہ سے کہا تھا تاکہ تعطل نہ ہونے پائے - کچھ نہ کچھ ظاہری شغل بھی ہوتے رہنا چاہیے کہ
اُس سے ذرا فراغت قلب میں رہتی ہے اور یہ نسبت افکار کے مجتمع ہونے کے مفید ہے - اب یہ کہ علامت
نازک ہے یہ ضرور قابل غور ہے مگر اس کا جواب بھی یہی ہے کہ جب آپ اپنے تعین وہمی کو تعین حقیقی میں
فانی سمجھتے ہیں تو مقتضیات تعین کو بھی اُسی حقیقت میں فانی سمجھیں - انشاءاللہ تعالیٰ کچھ خرخشہ
نہیں پیش آئیگا اور جس طرح کہ ابتک آپ با عزت اور نیکنام رہے اب بھی رہیں گے - یہ میری رائے ہے
باقی علاوہ اسکے آپکے مصالح اگر مقتضی پنشن ہی لینے کے ہیں تو مجھے اُس سے اختلاف نہیں کیونکہ درایت
امور بانی البیت - یعنی گھر کا مالک اپنے مصالح کا عالم زائد ہوتا ہے - یہ میری بے تکلفانہ رائے ہے جو

لکھتا ہوں۔ صحیفہ سامی کے جواب ارسال کرنے میں دیر ہوگئی۔ آپ وہاں منتظر ہونگے۔ اُس کی وجہ سوائے
عدیم الفرصتی کے کہ جو بوجہ قرب زمانہ عرس شریف ہی اور کچھ نہیں ہے۔ امید کہ آپ معاف کریں گے۔
برادران عزیز سلمہا بخیریت ہیں۔ سلام نیاز کہتے ہیں اور مکرمی منشی ننکو احمد صاحب بھی سلام نیاز کہتے ہیں
فقط والسلام مع الاکرام۔ از کاکوری تکیہ شریفہ کاظمیہ مورخہ ۵ ماہ ربیع الآخر۔ روز پنجشنبہ

مکرر اینکہ آج منشی صفدر حسین صاحب کا خط آیا بخیریت ہیں اُنکی ترقی عہ روپے سے سہ پر ہوگئی۔
نہایت دل خوش ہوا۔ خدا مبارک کرے اور اسی طرح اُنکو اُنکے جملہ مقاصد دینی اور دنیوی میں کامیاب
رکھے۔ اطلاعاً گذارش ہے۔

(۹) مکتوب الیہ کیلئے مجاہدہ و ریاضت کی ضرورت نہیں انقباض خاطر ہی ریاضت ہے۔ حالت مشغولی میں
جو کلمات یا حالات وارد ہوتے ہیں انکو عوام سے مخفی رکھنا بہتر ہے

بسامی خدمت گرامی منزلت محب الفقرا مقبول حق مکرمی منشی محمد نذیر صاحب زاد لطفہٗ۔ از حقر
حبیب حیدر بعد سلام مسنون نیاز مشحون و دعا ہائے کشائش ظاہری و باطنی حالی خاطر خطیر باد۔
نامۂ نامی و صحیفۂ گرامی کو صادر ہوئے کئی روز ہوگئے مگر میں بوجہ عدیم الفرصتی فوراً جواب بھیجنے سے
معذور رہا جس کی ندامت ہی۔ ارادہ برابر رہا مگر ایسی معذوریاں پیش آئیں کہ نوبت نہ آسکی۔ امید کہ
آپ معاف فرمائیں گے۔ نوید صحتوری و مع الخیر رسی دریافت کرکے مطمئن الخاطر ہوگیا۔ الحمد للہ علیٰ احسانہٖ
کہ یہاں بھی سب خیریت ہے۔ مجھے آپ کی دوستی حسب وعدہ غفلت نہیں ہی اور نہ رہے گی۔ اب یہ کہ اس کا
ظہور ابتک کیوں نہیں ہوا اُس سے کچھ دل گرفتہ نہ ہونا چاہئے اس قدر دیری بھی آپ کو مفید ہی معلوم ہوگی
آپ کو جو بعض وقت ناخوشی کا خیال ہوتا ہے یہ کچھ نہیں ہے یہ سب تہمت کی بدگمانیاں ہیں جو اپنے

مواقع پر ہوتی رہتی ہیں۔ انکی طرف زائد متوجہ نہ ہوا کیجئے بلکہ بنظر سرسری دیکھ لیا کیجئے۔ اس طرح سے خیال کرنے میں پھر دو چار بار کے بعد یہ خیال مکلف ہونے کے طور پر نہیں رہے گا۔ میں جو کچھ آپ سے کہہ چکا ہوں وہی سب ہوگا اور اللہ تعالےٰ ان سب امور سے آپ کو مستفید فرمائے گا۔ آیات کلام مجید جو آپکو مکشوف ہوتے ہیں اور اُنکو آپنے اپنے صحیفہ میں لکھا ہے اُسکے متعلق جو کچھ خیال ناقص میں آیا وہ اُسی پرچہ پر لکھدیا ہے باقی آپنے جس غرض سے بیعت لی ہے وہ مجھے معلوم ہے۔ وہی مقصود آپ کا پورا ہو گا۔ اور آپ خدا نخواستہ بے بہرہ نہیں رہیں گے مطمئن رہیئے۔ مجاہدہ اور ریاضت کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور موجودہ حالت انتظار کی وجہ سے ایک قسم کا انقباض خاطر رہتا ہے یہ بھی ایک قسم کی ریاضت ہے باقی اس امر کے واسطے کہ اللہ تعالیٰ جلد آپ کو اپنے مقصد دلی میں کامیاب فرمائے غفلت نہیں ہے اور نہ رہے گی۔ حالت مشغولی میں جو کلمات یا حالات کہ وارد ہوتے ہیں اُن کا عام طور پر مخفی رکھنا ہی اچھا ہے کیونکہ ہر شخص سمجھ نہیں سکتا اور جب پورے طور سے سمجھ نہ سکے گا تو لامحالہ اپنے خیالات اُسکے متعلق ظاہر کرے گا لہذا مخفی رکھنا ہی مناسب ہے۔ باقی اور کیا لکھوں۔ ارسال جواب میں بہت زیادہ تاخیر ہو گئی کہ جو مجبوری ہوئی۔ امید کہ آپ براہ عنایت و مکرمت خاص معاف فرمائیں گے۔ مجھ کو خود بار بار اس عذر کوتاہ قلمی کو لکھتے ندامت ہوتی ہے مگر کیا کیا جائے کہ مقتضائے بشریت ندامت ہے اور وہی ندامت باعث معذرت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ با دیں شاد رکھے اور اُسکے تاثرات سے جلد جلد بہرہ یاب فرماتا رہے۔ آمین۔ برادران عزیز سلمہما تسلیم مسنون عرض کرتے ہیں۔ والسلام خیر ختام

فقط از کاکوری تکیہ شریفیہ کاظمیہ۔ مورخہ ۲۰ ماہ جمادی الاولےٰ۔ روز شنبہ۔

محبی منشی صفدر حسین صاحب اگر وہاں موجود ہوں تو اُن سے سلام کہیئے۔

فائدہ جیسا کہ مسترشدین کا طریقہ ہے کہ اپنے پیر و مرشد یا معتقد علیہ کے مکتوبات محفوظ رکھتے ہیں۔ ایک فائل منشی محمد نذیر صاحب مرحوم و مغفور کی ہے جس میں کل مکتوبات گرامی آپکے موجود ہیں اور چونکہ عرضداشت مورخہ ۲۰ ر فروری ۱۹۱۶ء پر ہی آپنے جوابات امور مستفسرہ کے لکھدیئے تھے لہٰذا وہ بھی اُسی فائل میں موجود ہے۔ یہ فائل حُسن اتفاق سے مل گیا۔ چونکہ اس عرضداشت سے علاوہ دیگر فوائد کے یہ بھی تعلیم ہوتی ہے کہ ایک مرید و مسترشد کو عریضہ لکھنے میں کن امور کو ملحوظ رکھنا چاہیئے لہٰذا اس اصلی عرضداشت کو معہ آپکے جوابات و نصائح کے نقل کرتا ہوں۔ چونکہ مکتوب الیہ کی وفات ہو چکی ہے۔ لہٰذا اس خط کو اب شایع کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

بعالی خدمت فیضدرجت حضور اقدس حضرت قدرقدرت مدظلہٗ العالی۔ خاکسار محمد نذیر مؤدبانہ گذارش تسلیم نیاز مندی کر کے ملتمس ہے کہ بحمداللہ اتبک زندہ ہوں و صحاح مزاج وہاج کا خواہاں۔ حضور کے قدموں سے جُدا ہو کر گھر پہونچکر سب کو بخیریت پایا۔ اس وقت سے اتبک ہر شب کو انتظار شفقت و توجہ حضور کا رہا ہے۔ مگر محرومی ہے۔ بیماری طاعون کا بھی قصبہ میں دورہ ہے۔ ابھی یہ محلہ جہاں میں رہتا ہوں بامن ہے۔ اللہ پاک اپنا فضل شامل حال رکھے مشغولی میں جو آیات اور کلمات آئے۔ انکے مضامین بھی ٹھیک سمجھ میں نہیں آئے۔ الجھن بہت معلوم ہوتی ہے۔ ملاحظہ کے لیئے ذیل میں درج کیئے جاتے ہیں۔

سوالات	جوابات
(۱) کُتّا سیاہ کچھ کھاتا ہوا نظر آیا۔	موجودہ بیماری جو وہاں شایع ہے اسکی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے امید ہے کہ جلد دفع ہو جائے گی۔

(۲) فانما یھتدی لنفسہ ۔

معنی اسکے صاف ہیں یعنی ہر شخص اپنے نفس ہی کیلئے ہدایت چاہتا ہے آپ کو جستجو اور سعی جو کچھ ہے وہ بھی اسی لیئے ہے کہ ذات کا عرفان ہو جائے ۔

(۳) و من اصدق من اللہ قیلا۔

حق سے بڑھ کر کون سچا ہو سکتا ہے اُس وقت آپکے قلب پر مایوسی کی حالت کچھ نہ کچھ ہو گی ۔ لہذا یہ ارشاد ہوا ۔

(۴) کھلے قرآن شریف کا دو شب میں متواتر پیش ہونا ایک آیت کا نشان بتلانا جو پڑھی نہیں گئی ۔

اس سے اشارہ اسی طرف ہے کہ کلام اللہ ہی باعث ہدایت ہے جو آیت کہ نہیں پڑھی گئی وہ بھی آیندہ پڑھ لی جائے گی ۔

(۵) کتاب منظوم فارسی کا پیش ہونا اور ایک صفحہ میں چند اشعار کو دکھلانا جنمیں سے ایک لفظ غذث پڑھا گیا اور پڑھنے میں معذوری رہی ۔

بروقت خواہش طبع و انتشار آپ مثنوی گلشن راز دیکھا کریں خواہ تصانیف حضرت مولانا فریدالدین عطار رح

(۶) ایک عورت جلد جلد زمین کی مٹی کھودتی تھی مفہوم ہوتا تھا کہ کوئی چیز مدفونہ کھود رہی ہے ۔

یہہ دنیا کی حالت کیطرف اشارہ معلوم ہوتا ہے یا نفس کیجانب کہ وہ کھود کھود کر اپنی خواہشیں نکالتا ہے اور انسان سے اُنکے پورا کرانے کی خواہش کیا کرتا ہے

(۷) یہ آواز آئی ۔ کہ موسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوۃ و السلام کیا فرماتے ہیں میں متوجہ ہوا تو آواز آئی ۔

(فانما یسرناہ بلسانک) فقط

سوال	جواب
نوٹ:- گذارش دریافت طلب یہ ہے میں نے سورہ طٰہٰ میں دیکھا ہے کہ حضرت موسٰی علیہ السلام نے یہ دعا مانگی تھی (رب اشرح لی صدری ویسر لی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی) کیا فانما یسرناہ الخ سے اسی دعا کا مطلب ہے یا اور کچھ ہے۔ مطلع کیا جاؤں۔	فانما یسرناہ سے اسی دعا کی طرف اشارہ ہے۔
(۸) اذا جاء نصر اللہ من فتح۔ نوٹ:- میں نے والفتح مفہوم کیا تو دوبارہ تکرار ہوئی کہ من فتح۔	یہ اشارہ ہے کہ آپ کو نفس پر فتح حاصل ہوگی۔
(۹) وبدلنٰھم بجنتیھم جنتین ذواتی اکل خمط واثل وشیء من سدر قلیل نوٹ:- اس سے کیا مراد ہے کیا کوئی حالت میری بدل گئی ہے یا کوئی خطا سرزد ہوئی ہے جس میں یہ ارشاد ہوا ہے	آپکی کوئی حالت بدلی نہیں گئی بلکہ مختلف کیفیات اور حالات کے ورود سے جو طبیعت پر اثر ہوتا ہے اور تبدیلی محسوس ہوتی ہے اُس کی جانب اشارہ ہے نہ کوئی خطا سرزد ہوئی ہے اور نہ حالت بدلی گئی۔
(۱۰) وما یلقٰھا الا الصٰبرون۔	صبر اور استقامت طلب حق میں یہی بہت مفید ہے معانی اسکے کلام مجید میں ملاحظہ کریجیے۔
(۱۱) ایک مشغولی میں دو مرتبہ بدفعات	اس قسم کی آوازیں بیشتر ایسے اوقات سنائی دیتی ہیں

گالی کی آواز آئی جسکے جواب میں میں نے
اعوذ باللہ پڑھا اسکی کیفیت سے بھی مطلع فرمائیے۔
(۱۲) جو ہونے والا ہے وہ ہوگا۔
(۱۳) آج شب کے مشغولی میں۔ یہ آواز آئی کہ غصہ کا ایک تھپڑ
مارا جائے (میں منتظر تھپڑ کا ہوا مگر پھر کوئی تھپڑ نہیں آیا)
(۱۴) اذجاءھا المرسلون۔

[illegible]
ہو جاتا ہو نعوذ باللہ [illegible]
یہ تو ایمان ہی ہے [illegible]
اس کا جواب [illegible] مشغول [illegible]
مشوش [illegible]
[illegible]
اپنے کام [illegible]

گذارش۔ میں نے یہ کیفیات اسوجہ سے نہیں لکھی ہیں کہ حضور کا قیمتی وقت [illegible]
بلکہ اس خیال سے کہ انکے ملاحظہ کے بعد جو امور میری اصلاح کے قابل ہوں اُن سے سرفراز [illegible]
میں اُن پر عمل کر دں۔ اور اگر مناسب رائے والا ہو تو ہر ایک امر کے مقابل میں مختصر نوٹ [illegible]
تحریر فرما دیجئے تاکہ حضور کو زیادہ تکلیف نہ ہو۔ حضور کے نزدیک اگر اس کا عام طور پر مخفی [illegible]
جواب تحریر فرما دیجئے۔ یہاں تک تو ماجرا تھا۔ اب میں مختصراً اپنی کیفیت عرض کرتا [illegible]
اور تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں۔

میں نے پنشن اسوجہ سے لی کہ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔ اگر بفراغت مشغول ہو کر حضور کی [illegible]
دعنایات سے [illegible] ہو جاتا تو وہی حاصل زندگی ہے باوجودیکہ باسباب ظاہر یوں وغیرہ کے تعلقات [illegible]
اخراجات و عدم موجودگی مناسب سرمایہ وغیرہ کے لوازمات گو نہ ملتو تھے۔ مگر [illegible] کو ترجیح [illegible]
حضور [illegible] امید افزا وعدہ [illegible]

یقینی مجھے کامل امید ہے کہ میں کامیاب ہوں گا۔

سال گذشتہ میں جب تین ماہ کی رخصت آیا تھا تو حسب ارشاد ذکر دو زجاذ بہ کی نہایت حسین صورت آناً فاناً پیش نظر ہوئی پھر غائب ہوگئی۔ اُس کا اشتیاق باز دید اب تک ہے۔

عرس کے قبل حاضری میں جو ارشاد ہوا۔ واپسی پر ایک دو زبرقی تجلی نہایت دھوم دھام سے ہوئی اور اُس میں ایک عورت کی شکل بھی نظر آئی مگر پھر اسکے بعد یہ کیفیت نہیں ہوئی۔ دو مرتبہ دوسرے طور پر صورتیں نظر آئیں۔

اس مرتبہ جب سے آیا ہوں کچھ بھی مشاہدہ نہیں ہوتا۔ میں نہایت الحاح اور نیاز کے ساتھ دست بدعا ملتجی ہوں کہ اگر کسی وجہ سے میری طرف سے جو میری ہی کم استعدادی کا باعث ہے حضور کی کم توجہی ہوئی ہے تو برائے خدا اور رسول معاف فرمایا جاؤں اور حضور اپنی عنایت و توجہ مزید مبذول فرماویں۔ اگر مجاہدہ کی ضرورت ہے تو اُسے تعلیم فرماویں۔ میرا دل تو چاہتا ہے کہ اگر حضور اپنے پاخانہ اُٹھانے کی خدمت میرے لیئے مقرر فرماویں تو میں بخوشی و بسر و چشم نہایت شوق و محبت سے اُسکے لیئے تیار ہوں۔ یا جو حکم دیں۔ یہ شعر بار بار یاد آتا ہے ؎

از کدامیں سحر و افسوں مہرباں سازم ترا	آنچہ میخواہد دلِ من آنچناں سازم ترا

اب وقت کم ہے کام بہت ہے۔ للہ توجہ فرمائیے۔ زیادہ حد ادب۔ بھیا صاحبان کی خدمت میں سلام نیاز۔ عزیزی صفدر حسین غالباً آئے ہونگے میری طرف سے دعا کہدیجیے گا۔

نیازمند

محمد نذیر عفی عنہ قصبہ شہزاد پور۔ ۲۰ فروری ۱۹۱۸ء

(۱۰) جاذبہ کی مفقودیت سے یاس و حرمان و مایوسی کو پاس نہ آنے دیجئے

بسامی خدمت ہمہ لطف و عنایت محب الفقرا مقبول حق مکرمی منشی محمد نذیر صاحب اد لطفہا

از فقیر حبیب حیدر بسبس سلام مسنون نیاز مشحون و دعا ہائے کشایش ظاہر و باطن حالی خاطر خطیر باد بحمد اللہ تعالیٰ شانہ یہاں سب خیریت ہے اور نوید محتوری سامی مطلوب صحیفہ عنایت رقم نے صادر ہو کر ممنون یاد آوری کیا۔ حالات مندرجہ سے آگہی ہوئی۔ آپکے سفر فرخ آباد کا بھی حال معلوم ہوا اور مع الخیر وہاں سے واپسی بھی معلوم ہوئی۔ آپکے ساتھ جاذبہ کی مفقودیت بھی دریافت ہوئی۔ اس سے آپ کچھ پریشان نہ ہوں۔ انشاء اللہ جاذبہ بھی آئے گا اور مشاہدہ بھی ہوگا۔ میری توجہ آپکے ساتھ بدستور ہے میں حاضر و غائب آپکی طرف سے کسی وقت غافل نہیں ہوں۔ یاس و حرمان و مایوسی کو اپنے پاس آنے نہ دیجیئے بلکہ اس کا یقین کامل کر لیجئے کہ آپ کی یہ مشغولی و محنت جو کچھ کہ آپ کر رہے ہیں وہ ہرگز خالی نہیں جائے گی۔ اگر بوجہ ہرج طبیعت خدانخواستہ کسی روز اس کی تکمیل میں کچھ خلل واقع ہو تو اس سے ہرگز بددل نہ ہونا چاہیئے۔ اس سلسلہ کو جس طور سے اور جس قدر کہ ہو سکے جاری ہی رہنا چاہیئے۔ جسمی مقتضیات ایسے موقع پر ضرور ہی عارض ہوا کرتے ہیں مگر یہ دیکھا گیا ہے کہ ان مقتضیات کی طرف سے جہاں بے اعتنائی کی گئی پھر اس سے زیادہ متاثر نہیں ہونا پڑتا ہے کہ جو باعث ہرج کا رہو۔ اگر نصیب اعدا بوجہ نادرستی طبیعت ہفتہ عشرہ کا التوا ہو جائے گا تو اس میں کوئی نقصان چنداں نہیں ہے کیونکہ معذوری تو مجبوری ہی ہوا کرتی ہے۔ آپ گھبرائیں نہیں جو کچھ آپنے زبانی فرمایا تھا وہ سب مجھے یاد ہے۔ آپکی خواہش قلبی ضرور پوری ہوگی۔ اور مدعائے اصلی میں دلخواہ کامیابی ہوگی۔ جاذبہ کا آنا اور مشاہدہ کا ہونا

موقوف نہیں ہوا ہے۔ آپ اس سے مطمئن رہیئے۔ باقی اور کوئی نئی بات اس وقت سوا اس کے نہیں ہے کہ سترہ ماہ حال روز شنبہ کو فاتحہ شریفہ میرے حضرت جد امجد قدس سرہ العزیز کا ہے۔ اسکی وجہ سے کسی قدر عدیم الفرصتی زیادہ ہے اور سب بعنایت الٰہی خیریت ہے۔ والسلام بابوف الاخترام

فقط ازکاکوری۔ تکیہ شریفہ کاظمیہ۔ مورخہ ۱۴ ماہ رجب المرجب۔ روز چہارشنبہ (۱۹۱۹ء)

(۱۱) موجودہ حالت بمنزلہ مجاہدہ کے ہے طالب کو بحالت سلوک کسی بات سے گھبرانا نہ چاہیے۔

بسامی خدمت ہمہ لطف وعنایت محب الفقرا مقبول حق مکرمی منشی محمد نذیر صاحب زاد لطفہ

از احقر حبیب حیدر تسلیم سلام مسنون نیاز مشحون و دعا ہائے حصول مقاصد دارین حالی خاطر خطیر باد۔ نامۂ نامی وصحیفہ سامی صادر ہو کر باعث فرح ونشاط یاد آوری وعنایت بغایت ہوا نوید صحت وری مزاج سامی دریافت کر کے مطمئن ہو گیا۔ الحمد للہ علیٰ احسانہ کہ یہاں بھی سب خیریت ہے۔ عرس شریف کے بعد سے کچھ ایسے تعلقات علالت رہے کہ جنکی وجہ سے مجھے سخت منغلق الخاطری رہی اور اسی وجہ سے نوبت آپ کو بھی خط لکھنے کی نہیں آئی لیکن توجہ قلبی سے حسب وعدہ غفلت نہیں رہی۔ جو حالت کہ آپ نے لکھی وہ بھی معلوم ہوئی۔ آپ گھبرائیں نہیں موجودہ حالت جو ہے وہ ضرور مقتضی پریشان خاطری کی ہے لیکن اس انتشار کا نتیجہ بہت عمدہ اور دلخواہ ظاہر ہوگا۔ جس دن کے آپ منتظر ہیں اس کی اب کوئی مدت زائد نہیں باقی ہے اور نہ اس کی اصلاح کیلئے کسی مجاہدہ کی ضرورت ہے بلکہ موجودہ حالت انتظار جو ہے وہی بمنزلہ مجاہدہ کے ہے وہ بھی زائد مقدار میں ختم ہو گیا۔ آپ روزانہ اسکے ورود کے منتظر رہیں۔ طالب کو بحالت سلوک کسی بات سے گھبرانا نہ چاہیئے بلکہ یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ع ہرچہ از دوست می رسد نیکوست۔

یہ کہ پھر انتظار سے تکلیف کیوں ہوتی ہے اسکا جواب یہ ہے کہ جس چیز کا جو مقتضا ہے وہ ہونا لابدی ہے۔ وہ بہرصورت ہوگا خواہ وہ بخوشی ہو خواہ بتکلیف۔ اس سے یہ مطلب نہ خیال کیا جائے کہ آپکے مقصد دلی پورے ہونے میں دیر ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے جو آپسے کہا ہے وہ سب پورا ہوگا مطمئن رہیئے۔ آپکا حال سُنکر نہایت مسرت ہوئی الحمدللہ ثم الحمدللہ۔ اللہ تعالیٰ اسیطرح آپکے شاہد مقصود کو بھی جلد آپسے ملادے۔ اور اس مژدہ سے بھی جلد آپ مطلع کریں باقی اور سب خیریت ہے۔ برادران عزیز و مکرمی منشی شکور احمد صاحب سلام مسنون کہتے ہیں عزیزی محمد سعید اور انکے بھائی کو بہت بہت دعا کہئے۔ والسلام خیر ختام فقط از کاکوری تکیہ شریفہ کاظمیہ مورخہ ۲۵ جمادی الآخر روز پنجشنبہ

(۱۲) کامیابی کی بشارت۔ لاعلمی کی موت نہیں ہوگی۔ ذکر قلبی کا طریقہ

بسامی خدمت ہمہ لطف و عنایت محب الفقرا مقبول حق مکرمی منشی محمد نذیر صاحب دام لطفہ۔

از فقیر حبیب حیدر سپس سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہائے حصول مقاصد و مطالب ارین حالی خاطر خطیر باد نامۂ نامی و صحیفۂ گرامی صادر ہو کر باعث فرح و نشاط یاد آوری و عنایت بغایت ہوا اور بہ صحنوری مزاج معہ حلیہ و البستگان دریافت کرکے مطمئن الخاطر ہوگیا۔ الحمدللہ علیٰ احسانہ کہ یہاں بھی سب خیریت ہے۔ میں نے جو کچھ آپ سے چلتے وقت کہا تھا اس کو میں بھولا نہیں ہوں اور پھر بھی لکھتا ہوں کہ جو آپ چاہتے ہیں وہی ہوگا۔ اور بالمشافہہ رونمائی ہوگی۔ موجودہ انتظار بیکار نہیں ثابت ہوگا۔ جو آواز آپ کو معلوم ہوئی وہ ٹھیک ہے۔ مطلب اُس کا میرے خیال میں یہ آتا ہے کہ آپ جو تکلیف اور رنج لیتے ہیں۔ اُس سے جو غیریت پیدا ہوتی ہے وہ آپ کو مکلف ہوجاتی ہے لہٰذا اُس کو بھی اُڑا دیجئے۔ جب آپ اپنے کو اُس تکلیف اور رنج کا عین کردینگے تو پھر وہ تکلیف نہیں رہے گی اور نہ آپ کو اُسکے آنے سے انزجار اور انتشار ہوگا۔ اگرچہ یہ

انتشار بھی خالی از لطف نہیں ہوتا لیکن اُس درد طلب کے سبب سے سخت مجبوری ہو جاتی ہے خیر اب آپ کا خیال جو یہ ہے کہ آپکی کمی استعداد کی وجہ سے یہ دیر ہو رہی ہے تو ایسا نہیں ہے بلکہ یہ حالات طلب کی حالت میں ظاہر ہوا کرتے ہیں وہ ہو رہے ہیں۔ کسی روز قبض ہوتا ہے اور کسی روز بسط۔ آپکے واسطے انتظار ہی کیا کم مجاہدہ ہے۔ اب یہ کہ اگر اسی حالت میں موت آگئی تو اُس کا جواب یہ ہے کہ موت کے متعلق آپ کو علم ہوگا۔ لاعلمی کی موت نہیں ہوگی اور بالفرض اگر ایسا ہوا بھی تو آپ مجاہد تو ہوئی ہیں اور مجاہد کی شان میں آیۂ کریمہ ناطق ہے۔ ولنھدینھم سبلنا[1] وان اللہ لمع المحسنین۔ تو آپ کو باطن خدانخواستہ نہیں رہیں گے اس سے بالکل مطمئن رہیئے ذکر قلبی کا طریقہ حسب تحریر آپکے لکھتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ آپ اس امر کو خیال میں رکھیں کہ قلب میں جو حرکت ہوتی ہے اُس سے اللہ ھو کی لفظ ظاہر ہوتی ہے۔ ابتداءً اس کی مواظبت کا طریقہ یہ ہے کہ جب بغرض استراحت لیٹے یا نہ لیٹے سب کاموں سے فارغ ہو کر اُس وقت خیال مذکورہ بالا پر عمل کرنا شروع کیا جائے۔ دو چلہ میں کم و بیش یہ حالت پورے طور پر قائم ہو جائے گی میرے خیال ناقص میں آپکے لیئے چنداں اس کی ضرورت نہیں ہے آپ کا دل چاہے کیجیئے اور نہ چاہے نہ کیجیئے۔ اختیار ہے۔ آپ جس اُدھیڑ بُن میں ہیں اُسی میں رہیئے باقی ہمت نہ توڑیئے۔ آپ جیسا جو کچھ چاہتے ہیں وہی ہوگا۔ مجھے آپکے لیئے دعائے دلی و توجہ قلبی سے غفلت نہیں رہتی ہے اطمینان رکھیئے۔ جو قلق دلی آپکے صحیفۂ مکرمت کے معائنہ سے ہوا وہ تو اسی امر کا مقتضی ہے کہ آپ کا انتظار رفع ہو گیا ہوگا۔ خدا کرے میرا یہ خیال صحیح ہو اور اس عریضہ کو آپ بحالت مسرت و اطمینان

---

[1] اور ہم سمجھا دینگے انکو اپنی راہیں اور بیشک اللہ ساتھ ہے نیکی کرنے والوں کے ۱۲

ملاحظہ کریں باقی اور سب خیریت ہے۔ والسلام بالوف الاحترام۔ فقط از کاکوری تکیہ شریفہ کاظمیہ۔ مورخہ ۲۲ ماہ ذالحجہ۔ روز سہ شنبہ۔

(۱۳) الہام وتبتل الیہ تبتیلا اور وافوض امری الخ پر عمل کی تائید

بسامی خدمت گرامی منزلت محب الفقر امقبول حق مکرمی منشی محمد نذیر صاحب زادمجدہٗ۔ از احقر حبیب حیدر سیس تسلیم مسنون تکریم مشحون ودعائے حصول مقاصد دارین حالی خاطر خطیر باد۔ نامہ نامی وصحیفہ گرامی صادر ہو کر باعث فرح ونشاط یادفرمائی وکرم گستری ہوا۔ نوید خیر وعافیت مزاج سامی دریافت کرکے مطمئن ہوگیا۔ الحمد للہ علیٰ احسانہٖ کہ یہاں بھی اس وقت تک سب خیریت ہے۔ آپ کی کیفیت کا تغیر وتبدل اور اسکی وجہ سے غیر دلجمعی کی حالت دریافت کرکے گونہ تعلق ہوا۔ خدا کی ذات سے امید ہے کہ وہ کیفیت اب بالکل دفع ہوگئی ہوگی اور آپ مطمئن ہونگے۔ آپنے جو بعد ارشاد وتبتل[1] الیہ تبتیلا۔ اور اسکی توضیح میں وافوض[2] امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد آنکے[3] ارادہ کرلیا کہ کامیابی وناکامی سب اُسی کے حوالہ۔ یہ ارادہ ٹھیک اور مناسب ہے۔ کیونکہ بلا اسکے سلوک کرنا ہی مشکل ہو جائے گا۔ دنیا میں تو امید میں ناامیدی اور ناامیدی میں امید برابر ہوتی رہتی ہے اور اسی کے ساتھ طبیعت انسانی کا یہ خاصہ ہے کہ خیال حرماں آنے پر اس میں شدید تغیر اور تبدل ہوجاتا ہے اور انسان کا کام یہ ہے کہ وہ ان سب مختلف حالتوں میں اپنا کام نکالتا رہے۔ سو الحمد للہ کہ جو آپ کا ارادہ ہوچکا ہے وہ خود بھی منجانب اللہ ہوگیا ہے۔ یہی رکھئے اور اسی کو غور کرتے رہنے۔ یہی انسب

---

[1] اور چھوٹ کر چلا اسکی طرف سب سے الگ ہو کر ۱۲ [2] ا ور سپرد کرتا ہوں میں اپنے کاموں کو اللہ کی طرف بیشک اللہ بندوں پر ... حال کا نگراں ہے ۱۲ [3] انکو کسی مشغولی فی الفکر میں یہ علم آیا ہوگا جیسا کہ انکے نام کے خطوط سے واضح ہے ۴

اور بہتر ہے اور اسی سے پھر انقباضی کیفیت نہ ہوگی۔ اس ماہ مبارک میں بقیہ ایام آپ بہت محظوظ رہیں گے مطمئن رہیئے۔ باقی اور کیا لکھوں مجھ کو آپ کی طرف سے غفلت حتی الوسع نہیں رہتی ہے۔ آپ مطمئن رہیں۔ اور اپنے کام سے کام رکھیں۔ بحالت روزہ اگر خط کے مضمون میں کچھ گڑبڑ ہوگیا ہو تو وہ قابل معافی خیال کرلیا جائے۔ مکرمی حافظ سخاوت علی صاحب کی خدمت میں سلام نیاز فرمایئے۔ برادران عزیز اور مکرمی منشی شکور احمد صاحب بھی سلام مسنون کہتے ہیں۔ والسلام خیر ختام۔ فقط از کاکوری تکیہ شریف کاظمیہ۔ مورخہ ۱۵ ماہ رمضان المبارک روز سہ شنبہ۔

(۱۴۷) انقباض کسی خاص وجہ سے نہیں ہوا بلکہ خود بخود ہوا ہے خوابی کے مجاہدہ سے دماغ میں خشکی پیدا ہوتی ہے۔ جاذبہ سے قبل اعضاء میں لرزہ ہونا صحیح ہے تجلی صفاتی و افعالی کی بشارت

بسامی خدمت ہمہ عطوفت و مکرمت محب الفقراء مقبول حق مکرمی و معظمی منشی محمد نذیر صاحب زاد لطفہ از حقیر حبیب حیدر سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہائے حصول صلاح و فلاح دارین حالی خاطر خطیر باد۔ نامۂ نامی و صحیفۂ گرامی کو صادر ہوئے پانچ چھ روز ہوئے مگر سخت ندامت ہے کہ باوجود روزانہ ارادۂ ارسال عریضہ کے پھر بھی دیر ہوگئی۔ آپ غالباً وہاں منتظر ہوں گے۔ سوا اسکے کیا لکھوں کہ معاف کیجئے تاخیر مجبوری ہوئی۔ مجھے قلباً آپ کا خیال برابر رہتا ہے اور برابر دعائے دلی اور توجہ قلبی میں مصروف رہتا ہوں۔ اُس سے غفلت نہیں رہتی ہے۔ اب جو انقباض ہوا ہے بھی کسی امر خاص کی وجہ سے نہیں ہوا۔ نہ مزید اظہار عنایت کی وجہ سے یہ مطلب۔ کہا گیا تھا کہ آپ کو انقباض ہو جائے بلکہ یہ تو حالات ہیں پیش آتے رہتے ہیں۔ آپ بدستور بے فتور اپنے کام میں مشغول رہیں اور اُس سے فوائد اٹھاتے رہیں۔ نیند سے مجاہدہ کرنے کی نسبت جو آپ نے لکھا تھا۔ اس میں کوئی

حرج نہیں لیکن بجائے شب کے اگر دن میں کچھ تھوڑا سا آپ سو لیا کریں تو وہ اچھا ہے کیونکہ بالکل بے خوابی سے دماغ میں خشکی پیدا ہو جانے کا خیال ہے اور خشکی پیدا ہونا کچھ ٹھیک نہیں - اگر تھوڑی دیر بشرط نیند آنے کے آرام کر لیا جائے تو اُس سے حرج نہیں ہوگا - امر مستفسرہ اول کا جواب یہ ہے کہ جاذبہ آنے سے قبل تمام اعضاء میں جو کیفیت لرزہ یا تھرتھراہٹ کی معلوم ہوتی ہے وہ ٹھیک ہے غلط نہیں - ایسا ہوتا ہے اور اب جو کیفیت قریب ایک ہفتہ سے ہوتی ہے یہ کوئی جسمی بیماری نہیں ہے بلکہ یہ سب مزید ظہور جاذبہ کے علامات ہیں - اسی سے ظہور رو در رو تجلی صفاتی و فعالی کا بھی ہوگا - اکثر کتب سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ قبل ظہور جاذبہ ایسے کیفیات پیش آتے ہیں چنانچہ کتب سیر و احادیث سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ قبل آمد وحی اکثر ایسے حالات پیش آتے تھے اور جسم میں تھرتھراہٹ یا لرزہ کی سی کیفیت معلوم ہوتی تھی - بالجملہ یہ امر کوئی قابل اندیشہ نہیں ہے - آپ کچھ اندیشہ نہ کیجئے - آیات قرآنی کا نزول اور او ر باتیں یہ سب اسی جاذبہ کے مقتضیات سے ہیں - خطرات کے نزول کے واسطے یہی طریقہ یعنی اُنا میں فانی کرنا ہی زیادہ مفید ہے وہ آپ کرتے ہی ہیں - اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ اپنی یاد میں شاد رکھے اور اُسکے فوائد و نتائج سے بہرہ یاب و کامیاب کرتا رہے - تجلی صفاتی و افعالی بھی عنقریب ہو گی - اطمینان رکھئے - مجھے آپ کی طرف سے غفلت نہیں ہے - زیادہ کیا لکھوں سوا اسکے کہ سب خیریت ہے - فقط والسلام با لوف الاحترام - مورخہ ۲۹ ر جمادی الاولےٰ روز دوشنبہ

ازکاکوری

تکیہ شریفیہ - کاظمیہ

(۱۵) دنیا کے جھگڑے بحالت مشغولی میں کسی خطرہ کا اثر نہ لینا مفید و مناسب ہے۔ حق کے ساتھ بے تکلف ہو جانا چاہیئے۔ عرفان و یاد حق میں مصروف رہنا چاہیئے۔ اللہ اللہ کرنے والا کبھی گھاٹے میں نہیں رہتا

بسامی خدمت ہمہ عطوفت و مکرمت محب لفقرا مقبول حق مکرمی منشی محمد نذیر صاحب

زاد لطفہ۔ از احقر حبیب حیدر بعد سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہائے جمعیت و کشائش ظاہری و باطنی مدعا اینکہ نامہ نامی و صحیفہ گرامی صادر ہو کر باعث فرح و نشاط یاد آوری و عنایت بینہایت ہوا۔ نوید خیر و عافیت آپکی دریافت کرکے مطمئن ہو گیا۔ الحمد للہ علیٰ احسانہ کہ یہاں بھی سب خیریت ہے۔ واقعی دنیا کے جھگڑے اس قدر ہیں کہ جن سے بڑی مشکل سے خلاصی ہوتی ہے۔ ایک کم ہوتا ہے تو دوسرا شروع ہو جاتا ہے۔ وہ کم ہوتا ہے تو اور کوئی شروع ہو جاتا ہے۔ آپ کے معاملات میں روز بروز افزونی غم و پریشانی کا حال سُنکر سخت قلق ہوتا ہے۔ اسمیں جو کچھ تغیر آپ کو معلوم ہوتا ہے اُس کو آپ تنزل سے تعبیر نہ کیجیئے بلکہ یہ خیال کیجیئے کہ یہ سب علامات جاذبہ کے ورود کے ہیں کیونکہ افزونی غم و پریشانی کے سبب سے دل میں انکساری کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور حدیث شریف ہے کہ انا عند المنکسرۃ قلوبہم لاجلی[1]۔ اور سہ جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ

اب اگر کوئی خیال الحادی آیا کرے تو اُس کی نفی کر دیا کیجیئے۔ آپ نے جو ہمت کی ہے کہ بحالت مشغولی کسی خطرہ کا اثر نہیں لیتے۔ یہ بھی بہت مناسب ہے اور بہتر و مفید بھی۔ اس میں کسی ترمیم کی ضرورت نہیں۔ خطرات کو غیر نہ جاننا چاہیئے۔ یہ تو آپ خود کرتے ہیں۔ آپ بے تکلفی کی

---

[1] میں ہمیشہ سے ٹوٹے ہوئے دلوں سے قریب ہوں ۱۲

کی مثال یہ ہے کہ جس طرح سے انسان اپنے جسم سے بے تکلف ہوتا ہے اُسی طرح سے شغل میں آپ کو حق کے ساتھ بے تکلف ہوجانا چاہیئے۔ اس سے زیادہ میرے خیال میں اور بھی مثالیں آتی ہیں مگر یہ زیادہ صاف اور واضح ہے۔ اب اور زیادہ وضاحت یہ ہے کہ انسان اپنے جسم سے اس طرح بے تکلف ہوتا ہے کہ اُس کو بحالت برہنگی اور غیر برہنگی دیکھتا رہتا ہے اور اُس سے کسی قسم کا تکلف نہیں کرتا۔ اسی طرح بحالت موجودہ آپ کو بے تکلف ہوجانا چاہیئے۔ اب یہ کہ نہیں معلوم خاتمہ کیسا ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جیسا چاہے ہو ہمارا تعین عرفان و یاد حق کے لیئے ہے لہٰذا ہمکو اُسکے لوازم یعنی علت غائی تخلیق جو ہے وہ پوری کرنا چاہیئے اسکے علاوہ جو کچھ ہے وہ سب فضول ہے۔ اسی امر کو اپنا منظور نظر رکھ کر اور جتنے خیالات موہم یا تشویش دہ آیا کریں سب کو اُڑا دیا کیجئے۔ باقی 'انا' کے متعلق جو کچھ آپنے لکھا وہ سب ٹھیک ہی ہے کسی اصلاح کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ برابر کرتے رہیئے اور کچھ اندیشہ نہ کیجئے۔ اللہ اللہ کرنے والا کبھی نقصان و خسران میں نہیں رہ سکتا معاملہ آپ کا سب درست ہے اور ترقی پاتا رہے گا۔ کوئی تنزل نہیں ہوگا۔ برادران عزیز و مکرمی منشی صاحب سلام نیاز کہتے ہیں۔ بچوں کو ما وجب فرمائیے۔ والسلام خیر ختام فقط۔ از کاکوری تکیہ شریفیہ کاظمیہ۔ مورخہ ۱۰ ماہ رجب المرجب۔ روز سہ شنبہ۔

(۱۶۱) کاستن بہر آمد استن کے ظہور کی بشارت۔ رفع توہم کی تائید۔

بسامی خدمت ہمہ لطف و عنایت محب الفقرا مقبول حق مکرمی منشی محمد نذیر صاحب زاد لطفہ۔

از فقیر حبیب حید رسپس سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہائے حصول صحت و عافیت تامہ مدعا اینکہ الحمد للہ علیٰ احسانہ یہاں سب خیریت ہے اور نوید خیریت آپ کی مطلوب۔ صحیفہ عنایت طراز نے عرصہ کے بعد صادر ہوکر ممنون یاد آوری و فقیر نوازی کیا۔ حالات مندرجہ سے آگہی ہوئی۔ آپکی نادرستی

مزاج اور اسکے تسلسل کو دریافت کر کے ضرور تعلق ہوا تھا مگر اُسکے ساتھ ہی یہ معلوم کر کے کہ اب
مزاج آپ کا بعنایت الٰہی قرین عافیت ہے اطمینان قلبی ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحیح و تندرست
رکھے اور نعمائے دارین سے مالامال فرمائے۔ "کاستن بہر آراستن" کا ظہور ضرور رہوگا۔ ادھر آپکی
طبیعت بھی کسلمند رہی۔ قلبی یکسوئی ہونے نہیں پائی۔ یہ وجہ اور بھی زیادہ تر مخل ادراک ہوتی
رہی آپ اس سے کچھ متفکر نہ ہوں۔ انشاء اللہ جو کچھ آپسے عرض کیا ہے وہ ضرور پورا ہوگا۔ اگرچہ
بالفعل بوجہ ضعف ہمت آپکی پورا کام نہیں دیتی ہے مگر آپ کو ہمت نہ ہارنا چاہیئے۔ بلکہ جسقدر بھی
ہوسکے ہمت کو اُسی طرف متوجہ رکھنا چاہیئے۔ اب رہا میری توجہ کا ہونا وہ تو ہئی ہے۔ اُس سے آپ
مطمئن رہیں مجھے حاضر و غائب آپ کی طرف سے غفلت نہیں رہتی ہے اور نہ انشاء اللہ رہے گی۔ آپ کا
یہ خیال بھی قرین قیاس ہی ہے کہ توہم کا مدخل بھی کسیقدر ضرور ہے۔ ایسے مواقع پر توہم بھی دلفریب انداز سے
اپنا جلوہ ضرور دکھلاتا ہے۔ آپ جس طور سے کہ اُس کو زائل کرتے ہیں بدستور زائل ہی کرتے رہیں
اگر بعد کو کائی کی طرح وہ پھر گھیر لیتا ہے تو اُس سے کچھ متاثر نہ ہوجیئے۔ وقت پر اُس کو زائل ہی
کرتے رہیئے۔ انشاء اللہ وہ بالکلیہ رفع ہوجائے گا۔ آپ اطمینان رکھیں اور مجھ کو کسی حال میں اپنی
طرف سے غافل نہ تصور فرمائیں۔ اور کوئی امر تازہ اسوقت سوا ان دو امور کے نہیں ہے۔ ایک
تو یہ کہ عرصہ دس بارہ دن کا گذرتا ہے کہ نور نظر بدھن فرزند کلاں برادر عزیز مولوی تقی حیدر سلمہٗ نے
کہ جسکے ساتھ مجھ کو بطور خاص اُنس تھا ہفتہ عشرہ کی علالت میں انتقال کرگیا۔ یوں تو وہ گھر بھر
کی دلبستگی کا باعث تھا ہی مگر مجھے خصوصیت کے ساتھ اُس سے دلچسپی تھی۔ افسوس صد افسوس
ڈھائی تین سال کی محنت ایک آن واحد میں رائگاں ہوگئی۔ مشیت ایزدی میں مجال دم مارنے کی

نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مغفور معصوم کے والدین کو بعطائے نعم البدل سکون قلبی عطا فرمائے اور ہمیشہ صحیح وتندرست رکھے۔ یہ تعلقات وترددات میری عدیم الفرصتی کے مونس ودمساز ایسے ہو جاتے ہیں جن سے مجھے اور بھی معذوری ہو جاتی ہے اور میں استخبار خیریت میں بھی اپنے احباب کے قاصر ہو جایا کرتا ہوں۔ امر دیگر باعث اطلاع دہی اس وقت ایک یہ بھی ہے کہ ۱۷ ماہ حال روز شنبہ مطابق ۲۳ فروری ۲۴ء یہاں فاتحتین شریفین حضرات خداوندان نعمت جدابینا مولانا شاہ تقی علی قلندر رو جدنا و مرشدنا و مولانا شاہ علی اکبر قلندر قدست اسرارہم کے ہونگے لہٰذا حسب معمول آپ کو بھی تاریخ فاتحہ شریفہ سے مطلع کرتا ہوں۔ امید کہ بشرط فرصت وعافیت مزاج حصول سعادت شرکت فاتحتین شریفین سے آپ بھی بہرہ اندوز ہونگے۔ باقی اور سب بعنایت الٰہی خیریت ہے۔ برادران عزیز سلام مسنون کہتے ہیں اور معظمی منشی شکور احمد صاحب وعزیزی مولوی محمد عالم صاحب بھی سلام مسنون کہتے ہیں۔ والسلام خیر ختام فقط از کاکوری تکیہ شریفہ کاظمیہ۔ مورخہ ۵ رجب المرجب روز دوشنبہ (۱۳ فروری ۲۴ء)

(۱۷) مکتوب الیہ کے بعض الہامات کی تشریح۔ اذکار اشرفی حصہ اول کے بعض مضامین کے بارہ میں استفسار۔

بسامی خدمت گرامی منزلت محب الفقرا انیس الغربا مقبول حق مکرمی منشی محمد نذیر صاحب زاد لطفہٗ

از فقیر حبیب حیدر سلیس تسلیم مسنون تکریم مشحون ودعا ہائے حصول مطالب ومقاصد دارین حالی خاطر خطیر باد۔ صحیفہ عطوفت ورافت عنوان محمولہ پیکٹ حصہ اول رسالہ اذکار اشرفی وخط جناب شاہ وجیہہ الدین صاحب موصول ہو کر باعث فرحت ومسرت یاد آوری وعنایت بیغایت ہوا۔

نوید صحت وری مزاج عالی دریافت کرکے مطمئن ہوگیا۔ الحمد للہ علیٰ احسانہ یہاں بھی سب خیریت ہے۔ امر اول یعنی "بشارت می دہد خدا بہ بشیرت" "بشیرت" کے معنی یہ خیال میں آتے ہیں کہ لفظ "بشیر" کے معنی ہیں اُس ذات کے جو بشارت دے اور "بشارت" یہ ایک صفت ہے تو گویا خطاب اس بات کا ہے کہ بشارت دی جاتی ہے تمکو بشیر ہونے کی۔ اب یہ کہ یہ بشیرت ہے یا بصیرت میرے نزدیک تو بشیرت ہی ہے۔ جیسا کہ آپ کو خود بھی خیال ہوتا ہے۔ ایسے امور فوراً سمجھ میں نہیں آتے بلکہ دیر میں آتے ہیں۔ انمیں وقتاً فوقتاً غور کرتے رہنا چاہیئے۔ اسکے بعد ذاتی مشغولی میں جو امر معلوم ہوا کہ "دعوے اخیر سلام مولوی محمد کاظم صاحب پڑھائیں گے" دعوے سے مراد اظہار حق ہے۔ وہ حق عبودیت ہو یا انانیت یا الوہیت۔ اس کا اخیر سلام یعنی عبودیت کا اعلیٰ نتیجہ کہ جو جامع انانیت اور الوہیت دونوں مرتبوں کو ہے۔ وہ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر[1] قدس سرہ العزیز کی توجہ سے ہوگا۔ پھر اُسکے بعد کی آواز کہ جلا کر دیکھ لو لڑکے کو، پھر اُسی کے ساتھ ممانعت۔ پھر اُسکے بعد کا یہ ارشاد کہ غوث کے مرتبہ میں سب نظم ہیں۔ ان سب کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ لڑکے سے مراد یہاں نتیجہ عمل ہے یعنی آپکے سلوک و طلب کا نتیجہ تو اولاً اُسکے دیکھنے کا ارشاد ہوا پھر روک دیا گیا کہ ابھی نہ دیکھو پھر دیکھ لینا۔ کیونکہ مرتبۂ غوثیت میں یہ سب نظم یعنی منظوم ہیں۔ آپکو جو ان امور کو سُنکر سناٹا سا ہو گیا۔ وہ باقتضائے بشریت ہوا میرے نزدیک تو اس سے اشارہ اُس مفہوم کی طرف نہیں ہے کہ جو آپکے خیال میں آیا ہے اور جس سے آپکو سناٹا ہو گیا اور ابھی کا اثر و خیال اب تک باقی ہے میرے نزدیک تو مہلت چار چھ مہینے سے زائد کی معلوم ہوتی ہے۔ آپکے ذمہ جو قرضہ ہے کہ جسکی ادائی کیلئے آپ کوشاں ہیں وہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ ادا ہو جائیگا۔ علوم و مکشوفات تو ایسے مبہم اور گول ہوتے ہیں کہ جنمیں یکبارگی تو عقل کی رسائی ہوتی نہیں اسوقت جو کچھ خیال ناقص میں آیا وہ التماس ہے۔ کرمی جناب شاہ وجیہ الدین صاحب کا خط دیکھ کر واپس ہے۔ اذکار اشرفی حصہ اول

[1] سجادہ نشین درگاہ حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی۔ کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد ۱۲۰۹

میں جو شجرہ تھا وہ دیکھ لیا۔ اب اُسمیں استفسار طلب یہ امور ہیں (۱) جناب شاہ وجیہ الدین صاحب
کے خلفا کون کون حضرات ہو چکے ہیں اور انمیں کن سے سلسلۂ ارشاد و ہدایت جاری ہوا۔ اسی طرح
اُن سے ماقبل کے حضرات سجادہ نشینان کے کون کون حضرات خلیفہ ہوئے۔ اذکار اشرفی حصہ دوم
کے دیکھنے سے یہ ضرور واضح ہو جاتا ہے کہ فلاں بزرگ کے اتنے صاحبزادہ ہوے اور انمیں سے ایک
صاحب اُنکے سجادہ نشین ہوئے مگر اس کا پتہ نہیں چلتا کہ جو صاحب سجادہ نشین ہوئے انکو اپنے اسبق
بزرگ سے اجازت و خلافت بھی تھی یا کیا۔ اور علاوہ اُن سجادہ نشین صاحب کے اُنکے بھائیوں کو یا اور
معتقدین یا مریدین کو بھی اجازت و خلافت تھی یا نہیں اور اگر تھی تو اُن خلفا کی جماعت سے کسی سے
سلسلۂ بیعت و ارشاد بھی جاری ہوا مثلاً حضرت شاہ وجیہ الدین صاحب کا حال لکھا ہے کہ یہ حضرت
شاہ بدر الدین کے صاحبزادہ ہیں اور بعد وفات حضرت شاہ سید حسینؒ کے مسند سجادگی کو رونق
بخشی۔ اب یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اپنے والد ماجدؒ سے انکو اجازت و خلافت تھی یا حضرت شاہ سید حسینؒ سے
کہ جنکے بعد یہ سجادہ نشین ہوئے۔ اسی طرح اور بزرگوں کے حالات میں بھی ہے۔ جناب شاہ صاحب
اپنے صحیفہ میں یہ تحریر فرما رہے ہیں کہ لطائف اشرفی میں حالات ہیں۔ یہ بہت صحیح ہے مگر صاحب لطائف
نے تو اپنے وقت تک کے حضرات کو تحریر فرمایا ہے۔ مابعد حضرات کے متعلق تو کچھ بھی نہیں لکھا ہے۔ اُنکے
متعلق کیسے علم حاصل کیا جائے۔ لطائف اشرفی یہاں موجود ہے۔ باقی اور سب خیریت ہے صحیفہ مکرمت
حسب تحریر آپکے چھاپ کر ڈالا ایسے امور واقعی کسی سے کہنے کے قابل نہیں ہوتے ہیں، آپ احتیاط رکھتے
ہیں بہت بہتر کرتے ہیں۔ برادران عزیز سلمہا و مکرمی منشی صاحب سلام و تسلیم مسنون کہتے ہیں۔ وہاں گھر میں
سب کو ما و حسب کہیئے۔ والسلام خیر ختام ... [illegible] سجادگی آنحضرت روحی فداہ بخشیں۔ انکا کیوری تکیہ شریفہ کا ...

(۱۸) خداوند عالم اپنے خراب کو خراب نہیں کرتا۔

بسامی خدمت گرامی منزلت محب الفقرا مقبول حق مکرمی منشی محمد نذیر صاحب زاد مجدہٗ - از احقر حبیب حیدر سلیم تسلیم مسنون تکریم مشحون و دعاہائے حصول جمعیت ظاہری و باطنی التماس اینکہ نامۂ نامی و صحیفہ گرامی صادر ہوکر باعث فرحت و انبساط یادآوری و مکرمت بغایت ہوا۔ نوید صحت وری مزاج معہ وابستگان دریافت کرکے مطمئن ہوا۔ معنوی امور کے متعلق آپکے لیئے دروازہ بند نہیں کیا گیا ہے اور نہ بند ہے اور نہ یہ ہے کہ شنوائی نہیں ہے۔ شنوائی ہے اور ہوتی رہتی ہے۔ عملی حالت میں ناکامی سے ہرگز نہ ہمت پست کیجیے۔ کتابوں کے مطالعہ سے غرض یہ رکھیئے کہ آپ پر جو حالات وارد ہوتے رہتے ہیں کم ہوں یا زائد یہ نفسانی تو نہیں ہیں۔ اب اس سے جو ذوق اُبھرتا ہے اس کو اُبھرنے دیجئے کیونکہ وہ طلب کا اقتضا ہے اور وہ ہوگا۔ اگر عملی حالت میں ناکامی اسکو بجھا دیتی ہے تو اس سے منتشر یا منقبض نہ ہو جیئے۔ یہ انتشار و انقباض بھی درد طلب کا مقتضا ہے۔ یہ خیال کہ عمر کے دن ختم ہوئے جاتے ہیں اور کچھ نہیں ہوتا۔ یہ خیال لاحول پڑھ کر دفع کر دیا کیجئے۔ ہوتا سب کچھ ہے۔ یہ کہ اپنی خواہش کے مطابق نہیں ہوتا۔ تو خواہش ہی اس راہ میں مضر ہوتی ہے یعنی اسی سے دیر ہوتی ہے۔ آپ جو کچھ کرتے ہیں وہ کیئے جائیں۔ یہ خیال دل سے اُڑا دیں کہ کچھ نہیں ہوتا۔ عمر ختم ہوئی جاتی ہے۔ آپ سے جو کچھ عرض کیا گیا ہے وہ سب ہوگا اور آپ ناشاد و نامراد نہیں رہینگے اور نہ اس حالت میں خدانخواستہ رشتۂ حیات منقطع ہوگا۔ یہ میں تسلی یا تشفی کی نظر سے نہیں لکھتا ہوں۔ اب رہی وعدہ پر تسکین۔ یہ تو ہوئی ہے۔ ہوتی رہے گی۔ کلام مجید میں بیشتر وعدہ ہائے ہیں۔ آیت شریف "والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا و ان اللہ لمع المحسنین"۔

ف اور جن لوگوں نے ہم میں مجاہدہ کیا ہم انکو اپنی راہیں دکھا دیتے ہیں اور بیشک اللہ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ ۱۲

سے بھی ایسا ہی کچھ مفہوم ہوتا ہے۔ غالب کا شعر ہے ؎

یار سے چھیڑ چلی جائے اسدؔ	گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی

باقی خداوند عالم اپنے خراب کو خراب نہیں کرتا۔ یہ بھی حالات زمانہ ہیں جو بالفعل ہیں۔ امید ہے کہ جلد بدل جائیں گے۔ اطمینان رکھئے اور مجھے دعائے دلی و توجہ قلبی سے غافل نہ خیال فرمائیے۔ برادران عزیز سلمہا تسلیم مسنون کہتے ہیں۔ گھر میں سب بچوں کو دعا کہئے۔ فقط والتسلیم مع التکریم۔ از کاکوری۔ تکیہ شریفہ کاظمیہ مورخہ ۵ ماہ ربیع الاول۔ روز چہار شنبہ۔ (۲۳ جولائی سنہ ۱۹۳۱ء)

مکاتیب بنام حکیم مولوی وصیؔ علی صاحب علوی

(۱۹) ایک خواب کی تعبیر۔ خواب میں زیارت کیلئے درود و شغل۔ کشائش رزق کیلئے دعا۔

گرامی خدمت ہمہ شفقت و مکرمت مکرم برادران جناب مولوی وصی علی صاحب زاد مجدہٗ۔ از فقیر زادۂ خستہ جگر حبیب حیدر سپس تسلیم مسنون تکریم مشحون خلاصہ گذارش اینکہ بصدور صحیفۂ عطوفت رقم ممنون یاد فرمائی و مشکور لطف و شفقت گستری ہوا۔ نوید صحتوری سامی دریافت کرکے خوشوقت اور مطمئن الخاطر ہوگیا۔ الحمد للہ کہ یہاں بھی سب خیریت ہے۔ آپکی طرف سے میں نے مزار شریف پر بعد سلام کے جو کچھ آپ نے لکھا تھا عرض کر دیا۔ خواب جو آپنے دیکھا ہے وہ میری رائے ناقص میں بہت اچھا ہے۔ جو کچھ آپ کو عنایت ہونے والا ہے اُسمیں کچھ کسر باقی ہے۔ قدموں پر سے سر اٹھا دینا اسی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ بار بار کہنا کیا ضرور ہمکو خود خیال ہے۔ ضحک فرمانا عتاب پر دلالت نہیں کرتا بلکہ خاص عنایت پر بقول عشاق کے کہ جب اپنا سمجھے تب ہی تو ایسا کیا ورنہ اوروں کے ساتھ

لہ ان کا حال آخر کتاب میں ملاحظہ ہو ۱۱

کیوں نہ کیا مجھے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے والعلم عند اللہ - سوتے وقت بعد فاتحہ پڑھنے کے آپ برزخ
بھی قائم کر لیا کریں - اس سے انشاء اللہ جلد جلد زیارت ہوگی میرے تجربہ میں تو ایسا ہی ہے - آپ کے
ساتھ بھی ایسا ہی وقوع ہوگا - انشاء اللہ تعالیٰ - واسطے دفع پریشانی اور وسعت رزق کے یہ درود شریف
اکثر بار بعد مغرب یا اور کوئی وقت مقرر کر کے پڑھ لیا کریں بہت نفع ہوگا - بسم اللہ الرحمن الرحیم
اللھم صل علی محمد و علی ال محمد بعدد ما فتحت ابواب الرحمۃ علی البریۃ یا فتاح -
والسلام - مولوی تجمل حسین صاحب کو سلام نیاز - مجھی اسد اللہ شاہ صاحب کی اجازت تھوڑی سی
لکھی ہے جب پوری ہو جائے گی ارسال کروں گا - معلوم نہیں انکے والد کا کیا نام ہے اگر معلوم ہو
مطلع فرمائیے - والتسلیم مع التکریم فقط ازکاکوری تکیہ شریفیہ کاظمیہ - مورخہ یکم ماہ جمادی الثانی روز شنبہ

(۴۰) کشایش رزق کیلئے نقش و اوراد شغولی اور سری اذکار میں نیند کا آنا کیسا ہے -

بگرامی خدمت ہمہ شفقت و مکرمت اخوی صاحب معظم و مکرم الاخوان مولوی محمد وصی علی صاحب
زاد مجدہٗ - از احقر حبیب حیدر بسیس تسلیم مسنون تکریم مشحون و دعاہائے حصول مقاصد قلبی حالی خاطر
خطیر باد گرامی نامہ تفقد رقم صادر ہو کر باعث فرح و نشاط یاد فرمائی و شفقت گستری ہوا - نوید صحتوری
مزاج عالی دریافت کر کے خوشوقت ہو گیا - الحمد للہ علیٰ احسانہٖ کہ یہاں بھی سب خیریت ہے - آپ کی
دفع عسرت کے واسطے روزانہ جو دعا کرتا ہوں اس کو کیا لکھوں - سوائے اسکے کہ میری شامت اعمال
اسکی عدم قبولیت کا باعث ہوتی ہے اور کوئی بات خیال میں نہیں آتی - اسوقت قبل عریضہ لکھنے کے
ایک تعویذ لکھنے کے واسطے جو میں نے کتاب کھولی اسمیں ایک نقش توسیع رزق کا نکلا جسکے واسطے باندھنا
شرط نہیں بلکہ یہ لکھا ہے کہ اُس کو ہر روز صبح کو بلا ناغہ دیکھ لیا کرے - خود بخود دل میں آیا کہ آپکو

لکھ کر بھیجدوں لہٰذا وہ علحٰدہ لکھ کر بھیجتا ہوں۔ اُس کو آپ ہر روز بلاناغہ دیکھ لیا کریں۔ اسکے علاوہ ایک اور طریقہ وسعت رزق کا یہ ہے کہ سورہ الم ترکیف اور لایلف اول رکعت میں اور چاروں قل دوسری رکعت میں سنت فجر میں آپ پڑھا کریں۔ یہ عمل مخصوص خاندان چشتیہ کا ہے۔ اس پر بھی آپ عمل رکھیں اور آپ کو اجازت بھی ہے۔ اس سے کئی فائدے ہونگے۔ قرض ادا ہو جائیگا۔ فتوحات ہونگے۔ دست شفا ہو گی۔ انھیں امور کی زیادہ ضرورت ہے۔ مشغولی جدید وسط صفر کے بعد سے شروع کیجئے یعنی ۲۱ یا ۲۲ تاریخ سے۔ بعد مغرب کے نہ کرنا چاہیئے بلکہ صبح کو خواہ بعد نماز ہی ہو۔ اتنی ضرور قید ہے کہ طلوع آفتاب نہ ہو۔ درود شریف جو سلخ ماہ مبارک سے شروع کیا جائے وہ سونے وقت پڑھا جائے اور پڑھتے پڑھتے آپ سو جائیں مشغولی یا سرّی اذکار میں اگر نیند کا غلبہ ہوتا ہے تو کوئی حرج نہیں۔ اکثر شغل قادریہ اور سرّی اذکار میں جو بیخودی ہوتی ہے وہ بالکل نیند کی ایسی معلوم ہوتی ہے پس یہ کوئی نقصان کی بات نہیں ہے۔ اگر نیند آجائے تو سو جایا کیجئے۔ باقی جدید مشغولی میں انشاءاللہ نیند غالب نہ ہوگی کیفیت مشابہ نوم ضرور رہوگی۔ آخر میں پھر گذارش کرتا ہوں کہ میری او میرے بزرگان دین کی سب کی توجہ آپ پر ہے اور آپکے سب مقاصد حاصل ہوئے جاتے ہیں مطمئن رہیئے۔ باقی سب خیریت ہے۔ برادران عزیز کی طرف سے تسلیم حضرتیں والدین ماجدین کی خدمت میں تسلیم عرض کر دیجئے اور سب کو سلام و دعا والتسلیم مع التکریم۔ ازکا کوری تکیہ شریفیہ کاظمیہ مورخہ ۱۱ ماہ صفر المظفر روز یکشنبہ۔

(۲۱) متعلق شغل دعائے قطب

گرامی خدمت ہمہ شفقت و کرمت اخوی صاحب معظم و مکرم الاخوان جناب مولوی محمد وصی علی صاحب

زاد مجدہٗ - از احقر حبیب حید بعد تسلیم مسنون تکریم مشحون و دعاہائے کشائش ظاہری و باطنی حالی
خاطر خطیر باد - مفاوضہ شفقت رقم صادر ہو کر باعث عز و ابتہاج خاطر فاتر حقیر ہوا - دعائے قطب
کی ترکیب لکھتا ہوں - شیر برنج آخر روز پکا کر اس پر فاتحہ حضرت غوث پاک رضؓ کر کے جو لوگ
نمازی اور متقی ہوں تقسیم کر دی جائے - جس جگہ پر آپکے دونوں بھائی رہتے ہیں اُس جگہ پر پڑھنے
میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ وہاں آدمیوں کی آمد و رفت نہ ہو - اور درمیان پڑھنے کے کسی سے کچھ
بات نہ کرنا چاہیئے - خوشبو جس روز کہ ختم ہو وقت فاتحہ کے لگانا چاہیئے - ہر روز کوئی ضرورت نہیں
شیر برنج اس مقدار کی ہو کہ اسمیں اکیس حصہ ہو سکیں یا گیارہ - اور گیارہ تک کے اندازسی رکھنا
انسب ہے - و بعد اس عمل کے روزانہ گیارہ بار اس دعا کو پڑھنا چاہیئے - باقی سال آیندہ پھر اس
عمل کو پڑھیئے گا - اس دعا میں مریضہ کی شفا کے واسطے بھی استدعا کرنا چاہیئے اور خصوصًا مکارہ نفس
اور دنیا سے بچنے اور حصول معرفت الٰہی کیلئے - شب دوشنبہ اور جمعہ کو جو آپ درود شریف پڑھتے
ہیں اُس کو پڑھیئے مگر جو دوشنبہ یا جمعہ اس عمل کے درمیان میں پڑے اسمیں درود شریف ناغہ کر دیجیئے
اور نہ پڑھیئے - بعد اختتام عمل کے پھر بدستور پڑھیئے - اور اسمیں اپنی فلاح کے واسطے بھی دعا مانگیئے -
جگہ کی قید ہے کہ ایک جگہ پر ہو اگر عشرۂ اولے میں ہو تو اچھا ہے ورنہ عشرۂ اخیر میں - قیود تو بہت
ہیں مگر یہ دعا بڑی عمدہ اور نفیس ہے حضرت غوث پاک رحؒ کے روزانہ ورد میں رہتی تھی اور آپکو
اپنی والدہ ماجدہ سے یہ دعا پہونچی ہے جیسا کہ بہجۃ الاسرار وغیرہ کتب معتبرہ میں ہے اس دعا کا عمل
آپ کریں اور بمنزلہ اسرار کے اپنے پاس رکھیں ور بلا مجھ سے پوچھے کسی شخص کو نہ بتلائیں - حضرتین
والدین ماجدین کی خدمت میں تسلیم مسنون اور سب کو نام بنام سلام و دعا - والتسلیم مع التکریم

از کاکوری تکیہ شریف کاظمیہ - مورخہ ۲۷ ماہ شعبان المعظم روز پنجشنبہ دعائے قطب دوسرے پرچہ پر درج ہے - مکرر اینکہ اس دعا کے قیود سے اگر طبیعت گھبرائے تو جانے دیجئے کیونکہ بحضور قلب ہونا مشروط ہے اور اذا فات الشرط فات المشروط فقط

(۲۲) دعاے کافی کی ترکیب

بگرامی خدمت ہمہ شفقت و مکرمت اخوی صاحب معظم و مکرم الاخوان جناب مولوی محمد وہبی علی صاحب زاد مجدہٗ - از فقر حبیب حیدر سلیس تسلیم مسنون تکریم مشحون و دعاہائے حصول مقاصد دلی حالی خاطر شریف باد مفاوضہ مکرمت رقم صادر ہو کر باعث عز و ابتہاج یاد فرمائی و شفقت گستری ہوا - نوید صحت وری مزاج عالی دریافت کر کے خوشوقت و مطمئن الخاطر ہو گیا - چاندرات ہی سے یہ دعا شروع کی جاتی ہے - وقت اور جگہ بھی مناسب ہے تینوں نمازوں کے بعد اور قبل جو آپنے دعائے کافی ایک سو گیارہ بار پڑھی یہ بھی ٹھیک ہے - اسمیں کوئی غلطی نہیں - آپکے حضرت والد ماجد مدظلہ کو جو دعا یاد ہے - اسطرح پر بھی یہ دعا ہے چنانچہ میرے یہاں بعض وظائف میں ایسا ہی لکھا ہے لیکن حضرت خداوند نعمت قدس سرہ العزیز نے اس دعا کو ایک صاحب کے واسطے مجھ سے لکھوایا تھا وہ اسی طور پر تھی چنانچہ میں نے اس وقت اس کو تعویذ والی کتاب میں نکال کر دیکھا تو اُسکے موافق یہ میرے ہاتھ کی لکھی ہوئی دعا نہ تھی حضرت خداوند نعمت نے فرمایا کہ جو تم نے لکھا ہے یہی ٹھیک ہے مگر جو میں نے لکھوائی ہے یہی اُن صاحب کو پڑھنے کے واسطے دو - چنانچہ وہی دی گئی - بعد اسکے حضرت والد ماجدؒ کی کتاب الدر المنظم جلد دوم (صفحہ ۱۶) میں دیکھا تو اس میں بھی اسی طرح لکھا ہے جیسا کہ میں لکھوا کر آپکو روانہ کر چکا ہوں - پس

میرے واسطے وہی دعا ازانٔد قابل تسلیم اور ورد میں داخل کرنے کی ہے جو حضرت خداوند نعمت
قدس سرہ العزیز نے اختیار فرمائی - روزہ رکھ کر دعا پڑھنا یعنی شروع کرنا کوئی ضروری نہیں
ہے بلکہ چاند رات سے شروع کرنا چاہیئے تھا وہ ہو گیا - اب گیارہ روز تک پڑھ کر ختم کرنا چاہیئے
کوئی ضرورت بارہویں دن پڑھنے کی نہیں ہے علاوہ جگہ جو آپ نے تجویز کی ہے وہ بھی ٹھیک ہے پڑھنے
کا وقت مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے اپنے خط میں لکھ دیا تھا اگرچہ پرچہ میں نہیں لکھا ہے اور
رات کو بعد نماز تراویح اس کا پڑھنا تو میں نے غالباً آپ سے زبانی کہدیا تھا - مجھے ایسا ہی یاد پڑتا
ہے - اب رہی شیر برنج تو بعد نماز ظہر کے پکائی جائے اور اُس پر فاتحہ کرکے تقسیم کردیجائے
اور بعد تراویح کے عمل ختم کر دیا جائے - یہ کوئی ضروری نہیں کہ جب آپ عمل ختم کرچکیں تب شیرینی
تقسیم کریں یا شیر برنج پر تو فاتحہ ہوگا نہ اس پر عمل ختم ہوگا اور اچھا یہ نہ سہی گیارہ بجے رات کو
عمل ختم کیجئے اور اسی وقت جو لوگ گھر میں ہوں انکو کھلا دیجئے اور تخصیص مرد کی ہے - میرے
خیال میں پانچ حصہ گھر میں جو صاحب ہیں انکو اسی وقت دیدیجئے اور ایک آپ خود لے لیجئے
بقیہ کسی آدمی کے ہاتھ جو آپکے مخصوصین ہوں انکو بھیجدیجئے ورنہ جو مسجد قریب ہو وہاں بھیجدیجئے
یہ تو کوئی دقت کی بات نہیں ہے ماہ مبارک ہیں لوگ گیارہ بجے تک نہیں سوتے - اچھا یہ نہ سہی
تو بالاخر خشنہ وہی ہے کہ مغرب کے وقت فاتحہ کرکے تقسیم کردیجئے - اب اسکی تخصیص کہ شیر برنج
دلے ہوئے چاولوں کی ہو یا مسلم چاولوں کی تو یہ کچھ نہیں جو عمدہ اور کھانے میں خوش ذائقہ ہوتی
ہو وہ ہو باقی اور کیا عرض کروں سب خیریت ہے سب کو نام بنام تسلیم والسلام مع الاکرام از کاکوری
تکیہ شریفیہ کاظمیہ مورخہ ۴ر ماہ مبارک روز پنجشنبہ

(۲۳) حضرت سید نجم الدین غوث الدہر قلندر قدس سرہ کو اپنے والد ماجد سے خلافت تھی۔ سلسلہ قادریہ رضویہ میں رضویہ کی وجہ تسمیہ۔ تعویذ صرع۔ نادعلی اور یا علی کی تعلیم۔ کتاب القول الموجہ کی تصحیح کا ذکر

بگرامی خدمت ہمہ شفقت و مکرمت اخوی صاحب مکرم مولوی محمد وصی علی صاحب زاد مجدہٗ

از احقر حبیب حیدر ۔ پس تسلیم مسنون تکریم مشحون و دعاہائے حصول عافیت ظاہری و باطنی حالی خاطر خطیر باد کہ صحیفہ مکرمت رقم صادر ہو کر باعث عزو ابتہاج یاد آوری و مکرمت گستری ہوا۔ نوید صحتوری مزاج دریافت کر کے خوشوقت اور مطمئن ہو گیا۔ الحمد للہ علیٰ احسانہ کہ یہاں بھی سب خیریت ہے۔ بریلی سے چھ ماہ کے فتاوے ایک ساتھ اور ایک ماہ کا پرچہ پرسوں پہونچ گیا۔ جسکی رسید آپ کو بھیجتا ہوں۔ امر اول کہ جو حضرت والد ماجد قبلہ نے فرمایا وہ واقعی بجا ہے اور حضرت نجم الدین غوث الدہر کا خلافت اپنے والد سے پانا نہیں لکھا ہے۔ اس کا جواب یہی ہے کہ سہواً رہ گیا ہے اور کتاب میں مضامین بڑھاتے وقت یہ خیال ہی نہیں آیا ورنہ وہ بھی داخل کتاب کر دیا جاتا۔ اب مجبوری ہے۔ امر دویم کہ سلسلہ قادریہ کے ساتھ رضویہ کی قید کیوں لگائی جاتی ہے اسکی تخصیص کیوں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت معروف کرخی حضرت امام موسیٰ رضاؓ کے خادم باختصاص تھے اور علاوہ حضرت امام کے ان کو خلافت حضرت داؤد طائی سے بھی تھی اور ان کو حضرت حبیب عجمی سے اور ان کو حضرت حسن بصری سے اور ان کو حضرت امیر کرم اللہ وجہہ سے تھی۔ اسی واسطے اس شعبہ کو قادریہ بصریہ کہتے ہیں علاوہ اسکے ایک شعبہ اور ہے کہ جس کا نام قادریہ حسنیہ ہے جو حضرت غوث پاکؓ کو اپنے آبائے کرام سے پہونچا ہے کہ جسمیں بذریعہ حضرت حسن مثنیٰؓ اور

حضرت امام حسن رضؓ کے جناب امیر کرم اللہ وجہہ تک سلسلہ منتہی ہوتا ہے۔ اور یہ نسبت اور شعبوں کے شعبہ قادریہ رضویہ میں ایک نفاست اور لطافت یہ ہے کہ اسمیں ائمہ معصومین زائد ہیں۔ اسی وجہ سے غالبًا اس خاندان میں بھی شعبہ قادریہ رضویہ اختیار کیا گیا کہ یہ سلسلۃ الذہب کا مصداق ہے سلسلۃ الذہب کا بیان کتاب کشف المتواری کے صفحہ ۱۰ پر ہے اس کو ملاحظہ کریجئے۔ اب یہ کہ جعفریہ اور کاظمیہ کی قید کیوں نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں حضرات کے خلیفہ متعلق سلسلہ قادریہ حضرت امام موسی رضا رضؓ سے مرتبتًا زائد کوئی نہیں ہوئے اور اگر ہوئے بھی ہوں تو وہ بات سلسلۃ الذہب والی نہیں رہے گی۔ لہٰذا قادریہ رضویہ کہنا زیادہ مناسب ہے۔ باقی شعبہائے سلسلہ قادریہ کی تفصیل کتاب اصول المقصود میں سیّد نجم الدین غوث الدہر قلندر کے حال کے آخر میں ہی ہے۔ امر سوئم کا جواب یہ ہے کہ تعویذ صرع اسی شخص کو دینے کا معمول ہے کہ جس کو کئی مرتبہ دورہ ہو چکا ہو اور اسمیں نیاز بھی حسب حیثیت لیجاتی ہے تعویذ صرع واسطے دفع صرع کے ہے نہ واسطے تحفظ کے۔ البتہ تحفظ کے واسطے تعویذ ملفوف عریضہ ہے۔ اسپر لفظ گلو لکھی ہوئی ہے وہ لڑکے کے گلے میں رہے۔ امر چہارم کا جواب یہ ہے کہ منشی رضا احمد صاحب کو نادعلی ستر بار بعد نماز عشا کے مع اول آخر تین تین بار درود شریف کے پڑھنا بہت مفید ہوگا۔ دو تعویذ کہ ایک پر بازوے راست اور دوسرے پر لفظ کلاہ لکھی ہے اپنے پاس رکھیں۔ انشاءاللہ دونوں شخص خوش و مہربان رہیں گے اور کسی قسم کی کوئی خلش نہ کریں گے۔ اور بعد نماز عصر کے یا علی سو بار پڑھ لیا کریں بہت مفید ہوگا۔ اور سب خیریت ہے۔ آجکل بوجہ تعمیر روضہ شریفہ کے عدیم الفرصتی رہتی ہے نیز اس لیئے بھی کہ حضرت خداوند نعمت قدس سرہ کی مصنفہ کتاب

القول الموجہ۔ فی تحقیق من عرف نفسہ فقد ربہ کی نظرثانی اور تحشی کر رہا ہوں منظور یہ ہے کہ کتاب انتصاح کی قیمت جو جمع ہے اُس سے یہ کتاب بھی واسطے طبع کے دیدی جائے۔ کتابت کی غلطیاں بہت ہیں اور جہاں عبارت عربی آگئی ہے یا آیات و احادیث آگئی ہیں اس کا ترجمہ نہیں ہے۔ غرضکہ دن رات عجب عدیم الفرصتی میں گذرتا ہے۔ حضرتین والدین ماجدین کی خدمت میں تسلیم مسنون عرض کر دیجئے گا اور سب کو نام بنام ماوجب برادران عزیز کی طرف سے تسلیم مسنون حکیم صاحب سلام کہتے ہیں فقط والتسلیم مع التکریم از کاکوری تکیہ شریفیہ کاظمیہ مورخہ ۱ رماہ صفر المظفر روز دوشنبہ۔

(۴۴) وجہ تعین خانوادہ کی تلاش۔ دفع خیالات مزخرفہ کیلئے تعویذ۔ ذکر بعیت و اجازت و خلافت برادران عزیز۔ رسالہ الفیض التقی کی تصحیح کا ذکر

بسامی خدمت گرامی منزلت اخوی صاحب معظم و مکرم جناب مولوی محمد وصی علی صاحب زاد مجدہٗ۔ از بندہ حقیر حبیب حیدر بس تسلیم مسنون تکریم مشحون و دعاہائے حصول مقاصد دلی حالی خاطر خطیر باد۔ گرامی نامہ تفقد رقم پرسوں صادر ہو کر باعث عز و ابتہاج خاطر فاتر ہوا۔ نوید صحتوری مزاج عالی دریافت کرکے مطمئن ہو گیا۔ الحمد للہ علیٰ احسانہ کہ یہاں بھی سب خیریت ہے۔ سطعات اور لمعات کے بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اُسکے نشانات جو آپنے لکھ بھیجے ہیں انھیں کے ذریعہ سے میں اپنے یہاں کتابوں میں دیکھ لوں گا۔ اگر باینہمہ پتہ نہ چلا تو پھر آپ کو لکھوں گا مجھکو ضرورت اُنکے دیکھنے کی اس وجہ سے ہے کہ اُسمیں ایک بیان وجہ تعین خانوادہ اور حقیقت خانوادہ میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے لکھا ہے۔ اور یہاں میں نے وہ کتاب

تلاش کی مگر نہ ملی۔ تب آپکے والد ماجد سے دریافت کیا پتہ معلوم ہو گیا اب پھر تلاش کرونگا۔ علی محمد
خویش محمد خاں کا حال سُنا قلق ہوا۔ اللہ تعالیٰ انکو ہدایت فرمائے اور توفیق خیر دے۔ ایک
تعویذ بھیجتا ہوں یہ انکو لکھکر اکیس روز تک پلائے جائیں۔ آپ کو اجازت ہے۔ آپ اُن تعویذوں کو
لکھکر محمد خاں کو دیدیجئے کہ وہ استعمال کرائیں۔ خدا نے چاہا تو اُنکے جو مزخرف خیالات ہونگے وہ
رفع ہو جائیں گے۔ میں بھی دعائے دلی سے غافل نہ رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ اُنکے حال پر رحم
فرمائے۔ تازہ بات قابل اطلاع یہ ہے کہ بروز فاتحہ جناب حضرت صاحب قدس سرہ العزیز واقعہ
پنجم ماہ حال برادران عزیز مولوی تقی حیدر و حافظ علی حیدر سلمہما اللہ تعالیٰ حسب اصرار و خواہش
خود داخل سلسلہ ہو گئے اور حسب معمول خاندانی میں نے انکو سلسلۂ عالیہ قادریہ میں مرید کر لیا اور بعد
مرید کرنیکے حسب معمول حضرت خداوند نعمت قدس سرہ العزیز اجازت بیعت اپنے سلاسل عالیہ
خاندانی یعنی سلسلہ قادریہ و چشتیہ و قلندریہ و سہروردیہ و فردوسیہ و طیفوریہ و مداریہ و نقشبندیہ
کی بھی دیدی اور یہ اجازت خود اپنی طرف سے دی ہے۔ یوں تو وہ دونوں حضرت خداوند نعمت
قدس سرہ العزیز کی طرف سے مجاز بھی ہیں۔ اور بعد مرید ہونے کے یہ اجازت میں نے اسی طرح
دی ہے کہ جس طرح حضرت خداوند نعمت قدس سرہ العزیز نے مجھکو اجازت بیعت و اجازت
سلاسل خاندانی مرحمت فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو اپنے اسلاف کرام کی عمدہ
یادگار کرے اور کوئی بات خلاف شریعت و طریقہ خاندانی ان سے سرزد نہ کرائے۔ آمین۔
مٹھائی اس کی آپکی اور آپکے حضرت والد ماجد کے واسطے رکھدی تھی چونکہ اخوی صاحب مکرم
مولوی محمد یحییٰ علی صاحب کا ارادہ ٹانڈہ جانے کا ہے لہٰذا وہ ہانڈی میں رکھکے مرسل۔

خدمت عالی ہے۔ آجکل حسب اصرار حکیم عبدالرحیم خاں صاحب رسالہ شریفہ الفیض التقی فی حل مشکلات ابن العربی کی تصحیح شروع کی ہے حکیم صاحب کا ارادہ ہے کہ رسالہ سراپائے غم کی قیمت سے اسکو طبع کرائیں۔ بخدمت حضرتین والدین ماجدین مدظلہما تسلیم مسنون اور سب کو نام بنام سلام برادران عزیز تسلیم مسنون عرض کرتے ہیں والتسلیم مع التکریم از کاکوری تکیہ شریفہ کاظمیہ مورخہ ۱۵ ماہ جمادی الاولی روز دوشنبہ ۱۳۲۹ھ

مکاتیب بنام مولوی رضی علی صاحب علوی[1]

(۲۵) لطائف میں سیر کی تعلیم

بگرامی خدمت ہمہ شفقت و مکرمت اخوی صاحب معظم و مکرم مولوی رضی علی صاحب زاد مجدہا۔ از فقیر زادہ خستہ جگر حبیب حیدر سپس تسلیم مسنون تکریم مشحون دو دعا ہائے حصول مقاصد دلی و مآرب قلبی حالی خاطر خطیر باد۔ بعد ورود صحیفہ مکرمت رقم مشکور ریاد فرمائی و مسرور لطف و شفقت گستری ہوا۔ کیفیت مشرحہ صحیفہ عالی حرف بحرف پڑھ لی طبیعت بہت خوش ہوئی۔ اللہ تعالیٰ یوماً فیوماً ترقی عطا فرمائے لطیفہ اخفےٰ سے آگے بڑھنا میری رائے ناقص میں تا ماہ مبارک رجب ملتوی رکھیئے اور اس مہینہ ڈیڑھ مہینہ میں لطائف میں یوں سیر کیجئے کہ لطیفہ قلب سے لطیفہ روح اور لطیفہ روح سے لطیفہ سر اور لطیفہ سر سے لطیفہ خفی اور لطیفہ خفی سے لطیفہ اخفےٰ اور اگر اس طرح پر سیر ہوتی ہو تو پھر یوں سیر کیجئے کہ لطیفہ اخفےٰ سے خفی اور خفی سے سر اور سر سے روح اور روح سے قلب لطیفہ روح میں ذرا دیر تک نسبت اور لطائف کے ٹھہرا کیجئے تاکہ اس سے بھی اچھی طرح مناسبت ہو جائے۔ اور اس مہینہ ڈیڑھ مہینہ میں

[1] انکا حال آخر کتاب ہیں ملاحظہ ہو ۱۲

ان سب لطائف کی سیر خوب ہو جاوے اور سب خوب مستحضر ہو جائیں گے۔ آگے بڑھانا میں نے صرف اس وجہ سے ابھی ملتوی رکھا ہے تاکہ ان لطائف پر خوب عبور ہو جاوے اور کسی قسم کی خامی نہ رہے۔ ٹالنا ہرگز ہرگز مقصود نہیں۔ تجلیات بھی انشاء اللہ ہونگی۔ قیام برزخ انشاء اللہ اب دیر تک رہیگا۔ اگر خدانخواستہ کسی طرح کی کمی ہو تو اتنا خیال کر لیا کیجئے کہ حضرت خداوند نعمت تشریف رکھتے ہیں وصال نہیں فرمایا ہے۔ اگر باوجود اسکے بھی کمی ہو تو فاتحہ پڑھ کر عرض کر دیجئے کہ اسمیں کمی نہ ہو۔ باقی انشاء اللہ کمی نہ ہوگی آپ مطمئن رہیئے۔ تجدید بیعت کی میرے نزدیک کوئی ضرورت نہیں ہے۔ انشاء اللہ بلا تجدید کے آپکو ویسا ہی فائدہ ہوگا جو تجدید سے ہوتا۔ باقی سب خیریت ہے۔ والتسلیم مع التکریم فقط از کاکوری تکیہ شریف کاظمیہ مورخہ ۲۳ جمادی الاولیٰ روز دوشنبہ۔

(۲۶) لطائف میں برزخ قائم کرنا۔ تعلیم نقشبندیہ اور قادریہ میں فرق۔ فنائے تامہ کے بعد تجلی ذات ہوتی ہے۔ بیماری سے بھی فائدہ ہے۔ خدا کی راہ کا مسافر اگر راستے میں مر جائے تو یہ بھی اسکی کامیابی ہے۔

بگرامی خدمت ہمہ شفقت و مکرمت اخوی صاحب مکرم و معظم جناب مولوی محمد رضی علی صاحب زاد مجدہٗ۔ از فقیر زادہ حقیر حبیب حیدر بس تسلیم مسنون تکریم مشحون و دعاہائے کشائش ظاہری و باطنی حالی خاطر خطیر باد۔ مشاہدہ برزخ ہر لطیفہ میں اختیار ہے خواہ اس طرح سے کیا جائے کہ جس طرح سے مقابل ہو کر ربط پیدا کر کے فیض لیا جاتا ہے اور خواہ اس طرح سے کہ برزخ اسی لطیفہ میں قائم کی جائے جس طرح روپیہ کے اندر تصویر قائم ہوتی ہے اور ہر لطیفہ سے فیض ملے گا۔ یہانتک

کہ جس نبی کے زیر قدم ہے اُس سے بھی فیض ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ - اب رہا یہ امر کہ ہر لطیفہ
اذ[1] من نور اللہ ہی نہیں ہے - آپ اسمیں کیوں الجھتے ہیں مقصود اصلی کو آپ غیر اپنے سی کیوں

---

[1] اس متعلق مکتوب الیہ کے نام ایک خط حضرت والد ماجدؒ کا ہی ہے جو کتاب جواہر المعارف کے صفحات ۱۴۹
۱۵۴ میں شایع ہو چکا ہے - اسمیں دس سوالات کے جوابات ہیں جنمیں سے دو سوال جو اس متعلق ہیں یہاں نقل کیئے جاتے ہیں

سوال اوّل - ارباب طریقت لکھتے ہیں کہ لطیفہ قلب کا نور زرد ہے یہ نور کیوں زرد ہے اس میں کیا اسرار ہے
لطیفہ قلب کا نور سیاہ کیوں نہ ہوا اسی طرح باقی لطیفوں کی نور جدا گانہ ہونے کی تخصیص جو کی گئی ہے بالتفصیل بیان فرمائیے -

جواب اوّل جاننا چاہیئے کہ حضرت مجدد اور انکے تابعین کے کلام سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ ہر لطیفہ کا نور جدا اور
رنگ علحدہ ہے اور انسان دس چیزوں سے مرکب ہے کہ اصول انکے عالم کبیر میں ہیں اور عالم کبیر عبارت ہے مجموعہ کائنات سے
کیا عالم خلق اور کیا عالم امر وہ پانچ لطیفہ جو عالم امر سے ہیں قلب و روح و سر و خفی و اخفیٰ ہیں اور ہر لطیفہ کا نور جدا ہے - نور
قلب زرد ہے - نور روح سرخ **نور سر** سفید **نور خفی** سیاہ **نور اخفیٰ** سبز اور وہ پانچ جو عالم خلق سے ہیں
نفس اور عناصر اربعہ ہیں اور جیسے اصول عناصر عالم خلق میں ہیں ویسے اصول لطائف خمسہ عالم امر میں ہیں جو فوق العرش
سے عبارت ہے اور انھیں لوگوں نے ان لطائف کے رنگ مقرر کیئے ہیں مگر وجہ تخصیص ہر رنگ کی ہر لطیفہ کے ساتھ کہیں نہیں
لکھی ہے لیکن میں اپنی سمجھ کے موافق کچھ بیان کرتا ہوں پہلی یہ بات جان لینا چاہیئے کہ رنگ کی پانچ قسمیں ہیں - سرخ - زرد -
سیاہ - سفید - سبز - اور ہر ایک کے خواص مختلف ہیں کہ اہل تجربہ و قیاس نے اُن کو ثابت کیا ہے اور عرب میں مشہور ہے
کہ سرخی رنگ کی جمال رکھتی ہے اور زردی دیکھنے میں اچھی معلوم ہوتی ہے اور سبزی وقار و بزرگی کا سبب ہوتی ہے اور
سیاہی خوفناک چیز ہے اور سفیدی خوبی و فضیلت رکھتی ہے اور اہل عرب ہر رنگ کو بیان قوت و صفائی میں ایک لفظ
کے ساتھ تاکید کرتے ہیں مثلاً کہتے ہیں احمر قانی اور اصفر فاقع اور اسود حالک یعنی سخت سیاہ اور اخضر وارق ہوتا ضر وارق
کے معنی سبز تر کے ہیں اور ناضر کے معنی تازگی دینے والے کے اور ابیض ناصع یعنی خالص پس نور لطیفہ قلب کے زرد ہونیکی
وجہ یہ سمجھی جاتی ہے کہ تاکہ ناظر کو اُس نور پر نظر ڈالنے سے تفریح حاصل ہو اور دلبستگی رہے اصل ہوا کی اصل روح کی
ہے اور روح میں اجملیت ہے اس لیئے اس کا رنگ سُرخ مناسب ہے اور اصل پانی کی اصل سر کی ہے (بقیہ صفحۂ آیندہ پر)

سمجھتے ہیں عین کیوں نہیں سمجھتے۔ باقی جس شغل میں آپ مشغول ہیں یہ تو سیر کے مقامات ہیں مقصود اصلی تو بعد ختم سیر کے ہے۔ ان لطائف کے بعد مقام اٰنہ اور پھر مقام برزخ بعد اسکے مقام فنا پھر مقام بقا یہ ترتیب حضرات نقشبندیہ کے یہاں ہے۔ اب رہا سلسلہ قادریہ میں تو اسمیں سیر یہی ہے کہ صرف روح میں اپنے آپ کو فنا کرتے ہیں اور اسکی تنزیہ کو خوب مضبوط قائم کرکے اس تنزیہ جزئی کو تنزیہ کلی میں فنا کر دیتے ہیں مگر وہ بھی دیر میں ہوتی ہے۔ میرا اُس خط میں لکھنا کہ گھبرائیے نہیں۔ اُس سے دیر کرنا مقصود نہ تھا بلکہ یہ مطلب تھا کہ ہر لطیفہ کی سیر کو مستحکم کرتے جائیے۔ میں جو کچھ شدید

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور پانی میں سیرابی و شفافی ہوتی ہے تو سفیدی باعتبار اپنی فضیلت و خوبی کے شفافی سے مناسبت رکھتی ہے اور اصل خفی کی اصل آگ کی ہے اور خفا پردہ کو کہتے ہیں اور آگ اپنے خاکستر اور دھوئیں میں پوشیدہ ہوتی ہے تو اسکو سیاہی سے مناسبت ہوگی اور اصل خاک کی اصل اخفیٰ کی ہے پس خاک گو کدر ہوتی ہے لیکن اُس سے سبزی و تازگی اُگتی ہے اور سبزی و تازگی میں جو مناسبت ہے وہ ظاہر ہے واللہ اعلم

سوال دوم لکھا ہے کہ قلب زیر قدم حضرت آدم علیہ السلام ہے اسی طرح ہر لطیفہ زیر قدم انبیا علیہم السلام ہے زیر قدم سے کیا مراد ہے اور اسکی کیا وجہ ہے۔

جواب دوم ہر ولی خواہ فنا میں ہو یا بقا میں توحید تنزیہی میں ہو یا تشبیہی میں یا حقایق و معارف میں زیر قدم یعنی تابع ایک نبی کا ہے اگر زیر قدم حضرت داؤد ہے تو سماع کی خواہش رکھیگا اور اگر زیر قدم حضرت سلیمانؑ ہو تو تونگر ہوگا اور اگر زیر قدم حضرت یوسف ہی تو حسن ظاہر میں مبتلا ہوگا اور اگر زیر قدم حضرت ایوبؑ ہے تو درد و بلا میں گرفتار رہیگا اور اگر زیر قدم حضرت ابراہیم ہے تو محبت و خلت میں ہوگا اور اگر زیر قدم حضرت موسیٰ ہے تو محادثہ و مکالمہ میں اور اگر زیر قدم حضرت عیسیٰ ہے تو احیائے اموات میں مشہور رہیگا وعلیٰ ہذا القیاس جس نبی کا جو معجزہ ہوگا وہ زیر قدموں میں سرایت کریگا بعدہ جب محمدی المشرب ہوگا تو اُن کا تارک ہوگا اور مطابق شریعت ہوجاویگا۔ ایسا ہی حضرات صوفیہ نے لکھا ہے ۱۲

جانتا ہوں اُس سے حاضر ہوں۔ اب یہ کہ آتنی عمر صرف ہو چکی اور پیام آچکے اس کا آپ کو کہاں سے یقین آگیا کہ یہ پیام خدانخواستہ کسی اور بات کے تھے بلکہ بیماری سے بھی انسان میں لطافت آتی اور کثافت زائل ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ تو حدیث ہے کہ المؤمن[۱] لا یخلو عن قلۃٍ و علۃٍ و ذلۃٍ علت سے مراد بیماری اور دُکھ وغیرہ ہے اور بیمار ہونا تو مسلمان کے لیئے اچھی بات ہے۔ اب یہ کہ لذت معلوم ہو تو مبتدی کے واسطے بہت لذت بھی خوب نہیں کیونکہ حضرات صوفیہ رحمہم اللہ نے یہ لکھا ہے کہ بہت لذت سے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ سالک اُن مقامات پر رکجاتا ہے اور ترقی نہیں کرتا۔ تیسرے یہ کہ اضطرار اچھی چیز ہے جب تک نہ ہوگا طلب نہ بڑھے گی اور جب تک طلب نہ ہوگی مقصود کا ملنا مشکل۔ بقول حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے ؎

تا نگرید ابر کے خندد چمن	تا نالد طفل کے جوشد لبن

اب یہ کہ جلد ہونا چاہیئے اُس کی صورت یہ ہے کہ جب حاکم مجازی کے ملنے میں دیر ہوتی ہے اور اکثر اوقات ملنے کے ارادہ سے جاتے ہیں ملاقات نہیں ہوتی تو یہ تو حاکم حقیقی کا ملنا ہے۔ بالجملہ ہر حالت میں غیریت دور کرنا چاہیئے کیونکہ ع۔ تا توئی از خدا نیابی بو۔ حضرات نقشبندیہ رحمہم اللہ کے یہاں بعد فنائے تامہ ہو جانے کے اور اپنی خودی مٹ جانے کے تجلی ذات ہوتی ہے کہ جو بے رنگ اور بے کیف اور بے جہت ہوتی ہے۔ اب یہ کہ نور اُس کا کیسا اور کس رنگ کا ہوتا ہے۔ یہ بیان میں نہیں آسکتا ہے۔ آپ اپنی علالت وغیرہ سے نہ گھبرائیے اور یہ خیال فرمالیجے کہ اللہ کسی کا عمل ضایع نہیں کرتا موافق آیت شریف ان اللہ[۲] لا یضیع اجر من احسن عملا اور

---

[۱] مومن خالی نہیں ہوتا ہے تنگی اور بیماری اور پریشانی سے ۱۲ [۲] تحقیق اللہ ضایع نہیں کرتا ہے اُس کا اجر جس نے اچھا عمل کیا ہو ۱۲

سمجھتے ہیں عین کیوں نہیں سمجھتے ۔ باقی جس شغل میں آپ مشغول ہیں یہ تو سیر کے مقامات ہیں مقصود اصلی تو بعد ختم سیر کے ہے ۔ ان لطائف کے بعد مقام انہدا اور پھر مقام برزخ بعد اسکے مقام فنا پھر مقام بقا یہ ترتیب حضرات نقشبندیہ کے یہاں ہے ۔ اب رہا سلسلہ قادریہ میں تو انمیں سیر یہی ہے کہ صرف روح میں اپنے آپ کو فنا کرتے ہیں اور اسکی تنزیہ کو خوب مضبوط قائم کر کے اس تنزیہ جزئی کو تنزیہ کلی میں فنا کر دیتے ہیں مگر وہ بھی دیر میں ہوتی ہے ۔ میرا اُس خط میں لکھنا کہ گھبرائیے نہیں ۔ اُس سے دیر کرنا مقصود نہ تھا بلکہ یہ مطلب تھا کہ ہر لطیفہ کی سیر کو مستحکم کرتے جائیے ۔ میں جو کچھ شُدُید

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور پانی میں سیرابی و شفافی ہوتی ہے تو سفیدی باعتبار اپنی فضیلت و خوبی کے شفافی سے مناسبت رکھتی ہے اور اصل خفی کی اصل آگ کی ہے اور خفا پردہ کو کہتے ہیں اور آگ اپنے خاکستر اور دھوئیں میں پوشیدہ ہوتی ہے تو اسکو سیاہی سے مناسبت ہوگی اور اصل خاک کی اصل اخفیٰ کی ہے پس خاک گو کدر ہوتی ہے لیکن اُس سے سبزی و تازگی اُگتی ہے اور سبزی و تازگی میں جو مناسبت ہے وہ ظاہر ہے واللہ اعلم

سوال دوم لکھا ہے کہ قلب زیر قدم حضرت آدم علیہ السلام ہے اسی طرح ہر لطیفہ زیر قدم انبیا علیہم السلام ہے زیر قدم سے کیا مراد ہے اور اسکی کیا وجہ ہے ۔

جواب دوم ہر ولی خواہ فنا میں ہو یا بقا میں توحید تنزیہی میں ہو یا تشبیہی میں یا حقایق و معارف میں زیر قدم یعنی تابع ایک نبی کا ہے اگر زیر قدم حضرت داؤد ہے تو سماع کی خواہش رکھیگا اور اگر زیر قدم حضرت سلیمانؑ ہے تو تونگر ہوگا اور اگر زیر قدم حضرت یوسف ہے تو حسن ظاہر میں مبتلا ہوگا اور اگر زیر قدم حضرت ایوبؑ ہے تو درد و بلا میں گرفتار رہوگا اور اگر زیر قدم حضرت ابراہیم ہے تو محبت و خلت میں ہوگا اور اگر زیر قدم حضرت موسےٰ ہے تو محادثہ و مکالمہ میں اور اگر زیر قدم حضرت عیسےٰ ہے تو احیائے اموات میں مشہور رہوگا و علیٰ ہذا القیاس جس نبی کا جو معجزہ ہوگا وہ زیر قدموں میں سرایت کرے گا بعدہ جب محمدی المشرب ہوگا تو اُن کا تارک ہوگا اور مطابق شریعت ہو جاویگا ۔ ایسا ہی حضرات صوفیہ نے لکھا ہے ۱۲

جانتا ہوں اُس سے حاضر ہوں۔اب یہ کہ اتنی عمر صرف ہو چکی اور پیام آ چکے اس کا آپ کو کہاں سے یقین آگیا کہ یہ پیام خدانخواستہ کسی اور بات کے تھے بلکہ بیماری سے بھی انسان میں لطافت آتی اور کثافت زائل ہوتی ہے۔دوسرے یہ کہ یہ تو حدیث ہے کہ المؤمن[۱] لا یخلو عن قلۃٍ وعلۃٍ وذلۃٍ علت سے مراد بیماری اور دُکھ وغیرہ ہے اور بیمار ہونا تو مسلمان کے لیئے اچھی بات ہے۔اب یہ کہ لذت معلوم ہو تو مبتدی کے واسطے بہت لذت بھی خوب نہیں کیونکہ حضرات صوفیہ رحمہم اللہ نے یہ لکھا ہے کہ بہت لذت سے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ سالک اُن مقامات پر رک جاتا ہے اور ترقی نہیں کرتا۔تیسرے یہ کہ اضطرار اچھی چیز ہے جب تک نہ ہو گا طلب نہ بڑھے گی اور جب تک طلب نہ ہو گی مقصود کا ملنا مشکل۔بقول حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے ؎

تا نگرید ابر کے خندد چمن	تا ننالد طفل کے جوشد لبن

اب یہ کہ جلد ہونا چاہیئے اُس کی صورت یہ ہے کہ جب حاکم مجازی کے ملنے میں دیر ہوتی ہے اور اکثر اوقات ملنے کے ارادہ سے جانے میں ملاقات نہیں ہوتی تو یہ تو حاکم حقیقی کا ملنا ہے۔بالجملہ ہر حالت میں غیریت دور کرنا چاہیے کیونکہ ع تا توئی از خدا نیابی بو۔حضرات نقشبندیہ رحمہم اللہ کے یہاں بعد فنائے تامہ ہو جانے کے اور اپنی خودی مٹ جانے کے تجلی ذات ہوتی ہے کہ جو بے رنگ اور بے کیف اور بے جہت ہوتی ہے۔اب یہ کہ نور اُس کا کیسا اور کس رنگ کا ہوتا ہے یہ بیان میں نہیں آسکتا ہے۔آپ اپنی علالت وغیرہ سے نہ گھبرائیے اور یہ خیال فرمالیجیے کہ اللہ کسی کا عمل ضایع نہیں کرتا موافق آیت شریف ان اللہ[۲] لا یضیع اجر من احسن عملا اور

---

[۱] مومن خالی نہیں ہوتا ہے تنگی اور بیماری اور پریشانی سے ۱۲ [۲] تحقیق اللہ ضایع نہیں کرتا ہے اس کا اجر جس نے اچھا عمل کیا ہو ۱۲

اگر بالفرض والتقدیر اسی حالت میں خاتمہ ہوجائے تو وہ بھی اچھا ہے کیونکہ ومن یخرج من بیتہ مہاجرا الی اللہ ورسولہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ ان اللہ کان غفورا رحیماہ باقی ملکوت وجبروت کا انکشاف یہ سب بعد انہد کے ہے وہ اسوقت ہوگا۔ پہلے لطائف سے تو فرصت ملے۔ مختصر مفید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بطفیل اپنے نبی کریم صلعم کے عمل کی توفیق دے اور سرمو شریعت کے خلاف نہ کرائے۔ آمین۔ والتسلیم مع التکریم۔

(۲۷) لطائف اور مقام محمود

بگرامی خدمت ہمہ شفقت و مکرمت اخوی صاحب معظم و مکرم جناب مولوی محمد رضی علی صاحب زاد مجدہٗ۔ از فقیر زادہ حقیر حبیب حیدر بس تسلیم مسنون تکریم مشحون خلاصہ گذارش اینکہ صحیفہ مکرمت صادر ہوکر مشکور یاد فرمائی و شفقت گستری کیا۔ لطیفہ اخفی سے آگے مقام محمود ہے جس کو جوگیوں کی اصطلاح میں انہد کہتے ہیں اور وہ مقام دونوں آنکھوں کے درمیان بانسہ سے دو چاول اوپر ہے اسمیں نور ماہتاب کا ایسا ہوتا ہے۔ اولاً آپ ان لطائف میں برزخ کو قائم کرکے اسکے ملاحظہ کی مشق کریں بعد اُسکے انہد کی مشق کیجیے گا۔ جب انمیں استحکام خوب ہوجائے تب مجھے مطلع کیجیے گا۔ ابھی یہی مناسب ہے۔ ان لطائف کے انوار عین انوار الٰہی ہیں اور تجلی ذات ان سب کو حاوی ہے۔ ان لطائف کے انوار کا رنگ موافق اُن مقامات کے مختلف ہوگیا ہے۔ ہے دراصل ایک نور کہ اُس نے ہر مقام میں اپنی نئی شان دکھائی ہے۔ باقی اولاً آپ کو ان لطائف میں برزخ مشاہدہ

لہ اور جو کوئی نکلے اپنے گھر سے ہجرت کرکے اللہ اور اسکے رسول کی طرف۔ پھر آ پکڑے اسکو موت تو مقرر ہوچکا اس کا ثواب اللہ کے یہاں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۱۲

کرنا چاہیئے بعد اسکے پھر انشاء اللہ انہد وغیرہ کی مشق کرائی جائے گی اور جہاں تک ہو سکے ہر لطیفہ کے مشاہدہ کا استحکام کرتے جائیے اور گھبرایئے نہیں انشاء اللہ یہ سب ہو جائیں گے۔ دیر ضرور ہوتی ہے لیکن پھر دیر آید درست بھی ہوتا ہے۔ باقی کیا لکھوں والتسلیم مع التکریم۔ فقط

(۲۸) حیرت میں خطرات سے خالی الذہن ہونا ضروری نہیں

بگرامی خدمت ہمہ شفقت و مکرمت اخوی صاحب مکرم مولوی محمد رضی علی صاحب زاد مجدہٗ۔ از فقیر حبیب حیدر سپس تسلیم مسنون تکریم مشحون خلاصہ گذارش اینکہ مراقبہ میں آپ کو اپنی ہستی یوں سمجھنا چاہیئے کہ جیسے دریا کے اندر حباب جسکی نسبت آپ یہ لکھتے ہیں کہ حیرت میں خالی الذہن ہونا ضروری ہے حالانکہ یہ کچھ ضروری نہیں۔ بلکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ حیرت کے ساتھ ذہن خالی از خطرات نہیں ہوتا۔ ایسی مشغولی کرنے میں کوئی حرج نہیں اور نہ انشاء اللہ کوئی نقصان پہونچے گا۔ لیکن اگر باینہمہ اسمیں خیال نہ جمے اور خیال جمانے میں اُلجھن ہوتی ہو تو اُس کو ترک کر دیجئے اور وہی مشغولی حیرت جو آپ کرتے تھے کیئے جائیے اور پندرہ روز صرف وہی مشغولی کر کے مجکو لکھ بھیجئے اور اس امر سے اطلاع دیجئے کہ اب بھی پہلے کی سی حیرت ہی ہے یا اسمیں کچھ کمی ہوئی۔ انشاء اللہ اُس کا جواب فوراً بھیجدوں گا۔ خاطر عاطر قرین طمانینت رہے۔ والتسلیم مع التکریم۔ فقط

(۲۹) مراقبہ حیرت اور مراقبہ معیت

بگرامی خدمت ہمہ شفقت و مکرمت اخوی صاحب معظم و مکرم مولوی سید رضی علی صاحب زاد مجدہٗ۔ از حقر حبیب حیدر سپس تسلیم مسنون تکریم مشحون و دعا ہائے حصول مآرب قلبی حالی

خاطر خطیر باد۔ مراقبہ معیت کے بارہ میں یہ گذارش ہے کہ دوسرے وقت کیجئے یعنی وہ مراقبہ کہ جسمیں سوائے سناٹے اور توحید اور حیرت کے کچھ نہیں معلوم ہوتا ہے وہ اگر آپ صبح کو کرتے ہوں تو مراقبہ معیت کہ جسمیں زبان سے اللہ حاضری اللہ ناظری اللہ معی کہا جاتا ہے بعد مغرب کے کیجئے ورنہ پہلے والا مغرب کے بعد اور یہ مراقبہ معیت صبح کو۔ غرضکہ اوقات مختلف ہوں اور اگر آپ کو ایک ہی وقت فرصت ہوتی ہو تو وہی مراقبہ حیرت کیجئے اور مراقبہ معیت نہ کیجئے۔ میں نے مراقبہ معیت اسوجہ سے بتایا تھا کہ اُس مراقبہ میں حیرت ہوتی ہے اور دریائے توحید معلوم ہوتا ہے اُس دریائے توحید میں اپنے آپ کو شل حباب کے سمجھنا چاہیئے کیونکہ حیرت کے وقت اگرچہ اپنا وجود نہیں معلوم ہوتا ہے۔ مگر تاہم علم اپنا تھوڑا بہت رہتا ہی ہوگا۔ لہذا اسی علم پر معیت حق جمانا چاہیئے اور یہ انشاء اللہ جم جائے گا۔ کچھ بہت دقت نہیں پڑے گی اور طبیعت نہ جمے تو جانے دیجئے۔ وہی پہلا مراقبہ کیجئے یہ ذرا باریک بات ہے اگر آپکے خیال میں آجائے تو کیجئے اور اگر نہ سمجھ میں آئے تو جانے دیجئے اور مراقبہ معیت نہ کیجئے۔ والتسلیم مع التکریم۔ فقط

(۳۰) اپنی نیچی پر رنج نہ کرنا چاہیئے بلکہ طلب میں لگے رہنا چاہیئے

بگرامی خدمت ہمہ شفقت و مکرمت اخوی صاحب معظم و مکرم جناب مولوی محمد رضی علی صاحب زاد مجدہٗ۔ از فقیر زادہ حبیب حیدر رسیدن تسلیم مسنون تکریم مشحون خلاصہ گذارش اینکہ آپکا یہ ارشاد کہ میں بالکل بے استعداد اور نا قابل ہوں ورنہ اُس نعمت کو لے لیتا اس تعبیر سے ایک قسم کا صدمہ رہتا ہے تو اس صدمہ اور رنج کی طرف ہرگز خیال نہ کیجئے بلکہ آپ اپنے جس خیال میں ہیں اُسی میں رہیئے۔ یہ نہ خیال کیجئے کہ اب مجکو وہ نعمت نہ ملے گی۔ ضرور ملے گی۔ یہ بھی

حضرت مرشدین کا کرم ہے کہ انھوں نے آپکے دل میں ڈال دیا اور آپنے اُس طرف اعتنا نہ کی۔ شاید اُسکے ملنے سے کچھ کیفیت جذبی میں ترقی ہو جاتی اور وہ مانع آپکے اس موجودہ سلوک کو ہوتی۔ اور جب الفقراء کنفس واحد[1] صحیح ہے تو اس کو یعنی اُس نعمت کو آپ غیر جگہ سے کیوں سمجھتے ہیں بلکہ اپنے ہی مرشدین کی طرف سے سمجھئے اور جب ایسا ہے تو ضرور ملے گی آپ گھبراتے کیوں ہیں۔ دوسرے یہ کہ تجدید بیعت کے واسطے آپ کو اس قدر اصرار کیوں ہے۔ وہ بھی ہو جائیگی اس میں جلدی نہ کیجئے۔ آپکے حضرت پیر و مرشد آپ کو بخوبی یاد ہیں۔ تجدید اکثر اُس حالت میں ہوتی ہے جب پیر و مرشد بالکل یاد نہ ہوں جیسا کہ برادر صاحب قبلہ مولوی وصی علی صاحب کے بارہ میں ہوا میری رائے میں تو اس کی ضرورت نہیں۔ توجہ قلبی اور افاضہ فیوض آپ پر جیسا تھا ویسا ہی رہے گا اسمیں کمی نہ ہوگی۔ امید کہ خواب کی تعبیر سُننے سے جو رنج آپکو ہوا ہے اُسے آپ ضرور اپنے دل سے نکال ڈالیں گے۔ اتنا خیال کیجئے کہ جب بزرگوں کی توجہ ہے تو بالفرض آپ میں ناقابلیت بھی ہے تو انکی توجہ کی برکت سے وہ ناقابلیت مبدل بہ قابلیت ہو جائیگی۔

والتسلیم مع التکریم فقط

(۲۱) حیرت محمودہ اور تجلیات

بگرامی خدمت ہمہ شفقت و مکرمت معظم الاخوان جناب مولوی سید رضی علی صاحب زاد مجدہٗ۔

از فقیر حقیر حبیب حیدر سیس تسلیم مسنون تکریم مشحون و دعاہائے انشراح قلبی و روحانی حالی خاطر خطیر باد مقام محمود کے بعد رستنگاہ[2] موئے پیشانی پر غور کرنے سے سوائے تاریکی اور نیستی اور تحیر کے

[1] سب فقرا مثل ایک ذات کے ہیں ۱۲ [2] رستنگاہ پیشانی کے اوپر کی وہ جگہ ہے جہاں سے سر کے بال شروع ہوتے ہیں ۱۲

کچھ نہیں معلوم ہوتا اور اسمیں جو تحیر ہوتا ہے اسی کا نام اصطلاح صوفیہ میں حیرت محمودہ ہے۔ لہٰذا آپ اس شغل کو بڑھانا شروع کیجیے اور بجائے انفاس قلیل کے وقوف کے جسقدر دیر تک قیام ہوسکے کیا جائے۔ اس مقام پر پختہ ہوجانے سے اور مقامات از خود کھلتے جائیں گے۔ اپنی طبیعت کو بزور اس حیرت کی طرف رجوع کیجیے تاکہ اسکی عادت پڑے کیونکہ یہی بہت مفید ہے۔ طبیعت کا اُس سے دور رہنا مناسب نہیں طبیعت کا بالکلیہ اسی حیرت میں د رآنا بھی ترقی ہے۔ بلکہ انسان جب ہمہ تن حیرت ہوجاتا ہے تب ہی اور مقامات کھلتے ہیں۔ اس مقام پر حیرت ہونا بھی طالب کی راہبر ہے اس سے ہرگز نہ گھبرایئے۔ بلکہ اسی میں تجلیات کی کثرت ہوگی کہ جیسکے آپ شائق ہیں لیکن اتنا خیال رہے کہ یہ جتنی تجلیات ہونگی سب بمنزلہ حال کے ہونگی ان سب کے ملاحظہ میں اپنی طلب سے غافل نہ ہو جیئے گا۔ سالک کو ایسی چیزوں کے دیکھنے سے دلچسپی بہت ہوتی ہے لیکن یہ مضر ہے۔ اکثر لوگ اسی میں پھنس کر آیندہ ترقیات سے رُک جاتے ہیں لہٰذا یہ چاہیئے کہ انکی طرف گوشۂ چشم سے نظر کرے نہ یہ کہ بالکل اُنھیں میں درآئے بمقتضائے شعر مشہور ؎

یک چشم زدن غافل ازاں ماہ نباشم	ترسم کہ نگاہے کند آگاہ نباشم

اس مقام پر توحید کا خیال زیادہ رکھیئے اور تفکر کیا کیجیئے اس سے بہت مدد ملتی ہے تفکر یہ ہے کہ ؎

تفکر رفتن از باطل سوئے حق	بجزو اندر بدیدن کل مطلق

باقی جب آپ ماہ محرم میں تشریف لائیں گے تب انشاء اللہ مراقبہ توحید سمجھا دوں گا۔ اس ماہ و نیز ماہ ذی الحجہ میں اس مقام پر خوب ربط و مشق پیدا کر لیجیئے۔ باقی طلب تو کسی حال میں ساقط نہیں ہوسکتی۔ یہ ضرور باقی رہے گی۔ اس کا باقی نہ رہنا منافی سلوک ہے۔ ترقی آپ کی عنقریب

ہوئی جاتی ہے۔ مجھ کو آپ توجہ و دعاہائے دلی سے غافل نہ خیال فرمائیں۔ والتسلیم مع التکریم فقط

(۳۲) برزخ نہ جمنے سے گھبرانا نہ چاہیئے ہر حال میں خوش رہنا چاہیئے۔

بگرامی خدمت ہمہ شفقت و مکرمت اخوی صاحب معظم و مکرم جناب مولوی رضی علی صاحب زاد مجدہٗ۔ از فقیر زادہ حقیر حبیب حیدر بسیں تسلیم مسنون تکریم مشحون خلاصہ گذارش اینکہ آپ کی حالت باطنی بھی دریافت ہوئی۔ برزخ کے نہ جمنے سے نہ گھبرایئے۔ یہ اکثر اسوجہ سے ہوجاتا ہے کہ طالب اسمیں نہ پھنسے اگر ترقی چاہتا ہے اور آپ اپنے نام کے ساتھ ترقی خواہ لکھتے ہی ہیں لہذا اس بنا پر اگر ایسا ہوجائے تو مشوش نہ ہو جیئے۔ طبیعت انسانی کا خاصہ ہے کہ جن چیزوں کی طرف وہ راغب ہوتی ہے اُسکے خلاف اگر کوئی امر ہوجاتا ہے تو اس کو وہ بہت سخت سمجھتا ہے اور اُن سے گھبراتا بھی ہے۔ آپ جس مشغولی پر عامل ہیں اسی کو جاری رکھیئے ؎

ایں ہمہ ہیچ است چوں می بگذرد	تخت و بخت و امر و نہی و گیر و دار

طالب کو چاہیئے کہ ہر حال میں خوش رہے چاہے قبض ہو یا بسط کیوں کہ یہ دونوں اپنے وجود کے مقتضیات سے ہیں اور یہاں اس کی کوشش ہے کہ (اپنے وجود) سے اپنے کی نسبت اُڑ جائے بس اسی کی نفی میں رہیئے کہ یہی مطلوب ہے حضرت حافظ فرماتے ہیں ؎

غرض ز مسجد و بتخانہ ام وصال شماست	جز ایں خیال ندارم خدا گواہ من ست

باقی اور کیا لکھوں غالباً اتنی ہی گذارش پر کیفیت انقباضی آپکی انشاء اللہ رفع ہوجائے گی۔ مجھ کو آپ اپنے ساتھ ہی سمجھیں۔

والتسلیم مع التکریم فقط

(۳۴۳) حبس دم کا ایک طریقہ۔ طلب حق میں گھبرانا نہ چاہیئے

بسامی خدمت گرامی منزلت اخوی صاحب معظم و مکرم مولوی سید محمد رضی علی صاحب زاد مجدہٗ۔ از حقیر حبیب حیدر پس تسلیم مسنون تکریم مشحون و دعا ہائے کشائش ظاہری و باطنی حالی خاطر خطیر باد۔ حبس دم جو آپ کرتے ہیں وہ اب اس طرح سے کریں کہ اپنے خیال میں آپ سانس کو دماغ میں لیجا کر روکیں اور دو ایک ہفتہ اس کی مشق کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ جو کچھ آپکی خواہش ہے وہی ہوگا۔ اولاً ایک پڑاقہ کہ جو مشابہ گولہ کی آواز کے ہوگا وہ ہوگا بعد اسکے ہر چیز کی ماہیت اور کیفیت خود بخود مکشوف ہوگی۔ اب رہا یہ کہ جمگادر کی مہمانی ہے اور یہ آخر کب تک۔ تو اس کا کیا مطلب ہے اگر یہ مطلب ہو کہ جو کچھ دیکھنا ہو دیکھ پڑے تاکہ یہ تعلق ختم ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تعلق تو جانے والا نہیں۔ اگر یہ سب باتیں جلد سے جلد ہو بھی جائیں تو بھی یہ تعلق رہے گا۔ یہاں پر زائد توحید کے خیال کے قائم رکھنے کی ضرورت ہے۔ اسکو بھی کرتے رہئے گھبرائیے نہیں۔ مبدء فیاض سے فیض ہر وقت کی مناسبت سی ہوتا ہے چنانچہ وہ ہوتا رہتا ہے اور طلب حق جمگادر کی مہمانی تو یہی ہے کہ آؤ بس الٹے سیدھے لٹک جاؤ اور اس سے چھوٹنے کی خواہش مت کرو۔ حضرت خواجہ حافظ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

خلاص حافظ ازاں زلف تابدار مباد	کہ بستگان کمند تو رستگار انند

باقی جو کچھ آپ کو بتایا گیا ہے اسکو برابر ورد میں رکھئے اور خداوند تعالیٰ سے ہر دم اسکے فضل و کرم کے طالب رہئے مقصود عبادت حق سے اُس کا عادت ہو جانا ہے۔ معلوم نہیں کہ آپکی یہ عبادت کیسی ہے کہ جسمیں آپ کو ایسے خیالات آتے ہیں۔ اگر واقعی ایسا ہے تو ان خیالات کو دور کیجئے اور حق ہی

کی طرف مشغول رہیئے اور یہ تو معلوم ہی ہے کہ فائدہ بغیر ہوئے نہیں رہتا اور نہ اللہ تعالیٰ کسی کی محنت رائگاں کرتا ہے۔ پس آپ بھی جو کرتے ہیں وہی کرتے رہئے۔ عنایت الٰہی آپکے شامل حال رہے گی۔ اور حق سے حق کی طلب رکھیئے نہ کہ دوسری باتوں کی۔ باقی مجھ کو آپ دعائے دلی اور توجہ قلبی سے غافل نہ سمجھیں اللہ تعالیٰ بطفیل حضرات مرشدین رحمہم اللہ ان سب فیوض و برکات سے آپ کو خوشدل اور مطمئن رکھے۔ والسلام مع الاکرام۔ فقط

(۴۳) اپنے نقائص ہر بات میں معلوم ہونا مضر نہیں۔ توحید کا خیال نہ آنا بھی عین توحید ہے

بسامی خدمت گرامی منزلت اخوی صاحب معظم و مکرم مولوی رضی علی صاحب زاد مجدہٗ۔

از بندہ احقر حبیب حیدر بیس تسلیم مسنون تکریم مشحون و دعاہائے کشائش ظاہری و باطنی حالی خاطر خطیر باد۔ اپنا نقص ہر حال میں اور ہر بات میں معلوم ہونا کوئی مضرات نہیں ہے بلکہ مفید ہے۔ کیونکہ تقاضائے عبودیت یہی ہے اور اسکے خلاف خیال آنا البتہ بُرا ہے۔ اُس سے کچھ حاصل نہیں اور اِس سے سب ہی کچھ حاصل ہے ع جو جو بلند ہم ہوئے پستی نظر پڑی۔ یہ تو اچھی بات ہے اس سے منتشر نہ ہوجیئے کیونکہ نقص اپنا آپ کو معلوم ہوجانا اچھی بات ہی۔ اب رہا یہ کہ کیفیت توحید نادار ہے۔ تو یہ خیال نہ کیجیئے کیونکہ توحید تو اپنے حال پر قائم ہے خواہ اسکو آپ خیال میں رکھیں خواہ نہ رکھیں غالباً ایسا ہوتا ہے کہ آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ جبتک ہم توحید کو خیال میں رکھیں تو توحید ہے ورنہ نہیں بلکہ ہم خیال میں رکھیں تو بھی اور نہ رکھیں تو بھی دونوں صورتوں میں وہ توحید ہے اسطرح خیال کیجئے تو خیال توحید کبھی رفع نہ ہوگا اب اگر کسی وقت نہ بھی خیال آئے تو بھی چنداں مضر نہیں اور انشاء اللہ ایسا نہیں ہوگا کہ آپ کو خیال نہ رہے۔ والتسلیم مع التکریم فقط

(۳۵) ایک خواب کی تعبیر۔ لذات کی سیر میں زیادہ ٹھہرنا نہ چاہیے۔

بگرامی خدمت ہمہ شفقت و مکرمت اخوی صاحب معظم و مکرم جناب مولوی محمد رضی علی صاحب زاد مجدہٗ۔ از فقیر زادہ حقیر حبیب حیدر بس تسلیم مسنون تکریم مشحون و دعا ہائے کشائش ظاہر و باطن حامی خاطر خطیر باد۔ خواب آپ کا سُنا تعبیر اُس کی یہ خیال ناقص میں آتی ہے کہ کسی مجذوب کی آپ پر عنایت ہونے والی تھی وہ آپ نے قبول نہیں کی۔ آجکل مجاذیب بہ نسبت اہل سلوک کے ہر جگہ پر زائد ہیں اور چونکہ الفقراء کنفس واحد قول صحیح ہے لہٰذا جو فقیر کہ کسی طالب صادق کو با استعداد پاتا ہے اُس پر ضرور عنایت کرتا ہے۔ اگر طالب کی استعداد قوی ہوتی ہے تو وہ اس توجہ کو لے لیتا ہے مگر اُس پر اعتنا نہیں کرتا ہے اسی واسطے طریقت کی رو سے یہ حکم ہے کہ اگر کوئی نعمت کسی دوسرے سے بھی ملے تو اُس کو اپنے ہی مرشد کی طرف سے سمجھنا چاہیئے اور یہ بھی اس خواب سے پایا جاتا ہے کہ آپ کا سلوک جذب پر غالب رہے گا انشاءاللہ۔ جو کچھ آپ اس مرتبہ دریافت کر گئے ہیں اُس کو کیئے جایئے۔ اگر گرمی وہاں خوب اچھی طرح سے ہوتی ہو تو ذکر جہر ترک کر دیجئے ورنہ کرتے رہیئے باقی جو کچھ آپ کرتے ہیں اُس پر مواظبت رکھیئے۔ لذات و تجلیات سبھی کچھ ہونگے۔ بلکہ بہت لذات کی خواہش بھی نہ کیجیئے۔ انکو سلوک میں ویسا سمجھیئے کہ جیسے آپ لکھنؤ کو جاتے ہوں اور راستہ میں عمدہ عمدہ عمارات وغیرہ پڑیں تو اُن کو سرسری نظر سے دیکھئے گا نہ یہ کہ وہاں ٹھہر جایئے کیونکہ جتنی دیر ٹھہریگا اُتنا ہی منزل مقصود پر پہونچنے میں دیر ہوگی۔ فقط

(۳۶) حصول مقصد میں عجلت نہ کرنا چاہیئے۔ ہر بات اپنے وقت سے خوب آتی ہے۔ رسالہ الفضل التقی کی تصحیح کا ذکر

بسامی خدمت گرامی منزلت اخوی صاحب معظم و مکرم مولوی سید محمد رضی علی صاحب

زاد مجدہٗ - از بندہ حقیر حبیب حیدر سلیس تسلیم مسنون تکریم مشحون و دعاہائے حصول مقاصد دارین
التماس اینکہ آپ کی نسبت یہ گذارش ہے کہ جو چیز آہستہ آہستہ پکتی ہے وہی نہایت عمدہ و خوش مزہ
ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنے رس کے موافق پکتی ہے اور جو اسمیں آنچ زیادہ کردیجاتی ہے تو وہ ٹھیک
نہیں ہوتی ہے لہذا جو کچھ آپ کرتے ہیں وہ سب ٹھیک ہے اسی کو کرتے رہیئے اور وقتاً فوقتاً جو اسکے
فوائد ہوں انکو دیکھتے رہیئے - سب انجام بخیر ہے - باقی کوئی شے آپ سے علحدہ نہیں ہے کہ جسکے شامل
کرنے کی ضرورت ہو جیسی ضرورت ہوتی جائے گی ویسا اُس کا اظہار ہوتا جائے گا - آج کل
رسالہ شریفہ الفیض المتقی فی حل مشکلات ابن العربی کی تصحیح میں مصروفیت ہے محبی حکیم عبدالرحیم خاں صاحب
اُسکو طبع کرانا چاہتے ہیں اور غالباً رامپور ہی میں طبع ہوگا - والتسلیم مع التکریم - فقط

(۳۷) طریق زکوٰۃ تکبیر عاشقاں

بسامی خدمت گرامی مرتبت اخوی صاحب معظم و مکرم مولوی محمد رضی علی صاحب زاد مجدہٗ -
از فقیر حبیب حیدر سلیس تسلیم مسنون تکریم مشحون التماس اینکہ صحیفہ مکرمت آمود نے صادر ہو کر ممنون
یاد فرمائی کیا حالات سے آگہی ہوئی - تاریخیں کتاب مستطاب کی درست ہوگئی ہیں اور مطبع میں
پہنچ بھی گئی ہیں دیکھیئے ماہ شوال میں کتاب مکمل ہو کر ملتی ہے یا پھر بھی کچھ کسر باقی رہجائے گی - طریقہ
تکبیر عاشقاں جو معمول خاندانی ہے وہ لکھ کر بھیجتا ہوں شرایط مرقومہ کی پابندی بہت ضروری
ہے اور علاوہ ان شرائط کے مندرجہ ذیل باتوں کا لحاظ بھی ضروری ہے - یوم زکوٰۃ بعد غسل کرنیکے
بغیر سلا ہوا کپڑا پہنے - اگر ایک ہی کپڑا اس طرح کا ہو کہ جو نصف باندھ لیا جائے اور نصف اوڑھ لیا
جائے اور اگر اس طرح پر ہو کہ تہ بند کا حصہ علحدہ ہو اور چادر کا حصہ الگ ہو تو بھی کوئی حرج نہیں ہے

مگر بغیر سلا ہوا کپڑا ہو اور چرمی کوئی چیز استعمال میں نہ ہو یعنی نہ یوم زکوٰۃ استعمال میں ہو اور نہ اُسکے بعد دو روز استعمال کرنا چاہیئے۔ بعد تین دن گذرنے کے پھر مضائقہ نہیں۔ علےٰ ہذا القیاس گوشت یا مچھلی یا انڈا بھی تین روز تک نہیں کھانا چاہیئے اور غسل کر چکنے کے بعد سے اس امر کا لحاظ رہے کہ ہاتھ یا پیر سے کوئی جانور مثل چیونٹی یا مکھی یا جوں وغیرہ کے نہ مرنا چاہیئے۔ اور درمیان دعا پڑھنے کے جسکی تعداد ایک سو پچیس بار ہے جو اشکال مہیب کہ نظر آئیں انکو خیال میں نہ لائے اور نہ اُن سے ڈرے اور نہ اپنی جگہ سے ہٹے اور نہ پڑھنے کا سلسلہ موقوف کرے۔ بعد دعا ختم کرنیکے پھر اُس جگہ سے ہٹکر دوسری جگہ پر بیٹھنے کا اختیار ہے۔ بعد ختم دعا کے پھر بقیہ دن میں جس قدر ممکن ہو اسم ذات یعنی اللہ اللہ کا ورد رکھے۔ افطار کے وقت جو کھانا پکائے وہ اپنے ہی ہاتھ سے پکائے اور کھانے میں یہ شرط ہے کہ یا تو مونگ کی کھچڑی ہو کہ جسمیں نمک لاہوری بقدر ذائقہ پڑا ہو یا جو کی روٹی ہو کہ جس کو صرف نمک کے ساتھ کھائے اور اس شب میں پان یا تمباکو یا حقہ وغیرہ استعمال نہ کرے۔ دوسرے روز صبح کو پھر ان چیزوں کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور سب سے مقدم شرط یہ ہے کہ ایسی جگہ اس دعا کو پڑھے جو خوب صاف اور شفاف ہو اور عورت کی آواز بہت کم آتی ہو۔ بالجملہ ان شرائط کی پابندی ضروری ہے مگر اتنی گذارش ہے کہ یہ سب شرطیں مواجہہ میں بھی مجھ سے دریافت کرکے سمجھ لیجائیں بلا اسکے اس عمل کا ورد نہ اختیار کیا جائے فقط

مکاتیب بنام مولوی سمیؒ علی صاحب علوی

(۳۸) دست شفا کیلئے مجرب آیت۔ مشغولی میں نیند آجائے تو حرج نہیں۔ پاس انفاس ہر وقت جاری نہ رہے تو پریشان نہ ہونا چاہیئے۔

بسامی خدمت گرامی منزلت اخوی صاحب معظم و مکرم مولوی محمد سمی علی صاحب زاد مجدہٗ۔

لہ الفاظ آخر کتاب میں ملاحظہ ہو ۱۲

از بندہ احقر حبیب حیدر سپس تسلیم مسنون تکریم مشحون و دعاہائے حصول مقاصد دلی و مآرب قلبی حالی
خاطر شریف باد۔ گرامی نامہ تفقد رقم صادر ہو کر باعث فرح و نشاط یاد آوری و حقیر نوازی ہوا۔ نوید
صحت وری مزاج سامی دریافت کرکے خوشوقت و مطمئن الخاطر ہو گیا۔ الحمد للہ کہ یہاں بھی سب خیریت ہے۔
آپ کا صحیفہ آئے ہوئے کئی روز ہو گئے مگر سخت ندامت ہے کہ فوراً جواب نہ لکھ سکا۔ کتب طبیہ شروع کرنے کا حال
معلوم ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس علم کی تحصیل میں بھی کامیاب کرے۔ ایک آیت حصول دست شفا
کے واسطے مجرب ہے۔ اسکو مع تسمیہ کے مریض کی نبض دیکھنے کے وقت پڑھ لیا کیجئے۔ موثر حقیقی اثر تحقیقی بخشیگا
وہ آیت یہ ہے [۱]سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم۔ مشغولی میں اگر درود شریف
پڑھتے پڑھتے نیند آجائے تو حرج نہیں۔ پاس انفاس ہر وقت جاری رہنے کے واسطے منتشر نہ ہو جیئے۔
جب یاد آجائے تب اسکو از خود جاری کر دیا کیجئے اور جب نہ یاد آئے تو وہ از خود جاری رہے گا۔
جیسا کہ آپ کو محسوس ہوتا ہے مشغولی میں دلبستگی نہ ہونا کچھ مضر نہیں ہے کیونکہ دلبستگی ہونا دلیل وقوف
ہو جانے کی ہے اور یہ سلوک میں بہتر نہیں ع۔ در طریقت ہر چہ پیش آمد گذشتن داشتم۔ مشغولی
جو آپ کرتے ہیں وہی کرتے رہیئے۔ اس کا اثر ضرور ہوگا۔ اس کا خیال نہ کیجئے کہ اثر نہیں ہوتا یا دلبستگی
نہیں ہوتی یا کچھ میری توجہ نہیں ہے۔ یہ سب خیالات بے فائدہ ہیں۔ سوا اسکے کہ پریشانی ان سے
اور بڑھے اور جو کچھ ایک کار خیر میں مصروفیت ہو خواہ بجبر یا بلا جبر وہ جاتی رہے اور کوئی فائدہ نہیں

تو بندگی چو گدایاں بشرط مزد مکن	کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند

اب یہ کہ زق زق بق بق میں تمام وقت صرف ہو جاتا ہے تو گستاخی معاف اس کا جواب یہ ہے کہ

[۱] پاک ہے تو ہمکو معلوم نہیں مگر جتنا تو نے ہمکو سکھایا بیشک تو ہی ہے اصل جاننے والا حکمت والا ۱۲

نہ صرف کیجئے۔ ہر وقت مشغول ہی کرتے رہیئے۔ اب یہ کہ اثر نہیں ہوتا تو اگر ابھی نہیں ہوتا تو آئندہ ہوگا۔ دنیاوی کوششوں میں پیہم ناکامیاں ہوتی ہیں۔ لوگ برابر امتحان میں ناکامیاب رہتے ہیں مگر کوشش سے باز نہیں رہتے پس جبکہ ناسوت تابع ہے ملکوت کا تو جیسے یہاں کامیابی میں دیر لگتی ہے ویسی وہاں بھی اگر دیر لگے تو کیا مضائقہ۔ کوشش سے باز نہ رہنا چاہیئے۔ اندھاپن نہیں رہے گا اور نہ یہ کہ آپ جو کچھ کرینگے اسمیں اثر نہ ہوگا۔ اگر انسان کے واسطے اثر نہ ہوگا تو پھر کس کے واسطے ہوگا۔ ضرور ہوگا۔ اب اگر دیر ہوجائے ہوجائے۔ ہمارا کام بندگی ہے اور سے

بندگی نبود بجز افگندگی	بندگی کن بندگی کن بندگی

والتسلیم مع التکریم۔ فقط

(۳۹) ریاضات ومجاہدات سے مقصود خودی کا مٹنا ہے مقتضیات عبودیت ادا ہوتے رہنا چاہیئے۔

بگرامی خدمت ہمہ شفقت ومکرمت اخوی صاحب معظم ومکرم جناب مولوی سمی علی صاحب زادمجدہٗ۔

از فقیر زادہ حقیر حبیب حیدر سبس تسلیم مسنون تکریم مشحون ودعاہائے کشائش ظاہر وباطن حالی خاطر خطیر باد کل صحیفۂ مکرمت رقم صادر ہوکر باعث فرح ونشاط یاد فرمائی وحقیر نوازی ہوا۔ نوید صحتوری مزاج سامی دریافت کرکے خوشوقت ومطمئن الخاطر ہوگیا۔ الحمد للہ کہ یہاں بھی خیریت ہے۔ آپ جو اپنی کیفیت باطنی کی نسبت لکھتے ہیں کہ کل یوم بتر ہے تو یہ ابتری نہیں رہے گی جاتی رہے گی اور آدمی پہلے بگڑ لیتا ہے تب ہی بنتا ہے کیونکہ سے

آدمی پہلے محبت میں بگڑلے تو بنے	جیسے مٹی خاک میں دانہ تو شگوفہ نکلے

یہ بگڑنا نہیں ہے بلکہ یہی علامت ہے بننے کی۔ تمام ریاضات ومجاہدات سے مقصود خودی کا مٹنا ہے۔

بس وہی مٹائیے اور اپنی نیستی کو خوب جمائیے۔ دیکھئے پھر ابتری نہ معلوم ہوگی۔ باقی جو کچھ آپ کرتے ہیں وہی کئے جائیے۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ اس کا کچھ اثر نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انّ اللّٰہ لا یضیع اجر المحسنین۔ دیر سویر ہوا ہی کرتی ہے۔ اب رہا یہ کہ اتنی عمر غفلت میں گذری سو اب بقیۂ عمر میں ویسی غفلت نہ رہے گی جیسی رہ چکی ہے بلکہ اب اپنی خودی سے غفلت رہے گی۔ جو آپ کرتے ہیں کئے جائیے ؎

حافظ وظیفۂ تو دعا گفتن است وبس	در بند آں مباش کہ نشنید یا شنید

آپ اپنے مقتضیات عبودیت جو ہیں وہ ادا کرتے رہیں۔ باقی یہ کہ یہ حالت اچھی اور وہ بری ہے اس طرف خیال نہ کیا کیجئے ؎

گر بر پیشانیم عطر طرہ آشفتہ ایم	ور سیہ کاریم کحل نرگس مستانہ ایم
گر بعلم آئیم آں ایوان اوست	ور بجہل آئیم آں زندان اوست

اللہ جو ہمارے ساتھ کرے گا وہ اچھا ہی ہے۔ باقی اور کہاں تک لکھوں۔ فقط

(۴۰) تلقین استقلال و رضا بالقضا۔ رسالہ الفیض القوی کا تذکرہ

بگرامی خدمت ہمہ عطوفت و مکرمت اخوی صاحب مکرم مولوی محمد سمی علی صاحب زاد مجدہٗ۔
از بندہ حقیر حبیب حیدر سپس تسلیم مسنون تکریم مشحون و دعاہائے حصول مقاصد دارین حالی خاطر خطیر باد۔ بورود صحیفہ شفقت نمیقہ مسرور و یاد فرمائی و ممنون منت مکرمت گستری و حقیر نوازی ہوا۔ صحتوری مزاج دریافت کرکے مطمئن ہوگیا۔ آپکے سب جھٹراری میں نامزد نہ ہونے کی کیفیت معلوم کرکے

سلہ بیشک اللہ نہیں ضایع کرتا اجر نیکی کرنے والوں کا ۱۲

بہت قلق ہوا۔ سوا اسکے کیا کہوں کہ خداوند تعالےٰ کی ذات بے نیاز ہے منجملہ اور بے نیازیوں کے ایک یہ بھی ہے۔ خیر امسال نہ سہی آیندہ سہی۔ کوشش کرنے سے باز نہ رہنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کسی کی کوشش ضایع نہیں کرتا اور کوشش کا ظہور ضرور ہوتا ہے۔ اب یہ کہ کسی کا جلد اور کسی کا دیر میں مگر اثر ہوتا ضرور ہے۔ اس ناکامی سے جو آپکی دل شکستگی اور برشتگی ہوئی اُس کا دفعیہ بھی عنقریب ہو جائے گا۔ مِنّتوں اور مرادوں کا کرنا اور اُن کا نہ پورا ہونا اُن سے بددل نہ ہونا چاہیئے بلکہ یہ سمجھنا چاہیئے کہ حدیث میں ہے کہ جناب باری جل شانہ ننانوے درجہ زائد ماں باپ سے اپنے بندہ پر مہربان ہے پس جو آثار و علامات مہربانی کے ہیں وہی ظاہر ہونگے اگرچہ بندہ اپنے خیال میں یہ سمجھتا ہے کہ فلاں بات ہماری عزت یا طبیعت کے خلاف ہوئی یا فلاں امر میں ہمکو خفت یا زک ہوئی۔ حالانکہ یہ کچھ نہیں ہے۔ یہ سب نفس کی عنایتیں ہیں کہ جو یہ سب سمجھاتا ہے اور اُسی کی تہدید و تنبیہ کے واسطے اکثر امور خلاف بھی ہوتے ہیں جنسے سوا انقباض و انتشار کے کچھ نہیں ملتا۔ ایسے وقت استغفار پڑھ لینا چاہیئے یا حضرت مرشد مرشدنا شاہ محمد کاظم قلندر کی عرضداشت کہ جو مفاوضات کے شروع کا رقعہ ہے بنام حضرت مرشدنا و سیدنا شاہ باسط علی قلندر الہ آبادی جس کا ماحصل یہ ہے کہ جناب حضرت صاحب قدس سرہ کا ارادہ اعتکاف کا تھا مگر حضرت قلندر صاحب نے منع فرمایا۔ اُس پر حضرت صاحب نے لکھا ہے کہ "اندکے دل بشکست مگر بر آیہ کریمہ عسٰی[1] ان تکرھوا شیئًا وھو خیر لکم وعسٰی ان تحبوا شیئًا وھو شر لکم کاربستم"۔ اور زیادہ عبارت مجھے یاد نہیں۔ اب رہا میں تو میں نے بیشک اپنے یقین سے ضرور کہا تھا مگر سوا اسکے کیا کہوں کہ وہ بھی گمان ہی نکلا اور آپ کو اُس عذر کی

---

[1] اور شاید یہ تمکو بری لگے ایک چیز اور بہتر ہو تمہارے حق میں اور شاید کہ تمکو بھلی لگے ایک چیز اور وہ بری ہو تمہارے حق میں ۱۲

بدولت ناکامی اٹھانا پڑی۔ قاعدہ ہے کہ ناقص کی دعا بھی ناقص ہوتی ہے اور اس کا نقصان بھی ظاہر ہونا لابدی ہے۔ اب اس امر کا جواب کہ ؎

ہمہ چیز دارد دل آرام لیکن	دریغا کہ با ما وفائے ندارد

وفا نام ہے وعدہ پورا کرنے کا اور وعدہ وفا ضرور ہوتا ہے لیکن چونکہ مقتضائے دلارامی معشوقیت ہے لہذا اُس کا بھی اثر کچھ نہ کچھ ہو ہی جاتا ہے کہ جسکو طالب یہ سمجھ لیتا ہے کہ وفا ہے ہی نہیں۔ حالانکہ وفا ہے اور کیجاتی ہے۔ بس فرق یہ ہوتا ہے کہ طالب کی خواہش فوراً وفا ہونے کی ہوتی ہے اور طرف ثانی کی طرف سے دیر مقصود ہوتی ہے۔ اور قاعدہ کی بات ہے کہ جب کوئی بات اپنے مطلب کے خلاف ہو جاتی ہے تو اُس کا اثر جو کچھ ہوتا ہے وہ بھی الٹا ہی پڑتا ہے۔ سمجھ میں بھی کچھ کا کچھ آتا ہے اور واقع بھی کچھ ہو جاتا ہے۔ لکھنے کو تو اسوقت بہت کچھ دل میں آرہا ہے مگر بوجہ شدت گرمی اور فضول سامعہ خراشی ہونے کے قلم انداز کرتا ہوں مگر پھر اتنا لکھتا ہوں کہ آپ بد قسمت نہیں ہیں۔ یہ ناکامیاں بھی ایسی ہیں کہ جیسے مختلف ہوائیں چلتی ہیں۔ کوئی گرم کوئی سرد اور سب ہی برداشت کیجاتی ہیں اور بھی بقول آپکے کہ ع۔ اینہم اندر عاشقی غمہائے بالائے دگر۔ یہ بھی سہی۔ یہ تو معلوم ہی ہے کہ دنیا ہمہ تن ابتلا ہے اور کوئی متنفس ایسا نہیں ہے کہ جو غم سے خالی ہو۔ آجکل رسالہ شریفہ الفیض التقی کی تصحیح ہو رہی ہے۔ نصف سے زائد ہو گیا ہے مگر دقتوں کا سامنا آکر پڑ جاتا ہے خداوند تعالےٰ باحسن وجوہ اسکو درست کرا دے۔ عجیب رسالہ ہے۔ سبحان اللہ۔ کلام الملوک ملوک الکلام۔

والتسلیم مع التکریم۔ فقط

مکاتیب بنام حکیم مولوی سید[1] ظہیر علی عرف الطاف علی صاحب علوی

(۱۴۱) اس عالم کا نام عالم کون و فساد ہے اسلیئے انسان کی خواہش کے خلاف بھی واقعات پیش آتے ہیں۔

کوئی کیفیت سلب نہیں ہوتی

بسامی خدمت ہمہ لطف و عنایت مصدر عطوفت و کرم مکرمی حکیم سید ظہیر علی صاحب زاد لطفہ،

از فقیر حبیب حیدر پس سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہاے حصول مقاصد دارین حالی خاطر خطیر باد۔

یہ دریافت کرکے کہ میرا خط پہونچکر باعث اطمینان ہونا چاہیئے تھا مگر نہیں ہوا مگر آئندہ شاید ہو جائے۔

سخت تعجب اور تحیر ہوا معلوم نہیں ہمیں خداوند عالم کی کیا مصلحت تھی۔ اولاً یہ خیال پیدا ہوا

کہ جواب ہی نہ لکھوں مگر یہ خیال کرکے کہ نہ جواب لکھنے میں آپکو یہ خیال پیدا ہوگا کہ میرے خط کے پہونچنے

سے کوئی ناخوشی یا ناراضگی ہوئی لہذا جواب بھیجدینا مناسب ہے میرے خیال ناقص میں خط کے پہونچنے

سے طمانینت نہ ہونے کی وجہہ یہی عدم وصولی تنخواہ ہے جسکی وجہہ سے متعلق الخاطری بڑھی ہوئی ہے

اور اسکی وجہہ سے آپکے قلب پر ایک تعلق توحش آمیز ہے اور وہ سوا اس قسم کے خیالات کے دوسرے

خیالات کو لیتا ہی نہیں ہے۔ کیا کہا جائے ہر نفس انسانی چاہتا یہ ہے کہ اسکو کوئی بات اسکی مرضی کے

---

[1] حکیم مولوی الطاف علی خلف چہارم حکیم مولوی حبیب علی صاحب کاکوروی کی ولادت ۲۹ رمضان ۱۲۹۹ھ کو ہوئی۔ ان کا تاریخی نام سید ظہیر علی تھا اور اس نام سے اکثر یاد کیئے جاتے تھے۔ عربی اور فارسی اور طب کی تعلیم اپنے والد سے پائی اور ان کی ہی تربیت میں رہے۔ نیک خصلت آدمی تھے۔ حضرت والد ماجد رح سے بیعت تھی۔ حضرت سلطان العابدین سے اشغال و اوراد اخذ کیئے۔ آپ بوجہ ہمسنی ان سے بے تکلفی اور خصوصیت کا برتاؤ فرماتے تھے۔ بسلسلہ ملازمت اورنگ آباد ریاست حیدرآباد دکن میں قیام تھا اور وہاں مطب بھی کرتے تھے۔ وہیں تبلریخ ۸ شوال ۱۳۵۱ھ انتقال کیا اور دفن ہوئے ۱۲

خلاف نہ پیش آئے مگر یہ ہو نہیں پاتا اور اس وجہ سے نہیں ہو پاتا کہ اس عالم کا نام ہے عالم کون وفساد
اس میں جو چیزیں ہیں اُنکے لیئے ہونا اور مٹنا لازمی ہے۔ انسان یہ چاہتا ہے کہ جو حالت ہمارے لیئے
بہتر اور پسندیدہ ہو وہی رہے اسکے خلاف نہو اور یہ ناممکن ہے۔ لہٰذا وہ اسی اُدھیڑ بُن میں رہتا ہے
کہ یہ کیوں ہوا اور وہ کیوں ہوا۔ اور اگر ہوا تو ہم ہی کیوں اسکے لیئے مخصوص کیئے گئے۔ کیا ہمارے سوا
کوئی اور دنیا میں نہ تھا جسکے لیئے یہ بات ہوتی وغیرہ وغیرہ خیر۔ یہ اسی قبیل سے آپکی متعلق الخاطری بھی
ہے۔ خداوند عالم جلد دفع فرما کر آپکو مطمئن و فارغ البال کر دے اور ماہ رواں اور گذشتہ کی
تنخواہیں بھی وصول ہو گئی ہوں۔ امید تو خداوند عالم کے فضل و کرم سے یہی ہے کہ تنخواہیں بھی وصول
ہو گئی ہونگی۔ بہرحال زیادہ پریشان نہوا کیجیئے اور فضول افکار و خیالات آنے کے وقت لاحول
ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ چند بار اُسکے معنی پر غور کے ساتھ پڑھ لیا کیجیئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ
وہ رفع ہو جایا کرینگے۔ یا حضرت پیر و مرشد برحق قدس سرہ العزیز کی برزخ شریفہ قائم کر لیا کیجیئے
اور یہ خیال کر لیا کیجیئے کہ ؎

مشکلے نیست کہ آساں نہ شود	مرد باید کہ ہراساں نہ شود

یہ کہ اللہ معکم اینما کنتم والی کیفیت کیوں سلب ہو گئی۔ تو سلب تو کوئی چیز کبھی نہیں ہوئی اور نہ آپ
ہوئی ہے۔ یہ خیال بھی وفور پریشانی کے سبب سے ہے رفع ہو جاتا ہے۔ اس سب تحریر سے مقصد یہ ہرگز
نہیں ہے کہ آپ نے اپنی پریشانی و متعلق الخاطری کیوں لکھی۔ آپ نے لکھا بہت بہتر کیا۔ اس کا جواب
جو آپکے حال کے لحاظ سے مجھے مناسب نظر آیا وہ میں لکھ رہا ہوں۔ گھبرائیے نہیں اور اللہ تعالیٰ کے
فضل و کرم پر بھروسہ رکھیئے۔ انشاء اللہ یہ سب پریشانی رفع ہوئی جاتی ہے۔ فقط والسلام

(۴۲) دفعیہ اختلاج کیلئے وظیفہ۔ وظیفہ وغیرہ پر مداومت لازمی ہے۔

بسامی خدمت ہمہ لطف وعنایت مصدر عطوفت وکرم حکیم سید ظہیر علی صاحب زاد لطفہٗ

از حقر حبیب حیدر پس سلام مسنون نیاز مشحون دعاہائے حصول مقاصد دارین حالی خاطر خطیر باد۔

صحیفہ عنایت ومکرمت رقم کل بذریعہ ڈاک صادر ہو کر باعث فرحت ومسرت یاد آوری وکرم گستری

ہوا۔ نوید خیر وعافیت مزاج و دورۂ اختلاج نہ ہونے کی دریافت کرکے بہت مسرت ہوئی۔ انشاءاللہ

اب نہ ہوگا۔ آپ اب اس دورہ کے متعلق کوئی امر خیال ہی میں نہ لایا کیجئے۔ حسب دستور سابق سورہ

الم نشرح لک صدرک پوری سورۃ سات سات بار صبح وشام پڑھ کر پانی پر دم کرکے پینا بہت

مفید ہے مگر شرط یہ ہے کہ چالیس روز کامل پانی پر دم کرکے وہ پانی استعمال کیا جائے۔ پانچ سات

روز پینا یہ ہرگز فائدہ نہیں دیتا۔ ہر کام میں مداومت زیادہ مفید ہوتی ہے اور آجکل یہ دیکھا جارہا

ہے کہ مداومت نہیں کیجاتی تو فائدہ کیسے اور کیونکر معلوم ہو۔ اب یہ کہ سبب پریشانی میری عدم توجہی

کے سبب سے ہوتی ہے یہ آپ کا محض حسن ظن ہے اور کیا کہوں میں اپنے خیال میں تو عدم توجہی نہیں

کرتا۔ یہ کہ پھر پریشانیاں کیوں لاحق ہوتی ہیں اسکے متعلق یہ التماس ہے کہ پریشانی لاحق ہونا باقتضائے

بشریت ہے اور وہ منفک نہیں ہوسکتی ہے۔ نوعیت ضرور بدلجاتی ہے اور یہ کہ باوجود توجہ کے پھر کیوں

پریشانی ہوتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے۔ بشریت کے ساتھ اسکے صفات بھی رہنا

لازمی ہے اور انھیں صفات میں پریشانی بھی ہے۔ خیر یہ بحث تو طویل ہے کہاں تک لکھا

جائے۔ والسلام خیر ختام۔ فقط

مکاتیب[1] بنام حکیم مولوی بشیر علی صاحب علوی

(۳۴۴) پاس انفاس اور دفعیہ خطرات کی تعلیم۔ خطرات کو مسجد کا کوڑا سمجھنا چاہیئے

بخدمت ہمہ لطف و محبت برادرم مولوی بشیر علی صاحب زاد لطفہٗ۔ از فقیر حبیب حیدر

پس سلام مسنون و دعاہائے حصول مقاصد دوجہانی واضح باد۔ پاس انفاس کو جو آپ نے پوچھا سو اُسکے متعلق یہ لکھتا ہوں کہ کچھ ضروری نہیں ہے کہ لفظ اللہ ھُو ہی زبان سے نکلے بلکہ ہر سانس کی آمد و رفت میں اس کا خیال رکھیئے اور اس قسم کی جب عادت پڑ جاتی ہے تو پھر سوتے جاگتے بلا کسی تحریک کے برابر سانس سے یہ ذکر جاری رہتا ہے۔ اور بالجہر اگر بوقت تنہائی کیا جائے تو مناسب ہی۔ قیام برزخ کا طریقہ بالمواجہہ آپکی سمجھ میں خوب آسکتا ہے یوں لکھنے سے شاید آپکے خیال میں بخوبی نہ آسکے لہذا عند الملاقات آپکو سمجھا دیا جائے گا۔ خطرات اگر پریشان کرتے ہوں تو قبل شروع کرنے ذکر کے لاحول ۳ سو مرتبہ پڑھ لیا کیجیئے۔ اس پر بھی اگر خطرہ آئے تو اُس سے خبر نہ ہوجیئے بلکہ یہ خیال کر کے کہ جس طرح سے ہوا چلنے کی حالت میں جھاڑو مسجد میں دیجاتی ہے اور کوڑا بار بار اڑ کر آتا ہے مگر صاف کرنے والا جھاڑو سے باز نہیں رہتا ہے اسی طرح ذکر کرنے والا بھی خطرات کی طرف خیال نہ کرے۔ اپنے کام میں مصروف رہے اگر توجہ نہیں ہوتی ہے تو نہ ہو۔ محض بہ تعمیل ارشاد مشغول رہے۔ آخر میں خطرات خود بھاگ جاتے ہیں۔ باقی انشاء اللہ توجہ قلبی سے کسی وقت غافل نہ رہوں گا۔ آپ مطمئن رہیں۔ فقط

---

[1] حکیم مولوی بشیر علی علوی خلف پنجم حکیم مولوی حبیب علی صاحب کاکوروی کی تاریخ ولادت ۲۲ شعبان ۱۳۰۱ھ ہے۔ فارسی اور عربی اور طب کی تعلیم اپنے والد سے پائی۔ انکو حضرت والد ماجدؒ سے بیعت ہے۔ اوراد و اشغال حضرت سلطان المحبوبین سے اخذ کیے۔ بہت نیک طبیعت اور منکسر المزاج شخص ہیں۔ اسی صوبہ میں ریلوے کے محکمہ میں ملازم رہے۔ فی الحال شہر کانپور میں مطب کرتے ہیں اپنے بڑے بھائی حکیم مولوی وصی علی کے بعد سے شہر اٹاوہ کی عیدگاہ کے امام ہیں۔

(۴۴) ع جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ کے معنی مصلحت خداوندی پر یقین رکھنا چاہیے۔

بخدمت ہمہ لطف وعنایت برادرم سراپا کرم مولوی بشیر علی صاحب ادلطفہ۔ از فقیر زادہ حبیب حیدر

سپس سلام مسنون الاسلام و دعاہائے خیر صلاح و جہانی خلاصۂ مرام آنکہ آپ کا ایک عنایت صحیفہ اس سے قبل بھی پہنچا تھا مگر چونکہ اُسکے ایک روز پیشتر میں آپکے پہلے صحیفہ کا جواب بھیج چکا تھا اس وجہ سے دوبارہ نہیں بھیجا۔ یہ نہیں خیال کیا تھا کہ آپ سمجھیں گے کہ میں ناراض ہوگیا۔ میں کیوں ناراض ہوجاتا۔ صرف اسوجہ سے کہ آپکے عنایت صحیفہ میرے نام آتے ہیں۔ یہ تو کوئی وجہ نہیں ہے۔ آپ کا خیال ہی خیال ہے میں ہرگز خفا نہیں ہوں۔ رہا تبادلہ وہ بھی ہوا جاتا ہے۔ اب آپ چونکہ ہر طرف سے کوشش کرکے تھک چکے ہیں۔ اور اسباب کوئی ذریعہ نہیں معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا ع جز شکستہ می نگیرد فضلِ شاہ۔ مجھ کو آپ دعائے دلی اور توجہ قلبی سے غافل نہ جانیئے۔ اب یہ کہ دیر کیوں ہے یہ خدا کی مصلحت ہے۔ اسکو کچھ وہی خوب جانتا ہے۔ دوسرے یہ کہ حاکم مجازی بھی پرتو حاکم حقیقی کا ہے۔ بہت سی دعائیں ہوتی ہیں کہ جو جلد قبول نہیں ہوتی ہیں۔ اور انسان کو اُس پر انزجار ہوتا ہے۔ تو اس کے واسطے اتنا خیال کرلینا چاہیئے کہ اللہ کی مصلحت ہماری مصلحت سے کہیں برتر اور بہتر ہے۔ ہمارے واسطے وہ جو کرے گا اچھا ہی سمجھ کر کرے گا لہٰذا اسمیں بھی مصلحت ہی۔ باقی تبادلہ آپ کا ہوا جاتا ہے گھبرایئے نہیں۔ ذرا مستقل مزاج رہیئے۔ کوئی خواہش آپکی باقی نہیں رہے گی جو پوری نہو۔ اب جو کچھ انتشار ہوتا ہے وہ مقتضائے بشریت ہے میرا یہ لکھنا بھی اُسی مقتضا کے کم کرنے کے واسطے ہے۔ اور مخصوص اسواسطے ہے کہ آپ بہت گھبرایا نہ کیجئے۔ بلکہ مستقل مزاج رہا کیجئے۔ معلوم نہیں کہ اپنے کو آپ بدنصیب کیوں سمجھتے ہیں۔ خدا جانے کس بات کی بدنصیبی ہے۔ اگر یہی تبادلہ نہ ہونے کی وجہ سے ہے تو یہ کچھ

نہیں ہے۔ درفع ہوئی جاتی ہے۔ فقط

مکاتیب بنام حکیم مولوی حافظ محمد احمد[۱] صاحب علوی

(۴۵) دفع شرحسد حاسدین کیلئے دعا کی تلقین بحالت کمی آمدنی استقلال کی ترغیب

بخدمت ہمہ لطف و محبت محب الفقراء عزیزی دلہا عزیزی مولوی حکیم حافظ محمد احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

از فقیر حبیب حیدر پس سلام مسنون و دعاہائے صلاح و فلاح دارین خلاصۂ مضمون اینکہ حاسدین کے متعلق جو کچھ کیفیت تھی وہ پہلے ہی بذریعہ اخوی صاحب مکرم مولوی محمد سمیع علی صاحب کے دریافت ہوگئی تھی۔ اب دوبارہ اس صحیفہ محبت سے زیادہ تفصیل سے معلوم ہوگئی۔ جو اوراد کہ پہلے سے ورد میں ہیں وہ بدستور رہیں۔ اور سورۂ لایلف قریش اکثر اوقات بعد نماز عشاء پڑھ لی جایا کرے۔ یا نادعلی اسی مقدار میں۔ یہ دونوں چیزیں قریب قریب ایک ہی اثر رکھتی ہیں۔ تا وقتیکہ موجودہ کیفیت ان لوگوں کی کم نہ ہوجائے برابر پڑھتے رہنا چاہیئے اور جب یہ کیفیت رفع ہوجائے تو فوراً چھوڑ دیا جائے۔ پہلے کے وظائف بہت چیدہ اور منتخب ہیں انکو برابر ورد میں رکھنا چاہیئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ بہت نافع ثابت ہونگے۔ کمی آمدنی مطلب سے پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ دنیوی حالات ہیں۔ انہیں کمی و زیادتی ہوا ہی کرتی ہے۔ اس سے زائد متفکر نہ ہونا چاہیئے۔ مجھ کو حسب وعدہ دعائے دلی اور توجہ قلبی سے نہ غفلت تھی اور نہ رہے گی۔ استقامت پورے طور سے ہوئی جاتی ہے اور اس

---

[۱] حکیم مولوی حافظ محمد احمد خلف ششم حکیم مولوی حبیب علی صاحب کاکوروی کی تاریخ ولادت ۹ ربیع الاول ۱۳۱۵ھ ہے۔ فارسی اور عربی کی تعلیم اپنے والد اور برادر بزرگ حکیم مولوی وصی علی سے اور مدرسہ نظامیہ فرنگی محل لکھنؤ میں پائی اور طب کی سند مدرسہ تکمیل الطب لکھنؤ سے حاصل کی حضرت والد ماجد سے بیعت ہے۔ اور اوراد و اشغال حضرت سلطان المجذوبین سے اخذ کیئے۔ بہت مہذب اور خوش اوقات آدمی ہیں۔ شہر مین پوری میں مطب کرتے ہیں اور وہیں عیدگاہ کے امام بھی ہیں ۱۲

قلت آمدنی کا جبر و نقصان بھی جلد ہوا جاتا ہے۔ والسلام فقط۔

(۴۶۱) حالت پریشانی میں فضل الٰہی کا امیدوار رہنا چاہیئے۔ ذکر نفی اثبات کی تلقین

بخدمت ہمہ محبت عزیز بجان سعید اقران مولوی حکیم حافظ محمد احمد صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ۔ از احقر حبیب حیدر پس سلام مسنون و دعا ہا سے حصول مقاصد دارین و رفع تشویشات لاحقہ مدعا اینکہ واقعی برادر عزیز متین سلمہ کو اس طرف چودہ پندرہ روز شدید بخار آیا جس سے انکو ضعف زیادہ ہوگیا۔ اب بعنایت الٰہی بخار تو نہیں ہے مگر ضعف باقی ہے اور وہ بوجہ قرب رمضان المبارک زیادہ متعلق الخاطر ہیں۔ خدا کرے جلد یہ ضعف رفع ہو جائے دور تو اب بھی کرتے ہیں دو ایک پاروں کا مگر اتنے ہی میں تھک جاتے ہیں اور زائد نہیں پڑھ پاتے۔ خداوند عالم کے فضل و کرم سے امید ہے کہ جلد یہ کیفیت رفع ہو جائے گی۔ برادر عزیز متین سلمہ کی قدح چشم کا مرحلہ بھی درپیش ہے۔ کل لکھنؤ میڈیکل کالج سے اطلاع ملی ہے کہ وارڈ خالی ہے۔ ایک اپریشن اب ہوگا اور دوسرا ماہ فروری میں۔ کل وہاں جانے کا ارادہ ہے۔ خدا راست لائے اور عمدہ طور سے اپریشن ہو جائے تو اطمینان ہو۔ کچھ عجب اپنی شامتِ اعمال ہے کہ کثرت تعلقات و تردداۃ سے مخلصی نہیں ہو پاتی۔ بہر حال شکر ہے اپنی بداعمالی کا مقتضا ہے جو دیکھا جا رہا ہے۔ تمہاری پریشانیوں اور افکار غیر معمولی کا حال سنکر جو قلق دل کو ہوتا ہے اور رہتا ہے اسکو بار بار کیا لکھوں۔ صرف اسقدر لکھتا ہوں کہ مایوس نہ ہو اور اللہ کے فضل و کرم پر بھروسہ رکھو۔ یہ کیفیت رفع ہوئی جاتی ہے کسی کی حالت ہمیشہ ایک سی نہیں رہتی ہے۔ تغیرات برابر ہوتے رہتے ہیں۔ امام خاں دفتری کی درخواست بھی معلوم ہوئی مناسب ہے وہ ذکر شروع کریں۔ اللہ تعالےٰ انکو اسکے برکات و انوار سے مستفید و مستفیض فرمائے۔ احقر وقت

ذکر کا بعد نماز تہجد کے ہے اگر اُس وقت آنکھ نہ کھل سکے تو پھر بعد نماز صبح کے یا بعد نماز مغرب کے۔ مگر وہ وقت کچہری میں ہونے کا ہے لہٰذا اُسوقت سے تو قطع نظر کی جائے۔ اب وہی صبح کا وقت رہا۔ تو اگر تہجد کے بعد ہو تو بہت اچھا ہے ورنہ بعد نماز صبح کے کیا جائے۔ ابتدا میں ذکر نفی و اثبات کیا جاتا ہے۔ وہی کرنا چاہیئے۔ اس طرح پر کہ باوضو دو زانو قبلہ رو ہوکر بیٹھیں اور لفظ لا کو ناف کے نیچے سے کھینچکر سیدھے شانہ تک لا کر وہاں لفظ الٰہ کہے اور پھر الا اللہ کی ضرب بائیں جانب قلب پر دے۔ تو یہ ذکر لا الٰہ الا اللہ دو سو بار سے شروع کرے اور اسکو روزانہ پچیس بار اضافہ کرتا رہے بشرطیکہ بہت گرمی نہ معلوم ہو۔ اور پانچ سو بار تک بڑھائے اور اگر گرمی زائد محسوس ہو تو کم رکھے یعنی تین سو بار۔ اور اثبات مجرد یعنی خالی ضرب الا اللہ کی نفی اثبات سے زائد رکھے یعنی اگر مذکورہ بالا ذکر دو سو بار ہو تو یہ تین سو بار اور اگر وہ تین سو بار ہو تو یہ چار سو بار۔ اسی طرح خیال رکھے اور ہر سیکڑہ پر صرف زبان سے ایک بار محمد رسول اللہ بلا ضرب کے کہہ لیا کرے۔ مزید تشریح ذکر نفی اثبات کی حضرت خداوند نعمت قدس سرہٗ العزیز کے مکاتیب شریفہ موسومہ بہ جواہر المعارف میں صفحہ ۱۰۱ و صفحہ ۱۴۲ میں موجود ہے۔ یہ کتاب تو تمھارے پاس موجود ہوگی۔ اسمیں دیکھ کر اُن کو اُسی کے موافق بتادو۔ اور جو دو ایک وظیفہ اس خط میں لکھے ہوں وہ بھی بتادو کہ اُن کا پڑھنا مفید اور ضروری ہے۔ اب چونکہ ماہ رمضان المبارک قریب آگیا لہٰذا اس ماہ مبارک میں ذکر دو سو بار سے زائد نہ بڑھایا جائے۔ بعد اس ماہ مبارک کے پھر اختیار ہے کہ جو تعداد اوپر لکھی ہے اُس سے زائد بھی بڑھا سکتے ہیں۔ یہ میں نے اسوجہ سے لکھدیا ہے کہ ماہ مبارک میں اور بھی عبادات ہیں۔ اُن کا بھی کرنا ضروری ہے۔ وہ اس ذکر کے سبب سے نہ ترک کیئے جائیں اور سب سے مقدم بات یہ ہے کہ ذکر سیری کی حالت میں

نہ کرنا چاہیئے۔ اس سے بجائے انشراح کے انقباض ہوجاتا ہے اور یہ بہت مضر چیز ہے۔ اس کا خاص طور پر خیال رکھا جائے اور قبل ذکر شروع کرنے کے فاتحہ بنام حضرات پیران شجرۂ طیبہ ضرور پڑھنا چاہیئے اور ایک دو تسبیح استغفار کی بھی پڑھی جایا کریں۔ والسلام فقط۔

مکاتیب بنام مولوی کرم احمد صاحب[۱] علوی عرف میر نذر علی درد کاکوروی

(۴۷) دفع کند ذہنی کے لیے وظیفہ اور سعی عمل کی تلقین

برادر عزیز بجان میاں کرم احمد صاحب سلمہٗ۔ از حقر حبیب حیدر یس سلام مسنون و دعا ہا آنکہ صحیفہ اہلیت رقم دستی پہونچکر باعث فرح ونشاط یاد آوری ہوا۔ تم نے جو اپنی کمی حافظہ کی شکایت لکھی اُس کا بھی حال معلوم ہوا۔ ایک دعا اسی خط کی پشت پر لکھتا ہوں اس کو صبح و شام سات سات بار معہ تین تین بار اول و آخر درود شریف کے وظیفہ کے طور پر پڑھ لیا کرو۔ انشاء اللہ کُند ذہنی جاتی رہے گی اور گیارہ روز تک قبل سبق پڑھنے کے سات بار پڑھ کر اپنے اوپر دم کر لیا کرو۔ باقی تمھارا خط تو بہت طویل ہے اسکے ہر ہر فقرہ کا جواب لکھنا مشکل ہے۔ مختصر یہ ہے کہ تم اپنی طاقت بھر کوشش سے باز نہ رہو۔ انشاء اللہ تمھاری کوشش رائیگاں نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہر آدمی کی محنت ٹھکانے لگاتا ہے۔ اُسی کے رحم و کرم پر بھروسہ رکھو۔ اُسی کے ہاتھ میں سب کچھ ہے۔ تمھاری محنت ہرگز رائیگاں نہ جائے گی۔ لیس[۲] للانسان الا ما سعی۔ دعا پشت خط پر لکھی ہے۔ فقط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یا من ھو فی علوہ کائن یا من ھو فی علمہ محیط یا من ھو فی عزہ لطیف

---

[۱] ان کا حال حواشی صفحات ماسبق میں مذکور ہو چکا ہے ۱۲

[۲] نہیں ہے واسطے انسان کے سوائے اسکے کہ کوشش کرے ۱۲

یامن ھو فی لطفہ شرایف یامن ھو فی فعلہ حمید یامن ھو فی مجدہ متیر برحمتک یاارحم

الراحمین ہفت بار معہ اول وآخر درود شریف سہ سہ بار بخواند۔

(۴۸) عمل پڑھنے کی ممانعت۔ قبولیت دعا کے لیۓ وظیفہ سورہ فاتحہ کی تعلیم

بخدمت ہمہ اہلیت ومحبت برادر عزیز بجان مولوی مکرم احمد سلمہ اللہ تعالےٰ۔ از احقر

حبیب حیدر بسپس سلام مسنون و دعاہائے صلاح وفلاح دوجہانی واضح باد۔ جس عمل کے پڑھنے کے

واسطے تم نے مجھ سے پوچھا تو وہ عمل تو اچھا ہے برا نہیں ہے۔ مگر میرے خیال ناقص ہیں تمکو ابھی عمل

کے پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ سورۂ فاتحہ گیارہ بار درمیان سنت اور فرض نماز فجر کے

پڑھکر جو دعا مانگنا ہو مانگ لیا کرو۔ باقی اگر اُن بزرگ نے تمکو عمل بتایا ہے اسکو لے لو۔ پڑھنے کی

کوئی ضرورت نہیں۔ بلکہ جو میں لکھ رہا ہوں اسی کو پڑھو اور میرے ہی لکھنے پر کاربند ہو عملیات

میں اکثر بد احتیاطی ہو جاتی ہے جس سے مضرت کا اندیشہ ہے تو کوئی بات ایسی کہ جسمیں مضرت کا

خیال ہو نہ کرنا چاہیئے۔ فقط

(۴۹) شغل برزخ کی تعلیم

بخدمت ہمہ محبت عزیز بجان سعید اقران عزیزی مکرم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ۔ از فقیر

حبیب حیدر بسپس سلام مسنون و دعاہائے حصول مقاصد دارین مدعا اینکہ اس سے قبل ایک خط معہ

رسالہ سراج الفقر اعزیزی نقی علی سلمہ کے ہاتھ بھیج چکا ہوں غالبًا پہونچا ہوگا۔ دو چار روز ہوئے

کہ تمہارا دوسرا نامۂ محبت رقم معہ شجرات کے پہونچا ممنون کیا خداوند عالم باین عنایت ومحبت

زندہ وخوش رکھے اور مقاصد دلی میں کامیاب کرے۔ رسالہ خانوادہ کو لکھ رہا ہوں مگر

افسوس کہ بوجہ عدیم الفرصتی روزانہ اسکو نہیں لکھ پاتا۔ وقت فرصت لکھتا ہوں خداوندعالم پورا کرادے۔ تم نے جو تمنا اپنی لکھی وہ بھی معلوم ہوئی تم روزانہ بعد نماز صبح خواہ بعد نماز مغرب کے شغل برزخ کیا کرو اس طرح سے کہ اولاً دوزانو بیٹھ کر استغفار دوسو بار پڑھا کرو اسکے بعد اپنے مقابل برزخ اپنے حضرت پیرومرشد برحق قدس سرہ العزیز کی تصور کیا کرو انشاءاللہ تعالے وہ قائم ہوجایا کرے گی ہیں خود بھی توجہ دلی سے غافل نہیں رہوں گا۔ فقط

(۵۰) ادائے قرض کیلئے دعا کی تعلیم

بخدمت ہمہ لطف ومحبت محب لفقرا مقبول حق برادر عزیز مکرم احمد صاحب سلمہٗ۔ از جعفر حبیب حیدر پس سلام مسنون ودعاہائے حصول صلاح وفلاح دارین واضح باد۔ ادائے قرض کیلئے سورہ والعادیات بعد نماز صبح کے گیارہ بار روزانہ پڑھ کر دعائے ادائے قرض مانگ لیا کرو۔ فقط

مکاتیب بنام منشی مقبول علی صاحب علوی

(۵۱) وظائف میں جی لگنے کی ترکیب۔ دعائے حضرت انس کے پڑھنے کا طریقہ قصیدہ غوثیہ کے متعلق تحقیق۔ شغل قادریہ وذکر نفی اثبات کی ترکیب۔ خدارسی وخداپرستی کیلئے لباس کی قید ہے یا نہیں۔ لباس کے مصالح۔ ترکیب دعائے قطب۔ ایک خواب کی تعبیر۔

بگرامی خدمت ہمہ عطوفت ومکرمت اخوی صاحب معظم ومکرم مولوی محمد مقبول علی صاحب[1]

---

[1] مولوی مقبول علی خلف اکبر حکیم مولوی محب علی صاحب علوی کاکوروی کو حضرت جد امجدؒ سے بیعت تھی۔ اوراد وظائف حضرت سلطان المحبوبینؒ سے اخذ کئے بسلسلہ ملازمت صوبہ ہذا کے مختلف اضلاع میں رہے پنشن لینے کے بعد کاکوری میں رہے۔ تقریباً ستر سال کی عمر کے بعد ۱۷ رجب ۱۳۵۰ھ کو وفات پائی اور تکیہ شریف کے قبرستان میں دفن ہوئے ۱۲

زاد مجدہٗ۔ از فقیر حبیب حیدر۔ بس تسلیم مسنون تکریم مشحون و دعائے حصول مقاصد دارین التماس اینکہ آپنے جو اپنی قلبی حالت لکھی وہ معلوم ہوئی جب دل میں اوراد و ظائف سے توحش پیدا ہو تو اُسوقت یہ غور کیا جایا کرے کہ طبیعت راغب کس طرف ہوتی ہے۔ اگر خدا نخواستہ منہیات شرعیہ کی طرف میلان معلوم ہو تو استغفار یا لاحول بلا تعداد پڑھنا چاہیئے یہاں تک کہ وہ خیال نیز کیفیت توحش رفع ہوجائے۔ اور اگر منہیات شرعیہ کی طرف میلان نہ معلوم ہو بلکہ بے شغلی کی طرف میلان معلوم ہو تو اسوقت کچھ پڑھنا نہ چاہیئے بالکل ساکت رہنا چاہیئے تھوڑی دیر کی اس بے شغلی سے طبیعت گھبرا کر ضرور کسی مشغلہ کی طرف راغب ہوگی۔ اُسوقت پھر انھیں اوراد میں جنسے طبیعت گھبراتی ہو مشغول ہوجانا چاہیئے یہ صورت نماز کیلئے نہیں ہے۔ وہ تو بہر صورت ادا ہی کرنا چاہیئے دل لگے یا نہ لگے۔ وہ فرض ہے کسی حال میں ترک نہیں ہوسکتی۔ بلکہ علاوہ نماز کے جو وظائف و اوراد ہوں انکے لیئے یہ صورت اختیار کی جائے۔ امید ہے کہ مفید ہوگی۔ سوالات مستفسرہ کے متعلق یہ گذارش ہے کہ دعاے حضرت انسؓ کی آپ کو اجازت ہے۔ آپ حسب معمول پڑھتے رہیں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے مکاتیب میں جس طرح یہ دعا لکھی ہے اور آپ کو جس طرح پر آپکے والد ماجد مغفور نے بتائی اُسمیں فرق صرف کمی اور زیادتی عبارت کا معلوم ہوتا ہے۔ جس بزرگ کو جس طرح سے پہونچی اسی طرح پر اُس نے لکھی۔ آپ کا یہ خیال کہ آپکے والد ماجد مغفور کو اُنکے حضرت پیر مرشد برحق قدس سرہ العزیز نے دونوں دعاؤں کو ایک ساتھ ملا کر پڑھنے کو بتایا ہوگا قرین قیاس معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپکے حضرت جد امجد مغفور کو حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ العزیز نے بتایا ہو اور انھوں نے آپکے والد ماجد مغفور کو۔ بہر صورت آپکے لیئے یہی طریقہ بہتر ہے کہ جس طرح آپ پڑھتے ہیں۔ سوال دوم کے متعلق یہ گذارش ہے کہ قصیدۂ غوثیہ خود حضرت

غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا ہے یہ قول کہ آنحضرت کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے میرے نزدیک غلط ہے۔
اصول المقصود میں حضرت شاہ باسط علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے حال میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ
تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت موصوف کو اس قصیدہ کی اجازت بلا واسطہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کی روحانیت سے تھی اور آپ جب اسکو پڑھنا شروع کرتے تھے تو پہلا مصرعہ پورا نہیں ہونے پاتا تھا کہ
حضرت غوث رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی برزخ شریفہ سامنے آکر متکلم ہوتی تھی۔ لہٰذا میرے نزدیک تو یہ قصیدہ
آنحضرت ہی کا ہے۔ آپ اگر پڑھنا چاہیں تو اسی عقیدہ سے پڑھیں۔ دل میں یہ خیال نہ لائیں کہ یہ قصیدہ
آپ کا نہیں ہے منسوب کر دیا گیا ہے۔ اصول المقصود صفحہ ۵۴ میں یہ قصہ مذکور ہے جو عرض کیا گیا۔
سوال سوم کے متعلق یہ گذارش ہے کہ شغل قادریہ اس طرح کیا جاتا ہے کہ بعد نماز مغرب کے دوزانو بیٹھ کر
لفظ اللہ کو ناف کے مقابل سے، سانس میں کھینچکر داہنے شانہ تک لائے بعد اُسکے گردن کو گھما کر لفظ ھو کو
آہستہ سانس کے ذریعہ قلب پر پھونکے، اور یہ خیال کرے کہ اپنا جسم بمنزلہ ریگ کے تودہ کے ہے کہ جو
لفظ ھو کے پھونکنے سے اُڑ رہا ہے حسب ارشاد اس کا طریقہ عرض کیا جاتا ہے لیکن اسکو آپ ابھی نہ کریں
تاوقتیکہ میں آپکے بالمواجہ اس شغل کو نہ کروں اور آپ اسکو نہ دیکھیں۔ سوال چہارم کے متعلق یہ گذارش
ہے کہ پاس انفاس نفی و اثبات اس طرح پر کیا جاتا ہے کہ جو سانس باہر سے اندر کو جائے اُسمیں لفظ لا کو
تصور کر کے زیر ناف سے گھسیٹ کر داہنے شانہ تک لائیں اور شانہ تک لا کر سانس ہی میں لفظ الٰہ کہیں
اسکے بعد گردن گھما کر سانس ہی کے ذریعہ لفظ الا اللہ بلا آواز کے صرف سانس سے دل پر ضرب دیں۔
پاس انفاس والا تسبیح ہی پر شمار کر کے کیا جاتا ہے۔ اُس حالت میں اسکی کوشش رکھیے کہ خیال تسبیح کی
طرف نہ جانے پائے بلکہ اصل مقصود کی طرف رہے۔ اب اگر سیکڑہ پورا ہونے کے بعد شمار کے وقت یعنی

شمار دانہ اُٹھاتے وقت کچھ خیال میں تبدیلی معلوم ہو تو ایک بار استغفار پڑھ کر پھر اصل مطلب کی طرف مشغول ہو جائے۔ اتنی دیر کی غفلت انشاء اللہ تعالیٰ باعث نقصان نہ ہوگی۔ سوال پنجم کے متعلق یہ گذارش ہے کہ خدا طلبی یا خدا پرستی یا خدا رسی کے لیے ہرگز لباس یا وضع کی قید نہیں جس لباس اور وضع میں چاہے رہے مگر خدا کے ساتھ معاملت میں سچا رہے اور خدا کو اپنی حالت کا حاضر و ناظر جانتا رہے۔ اب یہ کہ پھر ان قیود میں کیوں پڑے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قیود میں انسان خود نہیں پڑتا ہے بلکہ ڈالا جاتا ہے یعنی شیخ وقت جب کسی طالب صادق میں استعداد ارشاد یہ پاتا ہے اور رشل اپنے خیال کر لیتا ہے تب اسکو اپنا لباس عنایت کرتا ہے اور اُسی وضع کو اختیار کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ طالب کا اسکو اختیار کرنا بحیثیت مامور و تابع ہونے کے ہوتا ہے نہ اور کسی وجہ سے۔ ہاں محض دنیا کمانے یا عوام پر اپنا اثر ڈالنے کی غرض سے وہ لباس یا وضع اختیار کرلے تو اُس پر ویسا ہی اثر پڑے گا کیونکہ ہر عمل کا دارومدار نیت پر رکھا گیا ہے۔ اسکے متعلق کتاب مستطاب حوض الکوثر تکملۂ روض الازہر میں بضمن ارشادات حضرت مرشدنا و مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہٗ حضرت خداوند نعمت قدس سرہٗ العزیز نے مختصر مفید تشریح بھی فرمادی ہے۔ اب یہ کہ اس خاص وضع اور خاص لباس کے اختیار کرنے میں کیا مصالح ہیں اسکے متعلق کتاب مستطاب شرائط الوسائط کے آخری باب کافی ہیں۔ وہ ملاحظہ کر لیجئے۔ اُن سب کے لکھنے میں ایک طوالت ہے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے رسالہ مبدء و معاد میں اسکے متعلق لکھا ہے۔ سوال ششم کے متعلق یہ گذارش ہے کہ دعائے قطب امسال بھی اگر تین سال نہو چکے ہوں تو اُسی ترکیب اور طریقہ سے پڑھی جائے۔ کیونکہ اس دعا کی زکوٰۃ تین سال میں پوری ہوتی ہے۔

لہ مراد حضرت والد ماجدؒ ۱۲

دعائے قطب ایک سو گیارہ بار معہ بسم اللہ کے قبل اور بعد اُس دوگانہ کے پڑھنا چاہیئے جو روح پر فتوح حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پڑھکر بخشا جائے گا۔ خواب میں جو آپنے حضرت پیر و مرشد برحق نیز میرے حضرت والد ماجد قدس سرہما کو دیکھا اور انھوں نے آپ کو دودھ عنایت کیا اسکی تعبیر یہ ہے کہ آپکو معرفت حق ان دونوں بزرگوں کی توجہ سے نصیب ہوگی۔ غالباً آپ سوتے وقت فاتحہ پڑھکر ان حضرات کو بخشتے ہونگے اگر نہ بخشتے ہوں تو اب معمول کرلیں۔ والتسلیم مع التکریم۔ فقط

(۵۲) لائے ہوئے اور آئے ہوئے ذوق و شوق میں فرق۔ تصفیہ قلب کا آسان طریقہ۔ دعائے قطب اور شغل قادریہ کے متعلق چند ہدایات۔

بگرامی خدمت ہمہ عطوفت و مکرمت اخوی صاحب معظم و مکرم مولوی مقبول علی صاحب زاد مجدہٗ

از حقر حبیب حیدر بسیس تسلیم مسنون تکریم مشحون و دعاہائے حصول مقاصد دارین التماس اینکہ یہ ارشاد کہ جب خط آتا ہے تو اُس سے کلفت دور ہوکر ذوق و شوق پیدا ہوجاتا ہے آپ کا حُسن ظن ہے چونکہ آپکی میرے حال پر نظر شفقت مبذول ہے لہٰذا ویسا ہی اثر معلوم ہوتا ہے۔ مگر یہ ذوق و شوق پختہ اور واقعی نہیں کہا جاسکتا بلکہ یہ ذوق و شوق گویا آوردہ ہے۔ بذریعہ مشغولی اور پاس انفاس کی مواظبت کے اس امر کی کوشش فرمائی جائے کہ ذوق دل سے پیدا ہو۔ جس وقت کہ وظیفہ میں دل نہ لگے اسوقت اس امر پر ضرور غور فرمایا کیجیے کہ کیوں نہیں دل جمتا ہے جیسا کہ میں عریضہ سابقہ میں گذارش کرچکا ہوں۔ تصفیہ قلب کے واسطے تو طریقہ پہلے ہی گذارش کرچکا ہوں وہ برابر عمل میں رکھا جائے اُس سے صفائی کما حقہ ہو جائیگی پاس انفاس کی تعداد پانچسو بار سے کم دن رات میں نہونا چاہیئے۔ پاس انفاس میں اگر کسیوقت تعب و تکان معلوم ہوا کرے تو آپ لیٹ کر بقیہ تعداد پوری کرلیا کریں اسمیں حرج نہیں ہے۔ یہ جو طریقہ تصفیہ قلب کا

گذارش کیا گیا ہے بہت آسان ہے۔ اس سے زائد آسان طریقہ یہ ہے کہ جو خطرات آئیں انکو اپنے سے علیحدہ نہ جانیے بلکہ یہ خیال کر لیجیے کہ ہم ہی میں سے یہ پیدا ہوتے ہیں اور ہم ہی میں فنا ہو جاتے ہیں۔ چند دنوں اسکی مشق کرنے سے خطرات کا آنا بند ہو جائے گا۔ دعائے قطب جس طرح سے اول عشرہ میں آپ ایک سال پڑھ چکے ہیں اسی طرح اب بھی پڑھیے۔ دوسرے عشرہ میں نہ پڑھی جائے۔ کلام مجید آپ اسی مسجد میں سنیں جہاں تین پارے پڑھے جاتے ہیں ہمیں کوئی حرج نہیں ہے۔ بعد ختم تراویح قبل وتر پڑھنے کے دعائے مذکورہ شروع کر دیجیے کیونکہ زکوٰۃ کے طریقہ میں یہ امر بھی داخل ہے کہ جس طرح سے ایک بار عمل کر چکا ہو اسی طرح آخر تک کرے۔ چونکہ آپ سال گذشتہ عشرہ اول میں پڑھ چکے ہیں لہٰذا اس سال اور آئندہ سال بھی اسی طرح چاہیے۔ علاوہ اسکے میں نے حضرت خداوند نعمت قدس سرہٗ سے یہ سنا ہے کہ دعائے قطب کے پڑھنے کا زمانہ بہتر ماہ مبارک کا عشرۂ اول ہی ہے۔ اسی لحاظ سے میرا خیال بھی یہی ہے کہ عشرہ اول رکھا جائے شغل قادریہ بھی آپ نے کرنا شروع کر دیا۔ خیر کوئی حرج نہیں۔ اگر تشریف آوری کا ارادہ نہیں ہے تو آپ اس کو کرتے رہیں۔ میں نے اسی خیال پر لکھا تھا کہ فی الحال جو پاس انفاس کیا جاتا ہے برائے تصفیۂ قلب وہی کافی ہے زیادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اب یہ کیا جائے کہ ماہ مبارک بھر شغل قادریہ ملتوی کر دیا جائے بعد ماہ مبارک کے پھر جس وقت کیا جاتا ہو کیا جائے۔ غالبًا وہ بعد نماز مغرب کے کیا جاتا ہوگا اور ماہ مذکورہ میں وہ وقت بالکل ناموزوں ہے کیونکہ وہی وقت افطار اور کھانے کا ہوگا۔ اسوقت کرنے میں کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ باقی خیریت ہے۔ والتسلیم مع التکریم۔ فقط

(۵۳) چند اشعار کے معانی و مطالب۔

بگرامی خدمت ہمہ عطوفت و مکرمت اخوی صاحب معظم و مکرم مولوی مقبول علی صاحب زاد مجدہٗ

از حقر حبیب حید رسبیں تسلیم مسنون تکریم مشحون و دعاہائے حصول مقاصد دارین و مطالب نشاتین التماس
اینکہ حضرت سید علاء الدین رح کی غزل مندرجہ اخبار الاخیار کے دوسرے شعر یعنی ؎

بجستجوئے نیابد کسے مراد دلی	کسے مراد بیابد کہ جستجو دارد

کا مطلب میرے خیال ناقص میں یہ آتا ہے کہ ظاہری و تقلیدی جستجو سے کوئی شخص اپنے دلی مقاصد میں
کامیاب نہیں ہوتا جب تک کہ وہ جستجو اصلی اور دلی نہ ہو۔ مراد دلی سے اس شعر میں ہر مراد ہو سکتی ہے
خواہ دینی ہو یا دنیوی۔ دنیا میں کوئی امر بغیر پریشانی و تکلیف اٹھائے نہیں حاصل ہوتا جیسا کہ غور
کرنے سے معلوم ہوتا ہے بہت امور بظاہر آسان معلوم ہوتے ہیں مگر انکے پورے ہونے میں بہت دقتوں کا
سامنا کرنا پڑتا ہے پہلے اور دوسرے مصرعہ میں مراد کے ایک ہی معنی میرے خیال میں آتے ہیں یعنی مطلوب
کے حاصل کرنے میں بجستجوئے دلی متوجہ ہونا چاہیئے نہ معمولی اور ظاہری توجہ سے کہ وہ چنداں کارگر نہیں
ہوتی ہے۔ تیسرے شعر کے دوسرے مصرعہ میں ساقی سے مراد مرشد کامل بھی لیا جا سکتا ہے اور خداوند عالم
کی صفت مبدء فیاضی بھی یعنی فیض رسانی۔ مطلب یہ ہوا کہ طالبین الی اللہ کا ذوق و شوق اگرچہ
اپنی حد و انتہا کو پہونچ گیا ہے لیکن مبدء فیاض کہ جس کا تعین دنیا میں مرشد کامل ہے اب بھی ویسا ہی
فیض رساں ہے کہ جیسا تھا۔ طالب کا متوجہ ہونا شرط ہے مقطع میں ایں کے لفظ سے مراد دل ہے ایں
کے لفظ کا استعمال بجائے ضمیر کے ہے وہ دل کی طرف پھرتی ہے مطلب یہ ہے کہ دل جو متاع گرانمایہ ہے
وہ کسی دلبر کے ہاتھ میں دیدینا چاہیئے کہ وہ اسکو اچھی طرح سے رکھنا جانتا ہے کیونکہ اسکے ہاتھ میں دیدینے
سے یکسوئی ہوجائے گی ورنہ یوں بالکل ادھر ادھر بھٹکتا رہے گا۔ باقی خیریت ہے۔ والتسلیم مع التکریم
فقط۔ از کاکوری

(۵۴) فیضی کے ایک شعر اور مولانا کے ایک شعر کا مفہوم۔ ترددات میں پھنس کر مشغولی نہ چھوڑ دینا چاہیے

بگرامی خدمت ہمہ شفقت و مکرمت اخوی صاحب معظم و مکرم مولوی مقبول علی صاحب زاد مجدہٗ

از احقر حبیب حید ر بس تسلیم مسنون تکریم مشحون و دعاہائے حصول مقاصد دارین التماس اینکہ

شغل قادریہ شروع کر دیا جائے کوئی حرج نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اسکے واقعی و اصلی نفع سے بہرہ یاب

کرے۔ فیضی کے شعر کا مطلب جو آپ نے دریافت کیا وہ جو کچھ خیال ناقص میں آتا ہے لکھتا ہوں ؎

بادہ در جوش است و رندان منتظر	ساقیا خذ ما صفا دع ما کدر

شاعر کا مطلب اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ساقی سے جوش شراب اور انتظار رندان کا اظہار کرتے ہوئے

شاعر یہ التجا کرتا ہے کہ شراب صاف جسکے قابل تو مجھ کو نہیں سمجھتا ہے اپنے لیئے رہنے دے اور کدر

یعنی تلچھٹ مجھے دیدے کہ میرے لیئے وہی بہت ہے۔ پس ساقی سے جس کا فیض عام ہے ایسی استدعا

کرنا اسکے شان کے منافی نہیں۔ حضرت مولانا ے رومی کا شعر ؎

چوں تجلی کرد اوصاف قدیم	پس بسوزد پاک حادث را گلیم

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب سالک پر تجلی صفاتی ہوتی ہے تو اسکی مقتضیات طبعی جس سے حدوث مراد ہے

سوخت ہو جاتی ہیں۔ تو بسوزد کا فاعل اوصاف پڑینگے۔ حضرت خداوند نعمت قدس سرہٗ نے جس مکتوب

میں یہ شعر تحریر کیا ہے اُسکے اوپر یہ بھی تحریر کر دیا ہے کہ مرد کامل بھی ہرگز ایک پہر ایک حال پر نہیں رہ سکتا

تو مکتوب الیہ صاحب جو کثرت ترددات سے ضعیف القلب ہیں وہ کیسے رہ سکتے ہیں مگر اس کو بھی ایک

حال سمجھنا چاہیئے اور مراد اس سے یہ ہے کہ حالت ترددات میں بھی جو مشغولی کرتا ہو وہ کرتا رہے اُس سے

غفلت نہ اختیار کرے اور عنایت خداوندی کا منتظر رہے۔ نہ یہ کہ ترددات میں پھنس کر انھیں ترددات کا

ہو رہے اور شغولی وغیرہ سب چھوڑ بیٹھے۔ باقی سب خیریت ہے۔ والتسلیم مع التکریم۔ فقط

(۵۵) میلان طبیعت کے وقت منہیات شرعی سے بچنے کا طریقہ فیضی کے شعر کی مکرر تشریح۔

بگرامی خدمت ہمہ شفقت و مکرمت اخوی صاحب معظم و مکرم مولوی مقبول علی صاحب زاد مجدہٗ۔

از حقر حبیب حیدر سیس تسلیم مسنون تکریم مشحون و دعاہائے رفع مکارہ دینی و دنیوی التماس۔ اینکہ موجودہ حالت قلب کی جو آپ نے لکھی وہ بھی معلوم ہوئی۔ اس کا اقتضا یہ ہے کہ حتی الوسع اوراد و وظائف کی پابندی رکھی جائے اور یہ خیال کر لیا جائے کہ جو کچھ پڑھا جاتا یا کیا جاتا ہے وہ محض بغرض تعمیل حکم کیا جاتا ہے اور اس تعمیل کے لیئے اس امر کی قید ہرگز نہ ہونا چاہیئے کہ اگر ذوق و حلاوت اسمیں نصیب ہو تو کیا جائے ورنہ چھوڑ دیا جائے منہیات شرعیہ کی طرف جو طبیعت کا میلان ہے اس کو یوں دفع کرنا چاہیئے کہ جب کوئی خیال بد دل میں آئے تو اُسوقت دو باتیں غور کرنا چاہیئے اول یہ کہ یہ خیال کیوں آیا دوم اس کی تعمیل سے نتیجہ کیا ہوگا اور نتیجہ کس حد تک مضر یا مفید ہوگا۔ ان سب امور پر غور کرنے سے لامحالہ کوئی نہ کوئی بات ضرور خیال میں آئے گی۔ اگر اُس امر کے کرنے سے انکار معلوم ہو تو فبہا اور اگر اقرار خیال میں آئے تو اسکو مکر نفس خیال کرنا چاہیئے جب نفس کا مکر سمجھ میں آئے گا تو ضرور طبیعت اُس سے ہٹ جائے گی۔ اور امید ہے کہ طبیعت کے ہٹنے سے ذوق بھی پیدا ہو۔ یہ غور و خوض جو عرض کیا گیا مفید ہوگا۔ عمل شرط ہے۔ صحیفۂ سابقہ میں آپ نے جو فیضی کا شعر لکھا تھا اور اُسکے معنی دریافت کیئے تھے کہ ؎

بادہ در جوش است و رندان منتظر	ساقیا خذ ما صفا دع ما کدر

اور اپنا یہ شبہ تحریر کیا تھا کہ ساقی کا فیض عام ہے اُس سے یہ استدعا کرنا خذ ما صفا دع ما کدر

یہ کیوں ہے۔ اس کا جواب یہ لکھا تھا کہ شاعر ساقی کو مخاطب کر کے کہ جس کا فیض عام ہے یہ درخواست کرتا ہے کہ شراب جوش میں ہے اور رند منتظر ہیں لہٰذا انہیں سے جو عمدہ اور صاف شراب ہے وہ تم اپنے لیئے رہنے دو اور تلچھٹ مجھ کو دو کہ میری استعداد کی مناسبت سے وہی مجھے بہت ہے۔ باقی خیریت ہے۔ والتسلیم مع التکریم۔ فقط

(۵۶) خطرات کی وجہ سے ذکر نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ البتہ موسم گرما میں چھوڑ دینا چاہیئے۔ لافاعل الا اللہ کی تشریح۔ خطرات و خیالات پر مواخذہ نہیں۔ ایک شعر کی تشریح۔

بگرامی خدمت ہمہ عطوفت و مکرمت اخوی صاحب معظم و مکرم مولوی مقبول علی صاحب ادام مجدہٗ۔ از حقیر حبیب حیدر بس تسلیم مسنون تکریم مشحون و دعاہائے حصول مقاصد دارین التماس اینکہ کیفیت پریشان خاطری وانقباض نیز پاس انفاس میں دل نہ لگنے اور اسکے ساتھ خطرات آنے کی بھی معلوم ہوئی خیر یہ خطرات تو آتے ہی ہیں اور آتے رہیں گے۔ انکی وجہ سے اگر پاس انفاس میں دل نہ لگتا ہو تو وہ کوئی چیز نہیں ہے۔ باوصف اسکے بھی آپ پاس انفاس کرتے رہیں۔ کیونکہ اس سے زائد مفید شغل آپکے واسطے کوئی نہیں ہوسکتا۔ اور یوں تو آپ ذکر کریں یا مراقبہ سب ہی میں خطرات آئیں گے۔ محض خطرات کی وجہ سے کسی مشغلہ کو جو باعث یادِ حق ہو نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ اب موسم گرما شروع ہے لہٰذا ذکر کرنا مناسب نہیں ہے اُس سے زائد گرمی محسوس ہوگی اور اس وجہ سے اور بھی دل نہیں متوجہ ہوگا۔ لافاعل الا اللہ کا مطلب یہ ہے کہ عالم میں کوئی فاعل سوا خدا کے نہیں اِس سے یہ خیال کہ صدور قبائح حق تعالیٰ شانہ سے ہونا لازم آتا ہے یہ غلط ہے۔ اس وجہ سے کہ صدور قبائح اجسام سے ہے اور خداوند عالم جسم سے منزہ ہے۔ تو کسی جسمانی بات کا صدور غیر جسمانی سے خلاف عقل ہے۔ اب رہا منسوب کرنا انہیں کوئی مضائقہ نہیں۔ خداوند عالم کے اسما میں

ایک اسم خالق بھی ہے جس کا کام تخلیق ہے۔ اسی سے تمام امور شر و خیر سب کی تخلیق ہوئی ہے۔ کلام مجید میں صاف طور پر ہے واللہ[له] خلقکم وما تعملون اور کتب عقائد میں اسکی تصریح بھی کافی طور پر موجود ہے۔ اور نہ یہ امر توحید افعالی کے خلاف ہوسکتا ہے۔ یہ امر کہ نیک باتوں کو خدائے تعالیٰ کی طرف منسوب کریں اور بری باتوں کو مخلوق کی طرف۔ یہ مقتضائے شان ادب ہے اور انسان کا بمقتضائے شانِ عبودیت جو حال ہو وہ خلاف ادب نہونا چاہیئے۔ یہ کہ پھر جزا و سزا کیا ہے۔ اسکے متعلق یہ گذارش ہے کہ جزا و سزا بمقتضائے عدل و انصاف ہے یعنی جس طرح سے خداوند عالم خالق خیر و شر ہے ویسے ہی عادل بھی ہے کہ شر کے کئے پر سزا اور خیر کرنے پر جزا عنایت کرتا ہے تاکہ مجموعۂ صفات کا ظہور عالم میں ہو۔ واقعی خداوند عالم کو ہم سے کوئی نفع نہیں ہے اور ہماری خلقت اسی واسطے ہوئی کہ ہم پر بخشش و کرم کیا جائے لیکن ہماری عبودیت کا بھی تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنے کو اسکی بخشش کا مستحق بنائیں اور وہ اس طرح کہ جو اوامر الٰہی ہیں انکے پابند ہوں اور نواہی سے بچتے رہیں اور با ایں ہمہ اپنے اس فعل کو قابلِ قدر و منزلت نہ سمجھیں اور اسکی بندگی اور اطاعت میں سرگرم رہیں۔ یہ کہ ان خیالات سے حشر کیا ہوگا۔ اسکے متعلق یہ گذارش ہے کہ حشر انشاء اللہ اچھا ہوگا۔ امت محمدیہ صلعم کو یہ ایک خاص شرف حاصل ہے کہ انکے مجرد خطرہ و خیالات پر مواخذہ نہیں ہوگا تاوقتیکہ ان امور کا ارتکاب بھی ان سے نہ ہو۔ لہذا ایسے خیالات آنے سے نہ گھبرائیے بلکہ اس امر کا بخوبی خیال رکھیئے کہ اگر وہ خطرات ممنوعات شرعیہ کے ہیں تو انکا ارتکاب نہ واقع ہونے پائے۔ یہی اصل چیز ہے اور دل تو خانۂ خدا ہے اسمیں اچھے اور برے سب ہی آتے ہیں۔ آپ کا کام اس کو صاف رکھنا ہے۔ سو آپ اسکی صفائی سے غفلت نہ کریں۔ آنے والے آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں خیر۔ شعر ترقیمۂ گرامی نامہ سے

[له] اور اللہ نے بنایا تم کو اور جو تم بناتے ہو ۱۲

زندہ معشوق ست و عاشق مردۂ		حلبہ معشوق است و عاشق پردۂ

اس کا مطلب میرے خیال ناقص میں یہ آتا ہے کہ عالم میں جو کچھ ہے وہ سب خداوندِ عالم کی جلوہ گری ہے جو یہ پردۂ عاشق ظاہر ہوئی ورنہ عاشق کا وجود دراصل کوئی وجود نہیں۔ جب معشوق کو حُبِّ ظہور ہوئی اُسی کا اثر خاص عاشق میں آکر وہ ذات عاشق کہلائی تو اُسی کو دوسرے مصرعہ سے وضح کیا۔ یعنی عاشق کا تعین بمنزلہ مردہ کے ہے کہ وہ زندہ معشوق کے وجود سے ہے ورنہ وہ مُردہ ہے تو دراصل زندہ معشوق ہی ہے۔ اسکی صراحت اس طرح پر ہے کہ عاشق کو جب باریابی معشوق کے حضور میں ہوتی ہے تو وہ بوجہ اپنی طلب و اشتیاق و ذوق و شوق کی زیادتی کے مشاہدہ معشوق میں ایسا بیخبر اور از خود رفتہ ہو جاتا ہے کہ جو کچھ شکوہ و شکایات اسکے دل میں ہوتے ہیں اُن سب کو بھول جاتا ہے اور سوا اُن امور کے جن کا استفسار منجانب معشوق ہوتا ہے اور کچھ نہیں کہہ پاتا۔ بلکہ اُن امور کے جوابات بھی گڑبڑ دیجاتا ہے۔ اور وہ بوجہ اپنی حالت قلبی کے ان امور میں معذور و مجبور سمجھ لیا جاتا ہے۔ تو گویا وہ حالت اسکی اسکے کل ارشادات و خواہشات سے مردگی کی ہوتی ہے۔ اگرچہ واقعتاً اس پر اطلاق مُردہ کا نہیں آتا۔ اور معشوق کی حالت زندگی کی ہوتی ہے اسوجہ سے کہ وہ بموجودگی عاشق اپنی معشوقیت کا ظہور پاتا ہے۔ لفظ پردہ اوپر کے مصرعہ میں اسی وجہ سے آیا ہے کہ بلا حجاب کے صورت کا عکس پورے طور پر نہیں ہو پاتا۔ جس طرح کہ شیشہ میں تا وقتیکہ پارہ نہیں لگایا جاتا اُس وقت تک صورت نہیں چھپتی۔ مطلب یہ ہوا کہ عاشق پیروِ معشوق اس لیئے ہے کہ معشوق اپنے اوصافِ ذاتی کا ظہور عاشق میں پاتا ہے تو جو کچھ ہے وہ معشوق ہی ہے عاشق کا نام برائے نام ہے۔ یہ مطلب میرے خیال ناقص میں آتا ہے خدا کرے آپکے شبہات کا ازالہ ہو۔ باقی اور سب خیریت ہے والتسلیم مع التکریم۔ فقط

(۵۷) رمضان شریف میں اشغال کم ہوں اور وظائف زیادہ۔

بگرامی خدمت ہمہ شفقت و مکرمت اخوی صاحب معظم و مکرم مولوی محمد مقبول علی صاحب زاد مجدہٗ۔ از بندہ احقر حبیب حیدر بعد تسلیم مسنون تکریم مشحون و دعاہائے حصول مقاصد دارین التماس اینکہ دعائے قطب اسمال بھی ضرور پڑھی جائے تاکہ تین سال پورے ہوجائیں اور اُس دعا کی زکوٰۃ پوری ہوجائے اور اول عشرۂ رمضان المبارک میں پڑھی جائے۔ یہ اختیار ہے خواہ چاندرات سے شروع کیجئے خواہ یکم سے۔ بہ خیال کر لیجئے کہ سال گذشتہ و پیوستہ کس روز سے شروع کی گئی تھی اُسی کے موافق اسمال بھی کرنا چاہیئے۔ اور اگر یہ یاد نہ آئے تو بہتر یہی ہے کہ چاندرات سے شروع کر دیجئے۔ وظیفہ کے طور پر دعائے قطب بعد نماز مغرب پڑھنا چاہیئے۔ ماہ رمضان شریف میں وقت بدل دیا جائے یعنی نماز صبح کے بعد خواہ نماز عشا کے بعد اور علاوہ ماہ رمضان کے اس کا وقت مغرب ہی کا زیادہ بہتر ہے۔ سہو کی صورت جداگانہ ہے اسمیں اختیار ہے کہ ان دونوں وقتوں میں سے جس وقت چاہے پڑھ لیجائے۔ اس ماہ مبارک میں کوئی جدید شغل شروع نہ فرمایا جائے۔ میرے حضرت والد ماجد قدس سرہٗ منع فرمایا کرتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ اس زمانہ میں جہاں تک دل لگے پاس انفاس کرنا چاہیئے یہ مفید ہے۔ بخلاف اور اشغال کے کہ اُن میں خوب دل نہیں لگتا۔ لہٰذا ایسے شغل سے کیا فائدہ جو بحضور قلب نہو۔ چنانچہ حضرت موصوف اکثر اس ماہ مبارک میں وظائف زیادہ تر تعلیم فرماتے تھے اور اشغال چھوڑا دیتے تھے۔ باقی خیریت ہے۔ والتسلیم مع التکریم۔ فقط

(۵۸) اعمال و وظائف کے اثر نہ کرنے کے اسباب۔ دفع خطرات کیلئے عمل۔ اللہ اللہ کرنے کا سہل اور مفید طریقہ۔ توحید کیا ہے۔ خیال توحید کیونکر قائم کرنا چاہیئے۔ نفی اثبات و اثبات مجرد۔ اللہ ابین میں

قل ھو اللہ پڑھنے کی تعداد۔

بگرامی خدمت ہمہ شفقت و مکرمت اخوی صاحب معظم و مکرم مولوی مقبول علی صاحب زاد مجدہٗ۔ از احقر حبیب حیدر پس تسلیم مسنون تکریم مشحون و دعاہائے حصول مقاصد دارین التماس اینکہ اس سے قبل جو عریضہ ارسال ہوا تھا اسکے ملاحظہ سے گذرنے اور باعث تسکین نہ ہونے کی کیفیت بھی معلوم ہوئی۔ نیز اسکے ساتھ یہ خیال کہ میں نے ٹالدیا اسکے متعلق صرف اس قدر گذارش ہے کہ میں نے نہیں ٹالا بلکہ جو امر خیال ناقص میں بہتر معلوم ہوا وہ گذارش کیا گستاخی معاف ہو اثر عمل میں جب ہوتا ہے کہ جب دل اسکے پڑھنے میں لگتا ہے اور جب دل ہی نہیں لگتا تو اثر کہاں سے ہو۔ اس زمانہ میں کچھ طبائع اس قسم کے واقع ہوئے ہیں جن کی بیشتر خواہش یہ ہوتی ہے کہ عمل کم اور فائدہ بہت ہو اور ایسا ہوتا بہت کم ہے۔ کچھ تو بوجہ دنیوی پریشانیوں کے اور کچھ بوجہ محبت کم ہونے کے حضرت خداوند نعمت قدس سرہٗ کا معمول تربیت و تعلیم میں بیشتر یہی تھا کہ وہ دنیا کے معاملات سے طالب کو بالکل علیحدہ کر دینا مناسب نہیں سمجھتے تھے بلکہ ملازمت بھی کراتے تھے اور اسکے ساتھ مشغولی یا وظیفہ یا تفکر بھی تعلیم فرما دیتے تھے تاکہ دنیا و دین کے معاملات ساتھ ساتھ چلتے رہیں اور جو تردداتِ دنیوی پیش آئیں وہ دینی معاملات کے واسطے بطور مجاہدہ ہو جائیں۔ اسی بنا پر میرے خیال ناقص میں یہ آیا کہ جو وظائف آپکے عمل میں ہیں انمیں بیشتر تو خاندانی ہی ہیں اور جو دو ایک حضرت مجدد الف ثانی رح کے مکتوبات سے کئے ہیں انکی بھی اجازت اس خاندان میں ہے تو اب اُن کے موثر نہ ہونے کی وجہ سوا اسکے اور نہیں ہو سکتی کہ انکی اجازت نہیں ہے۔ اس بنا پر میں نے اُس کی اجازت کے متعلق عرض کیا۔ نیز اس وجہ سے کہ موسم سرما اب قریب الختم ہے اور گرمیوں کے زمانہ میں

اذکار جہر سے طبیعت میں اور توحش پیدا ہوتا ہے لہذا وہ ملتوی رکھے گئے خیر اب گذارش یہ ہے کہ موجودہ وظائف تو آپ بدستور قائم رکھیں انکے علاوہ علیحدہ پرچہ پر ایک طریقہ عمل دفع خطرات وسکون قلب کیلئے لکھتا ہوں اس کو آپ ہر دو شنبہ اور جمعہ کو دو چلہ تک کریں تاکہ موجودہ پراگندگی خاطر دفع ہو جائے۔ اس عمل میں غسل کرنا اور صاف کپڑا پہننا شرط ہے خواہ وہ نئے کپڑے ہوں یا دھوئے ہوئے اور انہیں خوشبو بھی لگالی جائے۔ وظیفہ تھوڑی دیر میں ہو جائے گا زیادہ دیر نہ ہوگی اور صبح کا وقت اس وظیفہ کے لیئے ہونا چاہیئے۔ قبل طلوع آفتاب ہو تو بہتر ہے ورنہ مجبوراً بعد طلوع بھی کیا جا سکتا ہے۔ اللہ اللہ کرنے کا سہل اور مفید طریقہ موسم گرما میں پاس انفاس سے زیادہ کوئی نہیں ہے۔ اسی کو بحضور قلب کرنا چاہیئے۔ پاس انفاس کرتے وقت باوضو ہونا آداب سے ہی ابتداءً۔ پھر جب پاس انفاس جاری ہو جاتا ہے تو وہ ہر وقت ہوتا رہتا ہے یعنی ہر حالت میں خواہ حدث ہی کیوں نہ ہو۔ یا جنابت۔ حالت جنابت میں خاصکر پاس انفاس شروع نہیں کرنا چاہیئے۔ یہ کہ اگر پاس انفاس جاری ہو چکا ہو تو اس کو ہونے دے۔ بالقصد ایسی حالت میں نہ کرے کہ ناجائز تو نہیں ہے مگر خلاف آداب ضرور ہے۔ امر دوم توحید کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ توحید کہتے ہیں خدا کے ایک جاننے اور ایک سمجھنے اور ایک دیکھنے اور ایک کہنے کو۔ زائد تشریح کتاب مطالب رشیدی میں موجود ہے اور مختصر مفید جواہر المعارف میں بھی ہے۔ امر سوم خیال توحید کیونکر قائم کرنا چاہیئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اپنے قلب کو جملہ خطرات وخیالات سے پاک وصاف کر کے خدا کی وحدانیت قائم کرے اور یہ خیال کرے کہ وہ ایسی ذات ہے جسکے سوا کچھ ہے ہی نہیں اور جو کچھ ہے وہ فانی ہے۔ حضرت[1] الحضرات کا

---

[1] مرشدنا و مولانا حضرت شاہ تراب علی قلندر رح ۱۲

ارشاد ہے سہ

ساری ہر ایک عدد میں عدد واحد ہے	وہی مقصود وہی قصد وہی قاصد ہے

امر چہارم مبتدی کے لیئے اثبات مجرد کا پاس انفاس زیادہ مفید ہے یا نفی اثبات کا پاس انفاس اس کا جواب یہ ہے کہ مبتدی کو اولاً نفی و اثبات کا پاس انفاس کرنا چاہیئے جب غیر حق کی نفی خوب مستحضر ہو جائے تب اثبات مجرد کا پاس انفاس کرے۔ ابتدا ہی سے اثبات مجرد کا پاس انفاس نہیں کرنا چاہیے

امر پنجم جواہر المعارف میں ہے کہ اوّابین میں سو سو مرتبہ قل ھو اللہ پڑھنا چاہیئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت خداوند نعمت نے یہ صورت ایک شخص خاص کے واسطے تحریر فرمائی تھی۔ اس سے کم مقدار میں بھی قل ھو اللہ پڑھی جا سکتی ہے۔ چنانچہ مطالب رشیدی میں وہ طریقہ بھی لکھا ہے۔ اختیار ہے خواہ جواہر المعارف کے طریقہ کے مطابق عمل کرے اور خواہ مطالب رشیدی کے طریقہ کے موافق۔ مفید دونوں ہونگے۔ خیال توحید و مشق توحید کے متعلق جواہر المعارف میں کئی مکاتیب ہیں وہ تو آپ ملاحظہ کر ہی چکے ہوں گے۔ باقی اور کیا عرض کروں۔ والتسلیم مع التکریم۔

جاننا چاہیئے کہ ذکر و شغل کرنے والے کو اکثر خطرات فضول اور پریشانیاں لاحق ہوتی ہیں جن کی وجہ سے اُس کا قلب ذکر و شغل کرنے میں نہیں لگتا۔ اسکے دفعیہ کے واسطے جمعہ و دوشنبہ کی صبح کے وقت اولاً غسل کرے اور صاف کپڑے پہنے۔ نئے ہوں خواہ دھلے اور اُن میں خوشبو لگائے اور خلوت میں بیٹھے اور معوذتین اور سورۂ اخلاص اور سورۂ فاتحہ تین تین بار پڑھے اور تین بار استغفر اللہ من جمیع ما کرہ اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اور سات بار اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ پڑھ کر بائیں شانہ پر پھونک مارے۔ بعد اسکے

اُٹھ کر دو رکعت نماز نفل کی نیت سے پڑھے اس طرح کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص تین بار اور سورۂ الم نشرح سات بار پڑھے۔ بعد اسکے اکتالیس بار یہ دعا پڑھے اللھم طھر قلبی عن غیرك و نور قلبی بنور معرفتك ابدًا یا اللہ یا اللہ یا اللہ۔ بعد اسکے بائیں جانب یا نور اور داہنی جانب یا نور گیارہ گیارہ بار پڑھ کر پھونک لے۔ اس عمل کو ہفتہ میں دو بار کرنا چاہیے جمعہ و دوشنبہ کو دو چلہ تک کیا جائے۔ فقط

مکتوب بنام منشی عبدالرفیع صاحب[1] علوی اثر کاکوروی

(۵۹) ایک خواب کی تعبیر اور ایک وظیفہ کا بیان

بگرامی خدمت ہمہ شفقت و مکرمت عم محترم منشی محمد عبدالرفیع صاحب زاد مجدہ۔ از احقر حبیب حیدر بس تسلیم مسنون تکریم مشحون و دعاہائے حصول مقاصد دارین التماس آنکہ خواب میں کسی عورت کا کسی مرد کو سیب دینا اچھا ہوتا ہے اور اس سے اسکی فلاح دنیوی کی تعبیر لی جاتی ہے۔ بیاض میں دیکھ کر جو آیۂ کریمہ وما خلقت الجن و الانس الخ کا ورد آپ نے شروع کر دیا بہت مناسب کیا۔ موثر حقیقی جلد اثر تحقیقی عطا فرمائے میری رائے ناقص تو یہ ہے کہ اگر اس ورد کی مدت ختم ہو گئی ہو تو اب ماہ اگھن آرہا ہے اس کی پہلی تاریخ سے آپ پھر شروع کر دیں یعنی ایک بار اور پڑھ ڈالیں۔ یہ ماہ ثابت بھی ہے اور حصول ملازمت وغیرہ کے لئے مناسب بھی ہے۔ باقی اور کیا عرض کروں۔ سب خیریت ہے۔ فقط والتسلیم مع التکریم۔

---

[1] ان کا حال حواشی صفحات ماسبق میں مذکور ہو چکا ہے ۱۲

مکاتیب بنام شیخ محمد شفیع[1] صاحب علوی

(۶۰) چند سوالات متعلق بہ تصوف اور انکے جوابات۔

بگرامی خدمت ہمہ شفقت و مکرمت عمی مکرمی شیخ محمد شفیع صاحب زاد مجدہٗ۔ از فقیر حبیب حیدر سپس تسلیم مسنون تکریم مشحون و دعاہائے کشایش ظاہر و باطن التماس اینکہ آپکے نمبروار سوالات کے جوابات حسب ذیل ہیں۔ خدا کرے حسب خواہش ذہن نشین بھی ہو جائیں۔ سوال اول مجاہدہ کی کتنی قسمیں ہیں۔ جواب مجاہدہ کے اقسام کچھ منحصر نہیں ہیں اور نہ کتابوں میں دیکھے گئے۔ مجاہدہ کی تعریف یہ ہے کہ نفس کے خلاف کرنا جس طرح سے ممکن ہو اور سوائے یاد حق کے اور کسی چیز سے لذت نہ لینا چونکہ خواہشات نفس کا شمار نہیں لہٰذا مجاہدہ کے اقسام کا بھی شمار نہیں۔ پیر و مرشد جس طرح سے چاہے مجاہدہ کرائے۔ سوال دوم جو طریقہ کہ اپنا مرشد کسی وظیفہ کے پڑھنے کو فرمائے وہ بھی داخل مجاہدہ ہے اور اُس سے نفع ہوگا یا نہیں۔ جواب وظیفہ اگر مرشد نے بغرض مرید کی اصلاح نفس کے بتایا ہے تو اُس سے نفع یہی ہوگا کہ اُس کے نفس کی اصلاح ہو جائے گی۔ اُس وظیفہ کا پڑھنا داخل مجاہدہ نہ ہوگا کیونکہ وظیفہ دو باتوں کی غرض سے ہوتا ہے یا نقصانات سے اپنی حفاظت کے لیئے یا نفع حاصل کرنے کی غرض سے اور ان دونوں سے مجاہدہ علیحدہ چیز ہے۔ سوال سوم۔ بلا مجاہدہ کے بھی فیض ہو سکتا ہے اگر مرشد چاہے۔ جواب اگر مرشد طالب کو ذی استعداد پاتا ہے تو ایسا بھی کرتا ہے۔ سوال چہارم مکاشفہ بلا مجاہدہ کے ممکن ہے یا نہیں۔ جواب مکاشفہ بلا مجاہدہ مرشد کی خاص توجہ سے ممکن ہے مگر شاذ و نادر۔ سوال پنجم مشاہدہ بلا مجاہدہ کے ممکن ہے یا نہیں۔

---

[1] شیخ محمد شفیع خلف دوم شیخ عبد السمیع صاحب علوی کاظمی کاکوروی کو حضرت والد ماجدؒ سے بیعت ہے۔ شاعری میں مہر تخلص کرتے ہیں۔ فی الحال بسلسلہ ملازمت گونڈہ میں قیام ہے ۱۲

جواب۔ اسکا بھی وہی جواب ہے جو سوال چہارم کا ہے۔ سوال ششم قطب الارشاد نائب رسول ہے۔ جواب قطب الارشاد نائب رسول ہے اسکی تفصیل کتاب مستطاب وصول المقصود کے صفحہ ۲۹۶ میں مرقوم ہے سوال ہفتم قطب الارشاد ایک ہی اپنے وقت میں ہوگا۔ جواب قطب الارشاد ایک ہی اپنے وقت میں ہوگا سوال ہشتم قطب الارشاد اپنے وصال کے وقت خود جس کو چاہے اپنا جانشین کردے۔ جواب قطب الارشاد بر وقت وصال خود جس کو چاہے اپنا جانشین کردے۔ سوال نہم قطب الارشاد سارے عالم کا منبع فیض ہوگا یا محض اُس جگہ کا جس جگہ کا کہ وہ باشندہ تھا یا ہے۔ جواب قطب الارشاد سارے عالم کا منبع فیض ہوگا۔ تمام عالم اسکے لیئے بمنزلہ اُسی جگہ کے ہوگا جہاں کا وہ باشندہ ہوا تھا۔ فقط والتسلیم

(۶۱) قبولیت دعا کے لیئے ایک نماز کی تعلیم۔

بگرامی خدمت ہمہ شفقت و مکرمت عموی صاحب قبلہ شیخ محمد شفیع صاحب ادام مجدہٗ۔ از احقر حبیب حیدر پس تسلیم مسنون تکریم مشحون التماس اینکہ کیفیت پریشاں خاطری دریافت کرکے سخت دل دکھا۔ تعویذ حسب طلب ارسال ہے۔ داہنے بازو پر رکھا جائے اور ایک نماز کا طریقہ لکھتا ہوں اس کو بعد نماز عشا کے چار روز تک آپ پڑھیں اور بعد نماز جو کچھ دعا مانگنا ہو مانگ لیں اور بعد کو پھر ترک کر دیں۔ انشاء اللہ یہ نماز سیفی کے برابر اپنا اثر کرے گی بہت مجرب ہے میں بھی کئی بار اس کا تجربہ کر چکا ہوں۔ آپکے خواب کی تعبیر میں میرے ذہن نے اسی طرف مساعدت کی کہ یہ نماز آپ کو لکھ بھیجوں۔ اور اگر بعد نماز صبح کے یا علی ایک سو بار معہ اول و آخر درود شریف تین تین بار کے ہو جایا کرے تو بہت اچھا ہے۔ وہ نماز یہ ہے کہ دو رکعت اس طرح پڑھنا چاہیئے کہ پہلی رکعت میں بعد الحمد کے آیت و من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب ستر بار پڑھے اور دوسری رکعت میں بعد الحمد کے آیت و من یتوکل

علی اللہ فھو حسبہ ان اللہ بالغ امرہٖ قد جعل اللہ لکل شیئ قدرا ستر بار پڑھے اور بعد سلام کے استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ سو بار اور کلمہ تمجید سو بار اور درود سو بار پڑھے پھر سجدہ میں جاکر ایاک نعبد وایاک نستعین ستر بار پڑھے۔ پھر جو دعا مانگے انشاء اللہ قبول ہو گی۔ فقط والتسلیم مع التکریم۔

(۶۲) اللہ الصمد پڑھنے کی اجازت تین سوالات فقہیہ کے جوابات۔

بسامی خدمت گرامی منزلت محب الفقراء مقبول حق عمی مکرمی شیخ محمد شفیع صاحب ادام مجدہٗ۔ از احقر حبیب حیدر سپس تسلیم مسنون تکریم مشحون و دعا ہائے حصول مقاصد دارین حالی خاطر خطیر باد۔ اللہ الصمد پڑھنے کی اجازت تو آپ کو حسب تحریر آپ کے حضرت والد ماجد قدس اللہ سرہٗ العزیز سے حاصل ہو چکی ہے۔ پڑھئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر بھروسہ رکھئے۔ وہی کارساز حقیقی ہے۔ اس موجودہ حالت عسرت کو تبدیل کر دیگا۔ مجھے حسب وعدہ دعائے دلی سے غفلت نہیں رہتی ہے۔ خداوند عالم جلد اس کا نتیجہ دلخواہ ظاہر فرمائے۔ جن تین مسئلوں کے متعلق آپ نے دریافت کیا ہے اُنکے جوابات یہ ہیں۔ پہلا مسئلہ تو یہ ہے کہ ایک شخص وضو کیئے کھڑا ہے اور دوسرا شخص اسکے قریب وضو بحالت مطہر ہونے کے کر رہا ہے۔ اگر وضو کرنے والے کے ہاتھ سے کوئی چھینٹ یا چند قطرہ اس شخص پر پڑ جائیں تو جو شخص کھڑا ہے اس کا وضو جاتا رہے گا اور وہ ناپاک ہو جائے گا اس کو جدید وضو کرنا چاہیئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص کھڑا ہے اس کا وضو نہیں جائے گا نہ وہ ناپاک ہوگا نہ اُس کو جدید وضو کرنا چاہیئے فقہیہ کتابوں میں اس قدر ضرور لکھا ہے کہ پانی استعمال کیا ہوا طاہر غیر مطہر ہے۔ یعنی اگر کوئی شخص استعمال کیئے ہوئے پانی سے پھر طہارت کرنا چاہے تو وہ جائز نہوگی بوجہ اسکے ایک بار استعمال ہو چکنے کے لیکن اُس سے یہ جزئیہ نکالنا کہ وضو

باقی نہ رہے گا اور وہ ناپاک ہو جائے گا یہ کسی کتاب میں نظر نہیں پڑا۔ یہ ضرور ہے کہ ایسے پانی کی چھینٹوں سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ ممکن ہے کہ کسی صاحب نے اتنا حاشیہ اپنی طرف سے بڑھا دیا ہو۔ جواب سوال دوم مسجد کی محراب سے مراد وہ جگہ ہے کہ جو مسجد کی پشت کی دیوار میں قبلہ کی جانب امام کے کھڑے ہونیکے لیے منبر کے قریب بنائی جاتی ہے۔ اب اگر امام بیچ کے در میں کھڑا ہو کر نماز پڑھائے یا کسی اور در میں تو اُس کے محراب کے باہر کھڑے ہونے میں کچھ حرج نہیں بلکہ اختیار ہے جہاں چاہے کھڑا ہو۔ اور جب کہ مقتدی بڑی جماعت کے ساتھ کھڑے ہوں تو مقتدیوں کو محراب سے علیحدگی لازم ہے کیونکہ محراب صرف امام کے کھڑے ہونے کے واسطے ہے نہ کہ مقتدیوں کے واسطے۔ جواب سوال سوم۔ چاندی کے خاصدان میں پان کا استعمال ناجائز صرف اس وجہ سے ہے کہ یہ فعل اُس زمانہ میں متکبرین اور جابرین لوگوں کے طریقہ میں تھا دوسرے یہ کہ حدیث شریف سے یہ ثابت ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی اور سونے کے استعمال کو اپنی امت کے مردوں کے واسطے حرام فرمایا ہے اور عورتوں کے لئے حلال۔ اب جو لوگ احتیاط کرتے ہیں وہ نہیں استعمال کرتے۔ یہ کہ صرف مرتاض لوگ معترض ہو سکتے ہیں تو ہمیں مرتاض لوگوں کی کیا قید ہے بحیثیت امت ہونے کے سب برابر ہیں۔ یہ بھی غالبًا ایک قسم کا تفنن ہے کہ مرتاض لوگ شامل کر دیئے گئے۔ فقط والتسلیم مع التکریم۔

(۶۳) بعد تدفین اور غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا۔

بگرامی خدمت ہمہ شفقت و مکرمت عمی مکرمی شیخ محمد شفیع صاحب قبلہ زاد مجدہٗ۔ از احقر حبیب حیدر۔ پس تسلیم مسنون تکریم مشحون و دعاہائے حصول مقاصد دارین التماس اینکہ گرامی نامہ شفقت و عطوفت رقم بذریعہ عمی مکرمی مولوی حافظ عبدالحلیم صاحب کے صادر ہو کر باعث فرح و نشاط

یاد فرمائی و عطوفت گستری ہوا۔ پہلے مسئلہ کا جواب یہ ہے کہ نماز اُس مردے کی جائز ہے کہ جو بلا نماز کے دفن ہو گیا ہو جب تک اس امر کا خیال ہو کہ قبر میں اُس کا انفساخ بدن نہیں ہوا ہے۔ اُس کو بعض فقہا نے یہ لکھا ہے کہ تین دن تک اور بعضوں نے دس دن تک اور بعضوں نے مہینہ بھر تک جیسا کہ درمختار اور شامی وغیرہ میں ہے۔ نماز غائب کا جواز حدیث و فقہ سے ثابت ہے مگر فقہائے حنفیہ کے نزدیک یہ امر مخصوص حضرت سرور کائنات صلعم کے ساتھ تھا کہ آپ نے نجاشی بادشاہ حبشہ کی نماز غائبانہ پڑھی تھی۔ والتسلیم مع التکریم فقط

(۶۴) دنیاوی پریشانیوں پر صبر کی تلقین۔ کشود کار کیلئے کسی دوسرے بزرگ سے رجوع کرنے میں کن کن امور کا لحاظ ضروری ہے۔

بگرامی خدمت ہمہ عطوفت و مکرمت عمی مکرمی شیخ محمد شفیع صاحب زاد مجدہٗ۔ از بندہ احقر حبیب حیدر سپس تسلیم مسنون تکریم مشحون و دعاہائے حصول مقاصد دارین التماس اینکہ ریاست میں جگہ تحصیلداری کی خالی ہونا اور اسکے واسطے آپ کا مع خطوط سفارشی لکھنؤ سے بلرام پور تشریف لیجانا یہ سب کیفیت بھی معلوم ہوئی۔ آپ اُن خطوط کے جلد اثر پذیر نہ ہونے سے مایوس نہ ہوں بلکہ اور جو کوششیں مناسب معلوم ہوں وہ بھی کریں۔ اللہ تعالیٰ محنت آپکی رائگاں نہیں کرے گا۔ دنیا میں بیشتر امور ایسے ہوتے ہیں کہ انسان کو اُنکے متعلق کچھ خیالات ہوتے ہیں اور وہ واقع اور طرح پر ہوتے ہیں اور اس طرح پر کہ جیسا اس شخص کے خیالات ہوتے ہیں نہیں واقع ہوتے تو ایسی حالت میں میرے خیال ناقص میں کوشش کرنے والے کو اپنی کوشش سے باز نہیں رہنا چاہیئے۔ میں نے جو کئی بار آپ سے آپکی تحصیلداری کے بارہ میں عرض کیا بلکہ آپکے ارشاد کے مطابق حکم بھی دیا اور وہ واقع نہیں ہوا حالانکہ بقول آپکے حضرت پیر و مرشد برحق قدس سرہٗ العزیز نے ایک ہی مرتبہ فرمایا تھا تو آپ دو ہفتہ کے بعد تحصیلدار ہو گئے تھے اسکے متعلق میں کیا عرض کر سکتا ہوں کہ

کیوں نہیں اُسی طرح پر واقع ہوا سوائے اسکے کہ ع۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک - آپ دعا فرمائیں کہ
میں بھی اُنھیں کے طفیل میں اُن کا سا ہو جاؤں تو البتہ میرے کہنے کا اثر بھی ویسا ہو سکتا ہے ورنہ بحالت
موجودہ جو کچھ کیفیت ہو وہ ظاہر ہے - یہ ارشاد کہ میں اس امر کو پسند کروں گا کہ کسی دوسرے سجادہ والے
سے جا کر آپ خوشامد و لجاجت کریں یا کسی دوسرے کے آگے ہاتھ پھیلائیں۔ پھر یہ ارشاد کہ میں اس پر غور
کر لوں اس کا جواب یہ ہے کہ میں نے غور کر لیا اس امر میں میری ناپسندیدگی کی کیا وجہ ہو سکتی ہے - آپ میں
جب طلب صادق موجود ہی ہے اور آپکی کشایش کا مجھ سے ابتک نہیں وقوع ہوا سکی تو میں آپ کو
مجبور نہیں کر سکتا کہ آپ اپنے کو اُن مشکلات میں مبتلا رکھیں بلکہ یہی عرض کروں گا کہ آپ کو اختیار ہے آپ
جن بزرگ سے چاہیں رجوع کریں۔ لیکن بنظر خیر طلبی یہ ضرور گذارش کروں گا کہ بخلوص نیت و اعتقاد قلبی
حاضر ہوجیئے گا اور اُس بزرگ کی عنایت کو اپنے حضرت پیرو مرشد برحق قدس سرہٗ العزیز کی عنایت
خیال فرمائیے گا۔ خیال غیریت دل میں نہ لائیگا۔ اب یہ ارشاد کہ اگر میں اجازت دیدوں گا تو خیر آپ اپنے نفس
پر جبر کرکے یہی مجبوراً گوارا کرلیں گے اگرچہ آپ کا دل نہیں گوارا کرے گا۔ اسکے متعلق صرف اس قدر گذارش
ہے کہ جب مجبوری آپ کو اس قدر ہے اور باوجود مجبوری بھی آپ اس کو گوارا کرنے کے لیے محض بربنا میرے
حکم کے تیار ہیں کیونکہ آئندہ کا فقرہ ہے حکم حاکم تو پھر اسمیں نفس و قلب میں فرق نکالنے کی کیا ضرورت ہے
میں بہرصورت دعاگوئی اور خیر طلبی میں مصروف ہوں اور رہوں گا - اب یہ کہ میں نے کوئی توجہ نہیں کی
اور نہ جواب عریضہ ارسال کیا اسکے متعلق یہ گذارش ہو کہ جواب ارسال نہ کرنے کی وجہ میں پہلے عرض
کرچکا نیز اسکی معافی بھی مانگ چکا ہوں اب پھر مکرر معافی چاہتا ہوں میں واقعی مجبور تھا کوئی بالقصد میں نے
تاخیر نہیں کی۔ خاطر عاطر قرین طمانیت رہے۔ رہی توجہ اُس سے بھی حتی المقدور غفلت نہیں رہی یہ کہ

جب غفلت نہیں رہی تو اُس کا اثر پھر کیوں نہیں ہوا اسکے متعلق یہ گذارش ہے کہ متوجہ کا کام اثر پیدا کرنا نہیں ہے بلکہ وہ موثر کا کام ہے - اُس پر اپنا کسی قسم کا کوئی اختیار نہیں - انسان کا فرض یہ ہے کہ وہ کوشش سے غفلت نہ کرے لیکن ساتھ اسکے اُس کوشش پر بھروسہ نہ کرے بلکہ خداوند عالم کے فضل و کرم پر نظر و بھروسہ رکھے اور مایوس نہ ہو اور جس چیز کی طلب کرے خواہ وہ دنیوی بات ہو یا دینی اُس میں ضرورت و حالت نفسانی کا بھی لحاظ رکھے کہ یہ واقعی ہے یا محض بخواہش نفس - ہر آدمی چاہتا یہی ہے کہ ہمکو بہت مقدار میں دولت مل جائے لیکن پورے طور پر اور اس کی خواہش پر ملتے ہوئے نہیں دیکھی گئی ہے اور جنکو ملتے دیکھی اُنکی زبان سے بھی اُنکے ارادہ ایسے سُنے گئے کہ جسکے واسطے وہ غیر کافی معلوم ہوئی فقط

والتسلیم مع التکریم -

مکاتیب بنام حکیم حافظ عبد الحلیم[1] صاحب علوی

(۶۵) انقباضی حالت رفع ہونے کی تدبیر

بگرامی خدمت ہمہ شفقت و مکرمت عموی صاحب قبلہ مولوی حافظ حکیم عبد الحلیم صاحب زاد مجدہٗ

از فقیر حبیب حیدر سپس تسلیم مسنون تکریم مشحون و دعاہائے کشایش ظاہری و باطنی حالی خاطر خطیر باد انقباضی حالت کیونکر رفع کرنا چاہیئے - اسکی تدبیر یہ ہے کہ ذرا سا بھی انقباض ہو تو فوراً اپنے حضرت پیر و مرشد برحق قدس سرہٗ کی برزخ شریفہ قائم کر لیا کیجئے بہت جلد وہ کیفیت دور ہو جائے گی - میرا تجربہ ہے کہ جب کبھی کوئی انقباضی بات پیش آئے اور یہ برزخ قائم کر لی جائے فوراً وہ بات رفع ہو جاتی ہے ۔

[1] ان کا حال حواشی ماسبق میں مذکور ہو چکا ۱۲

تردد سیکڑوں دلیں تفکر یہ کہ کیا چارہ	خیال روئے انور بس جواب باصواب اُسکا

باقی نہ آپ جنگل میں جائیے اور نہ کہیں۔ بلکہ وہیں گورکھپور میں رہیئے۔ اتنا خیال فرمالیجے کہ خدا ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ پھر اگر اُس نے آبادی میں انقباض دیا ہے تو کیا جنگل میں نہیں دے سکتا۔ تو کیا ضرورت جب ایسا خیال آوے اُس کو بالکل کان لم یکن سمجھنا اور اسکی طرف غور کرنا نہ چاہیئے۔ اُس وقت وہ خیال موذی اور مکلف نہیں ہونگے۔ اور جب اُن میں غور کیجے گا تب ضرور طبیعت پریشان ہوگی۔ اور یہ تو امتحانات ہیں کہ جن سے عمر بھر چھٹکارا نہیں۔ اور سچ یہ ہے کہ بلا چھیڑ چھاڑ کے لطف بھی نہیں پس انقباض اور پریشانی یہ سب چھیڑ چھاڑ ہے۔ بالکل بے تعلقی ہوجانا تو کسی کو نہیں ہوا ہے۔ اور اگر ہوا ہے تو اسی طرح جیسا کہ میں اوپر گذارش کرچکا ہوں اور آپ تو خود ہی فیصلہ کرچکے ہیں کہ ع۔ سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے۔ بس پھر آپ کیوں گھبراتے ہیں۔ ذکر جہر اگر کرلیا جایا کرے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ زیادہ نہیں دوسو تین سو بار تک ہی سہی فقط والتسلیم مع التکریم

(۶۶) طریقۂ زکوٰۃ با معنی تذکرہ بیعت برادران عزیز اور اُن کو عطائے اجازت اخذ بیعت سلاسل خاندانی۔

بگرامی خدمت ہمہ شفقت و مکرمت عموی صاحب قبلہ مولوی حافظ عبدالحلیم صاحب ادام مجدہٗ

از احقر حبیب حیدر پس تسلیم مسنون تکریم مشحون و دعاہائے حصول مقاصد قلبی حالی خاطر خطیر باد۔ آپ نے جو خواب دیکھا وہ احلام ردیہ میں ہے یا یوں خیال فرمالیجے کہ کوئی بات نقصان کی ہونے والی ہوگی وہ واقع سے خواب میں منتقل کردی گئی اور اُس نقصان سے خداوند تعالیٰ نے اپنے رحم و کرم سے فارغ کردیا۔ باقی اکثر ایسا ہوجاتا ہے کہ خواب ایسا دکھائی دیتا ہے کہ ویسا کبھی خیال بھی نہیں ہوتا ہے

اور پھر بھی وہ کچھ نہیں ہوتا ہے غرضکہ آپ مطمئن رہیں کچھ نہیں ہے۔ یا مغنی کی زکوٰۃ کا طریقہ سہل جیسا
کہ میں نے حضرت خداوند نعمت قدس سرہٗ العزیز کی زبان فیض ترجمان سے سُنا ہے وہ یہ ہے کہ یا مغنی
ایک ہزار بار اس طرح پڑھے کہ ہر سیکڑہ کے اول و آخر تین تین بار درود شریف پڑھے اور بعد مغرب
ایک چلہ تک پڑھتا رہے تو وہ پڑھنا بمنزلہ زکوٰۃ کے ہوجاتا ہے۔ مگر گائے کا گوشت یا انڈا یا مچھلی یہ
کچھ نہ کھائے بلکہ معمولی غذا گوشت۔ روٹی۔ کھچڑی۔ پلاؤ وغیرہ کھائے اور کچھ احتیاط نہیں ہے بس
اسی قدر ہے تو اس طرح پڑھنا بھی بمنزلہ زکوٰۃ کے ہے مگر میرے خیال ناقص میں آجکل کا زمانہ اسکے پڑھنے کا
نہیں ہے۔ گرمی بہت سخت پڑرہی ہے چندے آپ توقف کریں۔ ماہ شعبان میں آپ پھر مجھ سے دریافت
کریں تب پڑھیں۔ الحمد للہ کہ روضہ شریفہ کا اندر کا کڑا بھی کھل گیا اور بہت ہی عمدہ اور صاف
بے عیب نکلا اطلاعاً گذارش کیا۔ برادران عزیز تسلیم مسنون عرض کرتے ہیں۔ فاتحہ شریفہ حضرت حضرات
مرشد مرشدنا حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ الاطہر میں ان دونوں نے بھی بیعت کی اور میں نے
حسب معمول حضرت خداوند نعمت قدس سرہ بعد بیعت آٹھوں سلسلوں کی اجازت و نیز اجازت اخذ بیعت
بھی دیدی کیونکہ مجھے بھی بروقت بیعت حضرت خداوند نعمت نے اجازت سلاسل و بیعت عطا فرمائی
تھی۔ اُسی سنت شریفہ کی متابعت سے یہ امر وقوع ہوا۔ اللہ تعالیٰ توفیق اہلیت اور صلاحیت نصیب
کرے۔ فقط والتسلیم مع التکریم

(۶۷) مراقبۂ فنا میں طبیعت کے نہ جمنے کی وجہ۔ خواب میں زیارت مرشد کا طریقہ۔

بگرامی خدمت ہمہ شفقت و مکرمت عمی مکرمی جناب مولوی حکیم حافظ عبدالحلیم صاحب ادام مجدہٗ
از فقیر زادہ حقیر حبیب حیدر پس تسلیم مسنون بتکریم مشحون و دعاہائے انشراح قلبی و روحانی حالی خاطر

خطیر باد۔ مراقبہ کے واسطے یہ گذارش ہے کہ آپ اُس کو جاری رکھیں طبیعت کا نہ جمنا باقی نہیں رہے گا ابتدا میں ایسا ضرور ہوتا ہے اور پھر یہ تو مراقبہ فنا ہے۔ اس ہیر) نہ جمنا تو ہووے گا۔ مجھے ابتدا میں بہت دنوں ایسا ہوا تھا اور میں نے حضرت خداوند نعمت کے حضور میں عرض کیا تھا اُس کا جواب یہی ارشاد ہوا تھا کہ کیئے جاؤ چھوڑو نہیں۔ لہٰذا اُسی کے مطابق میں آپ کو بھی لکھتا ہوں طبیعت زیادہ اُن مراقبوں میں جمتی ہے جنمیں کچھ دکھائی دیتا ہے یا تجلیات وغیرہ ہوتے ہیں بخلاف اسکے اس میں کچھ معلوم نہیں ہوتا بلکہ یہاں تک کہ اپنا وجود بھی نہیں معلوم ہوتا بس یہی اس کا کمال ہے اور یہی اپنا نہ معلوم ہونا ہی یقین ہے جیسا کہ آیۂ کریمہ واعبد ربك حتی یاتیك الیقین[1] سے معلوم ہوتا ہے۔ باقی یہ حالت لیل و نہار نہیں رہے گی اور نہ اپنی زندگی بیکار سمجھیئے جب زیادتی کے ساتھ یکی کے ساتھ اپنے مبدء سے ہم کو تعلق ہے اور اسکی کوشش ہے کہ کسی طرح اس تعلق میں زیادتی ہو تو ضرور زیادتی ہوگی اور کبھی زندگی بیکار نہیں ہے۔ کوشش سے کسی طرح باز رہنا نہیں چاہیئے السعی منی والاتمام من اللہ تعالے ؎

حافظ وظیفۂ تو دعا گفتن است وبس	در بند آں مباش کہ نشنید یا شنید

ہماری اصل و حقیقت بندگی ہے۔ اس کو ادا کرتے رہنا چاہیئے۔ یہ ممکن نہیں کہ مالک کی توجہ ہماری طرف مبذول نہ ہو۔ آپکے یقین میں ہرگز انحطاط نہ ہوگا اور نہ ترقی معکوس ہوگی مطمئن رہیئے۔ حضرت خداوند نعمت کی زیارت کے واسطے روز انکی برزخ قائم کرکے سو رہا کیجئے۔ بُعد وغیرہ کچھ نہیں یہ بھی قرب ہی۔ اگر قرب نہوتا تو بُعد کہاں سے آتا۔ آپ کا انتشار کم از کم ایک ہفتہ میں رفع ہوا جاتا ہے مراقبہ نہ چھوڑیئے ۔ فقط

[1] اور بندگی کیئے جا اپنے رب کی جبتک آئے تیرے پاس یقینی بات ۱۲

(۶۸) حالت قبض سے سالک کو منقبض نہ ہونا چاہیئے کیونکہ حق کے تصرفات باطوار مختلفہ ہوا کرتے ہیں یعنی کبھی علم آتا ہے اور کبھی جہل۔

بگرامی خدمت ہمہ شفقت و مکرمت عموی صاحب مکرم مولوی حکیم حافظ عبد الحلیم صاحب ادام مجدہٗ از بندۂ احقر حبیب حیدر سیس تسلیم مسنون تکریم مشحون و دعاہائے کشائش ظاہری و باطنی التماس اینکہ باطنی حالات جو آپ نے اپنے لکھے وہ بھی معلوم ہوئے۔ اس جدید حالت سے کوئی بات اندیشہ کی نہیں ہے اور نہ اس سے یہ امر معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو بالکل تصوف سے بیگانگت ہوگئی ہے یا ہو جائے گی۔ بلکہ یہ تو حالات اور واردات ہیں کہ جو برابر قلب پر وارد ہوا کرتے ہیں۔ اب آپکی پھر وہی حالت ہوگئی ہوگی کہ جو پہلے تھی یعنی وہی انبساطی حالت پھر ہوگئی ہوگی۔ بہر عنوان نہ یہ کوئی مذاق ہے اور نہ اس کا کوئی خاص سبب ہے۔ اب یہ کہ ایسا کیوں ہوا اس کا جواب یہ ہے کہ حق کے تصرفات باطوار مختلفہ ہوا کرتے ہیں۔ کبھی علم آتا ہے کبھی جہل۔ سالک کو کسی خاص حالت کا مقید نہیں ہونا چاہیئے بلکہ یہ سب ذات کے بمنزلہ عوارض کے ہیں۔ اُن عوارض کو عارضی خیال کرنا چاہیئے۔ اُنکی طرف چنداں التفات نہیں کرنا چاہیئے بلکہ یہ خیال کرنا چاہیئے کہ ؎

گر بعلم آئیم آں ایوانِ اوست	ور بجہل آئیم آں زندان اوست
کونین را چو نعلین انداختیم و رفتیم	دیوانگان شاہیم رند برہنہ پائیم

اس بارہ میں نہ کچھ مذاق ہے نہ طمع ہے بلکہ یہ سب واردات ہیں یہی آپ خیال فرمائیں۔ اور کوئی بات قابل تحریر نہیں معلوم ہوتی سوا اسکے کہ ؎

ہست مجلس بریں قرار کہ بود		ہست مطرب بداں ترانہ ہنوز	

والتسلیم مع التکریم ۔ فقط

(۶۹) بیماری اور تکالیف بھی جاذبہ حق ہیں لہٰذا ہر حال میں راضی برضا رہنا چاہیئے:

بگرامی خدمت ہمہ شفقت و مکرمت عمی مکرمی مولوی حافظ حکیم عبد الحلیم صاحب ادمجدہٗ ۔ از احقر حبیب حیدر بعد تسلیم مسنون تکریم مشحون التماس اینکہ کیفیت کسلمندی مزاج عالی دریافت کرکے قلق ہوا ۔ واقعی اس مرتبہ نزلہ کا دورہ آپ کو بہت شدید ہوا خدا کرے اسکی اب کچھ بھی شکایت باقی نہ ہو ۔ یہ بیماری اور تکالیف درحقیقت جاذبۂ الٰہی ہیں اور ان سے بہت کچھ قلبی اور روحی صفائی ہوجاتی ہے ۔ اب یہ جو کچھ ہو رہا ہے یہ سب اس مثل کا مصداق ہے "کاستن بہر آراستن" باقی طالب کو ان بیماریوں سے مکدر نہ ہونا چاہیئے بلکہ یہ خیال کرنا چاہیئے کہ یہ بھی عنایت ہے اور عنایت کچھ اس کا نام نہیں کہ جو ہماری مرضی کے موافق ہو وہ ٹھیک ہی اور جو مرضی کے موافق نہ ہو وہ ٹھیک نہیں ۔ انانیت اگر ہے تو یہی ہے نہ کہ وہ جو آپ سمجھے ہیں اور خط میں اُس کا اظہار کیا ہے ۔ جہانتک ہوسکے بندہ بنے رہنے کی کوشش کرنا چاہیئے کیونکہ عبودیت اعلیٰ ترین مرتبہ ہے ۔ بس یہی ٹھیک ہے اب یہ کہ وصل کی رغبت اور ہجر سے نفرت اس کو اپنے تک آنے نہ دے ۔ حافظ رح فرماتے ہیں ع

	عاشق یارم مرا با وصل و با ہجراں چہ کار	

اب اور کہاں تک لکھوں اور کیا لکھوں ۔ اللہ تعالیٰ اپنے تمام بندوں کو توفیق خیر دے کہ اپنی یاد میں مستغرق رکھے کہ حاصل عمر یہی ہے ؎

	پھر عمر تر اب اسکی اطاعت میں جو گذرے	پھر تو کوئی نعمت نہیں جینے کے برابر	فقط

(۷۰) اس تنبیہ میں کہ اگر ذکر و شغل میں دل نہ جمے تو بہ جبر جمانا چاہیئے۔ لطیفہ قلب کے شغل اور حالت طلب اور نامرادی کے بیان میں۔

بجناب شفقت مآب عمی مکرمی مولوی حکیم حافظ عبدالحلیم صاحب ادمجدہٗ۔ از فقیر زادہ خستہ جگر حبیب حیدر پس تسلیم مسنون تکریم مشحون و دعاہائے حصول مقاصد دلی و مآرب قلبی حالی خاطر شریف باد۔ آپکی حالت باطنی اور طبیعت نہ جمنے کا حال سُنا۔ بظاہر اسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس طرف آپ اپنی نوکری کی وجہ سے متعلق الخاطر رہے اور پریشان رہے اور مشہور بات ہے کہ ع۔ پراگندہ روزی پراگندہ دل۔ بس اسیوجہ سے یہ بات ہوئی۔ اب چونکہ سردی کا زمانہ قریب آگیا ہے یہ بات نہیں رہے گی گھبرایئے نہیں۔ اور اگر طبیعت نہیں جمتی ہے تو بزور اسکو متوجہ کیجئے کیونکہ ع۔ اندریں راہ کار دارد کار سکا مضمون ہے اور قبل لطیفہ قلب میں غور کرنے کے تین بار استغفار پڑھ کر اس دعا کو بحضور قلب و تصور معنی اکتالیس مرتبہ پڑھ لیا کیجئے اللّٰھم اعطنی نورا واجعل لی نورا واعظم لی نورا واجعلنی نورا[1]۔ مگر شرط یہ ہے کہ بعد کھانے کے یہ شغل نہ کیا جائے بلکہ حالت خلو معدہ میں ہو۔ اس کا اثر انشاء اللہ بہت جلد ہوگا۔ اب رہا یہ کہ اولاً طبیعت ہی نہیں مائل ہوتی ہے اور جو مائل ہوتی ہے تو صورت مثالیہ ہی قائم ہوتی ہے۔ تو اولاً یہی ہوتا ہے بلکہ اوّلاً بالکل قلب زنگ آلود دکھاتی دیتا ہے بعد اسکے صاف ہوتے ہوتے آئینہ سا معلوم ہوتا ہے اور یہ بلا ریاضت یعنی ذکر نفی و اثبات کے نہیں ہوتا ہے سردی جب خوب ہونے لگے تو اس شغل کو بعد ذکر کے کیجیے گا۔ پھر یہ جو آپ نے لکھا کہ طلب کیف کی ہے اور کیف کا نتیجہ محض بے کیفی ہے تو پھر طلب بیکار ہے۔ پس طلب کیوں بیکار ہے اس وجہ سے کہ جب کوئی حالت نہ ہونے میں طلب ہوئی

[1] بارالٰہا عطا کر مجھ کو نورانیت اور گردان تو میرے لیئے نورانیت اور بلند کر تو میرے لیئے نورانیت اور کر دے تو مجھ کو ہمہ تن نور ۱۲

تو کیفیت ہوا و سبب اُس سے او رمرتبہ بڑھا تو نامرادی ہوگئی کہ جس کا نام فنا ہے پس نہ ریاضت بیکار ہے اور نہ طلب بیکار ہے کیونکہ ہماری حقیقت اصلیہ عدم ہے کہ جس کو ہم وجود سمجھے ہوئے ہیں تو اس خیال کے مٹنے کی خواہش ہوئی اور حقیقت اصلیۂ عدم کی طلب ہوئی اور یہ بے ریاضت اور طلب ممکن نہیں ہے۔ والتسلیم مع التکریم۔ فقط

(۱۷) صحتیابی کے لئے دعاؤں کی تعلیم۔

بگرامی خدمت ہمہ شفقت ومکرمت عموی صاحب قبلہ مولوی حافظ حکیم عبدالحلیم صاحب ادام مجدہٗ از احقر حبیب حیدر سیس تسلیم مسنون تکریم مشحون ودعاہائے حصول صحت وعافیت جسمانی وروحانی حالی خاطر شریف باد۔ گرامی نامہ تفقد رقم صادر ہوکر باعث عزوابتہاج خاطر حقیر ہوا۔ کیفیت کسلمندی مزاج عالی دریافت کرکے سخت تعلق ہوا اللہ تعالیٰ جلد تر صحت کلیہ عطا فرمائے مسہل لینا بہت مناسب ہے خدا کرے بعافیت اس سے فراغت ہوجائے میرے خیال میں آپ آیات شفا رکابی پر لکھ کر نوش کرلیا کریں قوی امید ہے کہ ان سب شکایات کا دفعیہ اُس سے ہوجائے گا اور اگر کسی دوسری بات کا خیال شخص معلوم کی طرف سے ہو تو دو رباعیاں[1] میں نے آپ کو لکھوادی تھیں جب کہ آپ ماہ جمادی الثانی میں آئے تھے انکو اور نیز تکبیر عاشقاں کو ضرور بالضرور ورد میں رکھیے اور اگر ورد میں ہو تو بڑھا دیجئے بجائے تین بار کے گیارہ بار کردیجئے اور ایک دعا درج ذیل ہے اسکو بحضور قلب تین بار مع اول وآخر درود شریف کے پڑھ لیا کیجئے انشاء اللہ کچھ نہ ہوگا اور جو کچھ خدانخواستہ ہوگا دفع ہوجائے گا فقط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللھم بحق جبرئیل ومیکائیل واسرافیل وعزرائیل وبحق ھو اللہ الذی لا الٰہ الا ھو عالم الغیب والشھادۃ ھو الرحمٰن الرحیم اجب دعوتی واقض حاجتی الٰھی

[1] رباعی نمبر ۳ صفحہ ۲۱ سطر ۲ و ۲ و رباعی نمبر ۶ صفحہ ۱۵ سطر ۱۲ و ۱۳

من ارادنا بسوءٍ فردہ ومن کادنا بکید فکدہ ومن دعا علینا فاھلکہ واحفظنا من بین ایدینا ومن خلفنا وعن ایماننا وعن شمائلنا ومن جمیع بلیات السموات والارضین ومن فیھن بحق اھیا اشراھیا اذونی اصباؤث تقبل دعائنا بکل ما دعوت وبحق ادعونی استجب لکم وافتح مغالیقنا بحق لا یعلمھا الا ھو واکشف ضرنا بحق لا کاشف لہ الا ھو - صبح وشام معہ اول وآخر سہ بار درود شریف خواندہ بر ہر دو دست دمیدہ ہر دو دست را بر تمام جسم بمالند فقط

مکاتیب[1] بنام منشی امیر احمد صاحب علوی

(۴۷) چند ادعیہ اور استغفار کی تعلیم قلب صنوبری کا رنگ ایک مشغولی کی تعلیم

بسامی خدمت گرامی منزلت اخوی صاحب معظم ومکرم منشی امیر احمد صاحب زاد مجدہٗ - از احقر حبیب حیدر سپس تسلیم مسنون تکریم مشحون و دعاہائے حصول مقاصد دارین التماس اینکہ حضرت خداوند نعمت قدس سرہٗ العزیز کا ارشاد جو آپ نے تحریر فرمایا وہ سُنا - اُس سے جو آپ کو حسن ظن پیدا ہوا وہ بھی معلوم ہوا خداوند عالم مجھے آپکے حسن ظن کے موافق کردے اور کیا عرض کروں جو کچھ میرے خیال ناقص میں آیا وہ گذارش کرتا ہوں - آیۂ کریمہ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک الخ جو کہ آپ نے مسجد میں کسی شخص کی زبانی سُنی ہے یہ مفید ہے - آپ ضرور

---

[1] حاجی منشی امیر احمد علوی خلف اکبر حاجی منشی ذکی الدین صاحب کاکوروی ۳ جمادی الآخر ۱۲۹۶ھ کو پیدا ہوئے - فارسی و عربی کی تعلیم اپنے ماموں مولوی نور الحسن صاحب نیر کاکوروی صاحب نور اللغات سے پائی اور انگریزی میں بی - اے - پاس کیا علم جفر اپنے نانا جناب مولوی محمد محسن صاحب محسن کاکوروی (مدح رسول اکرم صلعم) سے سیکھا - ادب اور تاریخ سے خاص دلچسپی ہے - صاحب تصنیف و تالیف ہیں - اُنکی دو کتابیں یادگار انیس اور طرۂ امیر خصوصیت کے ساتھ مقبول عام ہوئی ہیں تین مرتبہ حج بیت اللہ شریف کی سعادت حاصل کی - اسی صوبہ میں سرکاری ملازمت کی اور عہدہ ڈپٹی کلکٹری سے پنشن یاب ہوئے - اب کاکوری میں مستقل قیام ہے ۱۲

بعد نماز کے پڑھ لیا کریں نیز اسکے ساتھ یہ دو آیتیں بھی ربنا واتنا ما وعدتنا علیٰ رسلک ولا تخزنا یوم القیامۃ انک لا تخلف المیعاد۔ اور ربنا فاغفر لنا ذنوبنا وکفر عنا سیاتنا وتوفنا مع الابرار اگر پڑھ لیا کریں تو اور بھی زیادہ مناسب ہی۔ دفع شکوک وخطرات ووساوس فضول کے واسطے کلمۂ لاحول الخ نیز یہ استغفار مخصوص رب اغفرلی وتب علی انک انت التواب الرحیم۔ بہت مفید ہے اس طرح پر کہ قلب کو کل خطرات اور خیالات سے یکسو کر کے اس استغفار کے معنوں پر غور کرتا جائے اور پڑھتا جائے۔ اور بعد ہر نماز کے یا رحمٰن دو سو اٹھانوے بار پڑھ کر قلب پر دم کر لینا چاہیئے کہ یہ مخصوص دفع کدورت قلبی کے لیئے مجرب ہی۔ اور صرف بعد نماز صبح کے یا فتاح ستر بار پڑھ کر داہنے ہاتھ پر دم کر کے قلب پر پھیر لینا چاہیئے کہ اسکے ورد سے قلب میں فرحت اور کشایش پیدا ہوگی اور بوجہ شکوک اور خیالات فضول کے جو ایک قسم کی وحشت ہو جایا کرتی ہے وہ بھی دفع ہو جائے گی۔ نماز تہجد تو آپنے پڑھنا شروع ہی کر دی کہ جو اور بھی زاید مصفی قلب ہی۔ اُس سے تو صفائی ہو جائے گی۔ ان اوراد کی مداومت سے اور بھی جلد ہو جائے گی۔ شغل دوازدہ تسبیح کہ جو معمول خاندان چشتیہ کا ہے اُس کے ورد رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں شغل حبس دم کرنے کی فی الحال کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ بلکہ بجائے اُسکے ایک طریقہ شغل جو دوسرے صفحہ پر تحریر ہے وہ کر لیا جایا کرے یہ بھی بہت مفید ہے۔ استغفار مذکورہ بالا علاوہ نماز صبح کے اگر بعد نماز مغرب کے سو دو سو بار پڑھ لیا جایا کرے تو بھی اچھا ہے۔ نیز نماز اشراق بعد طلوع آفتاب کے بشرط فرصت پڑھ لی جایا کرے۔ وہ بھی نورانیت قلب اور دفع خطرات کے لیئے مفید ہوگی۔ ترکیبیں اسکی مختلف ہیں۔ اس خاندان کا معمول یہ ہے کہ دو رکعت بہ نیت نفل اس طرح پر پڑھی جائیں کہ ہر رکعت میں بعد سورہ فاتحہ کے سورۂ اخلاص تین تین بار پڑھے۔ آپ ان اوراد کو

عمل میں رکھیں . خداوند عالم کے فضل وکرم سے امید ہے کہ قلب میں صفائی اور نورانیت پیدا ہو جائے گی
اور شکوک واوہام باطلہ بھی دفع ہوتے رہیں گے میں بھی دعاے دلی سے غفلت نہ کروں گا مسئلہ وحدت
وجود حق ہے اور حضرات صوفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مختار ہے چونکہ یہ مسئلہ کشفیہ اور ذوقیہ ہے اسی وجہ سے
اکثر حضرات کو اسمیں زیادہ غلو ہو گیا ہے اور بعضے ساکت ہیں مگر جو ساکت ہیں وہ منکر نہیں ہیں بلکہ بپاس ادب شریعت
مطہرہ یہ کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ تا وقتیکہ حال نہ ہو زبان سے نہ کہنا چاہیئے دل سے البتہ اعتقاد رکھنا چاہیئے۔
جن حضرات سے یہ مسئلہ بیان میں آیا وہ مغلوب الحال تھے اور بحیثیت شرع شریف معذور سمجھے گئے حضرات
مرشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بھی یہی مسلک رہا ہے جیسا کہ مطالب رشیدی میں خود حضرت صاحب
قبلہ قدس سرہٗ العزیز نے ایک مطلب مخصوص اسی بیان میں لکھا ہے اور مختصر مفید طریقہ سے سمجھایا ہے۔ نیز
کتاب الکہف والرقیم کی شرح میں معظمی منشی وہاج الدین صاحب مغفور نے بھی بالتفصیل لکھا ہے۔ آپ ان
کتابوں کو ملاحظہ فرمائیں امید ہے کہ دلنشین ہو جائے گا۔ فقط والتسلیم مع التکریم۔ مکرر اینکہ نقشہ قلب صنوبری
کا بھی بنا کر ملفوف عریضہ ہذا ہے اسمیں صرف یہ بات خیال رکھنے کی ضرورت ہے کہ رنگ اس کا بالکل سرخ
نہیں ہے بلکہ سرخی خفیف مائل بزردی ہے جو گوشت کا رنگ ہوتا ہے۔ طریقہ مشغولی۔ بعد نماز تہجد خواہ
بعد نماز صبح کے اول رب اغفرلی وتب علی انک انت التواب الرحیم سو بار پڑھ کر یہ درود شریف
چار سو چوالیس بار پڑھنا چاہیئے اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد بعدد کل معلوم لک۔ بعد اس کے
قلب صنوبری کا نقشہ بائیں جانب خیال میں جما کر اللہ ھو کو بذریعہ سانس خیال کر کے ھو کی پھونک
قلب صنوبری پر چھوڑے۔ اور جب یہ خیال بخوبی جم جائے تب پھر یہ خیال کرے کہ لفظ اللہ کی صورت جو
دل پر بنی ہوئی ہے وہی قائم ہے اور دل اور جو کچھ کہ دل میں تھا وہ سب ھو کی پھونک سے اُڑا دیا۔ فقط

م

(۴۳) درود شریف پڑھتے وقت حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور قائم ہونا اچھا ہے۔

بگرامی خدمت ہمہ شفقت وعطوفت اخوی صاحب مکرم منشی امیر احمد صاحب ادمجدہٗ - از بندۂ حقیر حبیب حیدر سپس تسلیم مسنون تکریم مشحون ودعاہائے حصول مقاصد دارین التماس اینکہ نامۂ نامی وصحیفۂ گرامی نے صادر ہوکر ممنون یاد فرمائی اور مکرمت بے نہایت کیا۔ حالات مرقومہ وادائے وظائف بپابندی معلوم کرکے مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی یاد میں شاد رکھے اور اپنی معرفت نصیب کرے۔ وقت ورد درود شریف اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد بعدد کل معلوم لک اگر تصور جناب رسالت مآبؐ قائم ہوجائے تو اس طرف متوجہ ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ البتہ وقت مشغولی کے جو بعد ورد درود شریف مذکورہ بالا ہے اسوقت سوائے تصور نیستی کے اور کسی طرف متوجہ نہ ہونا چاہیئے۔ جو تصور آپ کو خود بخود قائم ہوگیا یہ محض عنایت الٰہی اور توجہ مرشدی خیال کرنا چاہیئے خدا اس تصور میں دوامی قیام عطا فرمائے اور ثمرات حبی سے بہرہ یاب فرمائے۔ مجھے دعائے دلی سے غافل نہ تصور کریں باقی سب خیریت ہے فقط والتسلیم مع التکریم

(۴۴) رسالہ اذکار شاہ کلیم اللہ جہان آبادی اور آداب اذکار۔ رگ کیماس کی تشریح اور دوسری مشغولیاں اور اذکار۔

بگرامی خدمت ہمہ عطوفت ومکرمت اخوی صاحب مکرم منشی امیر احمد صاحب ادمجدہٗ - از احقر حبیب حیدر سپس تسلیم مسنون تکریم مشحون التماس اینکہ رسالہ اذکار مصنفہ حضرت شاہ کلیم اللہ جہان آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے ملاحظہ سے گذرنے کی کیفیت بھی معلوم ہوئی۔ آداب ذکر جو اسمیں لکھے ہوئے ہیں وہ سب بہت ٹھیک ہیں اگر ان آداب کا لحاظ آپ بھی کریں تو کچھ حرج نہیں اور نہ کریں تو بھی کچھ مضائقہ نہیں۔ ایسے امور بحیثیت اختلاف سلسلہ وخاندان مختلف ہوا کرتے ہیں۔ بعض امور تو ایسے ہوتے ہیں جنکے وجوہ خاص

ہوتے ہیں مثلاً اس سلسلہ کے حضرات کو کوئی بات متعلق کسی ذکر یا شغل یا وظیفہ کے بذریعہ کشف یا الہام معلوم ہوئی
وہ انھوں نے اس ذکر میں اضافہ کردی یا یہ کہ خود اُن کا ذاتی تجربہ ہوا وہ انھوں نے اپنے مریدین کو تلقین
فرما دیا جس طریقہ سے آپ عامل ہیں وہ سب ٹھیک ہے۔ اُسمیں کوئی نقص نہیں معلوم ہوتا۔ رگ کیماس کا صحیح
مقام بائیں جانب کے پیر کے گھٹنے کے اندر ہے۔ ایک پٹھا گھٹنے کے اندر ہوتا ہے جو پیر پھیلانے اور سمیٹنے میں
پھیلتا اور سمٹتا ہے اور وہ گھٹنے کے کنارہ پر ہوتا ہے اور مربع بیٹھنے میں اوپر ہی رہتا ہے۔ اسی سے قریب
کی رگ کا نام کیماس ہے۔ اس کا تعلق قلب سے ہے۔ اسی وجہ سے اسکے دبانے سے خطرات آنے میں بہت کمی
ہو جاتی ہے۔ ذکر کے واسطے عمدہ طریقہ نشست کا وہی ہے کہ جس طرح سے نماز میں بحالت جلسہ نشست
ہوتی ہے صرف ایڑی اُٹھانے کا فرق رہتا ہے۔ آپ جس طرح سے عامل ہیں وہ درست معلوم ہوتا ہے
جو مشغولی کا طریقہ یہاں سے لکھ کر بھیجا گیا ہے اُس کو اُسی قعدۂ صلوٰۃ کے طور پر کیجیئے اور شغل دوازدہ تسبیح
مربع بیٹھ کر خیال موجودگی ذاکر بھی فراموش ہو جائے گا۔ فی الحال آپ اسی خیال کو کہ سوائے اللہ کے
کوئی ہستی نہیں قائم کرتے رہیں بلکہ اسمیں وسعت دیتے رہیں۔ خود فراموشی بھی انشاء اللہ تعالیٰ جلد حاصل
ہو جائے گی مشغولی کی تعداد کوئی مقرر نہیں ہے بلکہ دل لگنے پر موقوف ہے پانچسو بار کی تعداد اچھی ہے
متوسط درجہ اسی قدر آپ روزانہ تعداد رکھیں۔ دو سو بار کم ہے اور اگر کسی روز پانچ سو بار سے زائد کرنیکو
دل چاہے تو آٹھ سو بار تک آپ کر سکتے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ مشق پاس انفاس آپ کی جاری ہے انشاء اللہ
وقت بات چیت کرنے یا دماغی کام کرنے کے بھی وہ مشق جاری رہے گی اور مصداق آیۂ کریمہ علیٰ صلوٰتھم
دائمون آپ ہو جائیں گے۔ جو شغل آپ کرتے ہیں وہ برابر کرتے رہیں۔ کلام مجید پڑھتے پڑھتے انسان حافظ
ہو جاتا ہے تو پھر یہ تو ذکر الٰہی ہے۔ اسکے پورے آثار جو ہونا چاہیئے وہ سب ہونگے اور خداوند عالم آپ کو

اُن سے مستفیض کرے گا۔ اگر بعد فراغت از معمولات کچھ وقت نماز فجر تک باقی رہتا ہو تو اُس وقت آپ
اسم ذات یعنی صرف اللہ جس قدر ہو سکے پڑھ لیا کریں اور بعد اسکے نماز فجر پڑھا کریں۔ کشکول کلیمی کا
انتخاب بھی دیکھا شغل نمبر ۲ کی طرف جو آپ کو رغبت ہے وہ بھی معلوم ہوئی۔ یہ شغل خاندان قلندریہ میں
بھی ہے اگرچہ طریقہ میں تھوڑا فرق ہے اس کو فی الحال عمل میں لانے کی میری رائے نہیں ہے۔ بلکہ اس کے
واسطے حبس دم کی مشق کرنا ضروری ہے۔ وہ اولاً آپ کریں یعنی اپنی سانس کو روکنا شروع کریں اسطرح
پر کہ پہلے روز دس منٹ تک روکیں پھر دوسرے روز بیس منٹ تیسرے روز تیس منٹ یہاں تک کہ جب
قریب گھنٹہ بھر کے ہو جائے تب اس شغل کو شروع کریں۔ مگر اسکے واسطے تقلیل غذا کی بھی ضرورت ہوگی جب
ایک گھنٹہ تک آپ حبس دم کریں اور اسمیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہو تب آپ مجھے مطلع کریں۔ اُسوقت ویسا
گذارش کروں گا۔ باقی سب خیریت ہے۔ دعائے دلی و توجہ قلبی سے غفلت نہیں ہے اور نہ رہے گی خداوند عالم
آپ کو جملہ مقاصد دینی و دنیوی میں کامیاب فرمائے اور اپنی یاد میں شاد رکھے۔ والتسلیم مع التکریم فقط

(۷۵) مرید سلسلہ قادریہ کو دوسرے سلسلوں کے اذکار و اشغال کی تعلیم دینے میں مضائقہ نہیں چند اوراد کی تعلیم

بگرامی خدمت ہمہ عطوفت اخوی صاحب معظم و مکرم منشی امیر احمد صاحب زاد مجدہٗ۔ از بندہ احقر
حبیب حیدر بعد تسلیم مسنون تکریم مشحون و دعاہائے حصول مطالب و مقاصد دارین التماس اینکہ اوراد
و وظائف پر استقامت اور پابندی بھی معلوم کرکے دل خوش ہوا خداوند عالم اس استقامت میں اور ترقی
عطا فرمائے۔ یہ خیال کہ بجائے اذکار چشتیہ کے اذکار قادریہ یا قلندریہ کی مشق کیجائے تو زیادہ مناسب
تھا کیونکہ آپ کو بیعت بھی سلسلہ عالیہ قادریہ میں ہے تو یہ کوئی ضروری امر نہیں ہے کہ جس سلسلہ میں بیعت
کر چکا ہو تو اُسی کے اذکار کرے بلکہ دوسرے سلسلہ کے اذکار بھی کئے جا سکتے ہیں اور اُن سے فائدہ بھی ہوتا ہے۔

حضرت خداوند نعمت مرشد برحق قدس سرہ العزیز اکثر اذکار چشتیہ کی تعلیم اُن لوگوں کو فرماتے تھے کہ جنکی بعیت
سلسلہ عالیہ قادریہ میں ہوتی تھی۔ یہ مسلمہ ہے کہ مقصود اصلی ہر سلسلہ میں منسلک ہونے سے وصول الی اللہ
ہے لہذا آپ اذکار چشتیہ ہی پر عامل رہیں۔ آپ کو انھیں سے فوائد حاصل ہونگے۔ دوسرا خیال کہ آپ جو
اذکار کرتے ہیں انکی صرف اجازت آپ نے حاصل مجھ سے کی ہے میری تلقین اور ارشاد سے نہیں ہیں ورنہ
زائد موثر ہوتے۔ اسکے بارہ میں یہ گذارش ہے کہ یہ بھی محض خیال ہے مجھے حضرت خداوند نعمت قدس سرہ العزیز
کے حضور سے اجازت سلسلہ چشتیہ اور اسکے اذکار اور اوراد کی تعلیم و تلقین کی بھی ہے لہذا جو استغفار
اور صیغہ درود شریف کہ میں نے آپکے اوراد میں اضافہ کر دیا ہے وہ بھی اسی سلسلہ کے متعلق اوراد سے ہے
اور موجودہ ذکر و شغل میری ہی تلقین سے ہے۔ کیونکہ آپ نے تو کُل وظائف مجھے بذریعہ صحیفہ مکرمت کے لکھ بھیجے
تھے اور اس امر کو بھی ظاہر کر دیا تھا کہ جو رد و بدل مناسب ہو وہ کر دیا جائے چنانچہ جو فہم قاصر میں آیا اُس سے
اطلاع دیدی گئی تھی بس اب وہ محض اجازت ہی نہیں رہی بلکہ تلقین ہو گئی۔ علاوہ اسکے دعائے دلی اور
توجہ قلبی کے بارہ میں بھی غالبًا کسی عریضہ میں گذارش کر دیا تھا۔ اس سے حسب وعدہ غفلت نہیں ہے اور
نہ انشاء اللہ تعالیٰ رہے گی۔ آپ باطمینان تمام انھیں وظائف پر عامل رہیں۔ جو فوائد و اثر کہ ہونا چاہیے
اللہ تعالیٰ آپ کو اُن سے بہرہ یاب فرماتا رہے گا۔ فی الحال اسمیں تغیر و تبدل کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی ہے
البتہ جب موسم سرما شروع ہو جائے اُسوقت ضرور کچھ تغیر مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ویسا اُس زمانہ میں کر دیا جائیگا
اگر بوجہ مرض یا سوء ہضم یا موجودگی مہمان کے ذکر جہر ناغہ ہو جائے اور وہی تسبیحیں آہستہ آہستہ پڑھ لی جائیں
لیٹ کر خواہ بیٹھ کر تو اسمیں کچھ مضائقہ نہیں ہے بلکہ موجودگی مہمان میں ناغہ کر دینا انسب ہے نفس چونکہ
شہرت زیادہ پسند کرتا ہے اور اسی کی وجہ سے اکثر ریائی کیفیت بھی انسان میں پیدا ہو جاتی ہے لہذا ایسی

حالت میں ناغہ کر دینے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ اگر کسی عذر کی وجہ سے مربع یا دو زانو بیٹھنا ممکن نہ ہو تو کسی
تیسری صورت سے بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں ہے چونکہ ان دونوں صورتوں کی نشست میں ادب کا زیادہ
لحاظ ہے اس وجہ سے بہتر یہی نشست رکھی گئی مگر بحالت عذر معاف ہے۔ یاد حق ہونا چاہئے کسی طور سے
ہو کہ فاذکروا اللہ قیاما و قعودا و علےٰ جنوبکم۔ سال دو سال سے یہ تین ورد زائد کر دیئے گئے ہیں کہ
انہیں کسی وقت سبحان اللہ وبحمدہٖ سو بار سبحان اللہ العظیم وبحمدہٖ سو بار لاحول ولا
قوۃ الا باللہ العلی العظیم سو بار اور حسبنا اللہ ونعم الوکیل سو بار پڑھ لیا جاتا ہے۔ اسمیں
چاہے سبحان اللہ وبحمدہٖ گھٹا دیا جائے کیونکہ سبحان اللہ العظیم وبحمدہٖ اسی نفع و تاثیر کا
موجود ہی ہے۔ باقی اور سب وظائف بدستور باقی رکھے جائیں کہ جو بہت عمدہ اور خاندانی معمولات میں
سے ہیں۔ درود شریف اگر بجائے ۳۱۳ بار کے پچیس سو بار ہو گیا ہے بہت اچھا ہے۔ جمعہ کے روز اگر ہزار بار
سے اور زائد ہو جایا کرے تو بہتر ہے کیونکہ بعد فرائض کے پھر درود شریف سے زائد کوئی چیز اعلیٰ نہیں ہے شغل
پاس انفاس یعنی اللہ ھو کی مشق جاری رہے اور بعد ذکر کے قلب کی طرف چشم بند غور کرنا چاہیئے۔ صورت
قلب بھی نظر آجائے گی اور بوجہ مشغول رکھنے سانس کے مشق اللہ ھو میں اس امر میں پوری کامیابی نہیں
ہوتی ہے تو اس کا وقت تبدیل کر دیا جائے یعنی جس وقت ذکر کیا جاتا ہے اس وقت یہ مشغولی نہ
رکھی جائے بلکہ بعد نماز صبح یا بشرط فرصت بعد نماز مغرب کے رکھی جائے کیونکہ وقت ذکر تو قبل از نماز
صبح ہے۔ لہٰذا یہ مشغولی بعد نماز صبح کی جائے کہ اس عرصہ میں ذرا سکون بھی طبیعت کو مل جائیگا۔ بالجملہ
اسمیں تغیر و تبدل کی ضرورت فی الحال نہیں معلوم ہوتی۔ موسم سرما میں جو امر مناسب معلوم ہوگا اس سے
مطلع کروں گا مجھے حسب وعدہ دعائے دلی و توجہ قلبی سے غفلت نہیں ہے۔ خداوند عالم آپ کو

اپنی یاد میں شاد و بامراد رکھے۔ فقط والتسلیم مع التکریم۔

(۷۶) تلقین ذکر نفی اثبات۔

بگرامی خدمت ہمہ عطوفت و مکرمت اخوی صاحب معظم و مکرم منشی امیر احمد صاحب ادمجدہٗ۔ از بندۂ
احقر حبیب حیدر سلیس تسلیم مسنون تکریم مشحون و دعاہائے حصول مقاصد دارین التماس اینکہ گرامی نامہ مکرمت
ختامہ نے ورود فرماکر ممنون مکرمت بغایت و رافت بے نہایت کیا۔ خواب جو اس طرف دیکھے گئے
اُنکی کوئی خاص تعبیر نہیں ہے بلکہ جو کچھ آپ کرتے ہیں اُس کا اثر یہی ہوتا ہے کہ جسم اُڑتے ہوئے معلوم ہوتا
ہے فی الحال تھوڑی بلندی تک پرواز کرنا معلوم ہوا ہے آیندہ اس سے زائد معلوم ہوگا۔ جسقدر مواظبت ذکر
و مشغولی کی ہے اور اسمیں پختگی آئی ہے اُسی قدر اثر معلوم ہوا۔ بعد نماز تہجد کے موسم سرما بھر ذکر نفی اثبات کرلیا
جایا کرے اس طرح پر کہ اولاً استغفار جسقدر وردمیں ہو وہ پڑھا جائے بعد اسکے فاتحہ بنام پیران شجرہ پڑھا جائے
جس طرح سے کہ آپ پڑھتے ہوں بعد اسکے ذکر اس طرح پر شروع کیا جائے کہ بجہر متوسط لفظ لا کو ناف سے کھینچکر
دماغ تک لاکر گردن کو داہنی جانب ختم کرکے لفظ الٰہ کہیئے اور یہ خیال کیجیئے کہ کوئی چیز موجود نہیں ہے
ہر چیز معدوم ہے بعد اسکے لفظ الا اللہ کی ضرب بقوت دل پر دے کر یہ خیال کیجیئے کہ اللہ ہی موجود ہے سوا
اسکے اور کوئی چیز نہیں موجود ہے۔ یہ دو سو بار کیا جائے اور بعد ختم ہر سیکڑہ کے محمد رسول اللہ ایک بار
صرف زبان سے آہستہ کہہ لیا جائے۔ اس تعداد کے پورے ہو جانے کے بعد صرف لفظ الا اللہ کی ضرب تین سو بار
قلب پر دی جائے اسمیں بھی وہی خیال مذکورہ بالا قائم رکھا جائے۔ تو یہ مجموعی تعداد پانچ سو بار کی ہوئی۔
اثبات مجرد کے ہر سیکڑہ کے بعد لفظ محمد رسول اللہ کے کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ ماسوا کی معدومی اور
حق کی موجودیت ملحوظ رہے۔ بعد ختم تعداد یعنی پانچ سو بار کے قلب کی جانب متوجہ ہو کر قلب کو ملاحظہ کرنا

چاہیئے۔ ممکن ہے کہ آپ اسی طریقہ سے ذکر کرتے ہوں اور میں نے مکرر لکھ دیا ہو تو صرف اس قدر تغیر کر دینا چاہئے کہ تعداد مرقومہ بالاسے دوسو بار اضافہ کر دیا جائے اور وہ بھی بیک دفعہ نہ اضافہ کیا جائے بلکہ پچیس بار روزانہ بڑھایا جائے تاکہ ایک ہفتہ میں دوسو بار ہو جائے۔ فی الحال اسقدر خیال میں گذرتا ہے اگر پھر اور کچھ اضافہ ضروری معلوم ہو گا گذارش کروں گا۔ زائد ایسا اضافہ کہ بار ہو جائے اور بجائے رغبت کے وحشت پیدا ہو مجھے مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ والتسلیم مع التکریم۔ فقط

(۷۷) مشغولی ھوالظاھر ھوالباطن کی تعلیم

بگرامی خدمت ہمہ عطوفت و مکرمت اخوی صاحب معظم و مکرم منشی امیر احمد صاحب زاد مجدہٗ۔ از احقر حبیب حیدر پس تسلیم مسنون تکریم مشحون و دعاہائے حصول مقاصد دارین التماس اینکہ گرامی نامہ مکرمت ختامہ نے صادر ہو کر ممنون یاد فرمائی و مرھون منت بغایت و کرم گستری کیا۔ حالات مرقومہ سے آگہی ہوئی بحالت کسل طبیعت نیز معلوم ہونے کیفیت تبدیلی موسم ذکر جہر کا ترک کر دینا مناسب و بہتر ہوا۔ آثار و کیفیات ذکر دریافت کر کے نہایت مسرت ہوئی اللّٰھم زد فزد ولا تنقص حسب وعدہ سابقہ ایک طریقہ مشغولی گذارش ہے۔ اب بجائے ذکر کے تا آغاز موسم سرمایہ مشغولی کی جائے۔ وظائف یا اوراد جو معمولی ہیں وہ سب بدستور ورد میں رہیں یعنی پانچ تسبیحیں وغیرہ۔ طریقہ مشغولی یہ ہے کہ قبل یا بعد نماز صبح خواہ بعد نماز مغرب دوزانو بیٹھ کر لفظ اللہ کو ناف سے کھینچکر دماغ تک لاکر سر بلند کر کے لفظ ھو کو اوپر چھوڑ دے اور یہ خیال کرے کہ ھوالظاھر ھوالباطن یعنی جو اندر ہے وہی باہر ہے اس کو تین سو بار سے شروع کر کے رفتہ رفتہ ڈھائی ہزار تک پہونچائے یہاں تک کہ اسی ذکر میں استغراق حاصل ہو جائے۔ قبل شروع مشغولی فاتحہ معمولاً پڑھ کر اپنے حضرت پیر و مرشد برحق رحمۃ اللہ علیہ کی روح مبارک کو بخشدیجئے۔ جو پر لطف حالت کہ بحالت

ذکر جہر کرنے کے ہوئی ہے وہی اس مشغولی سے بھی حاصل ہوگی بعد فراغت مشغولی نقشہ قلب پر توجہ کی جائے۔
خطرات و وساوس کی وجہ سے جو بعض اوقات نقشہ غائب ہو جاتا ہے اُس سے کچھ تردد نہ کیا جائے عنقریب
یہ بات بھی رفع ہو جائے گی۔ مجھ کو حسب وعدہ آپ دعائے دل سے غافل نہ تصور فرمائیں۔ باقی اور سب
بعنایت الٰہی خیریت ہے۔ والتسلیم مع التکریم۔ فقط

(۷۸) توحید وجودی و شہودی حضرت مجدد کی تعلیم شہودی کا سبب دفع وساوس کیلئے مشغولی و اوراد

بگرامی خدمت ہمہ شفقت و مکرمت اخوی صاحب معظم و مکرم منشی امیر احمد صاحب زاد مجدہٗ۔ از
احقر حبیب حیدر پس تسلیم مسنون بتکریم مشحون و دعاہائے کشائش ظاہری و باطنی التماس اینکہ حضرت مجدد
الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کے مطالعہ سے وحدت الوجود کے مسئلہ کے یقین پر تزلزل واقع ہو گیا۔
اسکی بھی کیفیت معلوم ہوئی۔ یہ تزلزل انشاء اللہ تعالیٰ رفع ہو جائے گا۔ حضرت مجدد صاحب کا یہ ارشاد کہ
وحدت الوجود صرف ایک حال ہے یہ تو ٹھیک ہے اور بیشک یہ توحید کہ مراقبہ اور اذکار و اشغال کی
مشق سے پیدا ہوتا ہے۔ اب یہ اُن کا ارشاد کہ یہ امر واقعی نہیں ہے بلکہ حقیقت وہی ہے جو تعلیم شریعت
ہے یعنی غیریت یہ اس بنا پر ہے کہ اُن کو سیر آفاقی میں دھوکا ہو گیا تھا کہ جسکے سبب سے وہ شہود کے
قائل ہو گئے اور وجود کے قائل نہیں رہے۔ اسی وجہ سے انکے کلام میں میلان شہود کی جانب زیادہ
پایا جاتا ہے۔ اور تعلیم شریعت اگر غور سے دیکھی جائے تو وجود ہی کی جانب ہے کیونکہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ میں
تمام علماء نحو و صرف وغیرہم کے نزدیک بعد کلا الہ کے لفظ موجود محذوف ہے نہ کہ مشہود علاوہ اسکے خود
متقدمین حضرات سلسلہ عالیہ نقشبندیہ رحمہم اللہ بھی وجودی ہی تھے نہ کہ شہودی۔ کلام اللہ نیز احادیث سے
ثبوت وحدت وجود کا ملتا ہے۔ پس اس کا خیال معاذ اللہ الحاد یا زندقہ کی جانب نہیں لیجاتا۔ نہ خلاف شرع

ہیں ایمان کی تعریف یہ ہے کہ الایمان اقرار باللسان وتصدیق بالجنان وعمل بالارکان تو تصدیق بالقلب اسی وجہ سے رکھی گئی ہے کہ تاوقتیکہ وہ نہ ہوگی اُس وقت تک ارکان پر عمل نہ ہوسکے گا اور نہ زبان سے اقرار ہوگا۔ حضرت خداوند نعمت والد ماجد قدس سرہٗ اکثر بر سبیل تذکرہ فرمایا کرتے تھے کہ زبان سے ہمہ ازوست کہے مگر دل سے اعتقاد اور ایقان ہمہ اوست کا رکھے۔ اذکار اور اشغال طالب کو جو تعلیم کیے جاتے ہیں وہ اسی غرض سے کہ وہ جو اس ہستی موہومہ کے الجھاوے میں پڑا ہوا ہے اس سے چھوٹ جائے اور ہستی حقیقی میں فانی ہوجائے۔ آپ خود تحریر فرماتے ہیں کہ اس تزلزل کا نتیجہ یہ ہوا کہ ذکر وشغل کا لطف جاتا رہا اگرچہ اوراد وظائف اہلاً سہلاً ادا ہوجاتے ہیں۔ اگر واقعیت کے لحاظ سے غور فرمائیے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ لطف ایک حالت ہے اور اس حالت سے ایک طرح دل ایسا متعلق ہوگیا ہے کہ جسکے نہ پائے جانے سے ایک کلفت طاری ہے۔ حالانکہ کلفت بھی ایک حالت ہی ہے کوئی اور چیز نہیں ہے۔ مگر چونکہ قلب اس سے آگاہ ہے لہٰذا اُس کو پسند نہیں کرتا۔ اسی طرح وحدت الوجود ایک حالت ہے کہ جو وجدان سے متعلق ہے۔ اسی وجہ سے اگر زبان سے کہا جائے تو وہ خلاف واقع ہوسکتا ہے۔ اب یہ خیال کہ اتنا بڑا شیخ الشیوخ ایسی صریحی غلطی میں کیونکر مبتلا ہوگیا ہے اسکے متعلق یہ گذارش ہے کہ چونکہ ظاہر کا غلبہ زائد رکھا گیا ہے اور بشیز انسان انھیں امور کو اختیار کرتا ہے کہ جن سے اُس کو فطرتاً مناسبت ہوتی ہے اُس زمانہ میں بعض لوگوں کو زیادہ اس حالت میں افراط ہوگیا تھا اور افراط وتفریط دونوں عموماً مضر ہوا کرتی ہیں لہٰذا آپنے بپاس حفظ شریعت وحب ایمانی اسی امر کو اختیار فرمالیا کیونکہ تقید بالشریعۃ اصل اصول عبودیت ہے۔ اور آپ مجدد دین بھی تھے آپ نے مریدین ومسترشدین کو اسی کی ہدایت فرمائی کیونکہ ہر چیز کا ایک ظاہر ہوتا ہے اور ایک باطن اور ظاہر کو باطن پر غلبہ بھی ہوتا ہے۔ پس آپ کا فیض زیادہ من حیث ظاہری واقع ہوا

اور آپ نے یہ خیال فرمالیا کہ ظاہر کے اثر سے باطن کا متاثر ہونا ضروری ہے اور جس قدر اثر کہ باطن کو بوجہ
غلبہ ظاہر کے ہوجائیگا وہ کافی ہے اور کسی امر کی حاجت نہیں ہے۔ اسی سے آپ ہمہ از وست کے قائل
ہوگئے حضرت مرشدنا شاہ محمد کاظم قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے ایک واقعہ میں آپ سے گفتگو بھی اسی کے
متعلق ہوئی تھی جو کتاب مستطاب اصول المقصود میں بضمن "بیان واقعات و رویت پیغمبر علیہ السلام کہ
آنحضرت را رو داده بود" لکھی ہوئی ہے۔ زائد تفصیل اور تشریح کے سے کتاب مستطاب روض الازہر میں یہ مسئلہ
موجود ہے اور مختصر مفید کتاب مستطاب مطالب رشیدی میں بھی ہے۔ ان کتب کو بھی آپ ملاحظہ فرمائیں
مجھے امید ہے کہ یہ کیفیت "تزلزل" جو واقع ہوگئی ہے رفع ہوجائے گی۔ ایسے امور اختلافی کی جانب میرے
خیال ناقص میں زائد متوجہ بھی نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ اس سے سوائے پریشانی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔
آپ زیادہ اشغال اور وظائف میں کہ جو آپکے معمولہ ہیں توجہ رکھا کریں۔ جب بوجہ اشغال کے حالت نسبتی
خوب قائم ہوجائے گی تو یہ امور خود بخود معلوم ہوجائیں گے اور شبہات بھی حل ہوجائیں گے۔ نفس انسانی کی
یہ عادت ہے کہ جہاں اس کو کوئی شبہ لاحق ہوتا ہے تو پھر وہ زیادہ اس طرف مخاطب ہوجاتا ہے اور اصل بات
کی طرف سے ہٹ جاتا ہے اور اس سے سخت پریشانی لاحق ہوجاتی ہے۔ یہ مرض قابل علاج ہے اسکے دفعیہ کے
لیئے ایک ترکیب ورد علیحدہ ملفوف عریضہ ہذا ہے اس کو آپ چار یا پانچ مرتبہ کریں۔ یہ جو خیالات پریشان کن
آتے ہیں وہ سب اس سے رفع ہوجائیں گے اور میں بھی حسب وعدہ دعائے دلی و توجہ سے غافل نہیں
رہوں گا خاطر عاطر قرین طمانیت رہے۔ باقی اور سب خیریت ہے۔ فقط والتسلیم مع التکریم۔ جب اشغال اور
نسبت قلبی میں بوجہ وساوس کے لاحق ہونے کے فتور واقع ہو تو چاہیئے کہ غسل کر کے صاف کپڑے پہنے
اور خوشبو لگاکر خلوت کی جگہ میں بیٹھے اور معوذتین اور سورۂ اخلاص اور سورۂ فاتحہ تین تین بار پڑھے

کشف ارواح کی ترکیب حسب ارشاد لکھتا ہوں۔ یہ عمل میں لائی جائے۔ جو حالت اُنکی ہے وہ معلوم ہوجائیگی۔ طریقہ اُس کا یہ ہے کہ بعد نماز عشاکے بحالت خلوے معدہ دو زانو بیٹھ کر دونوں ہاتھ زانو پر رکھ کر داہنی جانب لفظ سبوح کو ضرب دے کر کے اور بائیں جانب لفظ قدوس کو اور سر اٹھا کر آسمان کی جانب لفظ رب الملائکۃ کی کہے بلا ضرب کے اور پھر دل پر لفظ والروح ضرب دے کر کے اور اس اثنا میں جس شخص کے متعلق دریافت کرنا ہو اُسی کی روح کا خیال رکھے اور کسی قسم کا کوئی خیال دل میں نہ لائے۔ یہ شغل کم از کم آدھ گھنٹہ تک رکھے اور ڈیڑھ یا دو ہفتہ کرے جو واقعی حالت ہوگی وہ معلوم ہوجائے گی۔ دعائے قطب کی زکوٰۃ ایک سال اور دی جائے تاکہ تین سال پورے ہوجائیں۔ آیندہ پھر ضرورت نہیں رہے گی جسکے بعد روزانہ اکتالیس بار یا اکیس بار یا گیارہ بار وہی دعا پڑھ لی جایا کرے اور غالباً آپ پڑھتے بھی ہونگے۔ مشغولی متذکرہ بالا کا طریقہ یہ ہے کہ بعد نماز تہجد کے دو زانو بیٹھ کر یا ودی گیارہ بار پڑھے اسکے بعد یہ رباعی سات بار سے

اے زلف مسلسلت بلائے دل من	وے لعل لبت گرہ کشائے دل من
من دل نہ دہم بکس برائے دل تو	تو دل نہ دہی بکس برائے دل من

بعد اسکے لفظ اللہ کو ناف سے کھینچکر دماغ تک لا کر سر کو بلند کر کے ھُو کو اوپر چھوڑ دے اور یہ خیال کرے کہ ھو الظاھر ھو الباطن یعنی جو اندر رہے وہی باہر ہے اور اس شغل کو تین سو بار سے شروع کر کے ڈیڑھ ہزار بار تک بتدریج پہونچائے یہاں تک کہ اسی خیال میں استغراق ہوجایا کرے۔ والتسلیم مع التکریم

(۸۰) موسم سرما میں ذکر جہر مفید ہے۔ ایک خواب کی تعبیر

بگرامی خدمت ہمہ شفقت و مکرمت اخوی صاحب معظم و مکرم منشی امیر احمد صاحب ادمجدہٗ۔ از حقیر حبیب حیدر بس تسلیم مسنون تکریم مشحون و دعائے حصول مقاصد دارین التماس اینکہ افکار دنیوی

بعض اوقات واقعی سخت مکلف ہوتے ہیں کہ جن سے جمعیت خاطر نہیں ہو پاتی ہے اور اُس وقت ادائے اوراد و وظائف میں دقت کا سامنا ہوتا ہے اور اکثر تو وہ سب ترک بھی ہو جاتے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ سے ترک نہیں ہوئے ایسے امور میں استقامت ہونا بھی بہت عمدہ بات ہے۔ لذت اور حضوری کہ جو حاصل ہوئی تھی ویسی بلکہ اُس سے زائد حاصل ہوگی۔ فی الحال جو طریقہ ذکر کہ سال گذشتہ عرض کیا گیا تھا اور آپ اُسپر عامل بھی ہیں وہی بدستور آخر موسم سرما تک جاری رکھیں جب موسم گرما کا آغاز ہو جائے اُس وقت اور طریقہ مراقبہ لکھ بھیجوں گا وہ کیا جائے۔ دورہ میں ذکر خفی ہی کرنا مناسب ہے۔ نقشہ قلب کے متعلق یہ خاص تجربہ ہوا ہے کہ یہ پورے طور پر اُس وقت تک نہیں جمتا ہے جبتک کہ ذکر جہر چار یا پانچ ماہ تک نہیں کر لیا جاتا ہے۔ اس کو سے اور بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آخر موسم سرما تک یہی موجودہ ذکر قائم رکھا جائے نقشہ قلب بھی راسخ ہوا جاتا ہے۔ ابتداءً ایسا ہوتا ہے کہ یہ دیر تک قائم نہیں رہتا ہے پھر جس قدر اثر ذکر ہوتا جاتا ہے اُسی قدر رسوخ ہو جاتا ہے۔ جو خواب کہ دیکھا گیا اس کی تعبیر خیال ناقص میں یہ آتی ہے کہ یہ کیفیت فنا کی حالت کی ہے جو ذکر کے اثر سے شروع ہوتی ہے۔ آپ خود جو جسم سے علیحدہ کھڑے ہوئے ہیں وہ آپکی روحانیت ہے اور وہی روحانیت کا خفیف تعلق جسم سے ہے کہ جس سے اُسمیں خفیف حرکت ہے اور اُس کا اپنے آپ کو کفن سے ڈھانکنا کہ جو گیروے رنگ کا معلوم ہوتا ہے اس سے اشارہ اس طرف ہے کہ جسم اپنے آپ کو اعمال صالحہ سے ڈھانکنا چاہتا ہے کہ جو بالکل ہمرنگ آپکے مرشد کامل کے ہے اور روحانیت اس کوشش کا تماشا کرتی ہے۔ بلند بلند مکانات دیکھنا اور اپنے آپ کو اُڑتے ہوئے دیکھنا یہ سب اسی روحانیت کی سیر ہے۔ خواب کا حصہ دل میرے خیال میں کوئی مشوش نہیں معلوم ہوتا ہے۔ ایسے واقعات ذاکر کو بیشتر دیکھ پڑتے ہیں آپ مطمئن رہیں اور بدستور بے فتور اپنے اشغال میں مشغول رہیں دعائے ولی اور توجہ قلبی سے مجھے غفلت نہیں رہتی ہے۔ والتسلیم مع التکریم فقط

مکتوب بنام منشی محمد جواد صاحب علوی کاکوروی

(۸۱) گھبراہٹ اور الجھن عارضی تاثرات ہیں۔ جو ہوتا ہے وہ سب حق کی طرف سے ہوتا ہے لہذا تاثر لازمی ہے

تقویت دل کے لئے وظیفہ کی تعلیم اور شغل برزخ کی تاکید۔

بخدمت ہمہ لطف و کرم عزیز بجان سعید اقران منشی محمد جواد صاحب سلمکم اللہ تعالیٰ۔ از احقر حبیب حیدر سلام مسنون و دعا ہائے صلاح و فلاح دارین واضح باد نامۂ محبت و اہلیت رقم عین پہلی تاریخ اس مہینہ کے پہونچکر نظر افروز ہوا۔ باعث فرحت و مسرت خاطر فاطر ہوا۔ خیر و عافیت مع الخیر رسمی دریافت کرکے اطمینان ہوا مگر اسی کے ساتھ جدید شکایت طبیعت میں گھبراہٹ اور الجھن پیدا ہوجانے کی دریافت کرکے تعلق ہوا۔ یہ شکایت جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے کچھ مختصر تم نے برزخ نہ جمنے کے سلسلہ میں بیان کی تھی خیر گھبراؤ نہیں یہ دفع ہوجائے گی۔ یہ سب جدید واقعہ کے سبب سے ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ انسان خواہ کتنا ہی مضبوط اور قوی ہمت کیوں نہ ہو مگر ایسے صدمات کا قلب پر اثر ضرور ہوتا ہے۔ چاہے وہ تھوڑا ہو یا بہت اور چونکہ یہ بھی خداوند عالم کی طرف سے ہوتا ہے لہذا اس کا اثر بھی ضروری ہے شغل برزخ برابر کرتے رہو انشاء اللہ برزخ جمے گی اور یہ سب کیفیات اختلاج رفع ہوجائیں گے۔ مجھ کو اپنی طرف سے غافل نہ خیال کرو اور بجائے استغفار کے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم جس وقت دل چاہے پڑھا کرو اور حتی الوسع اسکے معنوں پر غور کیا کرو۔ موثر حقیقی اثر تحقیقی عطا فرمائے گا۔ کیا عجب کہ اس کیفیت میں کمی ہونا شروع ہوگئی ہو۔ اور یہ بزدلی نہیں ہے بلکہ کمزوریٔ قلب ہے۔ تعویذات پیو یہ دفع ہوجائے گی۔ نہ نفسانیت کا غلبہ ہے نہ کچھ اور۔ یہ صرف اختلاجی کیفیت ہے اور دفع ہوئی جاتی ہے والسلام والدعا فقط۔

سلہ انکا حال آخر کتاب میں ملاحظہ ہو ۱۲

مکتوب بنام منشی محبوب[۱] احمد صاحب کاکوروی

(۸۲) رنج اور خوشی کی حالت سے یکساں اثر لینا چاہیئے۔ قبض اور بسط لازم ملزوم ہیں۔

لسامی خدمت ہمہ لطف و محبت برادر صاحب شفیق مولوی محبوب احمد صاحب زاد لطفہٗ۔ از احقر حبیب حیدر پس سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہائے کشائش ظاہری و باطنی مدعا اینکہ خودی کے دفع کرنیکو جو میں نے لکھا اُس سے میرا مطلب یہ ہرگز نہ تھا کہ میں توجہ نہ کروں نہیں بلکہ مطلب اس سے یہ تھا کہ جس طرح آپ کسی اچھی بات کے ہوجانے سے خوش ہوجاتے ہیں اور بُری بات کے ہونے سے بددل۔ یہ نہیں ہونا چاہیئے بلکہ دونوں حالتیں یکساں سمجھنی چاہیئے۔ فرحت ہو تو اور کدورت ہو تو۔ باقی میں آپ کا موروثی دعاگو اور خیر طلب ہوں اور پھر ان سب کے ساتھ نیازمند بھی۔ انشاء اللہ دعا اور توجہ سے غفلت نہ کروں گا۔ مطمئن رہیئے۔ باقی اب جو ذراسی انقباضی کیفیت ہوجایا کرتی ہے نہ ہوگی چونکہ بہت فرحت ہونا بھی ٹھیک نہیں لہٰذا اسکے ساتھ میں تھوڑی سی یہ کیفیت بھی ساتھ ہوگئی۔ یہ بھی نفع ہی دیگی کوئی مضرت رساں نہیں ہے۔ اور ملاقات کے واسطے اب عرس شریف ہی کا زمانہ ٹھیک ہے اور یوں تو جب یاد کیجیئے میں موجود ہوں۔ اسوقت تک موجودہ قرضہ بھی ادا ہوجائے گا۔ اور بیک کرشمہ دو کار ہوگا یعنی عرس شریف کی شرکت اور میری ملاقات۔ والسلام مع الاکرام فقط

مکاتیب بنام منشی ایوب[۲] احمد صاحب کاکوروی

(۸۳) پڑھنے لکھنے کو فضول جاننا شیطانی وسوسہ ہے ایسے خیال کو لاحول پڑھ کر دفع کرنا چاہیئے۔

---

[۱] منشی محبوب احمد خلف اول منشی مظفر احمد کاکوروی دیوی الاصل ہیں اور حضرت والد ماجدؒ کے مرید ہیں۔ بسلسلۂ ملازمت سرکاری اسی صوبہ کے مختلف اضلاع میں رہے جب رخصت لیکر وطن آتے تو حضرت سلطان المحبوبینؒ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ اوراد و وظائف کے پابند ہیں پنشن لینے کے بعد سے کاکوری میں مستقل قیام ہے ۱۲

[۲] منشی ایوب احمد برادر خورد منشی محبوب احمد مسبوق الذکر کو حضرت سلطان المحبوبین سے بیعت ہے۔ (باقی صفحہ آئندہ پر ملاحظہ ہو)

بخدمت ہمہ محبت واہلیت عزیز بجان منشی ایوب احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ - از احقر حبیب حیدر سیس
سلام مسنون و دعاہائے صلاح و فلاح دارین مدعا اینکہ پڑھنے کی حالت میں یہ خیال پیدا ہونا کہ پڑھنا فضول
ہے یہ بالکل شیطانی وسوسہ ہے جب ایسا خیال آیا کرے تو لاحول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم - پانچ
سات بار پڑھ لیا کرو - اور بدستور کتاب دیکھنے میں مصروف رہا کرو - چند دنوں ایسا کرنے سے وہ وسوسہ خود بخود
رفع ہو جایا کرے گا - اور پریشانی طبیعت کے دفعیہ کے واسطے یا رحمٰن دو سو اٹھانوے بار بعد ہر نماز کے پڑھ لیا
کرو - یہ دونوں خیال جو آتے ہیں یہ نہایت واہیات و خراب ہیں - انکو حتی الامکان دفع کیا کرو - اور یہ خیال
کر لیا کرو کہ دینی اور دنیوی امور میں توجہ خاطر اور محنت کی ضرورت ہے اور وہ بہر صورت کرنا چاہیئے - اب یہ
کہ نتیجہ اس کا کیا اور کیسا واقع ہوگا یہ خدا کے ہاتھ ہے - جو کچھ ہو اور جیسا ہو جو اپنے امکان میں ہو اس سے
تقاعد نہیں کرنا چاہیئے - باقی اللہ تعالیٰ کسی کی محنت رائگاں نہیں کرتا ہے تم گھبراؤ نہیں اور کامیابی کا خیال
استحکام کے ساتھ قائم رکھو اور کتابیں برابر دیکھتے رہو - یہ خطرات پریشان کن سب دفع ہو جائیں گے - مجھے
حسب وعدہ دعا سے غفلت نہیں اور نہ رہے گی - اطمینان رکھو - والسلام خیر ختام

(۸۴) انسان کی خلقت جلد باز ہے حالانکہ ہر کام کیلئے وقت مقرر ہے - این و آں میں نہ پڑنا چاہیئے -

بخدمت ہمہ لطف و عنایت برادر عزیز بجان منشی ایوب احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ - از احقر حبیب حیدر
سیس سلام مسنون و دعاہائے خیر و صلاح دارین واضح باد مجھے آپکے واسطے دعائے دلی سے غفلت
نہیں رہتی ہے اور نہ یہ ہے کہ میں پہلے زائد مستعدی سے دعا کرتا رہا اور اس مستعدی میں اب کمی آگئی جسکو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) فی الحال گونڈہ میں وکالت کرتے ہیں فہیم اور طباع ہیں انکی مؤلفہ کتاب لرفع الحجاب عن رد فصل الخطاب انکی استعداد کے
ثبوت کیلئے کافی ہے اس کتاب میں انھوں نے جو اعتراضات میری کتاب احسن الانتخاب فی معیشتہ سیدنا ابی تراب پر ہوئے تھے انکا بہت مدلل جواب لکھا ہے ۱۲

آپ محسوس کرتے ہیں اور اُس سے نہایت منزجر ہوتے ہیں۔ برادر عزیز دنیا میں ہر چیز کی تقریبًا حالت یہی ہے
کہ وہ پہلے شروع ہوتی ہے اور بتدریج اُس میں ترقی ہوتی ہے۔ اب بقول آپکے جب عنایت ہی تو کیا وجہ
نہ ہونے کی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وجہ نہ ہونے کی یہ ہی کہ انسان کی خلقت جلد باز واقع ہوئی ہے۔ وہ ہر
بات کے متعلق یہی چاہتا ہے کہ کسی میں دیر نہ ہو اور فورًا ہو جائے۔ حالانکہ ہونی ہر چیز اپنے وقت پر ہے
قبل از وقت نہیں ہوتی۔ تو ہونا نہ ہونا ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہے۔ اپنے اختیار میں نہیں ہے۔ اپنے
اختیار میں تو وہی ہے جو کیا جاتا ہے۔ لہٰذا جو کچھ کہہ دیا گیا اُس کو مستعدی سے کرتے رہو۔ اس کھوج میں نہ
پڑو کہ فلاں بات اسوقت کیوں نہیں ہوئی اُسوقت کیوں نہ ہوئی۔ یہ بالکل زائد اور فضول خیال ہے کہ
کہ جس کو کوئی فائدہ نہیں ہے سوا اسکے کہ ہمت اور قاصر ہو اور کچھ کرتے دھرتے نہ بن پڑے اور یہ سراسر
مضر امر ہے۔ اصل یہ ہے کہ اپنے کام سے کام رکھو اور ایسے خیالات کو چھوڑ دو۔ اور جو کچھ کرتے ہو کرتے رہو
جب خداوند عالم رزاق ہے تو وہ صبح سے لیکر شام تک کچھ ضرور دے گا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ کچھ بھی نہ دے
میں پھر یہی کہوں گا کہ تم این و آں میں نہ پڑو۔ اس سے کوئی فائدہ نہیں محنت اور مستعدی سے کام کرو۔
آمدنی کسی وکیل کی ہر ماہ میں برابر نہیں رہ سکتی بلکہ کسی مہینہ میں کم اور کسی میں زیادہ۔ تمھاری بہبودی دارین
کی دعا سے مجھے غفلت نہیں رہتی ہے اور نہ رہے گی۔ والسلام خیر ختام فقط

مکاتیب بنام مکرمی مولوی محمد ضیاء الدین حیدر صاحب[۱]

(۸۵) اپنے ذوق و شوق کی کیفیت

مکرم و معظم بندہ دام عنایتکم۔ سپس تسلیم گذارش اینکہ کل خط آپ کا پہونچا آپ فرماتے ہیں کہ تم

[۱] ان کا حال آخر کتاب میں ملاحظہ ہو ۱۲

کچھ خبر نہیں ہوتے ہو۔ اول تو ہم ہیں کس لائق۔ دوئم سوائے پڑھانے کے یا تعویذ لکھنے کے اور کسی قسم کی لیاقت ہی نہیں۔ آجکل مجھے جنون ہوگیا ہے۔ یعنی جنون یہ کہ کل شب سے اس شعر پر بہت ذوق آتا ہے اور ذوق بالکل واہیات بے فائدہ۔ وہ شعر یہ ہے ؎

پائے سگ بوسید مجنوں خلق گفتہ ایں چہ بود	گفت ایں سگ گاہ گاہے کوئے لیلےٰ رفتہ بود

آپ خیال تو فرمائیں کہ مجنوں نے جو کتے کے پیر چومے تو ایک ذوق سے کہ جس سے وہ خود متکیف تھا اسمیں ہمکو جو ذوق آتا ہے وہ بالکل واہیات ہے۔ اس واسطے کہ اُسکے ذوق میں ہمارا کیا اجارہ۔ اب دیکھئے ہمارے جنون کی حالت تو یہ ہے اور پھر آپ فرماتے ہیں کہ توجہ نہیں کرتے۔ بھلا مجنون آدمی کیا توجہ کرسکتا ہے۔ کمال یہ کہ سمجھتے ہیں کہ جنون ہے اور پھر اُس کا اقرار کرتے ہیں یہ اور طرہ۔ ہائے افسوس والتسلیم میاں محمد حسن ونظام الدین صاحبان کو سلام ودعا۔

(۸۶) کل الینا راجعون کی تشریح۔ حشر کے بعد عذاب وثواب جسم مثالی پر ہوگا۔ قرآن مجید میں تمام احکام دینی ودنیوی موجود ہیں۔

بسامی خدمت ہمہ لطف ومحبت مصدر عنایت وکرم مولوی محمد ضیاء الدین حیدر صاحب ادلطفہ و مجدہٗ۔ از فقیر زادہ خستہ جگر احقر حبیب حیدر سپس سلام مسنون نیاز مشحون خلاصہ مضمون اینکہ سوالات کی جوابات جو میرے خیال ناقص میں گذرے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔ سوال اول کا جواب بیشک قرآن شریف میں یہ ہے کہ سب ہماری طرف رجوع کرینگے اور یہ بھی ہے کہ لوگ جنت ودوزخ میں جائینگے لیکن جنت ودوزخ میں جانے سے پہلے آیت کے مضمون میں کوئی اختلاف نہیں ہوگیا بلکہ جنت ودوزخ میں جانا عین رجوع الی اللہ ہے کیونکہ جنت مظہر جمال ہے اور دوزخ مظہر جلال۔ اس واسطے کہ عیش وآرام ہو یا تکلیف ومصیبت دونوں طرح

سے مطلب حاصل ہے چونکہ مرنے کے بعد انسان سے حجاب ناسوتی اُٹھ جاتا ہے اور عالم ارواح بوجہ کمال لطافت
قریب بحقیقت ہے اور انسان کا بلحاظ غلبۂ صفات نفسانی دوزخ و جنت مظاہر جلال و جمال میں جانا بہر حال اپنے
مبدء کی طرف رجوع کرنا ہے اس کی مثال عقلی یہ موجود ہے کہ ایک شفیق اُستاد اپنے شاگرد کی تعلیم و تربیت میں
کبھی پیار و محبت کا اظہار کرتا ہے اور کبھی مار پیٹ سے کام لیتا ہے اور دونوں حالتوں میں شاگرد کو اس کی طرف
رجوع قلبی ہوتی ہے۔ پس حق تعالیٰ جو ہمارا مودب حقیقی ہے وہ جنت و دوزخ کے وعدہ وعید ہم سے تادیباً
للنفس فرماتا ہے اور آخرالامر ہمارا مظاہر جلال و جمال میں جانا دراصل اسی کی طرف رجوع کرنا ہے۔ دنیا میں جو
لوگ عزت و ترقی کے مدارج طے کرتے ہیں وہ جس قدر بڑھتے جاتے ہیں اپنے مقاصد و اغراض کی تکمیل کیلئے حاکم
مجازی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور جیل خانہ کے قیدی اپنے کو سزائے قید سے بچانے اور نجات پانے کیلئے اپنے
حاکم سے رجوع کرتے ہیں۔ بہر حال رجوع الی اللہ ثابت ہے۔ دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ عذاب و ثواب
بعد حشر جسم سے متعلق ہے کیونکہ روح انسانی کوئی مجسم شے نہیں ہے۔ وہ ہمیشہ کیلئے جسم مثالی میں رہے گی اور عذاب
و ثواب جسمانیت کیلئے لازم ہے اور روح کا بہ پردۂ اجسام ایذا یا راحت پانا عقلاً ثابت ہے مثلاً ایک اُنگلی
میں درد کا پیدا ہونا تمام جسم میں اثر کرتا ہے اور یہ امر بواسطۂ روحانیت ہے ورنہ تکلیف کا موضعِ تکلیف تک
محدود رہنا لازم ہے۔ برابر دیکھا جاتا ہے کہ خواب پریشاں کے دیکھنے سے جو پریشانی روح کو ہوتی ہے اُسکا
اثر جسم عنصری کو پہونچتا ہے اور خواب خوش دیکھنے سے جو لذت روح کو ملتی ہے اُس کا بھی اثر جسم پر ہوتا ہے
اگرچہ خواب دیکھنے والے کا جسم اُن افعال سے کوئی تعلق نہیں رکھتا کہ جو خواب میں صادر ہوتے ہیں پس روح
پر اثر ہونا اور اُس سے جسم پر اثر ہونا ثابت ہے یا برعکس اسکے۔ تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ قرآن میں تمام
احکام دینی و دنیوی موجود ہیں بعض بالاجمال اور بعض بالتفصیل۔ باقی سب خیریت ہے۔ والتسلیم مع التکریم فقط

(۸۷) مشغولی کرتے رہنے کی تاکید۔

بسامی خدمت ہمہ لطف وعنایت مصدر الطاف وکرم مولوی محمد ضیاء الدین حیدر صاحب ادامجدہٗ

از فقیر حبیب حیدر سپیس تسلیم مسنون تکریم مشحون ودعاہائے انشراح قلبی وروحانی حالی خاطر خطیر باد۔ اشعار شکر

نہایت طبیعت محظوظ ہوئی اللہ تعالیٰ آپکے ذوق وشوق میں روز افزوں ترقی عطا فرمائے۔ میں جس قابل ہوں

اُس سے کبھی غفلت نہ رکھتا تھا اور نہ رکھتا ہوں باقی آپ جو کچھ کرتے ہیں اُس کو کرتے رہیں اُسی سے اور ترقی

ہوگی۔ آپ جو مشغولی کرتے ہیں اسکے اول میں یہ درود شریف سوبار پڑھ لیا کریں اللھم صل علیٰ سیدنا

ومولانا محمد بعدد کل معلوم لک۔ ع یوسف گم گشتہ باز آید بکنعاں غم مخور۔ یا یوں سمجھیے کہ ؎

خلاص حافظ ازاں زلف تابدار مباد	کہ بستگان کمند تو رستگار انند	

باقی آپ تو مقبولین میں ہیں ناممکن ہے کہ اُس کا اثر کچھ ظاہر نہ ہو بلکہ ضرور ظاہر ہوگا۔ سوال آپ کا بدل وجان

قبول ہے۔ رد ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ البتہ اس کی ضرورت ہی کہ وقتاً فوقتاً مشغولی سے بیخودی یا ذوق وشوق

جو کچھ ہوتا ہو اُس سے مطلع کر دیا کیجیے تاکہ ویسا بندوبست کیا جایا کرے۔ مبدء فیاض کا فیض اگرچہ کسی حالت

میں رُکتا نہیں ہے لیکن مشغولی وغیرہ فیض کے حاصل کرنے کے ذریعہ رکھے گئے ہیں لہذا انہیں بھی مناسب و نامناسب

کا لحاظ کرنا ضرور ہوتا ہی پس اُن کیفیات سے مطلع ہونے کی ضرورت ہے۔ والتسلیم فقط

(۸۸) سفر لاہرپور وخیر آباد کا تذکرہ

بسامی خدمت ہمہ لطف وعنایت مصدر عطوفت وکرم مولوی محمد ضیاء الدین حیدر صاحب ادامجدہٗ

از احقر حبیب حیدر سپیس تسلیم مسنون تکریم مشحون ودعاہائے کشایش ظاہری وباطنی حالی خاطر شریف باد۔ میرا

اس طرف پانچ روز کیلئے ایک سفر ہو گیا یعنی لاہرپور مجبوری جانا پڑا حضرت مولوی شاہ محمد اسمٰعیل صاحب قدس سرہٗ

نے بعارضہ فالج اسی مہینہ کی بارہ تاریخ وصال فرمایا اور انھیں کے انتقال سے پانچ روز کے بعد شاہ قلندر بخش[۹۲] صاحب نے بعارضۂ تخمہ سفر آخرت اختیار کیا۔ یہ دونوں واقعے یکے بعد دیگرے سخت ہوئے۔ واقعی ان دونوں حضرات کی ذات بہت غنیمت اور باعث اطمینان تھی۔ افسوس کہ وہ بھی باقی نہ رہے۔ لہٰذا بغرض تعزیت وہاں جانا پڑا کیونکہ اس خاندان سے اور وہاں سے جو مراسم اتحاد و یگانگت علاوہ اسکے کہ لاہرپور پر حضرات مرشدین رحمہم اللہ کا آستانہ ہے حضرت خداوند نعمت قدس سرہ العزیز سے تھے وہ معلوم ہیں۔ لہٰذا اس کی ضرورت معلوم ہوئی کہ حاضر ہو آنا چاہیئے۔ دوسری یہ وجہ تھی کہ شاہ قلندر بخش صاحب سے اپنے صاحبزادے میاں مقبول احمد صاحب کا الباس خرقہ نہیں واقع ہوا تھا۔ لہٰذا انھوں نے مخصوص آدمی بھیجا تو اور بھی مناسب معلوم ہوا کہ ہو آنا چاہیئے۔ الحمد للہ کہ وہاں سے بخیر وخوبی فراغت ہو گئی۔ یہ محض خداوند نعمت قدس سرہٗ کی روح مبارک کی توجہ تھی ورنہ من آنم کہ من دانم ظاہر ہے۔ اطلاعاً آپ کو لکھ دیا۔ فقط مورخہ ۲۶ شعبان دو شنبہ

(۸۹) پریشان خاطری توحید قائم کرنے سے دفع ہو سکتی ہو۔

بسامی خدمت ہمہ لطف و مکرمت محب الفقرا انیس الغربا مصدر عطوفت و کرم مولوی محمد ضیاء الدین حیدر صاحب زاد لطفہ۔ از احقر حبیب حیدر سپس سلام مسنون نیاز مشحون و دعائے حصول کشائش ظاہری و باطنی مدعا اینکہ پریشانی اور پراگندگی جو کچھ ہے وہ سب حق بجانب ہی کیونکر نہ ہو۔ بشریت کے تو واقعی پرخچے اڑتے جاتے ہیں۔ ایک غریب قلب وہ کہاں تک ہر تکلیف کا متحمل ہو۔ آپ اس شعر کے معانی پر بیشتر اوقات غور کیا کریں ؎

گر پریشانیم عطر طرۂ آشفتہ ایم		ور سیہ کاریم کحل نرگس مستانہ ایم	

مجھے امید ہے کہ اس سے ایک گونہ کیفیت توحید رہا کرے گی اور وہ پریشان خاطری جو باعث ہیجان روح

[۹۲] شاہ قلندر بخش صاحب [illegible] ۱۲ شعبان ۱۳۲۵ھ

سے دفع ہو جائے گی۔ اور اس طرح پر غور فرمائیے کہ عطر جب کشید کیا جاتا ہے تو پہلے اُسکے واسطے زمین بنائی جاتی ہے۔ زمین سے مطلب یہ ہے کہ صندل کی لکڑی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ایک جگہ پر جمع کر کے اُس پر جس چیز کا عطر کشید کرنا منظور ہوتا ہے اُس کا عرق ڈال کر بساتے ہیں اور بعد اُسکے عطر کشید کرتے ہیں۔ پس ہماری ہستی بزبان حال یہ کہتی ہے کہ مجھ میں بوجہ مظہر اسم جامع ہونے کے مختلف اسما کے ٹکڑے جمع کر دیئے گئے ہیں اور اُن پر انھیں اسما کی استعدادات کے لحاظ سے فیضان ہوتا ہے اور اُس فیضان مختلف کی وجہ سے ایک اسم کو بہ نسبت دوسرے اسم کے تخالف معلوم ہوتا ہے۔ تو یہ ہو لیکن میں بحیثیت وجود کے اپنے اصل سے علحدہ نہیں ہوں جس طرح پر کہ عطر ہے کہ ایک شئے خارج از حقیقت انسان ہے لیکن وہ انسان ہی کے لیئے بنائی اور تیار کی گئی۔ تو وہ چیزیں جو خارج ہیں وہ بھی واقعیت کے لحاظ سے داخل ہی ہیں۔ تو کوئی چیز اس جامۂ انسانی سے خارج نہیں ہے۔ اب یہ کہ خوشی میں خوشی اور رنج میں ناخوشی کیوں ہوتی ہے۔ یہ خاص امر ہم میں بوجہ اپنے مظہر اسم جامع ہونے کے ہے۔ یہ جو کچھ گذارش ہے وہ محض اس بنا پر کہ انسان کو پریشانی بیشتر اس وجہ سے بھی لاحق ہوتی ہے کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ شئے خارج کی وجہ سے پریشانی لاحق ہوتی ہے اور ہم میں بذاتہ وہ موجود نہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ ہمہ امور اسی ایک وجود ہی میں موجود ہیں جیسا کہ غور کرنے سے خود معلوم ہوتا ہے۔ خدا کرے کہ یہ تحریر آپ کو مفید ہو۔ والتسلیم فقط

(۹۰) علالت جسمانی کو بھی مشغولی نیستی کے ذریعہ سے دفع کرنا چاہیئے۔ نماز کی پابندی اور ذکر و فکر کی ضرورت۔

بسامی خدمت گرامی منزلت ہمہ مہر و صداقت مکرم الاخوان مولوی محمد ضیاء الدین حیدر ضیا زاد مجدہٗ۔

از احقر حبیب حیدر۔ پس سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہائے حصول مقاصد دارین حالی خاطر خطیر باد آپ جو مشغولی نیستی کی کرتے ہیں اُسی کو کیجئے اور اُسی کے ساتھ میں اس بیماری جسمی کو بھی اڑا دیا کیجئے۔ اس

طرح پر کہ اسکو بھی خیالی سمجھیئے اور جہاں اپنی ہستی کی نیستی قائم کیجئے وہاں اس بیماری کو کہ جو اُسی ہستی کے سبب سے ہی
اُس کی بھی نفی کر دیجئے۔ مگر یہ خیال علاوہ مشغولی کے ہوا کرے تو زیادہ اچھا ہے عین حالت مشغولی میں نہ ہو کہ
اُس وقت گڑبڑ ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اب یہ کہ کچھ جمتا نہیں اور کچھ ہوتا نہیں۔ یہ بھی خیال اگرچہ افزائش
طلب ہی اور کچھ اس کی وجہ سے ہرج نہیں لیکن چونکہ اس سے ایک نوع کی پست ہمتی ہوتی ہے لہٰذا یہ بھی
رفع کرنا چاہیئے۔ اس خیال پر کہ جو کچھ کیا جاتا ہے یا ہوتا ہے اُسی کو کرتے رہنا چاہیئے اور جو کچھ اُس سے لذت
آوے اُس کو لینا چاہیئے اور نماز بھی ہوئے جانا چاہیئے کیونکہ غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نماز سے مقصود بھی
اسی نیستی ہی کا قائم کرنا ہے اور یہی جب قائم ہو جاتی ہے تو مصداق جعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ ہو جاتی
ہے لہٰذا اس کو بھی چھوڑنا نہ چاہیئے۔ باقی یہ تو برابر دعا ہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپکو ہر حالت میں خوب ذوق
وشوق رکھے خواہ کوئی حالت کیوں نہ ہو یعنی کام کی یا خالی بیٹھے رہنے کی۔ یہ مشغولی اور ذکر و فکر اس واسطے
رکھی گئی ہے کہ انسان کو اپنی نیستی کا یقین اور ہستی حقیقی کا شہود ہو جائے کہ جو مغز عبودیت ہی اور اسی کے
واسطے کوشش بھی کرنے کا حکم ہے۔ لہٰذا جو حکم ہے اُس کی تعمیل ضروری ہے اور وہ ہوتی رہے بلا اس
خیال کے کہ اس سے کچھ ہوتا بھی ہے یا نہیں کیونکہ نفس تعمیل موجب عنایت الٰہی ہے۔ خیر یہاں سب خیریت
ہے ویسی ہی جیسی کہ اب تک رہا کی ہے۔ والتسلیم فقط

(۹۱) حضرت وجود کی سیر امکانی تفکر کی لذت۔

بسامی خدمت گرامی منزلت مصدر عطوفت و کرم مکرم الاخوان مولوی محمد ضیاء الدین حید رصاحب
زاد لطفہ۔ از احقر حبیب حیدر بیس سلام مسنون نیاز مشحون و دعائے حصول مقاصد دارین التماس اینکہ
حضرت وجود کی صفت بقا کو جو سیر امکانی میں لذت ہی اُسی کا یہ اقتضا ہے کہ مقتضیات ناسوتی میں

انہماک رہتا ہے تو اس سے آپ گھبراتے کیوں ہیں۔ ہونے دیجئے جسقدر اطوار کی سیر ہوتی ہے وہ سب اسی ناسوت کے مقتضیات ہیں۔ تو اگر غور کیجئے تو ناسوت وجود سے علحدہ نہیں ہے۔ بلکہ اُسی کی شان ہے اور شان کی وجہ تسمیہ یہی ہے کہ جسمیں حقیقت کا جلوہ معلوم ہوے

التفاتم سوے خوباں نیست بے وجہے تراب		در رخ ایشاں ہمی بینم تماشائے دگر

اب یہ کہ یہ کیا اور وہ کیا اور تھک گئے۔ یہ کیا۔ یہ بھی اُسی لذت کے سبب سے ہے جب لذت کم ہوئی یا ختم ہوئی تھکن معلوم ہونا لازمی ہے۔ بالجملہ جو کچھ آپ نے اپنی حالت لکھی وہ سب اچھی ہے۔ کوئی اُنمیں بُرائی نہیں۔ یہ آپ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ پھر دلجمعی کیوں نہیں ہوتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ بھی ہوتی ہے لیکن پوری طرح سے اُس کا ادراک اس وجہ سے نہیں ہوتا کہ توحید خوب حال نہیں ہوئی ہے جب وہ ہو جائے گی تو دلجمعی کا ادراک بھی ہونے لگے گا۔ بالفعل آپ جس حالت میں ہیں اُسی پر رہیئے۔ اُسی سے سب کچھ ہو جائے گا۔ آپکی محنت اور جانفشانی خدانخواستہ ضایع نہیں ہوگی۔ ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین والسلام بالوف الاحترام فقط

(۹۲) مطلق در مقید و مقید در مطلق کا بیان۔

بسامی خدمت گرامی منزلت معدن عطوفت وکرم مکرم الاخوان مولوی ضیاءالدین حید رصاحب زاد مجدہٗ۔ از احقر حبیب حیدر بعد سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہائے حصول مقاصد دارین التماس اینکہ مجھے آپکے حال سے غفلت نہیں رہتی ہے اور میں برابر آپکی خیر طلبی اور دعائے دوام دولت یعنی حصول مشاہدہ سریان مطلق در مقید و مقید در مطلق میں مصروف رہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو اور آپ کو دونوں کو اس مرتبۂ عالی پر فائز کرے اور اپنی یاد میں شاد رکھے۔ باقی اور سب خیریت ہے۔ برادران عزیز تسلیم مسنون کہتے ہیں

لکھنے کو اسوقت بہت دل چاہتا ہے لیکن خدا مشیخت کا بھلا کرے کہ اُس کی وجہ سے نہ کچھ کرتے بنتا ہے نہ لکھتے بمجبوری اس رباعی حضرت مولٰنا جامی رحمۃ اللہ علیہ پر خط ختم کرتا ہوں ؎

یارب بر ہا نیم ز حرماں چہ شود	راہے دہیم بکوے عرفاں چہ شود
بس گبر کہ از کرم مسلماں کردی	یک گبر دگر کنی مسلماں چہ شود

(۹۴) بے اختیاری اور تکبر کے دفع کرنے کا طریقہ۔

بسامی خدمت ہمہ لطف وعنایت مصدر عطوفت وکرم مولوی ضیاء الدین حیدر صاحب زاد لطفہٗ از احقر حبیب حیدر پس سلام مسنون نیاز مشحون ودعاہائے مقاصد ومطالب وارین التماس اینکہ نامۂ نامی وصحیفۂ گرامی نے کئی روز ہوئے صادر ہو کر ممنون یاد فرمائی وزمرہون منت بیغایت کرم گستری وفقیر نوازی کیا۔ آپکی آپ بیتی بھی سُنی لیکن کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ آپ کس عالم سے لکھ رہے ہیں۔ اگر آپ عالم بے اختیاری سے لکھتے ہیں تو کچھ نہیں کیونکہ بے اختیاری ایک ایسی چیز ہے کہ جسکے متعلق کچھ کہا ہی نہیں جا سکتا اور کیا کہا جائے کہ وہاں اختیار کا کچھ دخل ہی نہیں۔ خیر اب یہ کہ قصہ تمام ہو جائے تو یہ کیوں۔ اگر آپکے دل سے تکبر نہیں گیا ہے تو اُس کو دفع کیجئے اور وہ اس طرح سے کہ جس وقت کچھ خیال تکبر آئے اسکو لاحول پڑھ کر دفع کیجئے یعنی اُس کا پھر خیال ہی دل میں نہ آنے دیجئے۔ دو ایک بار ذرا اسمیں دقت معلوم ہوگی پھر دقت معلوم ہونا جاتا رہے گا۔ موجودہ مشغولی جو آپ کرتے ہیں اُس کو کرتے رہئے اور جو اُسکے آثار وبرکات ہوں اُن سے مستفیض ہوتے رہئے۔ کسی کا کوئی عمل ضایع نہیں جاتا۔ اگر یہ خواہش آپکی محض اس وجہ سے ہے کہ محبت کا ذوق وشوق ہمکو مجبور کرتا ہے اور وہی آپ سے یہ لکھواتا ہے تو لکھئے۔ وہ حالت ہی اسکی مقتضی ہے مجھے آپکے واسطے دعائے ترقیات دارین سے غفلت نہیں رہتی ہے مطمئن رہئے۔ فقط

(۴۹) زمانہ ماضی و حال و مستقبل ایک ہی وجود کیلئے ہیں۔ احتساب نفس کرتے رہنا چاہیئے۔

بسامی خدمت ہمہ عطوفت و مکرمت مکرم الاخوان مولوی محمد ضیاء الدین حیدر صاحب ادمجدکم۔

از احقر حبیب حیدر بعد سلام مسنون نیاز مشحون و دعائے رفع مکارہ دینی و دنیوی التماس اینکہ اس خط سے آپکی گھبراہٹ دریافت کرکے سخت قلق ہوا اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور آپکو آپکے مقاصد دلی میں کامیاب فرمائے۔ حال کا ماضی ہونا اور استقبال کا واہمہ و وبال ہونا بھی معلوم ہوا۔ آپ زیادہ تر حال پر نظر رکھیں نہ ماضی کو خیال کریں نہ مستقبل کو کیونکہ دونوں کے خیال سے سوائے رنج نصیب ہونے کے اور کچھ بھی نہیں ہے لہذا یہ خیال کیا کیجئے کہ ؎

گزشتہ خواب و آئندہ خیال است		ہمیں را بس غنیمت داں کہ حال است	

اس امر پر تو وثوق ہے ہی کہ وجود من حیث الوجود ایک وجود ہے کہ جو سب میں طاری و ساری ہے تو اب جتنی چیزیں ہیں وہ سب اُسی کے صفات ہیں اور صفات سے ذات علٰحدہ نہیں۔ تو آپ یہ بخوبی سمجھ لیں کہ حال اور ماضی اور مستقبل تینوں زمانے اُسی وجود کے لیئے ہیں۔ پس وجود ان تینوں زمانوں میں الآن ہے۔ اب اُسی وجود نے جو ایک تشخص نوعی مسمٰی بہ انسان اختیار کیا وہ بوجہ اپنے خیال محض ہونے کے ظاہر میں بوجہ اسم ظاہر کے غلبہ کے اپنے سے خود بعض وقت گھبراتا ہے اور بعض وقت مانوس ہوجاتا ہے۔ لہذا اس گھبراہٹ سے سوائے وقتی تاثر کے زائد اثر نہیں لینا چاہیئے بلکہ یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ ہر چیز کا وقت مقرر ہے اور وہ اپنے وقت پر ہوتی ضروری۔ لہذا ہو اس حالت میں یہ البتہ غور کرنا چاہیئے کہ اس گھبراہٹ ہونے سے کیا چیز حاصل ہوئی اسی کا نام احتساب ہے یعنی نفس سے محاسبہ کرنا۔ لکھنے کو بہت کچھ دل چاہتا ہے لیکن فرصت نہیں اور بھی خطوط کے جوابات دینا ہیں اور پھر آج ۲۹ ماہ ربیع الاول بھی ہے۔ خدا کرے یہ عریضہ باعث انشراح خاطر عاطر ہو۔ فقط

(۹۵) فرائض منصبی کی ادائگی محبت کے اطوار۔

بسامی خدمت گرامی منزلت مصدر عطوفت و کرم مکرم الاخوان مولوی محمد ضیاءالدین حیدر صاحب زادلطفہٗ۔ از احقر حبیب حیدر سپس سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہائے حصول مقاصد دارین التماس اینکہ اعتراضات اور بدگمانیوں سے بددل اور مضطر نہ ہوجیئے۔ یہ تو دنیوی حالات ہیں۔ چلتے ہی رہتے ہیں اور چلے جائیں گے۔ اپنے فرائض منصبی سے غفلت نہ کیجیئے اور خدا کے فضل و کرم کے امیدوار رہیئے کہ اصل چیز یہی ہے۔ اعتراض تو ایک ایسی چیز ہے جس سے کسی کو مفر ہی نہیں۔ انسان کی فطرت یہ ہونا چاہیئے کہ وہ از خود کسی کو نقصان نہ پہونچائے۔ اب یہ کہ کرے نفع رسانی اور ہوجائے برائی۔ ایسیں انسان مجبور ہے رہی محبت تو اُس کی قابلیت ہر انسان میں ہے اور برابر اُس میں زیادتی ہوتی رہتی ہے۔ اور خواص محبت سے ہے کہ وہ ہو اور پھر اسکے متعلق خیال ہو کہ نہیں ہے۔ حالانکہ یہی علامت ہونے کی ہے۔ کسی چیز کی نفی ہوتی ہی نہیں تاوقتیکہ کہ اُس کا اثبات نہ ہوچکے۔ لفظ انسان مشتق ہے اُنس سے اور اُنس ہی محبت ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اُنس محبت کے درجات میں سے ایک درجہ کا نام ہے۔ بہر صورت کچھ بھی ہو آپ کا کام کوشش کرنا ہے اُس سے غفلت نہ کیجیئے اور محبت لیتے رہیئے۔ چھوٹے مُنہ سے بڑی بات نکلتی ہے اور چھوٹا ہی بڑا ہوجاتا ہے۔ والسلام بالوف الاحترام فقط

(۹۶) کسب معاش کرنا منافی سلوک نہیں حضرت خداوند نعمت پیر و مرشد برحق قدس سرہ کے مکتوبات کے مطالعہ کا ایماء۔

بسامی خدمت گرامی منزلت مصدر عطوفت و کرم مکرم الاخوان مولوی محمد ضیاءالدین حیدر صاحب زاد مجدہٗ۔ از بندۂ احقر حبیب حیدر سپس سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہائے حصول مقاصد و مطالب دارین التماس اینکہ ایک گرامی نامۂ تفقد و مکرمت آگیں پانچ چھ روز ہوے اور دوسرا پرسوں پہونچا بعد دیگرے

صاحب جو کہ باعث عزو ابتہاج یاد فرمائی و دریافت و مکرمت گستری ہوئے۔ اس درمیان کچھ ایسی خطوط کی کثرت
رہی جس کی وجہ سے باوجود وسعت روزانہ ارادہ جواب نگاری کے کچھ بھی نوبت نہ آسکی جس کی ندامت بھی
ہے کہ آپ بحث نہیں۔ جواب کو معاف کرینگے آپ کا دورہ پر ہونا اور اس سے واپسی اور پھر ضرورت
جانے کی یہ سب معلوم ہوئی اور کام کی زیادتی کی وجہ سے پریشانی اور اس میں خطرات کا دامنگیر ہونا بھی
آپ نے دریافت کیا ہے۔ اپنے اس خطرہ کا کہ یہ انہماک ان امور میں غفلت شعاری کا باعث ہوتا ہے یہ نسیان
حقیقی سے عشق ہونے کی بات ہے اس کا جواب اپنے آپ کو اس طرح دیجئے کہ یہ انہماک اس وجہ سے ہے کہ فرائض
منصبی کے تقاضے ایسے ہیں کہ جو بغیر پورے ہوئے رہ نہیں سکتے۔ انسان ملازمت اس وجہ سے کرتا ہے کہ اپنی
بسر اوقات ایک متوسط حیثیت سے کر سکے اور اپنا بار کسی پر نہ ڈالے بلکہ امکان بھر دوسرے کا بار بھی اٹھائے
تو یہ تو تن پروری یا دانہ و چارہ کی تلاش مثل حیوانات کے نہیں قرار دی جا سکتی۔ اور اگر فرض
کیجئے کہ ایسا بھی سہی تو پھر بسر اوقات کس طرح کی جائے۔ یہ کہ یہ سب کہاں سے ہے اور کیونکر ہے یہ تو جس
وقت کام سے فرصت ملے غور کیا جا سکتا ہے۔ اور جمعیت حاصل کیجئے اگر نہ حاصل ہو تو حضرت خداوند نعمت
قدس سرہ العزیز کے مکتوبات دیکھا کیجئے۔ یہ خطرہ میرے خیال میں چنداں وقیع نہیں کیونکہ یہ بھی جس کو
آپ اصل چیز خیال کرتے ہیں یعنی یہ غور کرنا کہ یہ سب کہاں سے اور کیونکر ہے اسی طرف راستہ جاتا
ہے بہر صورت آپ جو کچھ مشغولی کرتے ہیں اس کو برابر کرتے رہیں۔ خداوند عالم کسی کی محنت ضایع نہیں
کرتا آپ کی محنت بھی ضایع نہیں کریگا۔ شجرات مرسلہ پہنچ گئے۔ خداوند عالم بایں فقیر نوازی وسعی مخصوصہ آپ کو
زندہ و خوش و کامیاب رکھے۔ باقی اور سب خیریت ہے۔ برادران سلمہا تسلیم مسنون عرض کرتے
ہیں فقط والسلام خیر ختام

مکاتیب بنام مولوی محمد حسن[1] صاحب کاکوروی

(۹۷) پاس انفاس اور برزخ مرشد کی مشغولی کا طریقہ

بسامی خدمت ہمہ لطف و محبت اعزا و احب الاخوان مولوی محمد حسن صاحب زاد لطفہٗ ۔ از احقر حبیب حیدر پس سلام مسنون و وداد مشحون و دعاہائے اجابت مقرون واضح باد۔ نامہ فرو غانی عنوان صادر ہو کر باعث فرح و نشاط یاد آوری ہوا۔ نوید صحتوری آپکی دریافت کرکے مطمئن ہوگیا۔ الحمد للہ کہ یہاں بھی سب خیریت ہے۔ ذکر پاس انفاس کرنے میں جو سانس کہ باہر نکلتی ہے اس کو منہ سے نکلنا چاہیئے ناک سے نہیں چاہیئے۔ اور اس صورت میں یہ اختیار ہے کہ قلب کی صورت غور کرے یا نہ کرے۔ بہتر یہ ہے کہ بعد پاس انفاس کر چکنے کے یہ مشغولی قلب کے غور کرنے کی کیجائے۔ اور ابھی اُس قلب میں مرشد کی صورت کے جمانے کی ضرورت نہیں ہے تاوقتیکہ نقشہ قلب خوب جم نہ جائے۔ اور آپ کو اسکی اجازت ہے آپ کیا کریں مؤثر حقیقی اثر تحقیقی عنایت فرمائے گا انشاء اللہ تعالیٰ برادران عزیز کی طرف سے سلام مسنون۔ والسلام فقط

(۹۸) پاس انفاس و مشغولی کیلئے مزید ہدایات۔

بسامی خدمت ہمہ لطف و محبت اعزو احب الاخوان مولوی محمد حسن صاحب زاد لطفہٗ ۔ از احقر حبیب حیدر پس سلام مسنون الاسلام و دعاہائے خیر و صلاح دو جہانی خلاصہ مرام آنکہ پاس انفاس آپ کرتے رہیں جب سوا لاکھ بار ہو جائے گا تب خود بخود جاری ہو جائے گا۔ اگر دورہ کی وجہ سے ناغہ ہو جاتا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے چھوٹنا نہ چاہیئے ۔ رہا دل تو اس میں ہر قسم کے خطرات آتے رہتے ہیں جب بہت واہیات خیالات آئیں اُس وقت برزخ قائم کر لیا کیجئے اور جو نہ قائم ہو تو قائم کرنے کی کوشش

---

[1] ان کا حال آخر کتاب میں ملاحظہ ہو۔

کیا کیجئے۔ چند دنوں کے بعد خود بخود قائم ہو جایا کرے گی۔ یہ خیال کرکے کہ قائم ہی نہیں ہوتی۔ تھک نہ جانا چاہیئے۔ ایک بار کرنے میں نہ جمے دو بار کرنے میں جمے۔ تین بار کرنے میں جمے۔ غرضکہ کبھی نہ کبھی جم ہی جائیگی اس سے بالکل ہمت ہار بیٹھنا کہ کچھ نہ ہوگا یہ نہیں چاہیئے۔ باقی اور کیا لکھوں۔ والسلام مع الاکرام۔ فقط

(۹۹) النفس کے بیان میں۔

بسامی خدمت ہمہ لطف و محبت اعز و احب الاخوان مولوی محمد حسن صاحب زاد لطفہٗ۔ از احقر حبیب حیدر پس سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہائے کشائش ظاہری و باطنی مدعا اینکہ حضرت خداوند نعمت قدس سرہٗ العزیز کا خواب میں دیکھنا اور پھر اپنے مکان پر۔ یہ دلیل اس بات کی ہے کہ جس طرح سے ایام حیات میں آپ بھائیوں پر انکو نظر شفقت تھی وہی اب بھی ہے اور رہے گی۔ باقی یہ تو جو کچھ دیکھا وہ تو دیکھا اب انکے طفیل میں اور بھی دیکھیئے گا۔ تفکر جو آپ کرتے ہیں اور جس طرح سے کرتے ہیں اسکو کرتے رہیئے چاہے وہ ناقص طور ہی پر کیوں نہ ہو۔ یاد ہونا چاہیئے ٹوٹے پھوٹے جسطرح پر ہو۔ میں جو کچھ آپ سے کہہ چکا ہوں وہ بھولا نہیں ہوں وہ بھی ہوا جاتا ہے۔ النفس سے مراد مکتوب حضرت صاحب قبلہ میں یہ جسم انسانی ہے کہ جو عالم باطن کو بھی شامل ہے یعنی اسی کے اندر عالم باطن بھی ہے۔ اسیواسطے جسم انسانی عالم صغیر ہے یعنی جتنے عوالم ہیں وہ سب اسی جسم انسانی میں موجود ہیں اور اسی وجہ سے انسان مظہر اسم جامع ہے کہ جو جامعیت اسمیں ہے وہ کسی دوسری چیز میں نہیں ہے۔ چشم بصیرت کے حصول کا ذریعہ بھی یہی تفکر ہے۔ اسی کو کیجیئے اور چشم بصیرت بھی لیجئے کیونکہ تفکر کی تعریف ہے سے

	تفکر رفتن از باطل سوئے حق	بجزو اندر بدیدن کلِ مطلق	

یعنی جسم انسانی میں یا کہ جو جزو ہے کل موجود ہے۔ میرے خیال میں تو اب آپ کا شک رفع ہو جائیگا لہٰذا

زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ والسلام مع الاکرام فقط

(۱۰۰) حضرت صاحب قبلہ کے چند جملوں کی تشریح۔ پریشانی سے گھبرانا نہ چاہیئے۔ یہ فکر کیلئے مفید ہے۔

بسامی خدمت ہمہ لطف و محبت اعز و احب الاخوان مولوی محمد حسن صاحب ادلطفہٗ۔ از احقر حبیب حیدر

سپس سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہائے صلاح و فلاح دارین و مراتب نشاتین واضح باد کہ جناب حضرتؒ صاحب قبلہ کے مکتوب میں جو شعر[1] ہے اسمیں لفظ سرت ہے اور سرت گردم کے معنی ہیں قربان ہوں میں کیونکہ گرد سر گردیدن ایک محاورہ ہے قربان گردیدن کے معنی میں۔ سرت یہاں نہیں ہے۔ دوسرے رقعہ میں جو تحریر فرماتے ہیں۔ "وبحسب صورت مجموعی دائرہ کون از اعیان وارواح ومثال وحس باین تغیر وتبدیل" اس جملہ کے معنی یہ ہیں کہ موافق صورت ظاہری کل دائرہ کون یعنی دنیا کی ذاتوں اور روحوں اور مثال اور حس ظاہر کے ساتھ اس تغیر وتبدیل کے اروا ح وحس کا استعمال ان ہی الفاظ اعیان یا امثال کے ساتھ ہوتا ہے کیونکہ اعیان ہی کے واسطے روح ہوتی ہے اور بروقت روح کی موجودگی کے جسم میں حس ہونا لازمی ہے تو اب اسکا مطلب یہ ہوا کہ تم ہی دریائے قدیم ہو بلا تغیر و تبدل کے حقیقتاً اور صورت مجموعی دائرہ کون یعنی دنیا کے کہ جسمیں ذاتیں اور روحیں اور مثالیں اور حس بھی ہیں یعنی دنیا میں یہ چیزیں اگرچہ ایک دوسرے سے غیر بظاہر معلوم ہوتی ہیں مگر دراصل غیر نہیں سب عین ہیں اور ایک جسم انسانی میں سب موجود ہیں۔ یہ جو کچھ تفرقہ ہے وہ اعتباری ہے اصلی نہیں ہے تیسرے رقعہ میں جو لکھا ہے کہ یا ظہور جبرئیل بصورت دحیہ کلبی حضرت جبرئیل علیہ السلام جب وحی لیکر حضور سرور عالم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے تو حضرت دحیہ کلبی کی صورت میں آتے تھے اور یہ ایک صحابی تھے

[1] شعر — سرت گردم چہ می پرسی ز احوال دل زارم ۔۔۔ خبر از خود ندارم این قدر از خود خبر دارم

(کتاب وفا دصفات ۔۔۔ مکتوب ششم حضرت عارف باللہ ۔۔۔)

کہ جن کا نام دحیہ تھا اور کلبی نسبت بطرف قبیلہ بنی کلب کے اور یہ صحابی صورتاً بہت وجیہ اور خوبصورت تھے اب
اگر سوال پیدا ہو کہ حضرت جبرئیل ان کی صورت میں کیوں آتے تھے اصلی صورت میں کیوں نہیں آتے تھے تو اس کا
جواب یہ ہے کہ فرشتے نور محض ہوتے ہیں اور نورانیت محضہ کو جسمانیت کثیفہ نہیں دیکھ سکتی۔ حضرت ابن عباسؓ نے
ایک بار حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دیکھنے کی خواہش حضور سرور عالم صلعم سے کی تھی چنانچہ
انھوں نے دیکھا تھا مگر پھر ان کی بینائی جاتی رہی تھی۔ لہٰذا آپ جب وحی لیکر آتے تھے تو انسان کی صورت میں آتے
تھے تاکہ حضار مجلس کو وحشت نہ پیدا ہو میرے خیال میں تو اب آپ کی سمجھ میں ان عبارتوں کا مطلب آجائے گا
انشاء اللہ تعالیٰ۔ باقی یہ کہ آپ بہت پریشان ہیں تو اس سے گھبرائیے نہیں پریشانی دور ہو جائیگی سمجھ میں نہ آنے سے تو
پریشانی ہوتی ہی ہے جب بات سمجھ میں آجائیگی تو پریشانی جاتی رہے گی اور تفکر میں تو جب پریشانی آتی ہے تو پھر
کچھ نہ کچھ کھلتا ہی ہے لہٰذا گھبرائیے نہیں اور اصل بات تو یہ ہے کہ اس عالم میں بلا پریشانی کے تو کچھ ہوتا ہی نہیں فقط

(۱۰۱) تفکر میں وحشت اور اس کا علاج۔

بسامی خدمت ہمہ لطف و محبت اعز و احب الاخوان مولوی محمد حسن صاحب زاد لطفہ۔ از بندہ احقر حبیب حیدر

بعد سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہائے صلاح و فلاح دارین مدعا اینکہ تفکر میں وحشت کی کمی ہونے پر اطمینان
نہ ہونا بھی معلوم ہوا۔ خیر اطمینان نہ ہونا یہ تو کوئی بری بات نہیں ہے اس واسطے کہ تفکر کی حالت ہی یہی ہے کہ جس
قدر بے اطمینانی ہوتی ہے اسی قدر جلد کوئی نہ کوئی بات کھلتی ہے۔ تو اصل میں یہ وحشت ہی مفید ہے اگر انتشار
ہو تو اس انتشار میں یہ خیال کرنا چاہیئے کہ یہ کیوں ہے اور کیا وجہ ہے جب اسی غور و خوض میں در آئیگا تو وہ انتشار
ہی نہ رہے گا۔ مختصر مفید یہ ہے کہ یہ وحشت کم ہو جائیگی۔ جو کچھ آپ کرتے ہیں وہ کرتے رہیں۔ اب اگر کسی وقت زیادہ
وحشت پیدا ہو تو یہ خیال کر لیا کیجئے کہ یہ سب ہمارے حالات ہیں اور آنی فانی ہیں۔ ایک وقت ہیں دوسرے وقت

مدارد۔ لہذا یہ ہرگز قابل خیال نہیں ہیں اور نہ ہمکو خیال کرنا چاہیئے۔ یہ جس طرح سے آتے ہیں آیا کریں ہم کو اس سے کچھ مطلب نہیں ہے۔ والسلام مع الاکرام۔ فقط۔

(۱۰۲) تعلیم دفعیہ تفکر تباہی و بربادی کے اندیشوں کا علاج۔

بسامی خدمت ہمہ لطف و عنایت اعز واحب الاخوان مولوی محمد حسن صاحب ادلطفہٗ۔ از احقر حبیب حیدر سپس سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہائے کشایش ظاہر و باطن حالی خاطر خطیر باد۔ آپکی تباہی کی کیفیت دریافت کر کے سخت توحش ہوا فضول اور مہمل توہمات واقعی سخت مکلف ہوتے ہیں۔ اُن سے تحفظ کی صورت سوائے اسکے اور کچھ بھی نہیں ہے کہ انھیں فضول اور مہمل خیالات میں تفکر کرنا شروع کر دے کیونکہ بحکم فطرت کوئی چیز خواہ بد سے بد کیوں نہ ہو وہ بیکار نہیں ہے۔ ع در پلیدی ہر یک از یک پاکتر سے معنوں کو پیش نظر رکھیئے اور یہی خیال کیجئے کہ یہ خیالات ہم سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ تو اس سے اس وجہ سے پریشان نہ ہونا چاہیئے کہ ہر شخص کی تقدیر ہر شخص کے ساتھ ہے۔ وہ جو کچھ کھاتا ہے اپنے مقدر سے کھاتا ہے آپ صرف ذریعہ ظاہری ہیں۔ لہذا وہ ذریعہ کیسے چھوٹ سکتا ہے وہ بہر نوع رہے گا۔ اب رہا یہ کہ اصلاح اور فنا کیلئے اور کوئی طریقہ اختیار کیا جائے۔ یہ البتہ قابل غور ہے اس کا بھی خیال رکھا جائے گا۔ آپکو تذکرہ میں یکسوئی ضرور ہوگی آپ چھوڑیئے نہیں کرتے رہیئے۔ کوئی عمل کسی کا ہو بیکار نہیں جاتا۔ باقی میں آپ سے غفلت نہیں کرتا ہوں اور نہ کسی وقت بھولتا ہوں جو کچھ میں نے کہا ہے وہ سب مجھے یاد ہے۔ یہ سب دنیاوی امور مخمصہ تو ہوتے ہی ہیں ان سے قطعًا نہ گھبرایئے سب بیڑا پار ہے ان شاء اللہ۔ اگر یہ خیال بہت ستائے کہ ہم بالکل بگڑے جاتے ہیں تو اُس وقت یہ شعر پڑھ لیا کیجیئے خوب شعر ہے ؎

کردیم زخون دل آرایش کوئے تو	داری خبرے یا نہ اے محو خود آرائی

کوئے سے مراد اس مصرعہ بالا میں قلب ہے کہ جو محل نزول حق ہے یعنی جزئیت اپنی کلیت سے مخاطب ہو کر کہتی ہے

کہ اے رکلیت کہ تجھ کو اپنی آراستگی کے سوا اور کوئی شغل ہی نہیں ہے میں نے اپنے قلب کی آرائش جو کچھ کی تیرے ہی لئے کی اور جو کچھ اُس کی درستی میں خون دل کیا یعنی ماسوا کی خواہشات سب فنا کر دیں تجھ کو اس کی خبر بھی ہے یا نہیں فقط

(۱۰۳) موجودہ پریشانی سے گھبرانا نہ چاہیئے۔

بسامی خدمت ہمہ لطف و محبت اعز و احب لااخوان مولوی محمد حسن صاحب ادلطفہ ۔ از احقر حبیب حیدر

بس سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہائے رفع مکارہ دینی و دنیوی واضح باد نامہ عنایت و محبت مرقومہ صادر ہو کر باعث فرحت و نشاط یاد آوری و عنایت گستری ہوا موجودہ پریشانی سے گھبرانا نہ چاہیئے مجھے آپکی طرف خیال سے واقعی غفلت نہیں ہے اور میں جو کچھ لکھتا ہوں وہ اصلی بات لکھتا ہوں نہ تسلی و تشفی کی راہ سے ۔ مجھ کو آپ کا خیال اسی طرح پر ہے کہ جس طرح پر اپنا خیال ہے ۔ یہ جس کو آپ اندھاپن سمجھتے ہیں یہ کچھ نہیں ہے سب توہمات فاسدہ ہیں کہ جو خواہ مخواہ پریشان کرتے ہیں ۔ اب یہ کہ کیوں پریشان کرتے ہیں یہ باقتضائے بشریت ہے محسوسات میں جتنی چیزیں ہیں وہ سب مقتضیات کے ساتھ ہیں ۔ کیونکہ عالم تو تم حق ہے تو جس طرح سے کہ حق کامل ہے اُس کا تو ہم بھی کامل ہے اور انسان عالم کیلئے بمنزلہ آنکھ کی تپلی کے ہے پس جس طرح کہ تپلی میں ہر چیز منعکس و منطبع ہو جاتی ہے اور اپنا اقتضا ظاہر کرتی ہے اسی طرح پر انسان میں بھی اس کی بشریت کے تقاضے کے سبب سے ہر چیز اچھی ہو خواہ بُری آنا ضروری ہے ۔ کیونکہ ماہیت کا مقتضا بھی یہی ہے اور یہی وجہ ہے کہ انسان ایک حالت پر اپنا رہنا اچھا سمجھتا ہے مگر نہیں ہو پاتا ۔ خیر یہ تو سب ہوتا ہی رہتا ہے اور ہوتا رہے گا آپکو جو کچھ بتایا ہے اس کو بلاخرخشہ و اندیشہ کرتے رہیئے وہ بے سود نہیں ہے یہ دوسری بات ہے کہ آپ فوراً اُس کا اثر ظاہر ہونا چاہتے ہیں اور وہ نہیں ہوتا مگر ہوگا ضرور کیونکہ خدا کسی کی محنت اور عمل کو ضائع نہیں کرتا ۔ فقط والسلام

(۱۰۴) جلوت میں تفکر ٹوٹ جانے کا علاج۔

بسامی خدمت ہمہ لطف وعنایت اعزو احب الاخوان مولوی محمد حسن صاحب دام لطفہٗ۔ از بندہ احقر حبیب حیدر سپس سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہائے حصول مقاصد و مرادات دینی و دنیوی مدعا اینکہ ایک نامہ عنایت و محبت رقم پرسوں اور دوسرا کل یکے بعد دیگرے صادر ہوکر باعث فرح و نشاط مکرر یاد آوری و محبت وعنایت گستری ہوئے۔ آپنے جو اپنے متعلق لکھا کہ لوگوں سے بات چیت کرنے میں رخنہ پڑتا ہے اور خیال اُکھڑ جاتا ہے تو اگر اُکھڑ جاتا ہو تو بعد اُس کام سے فراغت کے پھر اُس کو قائم کر لیا کیجئے۔ یہ اُکھڑ جانا کچھ مضر نہیں ہے اور نہ اسکی پرواہ کیجئے کہ پہلا خیال جاتا رہا۔ اگر بغور دیکھیئے تو اکھڑ کر گیا کہاں اور پھر آیا تو کہاں سے آیا۔ اس خیال سے یہی معلوم ہوگا کہ نہ کہیں گیا اور نہ کہیں سے آیا ہم ہی میں تھا کہ جو بوجہ حجاب خفا میں آگیا تھا وہی اب پھر ظاہر ہوگیا تو اس غور و خوض سے بھی اُلجھن اور گھبراہٹ میں کمی ہوگی بلکہ کیا عجب کہ بالکل جاتی رہے بالجملہ مشغولی اسی امر کی بہتر اور انسب ہے کہ ع من نیم یار است از سر تا قدم۔ کیونکہ یہی مشغولی بیشتر حضرات قلندریہ کی رہ چکی ہے اور یہ مختصر مفید بھی ہے۔ باقی یوں مطالعہ میں گلشن راز تو ہئی ہے اور الکہف والرقیم معہ شرح و ترجمہ کے بھی یہ دو کتابیں خوب ہیں انہیں کو دیکھتے رہیئے۔ اللہ تعالیٰ آپکو انکے فیوض و برکات سے مستفید کرتا رہے۔ اب رہا اس امر کا خیال کہ ہم بگڑتے جاتے ہیں درست نہ ہونگے یا بگڑ گئے یہ سب توہمات ہیں انکو بالکل علیحدہ کرنا چاہیئے یہ بالکل فضول ہے جو کچھ مشغولی آپ کرتے ہیں وہ کیئے جائیے۔ والسلام مع الاکرام فقط

(۱۰۵) تفکر بالعمل کی تعلیم

بسامی خدمت ہمہ لطف وعنایت اعزو احب الاخوان مولوی محمد حسن صاحب دام لطفہٗ۔ از احقر حبیب حیدر سپس سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہائے حصول صلاح و فلاح دارین و ترقی مراتب نشاتین مدعا اینکہ تفکر کرانے سے مقصود اصلی یہی ہوتا ہے کہ معلومہ چیز سے غیر معلومہ چیز حاصل کی جائے۔ چونکہ ذات حق اعلیٰ مرتبہ تجرد و

وپاکی میں ہے اور انسان کثافت اور ناپاکی میں اور انسان کو بیکدفعہ اس کثافت سے خلاصی ناممکن ہے لہذا اُس سے خلاصی کا طریقہ یہی تفکر رکھا گیا ہے یعنی انسان اپنے ہی میں بحثیت مظہر اسم جامع ہونے کے کل چیزوں کو دیکھ لے اور اُن سب کے مقتضیات بھی دیکھ لے اور انکی شناخت اچھے طور سے کرے۔ خواہ بیکدفعہ بطور اجمال سب کو دیکھ لے خواہ بطور تفصیل دیکھے یعنی ہر چیز کو مع اسکے مقتضیات کے علیحدہ علیحدہ دیکھے۔ یہ خیال آپ کا کہ اس وقت تک علم و یقین کتابوں یا ارشادوں تک ہے کوئی امر واقعی نہیں ہے یہ بہت ٹھیک ہے اور واقعی بات ہے پس اسکے ذاتی ہی کرلینے کے واسطے تفکر بتایا گیا۔ تفکر کے واسطے یہ کوئی ضروری امر نہیں کہ خلوت میں بیٹھ کر کرے یا کوئی وقت معین کر کے کرے بلکہ جس وقت کام سے فرصت ملے اُس وقت کرے اور جو چیز سامنے آئے یا خیال میں آئے اسمیں تفکر کرے یہ ضرور ہے کہ چونکہ تھوڑی سی خیالی پابندی ہے اور اس سے طبیعت بھاگتی ہے لیکن دو ہی چار بار اس امر کو ملحوظ رکھنے سے پھر وہ تکلف جاتا رہے گا۔ اور بے تکلفی آجائیگی۔ اور حالت تفکر میں جب بجائے اضطراب کے ایک نوع کا سکون معلوم ہو وہی قابل گرفت بات ہے۔ اسی کو لے لینا چاہیئے کہ وہ ٹھیک ورمو قع کی ہوگی۔ اب یہ کہ ع چپ ہو رہوں جو بات کوئی معتبر ملے۔ تو اُس کا جواب ضمناً لکھ چکا ہوں کہ حالت تفکر میں سکون ہونا یعنی کسی بات پر طبیعت کا اضطراب دفع ہونا اور سکون ہو جانا علامت اس امر کی ہے کہ وہ بات قابل گرفت ہے اور اصلی بات یہ ہے کہ مقتضائے طلب چپ ہونا ہے ہی نہیں لہذا وہ کیونکر ہو پس آپ بھی غور کرتے ہی رہیئے خواہ کوئی بات معتبر ملے یا غیر معتبر۔ ٹھیک یہی ہے۔ اب خیالات دنیوی جو ایسے حال میں آجاتے ہیں وہ آجاویں انہیں بھی تفکر بحیثیت دنیا ہی کے کرنا چاہیئے کہ یہ بھی مفید ہے جیسا کہ عمل سے معلوم ہوگا باقی خیریت ہے۔ والسلام خیر ختام۔ فقط

(۱۰۶) عوارف المعارف کی ایک عبارت کا مفہوم۔

بسامی خدمت ہے۔ بلطف و محبت اعز و احب الاخوان مولوی محمد حسن صاحب ادام لطفہ۔ از احقر حبیب حیدر

سپس سلام مسنون نیاز مشحون و دعا ہائے حصول مقاصد دارین مدعا اینکہ عوارف کی عبارت کے معنی میرے خیال میں یہ آتے ہیں کہ استوا معلوم ہے اور اسکی کیفیت غیر معلوم اُس پر ایمان رکھنا واجب ہے اور اسکے متعلق استفسار کرنا بدعت ہی۔ یہ لفظی معنی ہوئے استوا کے معنی برابر ہونے کے ہیں اور مقصود اس عبارت میں یہ ہے کہ استوا ایک کیفیت ہے کہ جس کا وقوع عرش کے ساتھ ہے جیسا کہ کلام اللہ میں اس آیت شریفہ سے واضح ہوتا ہے الرحمٰن علے العرش استویٰ۔ استوا کی مثال یوں سمجھنا چاہئے کہ جس طرح سے انسان میں علم کی صفت رکھی گئی ہے کہ وہ نہ خارج از ذات ہے اور نہ داخلِ ذات۔ اُس کو جس قدر وسعت دیتے جائیے اسی قدر وسیع ہوتی جاتی ہی۔ تو یہ حالت انسانی بوجہ بشریت اور امکان کے ہے اور حضرت حق جل شانہ کی صفت علمیہ جو ہے وہ جیسی تھی ویسی رہے گی۔ پس عبارت کا مطلب یہ نکلا کہ کیفیت استویٰ جناب باری معلوم ہے اس طرح پر کہ وہ کیفیت علمی پر غور کر لیا جائے مگر جب عقل کے ذریعہ غور کیا جائے تو مشکل سے سمجھ پڑے گا مگر اُس پر ایمان رکھنا واجب ہے۔ اپنے طور پر یوں سمجھئے کہ جب آپ اپنی ملازمت کے متعلق کسی امر پر غور کرتے ہیں یا رائے قائم کرتے ہیں تو اُس میں تمام اطراف وجوانب پر بھی نظر دوڑا لیتے ہیں۔ موافق ومخالف پہلو بھی پیش نظر کرتے ہیں۔ یہ بھی خیال کرتے ہیں کہ اس بات سے کسی دوسرے پر اثر تو نہیں پڑے گا اور ہم اس وقت میں اس امر کے متعلق اُس سے کچھ عذرات بھی کر سکیں گے یا نہیں وغیرہ وغیرہ۔ تو اُس حالت میں آپ کا علم اُس ایک امر کے تمام اطراف وجوانب کو حاوی ہو جاتا ہے یہی کیفیت قریب قریب استوا کی ہے۔ آپ خود بھی غور کر لیں اور سمجھ لیں غالبًا آپکا اطمینان ہو جائیگا۔ فقط

(۱۰۷) شب براءت، شب قدر، معرفت، تشنگی معرفت کیلئے مفید ہے۔ ثابت قدم رہنا چاہیئے۔

بسامی خدمت بر لطف وعنایت اعز واحب الاخوان مولوی محمد حسن صاحب ادلطفہ۔ از احقر حبیب حیدر

سپس سلام مسنون نیاز مشحون ودعا ہائے حصول مقاصد دارین مدعا اینکہ جس شب کو آپ شب قدر سمجھے ہیں وہ نہیں ہے

بلکہ وہ شب برات ہے۔ اس شب میں نزول انوار و برکات ہوتا ہے اور تقسیم رزق بھی۔ شب قدر مخصوص ماہ رمضان المبارک کے ساتھ ہے اور وہ بھی عشرہ اخیر کی طاق شبوں میں مثل شب ۲۱ و شب ۲۳ و شب ۲۵ و شب ۲۷ و شب ۲۹ کے۔ ان شبوں میں بیدار رہئے شب قدر دیکھئے۔ معرفت ہونے سے آپ کا کیا مطلب ہے۔ اگر آپ کا یہ خیال ہے کہ یہ بھی کوئی حال ہے یا مقام ہے تو یہ نہیں ہے بلکہ معرفت سے مراد یہ ہے کہ اولاً اپنے نفس کے حالات کو جانے اور سمجھے اور اس سے حق کو جانے اور پہچانے۔ جناب حضرت صاحب قبلہ قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں ؎

	آپ کو جانے حق کو پہچانے		من عرف نفسہ سے حال کھلا	

نفس کے جو بد حالات ہوں یا نیک اُن پر بخوبی تفکر کرے اور یہ سمجھے کہ یہ سب حالات آنی و فانی ہیں اور تلاش اُس چیز کی ضروری ہے کہ جو باقی ہو اور باقی رہے۔ تشنگی معرفت کے واسطے اس دلیل سے مفید ہے کہ انسان جب اپنے حالات پر غور کر کے نتیجہ نکالتا ہے اور اسکی بدی و نیکی کو تمیز کرتا ہے تو اُس سے یہ امر اسکے ذہن میں بخوبی آجاتا ہے کہ ہمارے خواہشات و ارادہ سب فانی ہیں اور سب منسوب ہیں ہماری طرف۔ تو ہم سے مراد کون چیز ہے تو لامحالہ اس کی تلاش ہوتی ہے۔ اسی تلاش کا نام طلب ہے۔ اس طلب کی وجہ سے جو مختلف حالات وارد ہوتے ہیں کوئی باعث تفریح ہوتے ہیں اور کوئی باعث تکدر۔ جو باعث تکدر ہوتے ہیں انہیں بھی تفکر کرنا چاہیئے کہ یہ کیوں باعث تکدر رہیں اور جو باعث تفریح ہوتے ہیں انھیں بھی غور کرنا چاہیئے۔ اِس سے تفکر کی عادت ہوجاتی ہے اور کوئی امر سخت اور دشوار نہیں معلوم ہوتا ہے۔ میرا مقصود آپکو بار بار لکھنے سے یہ ہے کہ جن مشکلات کا آپ سامنا کرتے ہیں انمیں تفکر سے کام لیجیئے تاکہ کوئی امر خواہ مشکل سے مشکل ہو نہ ہو جو بھی حل معلوم ہو اور طبیعت میں ہرب کی کیفیت نہ پیدا ہو۔ اب یہ خیال کہ موت سے ظاہر ہو یہ تو خود آپ کا حال ہے کیونکہ

موجودہ حالت میں نہ خواہشات نفسانی پوری ہوتی ہیں نہ آرام طلبی ہوسکتی ہے اور یہی دو چیزیں بہت باعث غفلت ہوتی ہیں لہذا آپ بتوجہ حضرات مرشدین غفلت میں نہیں رہے۔ اب تفکر کہ جو آپ کو بتایا گیا ہے وہ کیجئے اور فائدہ اٹھائیے۔ یہ کوئی تسکینی جواب نہیں ہے بلکہ واقعہ ہے آپ خود غور کرکے سمجھ لیجئے اب یہ کہ آپ ثابت قدم رہنا نہیں چاہتے بلکہ غیر ثابت قدم ہونا چاہتے ہیں تو اس میں آپ نے کیا فائدہ خیال کیا ہے۔ موجودہ بات یعنی ثابت قدمی بہرصورت اچھی ہے اور یہی باعث مفر ہے اور اسی میں مردانگی ہے بالجملہ اسوقت تک آپ خدانخواستہ کوئی خسارہ کی حالت میں نہیں ہیں۔ فقط والسلام مع الاکرام

(۱۰۸) نفس ناطقہ کیا ہے۔

بسامی خدمت ہمہ لطف ومحبت اعز واحب الاخوان مولوی محمد حسین صاحب ادام لطفہ۔ از احقر حبیب حیدر پس سلام مسنون نیاز مشحون ودعاہائے حصول مقاصد دارین مدعا اینکہ نفس ناطقہ سے مراد قلب ونفس نہیں ہے بلکہ نفس ناطقہ سے مراد اصطلاح حکما میں تو روح وجان ہے اور حضرات صوفیہ کے ارشاد سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نفس ناطقہ وہ شی ہے کہ جو ہمیشہ تحصیل کمالات کے واسطے مستعد رہے اور رذائل سے پرہیز کرے اور یہی مراد انانیت سے ہے۔ اس بحث کو حضرت خداوند نعمت قدس سرہٗ نے نہایت وضاحت سے قول الموجہ میں تحریر فرمایا ہے وہ دیکھ لینا چاہئیے فقط والسلام

(۱۰۹) حضرت عراقی کے ایک شعر کی تشریح۔

بخدمت ہمہ لطف ومحبت اعز واحب الاخوان مولوی محمد حسین صاحب ادام لطفہ۔ از بندہ احقر حبیب حیدر پس سلام مسنون نیاز مشحون ودعاہائے خیر وصلاح وفلاح دارین مدعا اینکہ جس شعر کا مطلب آپ نے پوچھا ہے وہ شعر مجھے اس طرح پر یاد پڑتا ہے ؎

نخستین بادہ کاندر جام کردند	ز چشم مست ساقی وام کردند

دام کے لفظی معنی قرض کے ہیں مطلب یہ کہ حضرت عراقی جب اپنے پیر و مرشد حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں تو انھوں نے سامنے جاتے ہی یہ شعر پڑھا تو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو نسبت توحید عطا فرمائی غیر قصہ بہت طویل ہے اس شعر کا مطلب میرے خیال میں یہ آتا ہے کہ اول مرتبہ جو شراب معرفت کہ طالب کے ظرف استعداد میں منجانب حق عطا ہوتی ہے وہ ساقی یعنی شیخ وقت ہی سے لیکر اُس ظرف میں بھر دیتے ہیں گویا اُس شیخ وقت کی ارادت کا تخم اُسی وقت سے قلب یا ظرف طالب میں ڈال دیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ جمتا ہے اور اُس میں شاخ و برگ ہونا شروع ہوتے ہیں بعد کے اُس شیخ کی محبت اُس طالب کے دل میں سرایت کر جاتی ہے اگر قوی الاستعداد ہوتا ہے تو جلد تر محسوس ہوتا ہے ورنہ آہستہ۔ [illegible]

(۱۱۰) تین شعروں کی تشریح معانی۔

بسامی خدمت مجمع لطف و محبت عزیز حبیب الاخوان مولوی محمد حسن صاحب ادام لطفہ۔ از فقیر حبیب حیدر پس از سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہائے خیر و صلاح دو جہانی حالی خاطر خطیر باد۔ اشعار مُرسلے نو نہایت اچھے ہیں مطلب ان کا کوئی مشکل نہیں کہ جو آپ نہیں سمجھ سکتے ہیں مگر فقیر حسب ارشاد جو کچھ خیال میں آیا ہے لکھتا ہوں ؎

روئے در روئے یار باید کرد	پشت بر روزگار باید کرد

یعنی اپنی ہستی کو ہستی حق میں ایسا مٹانا چاہیئے کہ زمانہ وغیرہ کسی چیز کا خیال نہ رہے بلکہ یار ہی صرف رہ جائے غیریت نہ رہے۔ ع خلق گر پرستد تا من عیش بر زم ترا۔

سہ تماشا بادہ پرستان مستی بہ بینید	ہنوز ساقی ما بادہ در سبو دارد

انسان کی بشریت ختم ہو جائے اور بالکل تنزیہ ہی تنزیہ رہ جائے مگر یہاں جو ساقی کہ جو تصوف میں مراد ہے اس شخص سے کہ جس کی تعریف یہ ہے کہ مستی حقیقی دہد و نقد ہستی مجازی لب باندر شراب نیستی دیئے جائے اور

جلوے مراد دل عارف اور روح عارف دونوں ہوسکتے ہیں۔

یارب چہ سازد باسنگ طفلاں   —   نازک دلِ من مینا دلِ من ؎

عاشق اپنے دل کو جب جلوہ گاہ معشوق سمجھ لیتا ہے تو اس کو اپنی ہستی سے زیادہ عزیز سمجھتا ہے لہذا وہ بزبان حال یہ کہتا ہے کہ لڑکے کنکر پتھر میری صورت دیکھ کر مارتے ہیں حالانکہ وہ میرے دل کو کہ جو میرا محبوب صرف اس وجہ سے ہے کہ جلوہ گاہ معشوق ہے عزیز نہیں جانتے۔ اور یہ دل کو عزیز سمجھنا ویسا ہے کہ جیسے یہ شعر ہے ؎

پائے سگ بوسید مجنوں خلق گفتا ایں چہ بود   —   گفت ایں سگ گاہ گاہے کوئے لیلیٰ رفتہ بود

تو عاشق یہ کہتا ہے کہ لڑکے میرے نازک دل کی قدر نہیں جانتے اور مجھ کو دیوانہ سمجھ کر پتھر مارتے ہیں۔ حالانکہ میرا جسم مجھ کو عزیز ہے بوجہ دل کے اسکے اندر ہونے کے اور دل عزیز ہے بوجہ جلوہ گاہ معشوق ہونے کے۔ اس قدر قلم نے یاوری کی اور لکھا گیا اور باقی اور کیا لکھوں۔ والسلام مع الاکرام فقط

(۱۱۱) العلم حجاب الاکبر کی تشریح۔ علم و عرفان کا فرق۔ نفس اور خودی کی تعریف۔

بسامی خدمت ہمہ لطف و عنایت اعز و احب الاخوان مولوی محمد حسن صاحب ادلطفہٗ۔ از احقر حبیب حیدر

سپس سلام مسنون نیاز مشحون و دعائے حصول مقاصد دارین مدعا اینکہ نامہ نامی و صحیفہ سامی ایک عرصہ کے بعد صادر ہو کر باعث فرح و نشاط یاد آوری و محبت و عنایت گستری ہوا اب آپ اپنے سوالات کے جوابات سنئے جو کچھ کہ ذہن ناقص میں گذرے۔ العلم حجاب الاکبر کے لفظی معنی ہیں کہ علم بڑا حجاب ہے۔ حجاب اکبر کے معنی یہ ہیں کہ اس سے مراد خاص وہ پردہ ہے کہ جو ایوان شاہی کے بالکل آخر دروازہ پر لگا ہوتا ہے اور اسکے بعد پھر کوئی پردہ نہیں ہوتا ہے اور خود بادشاہ کا اجلاس ہوتا ہے۔ تو اب اس جملہ کے معنی اور مطلب یہ ہوے کہ علم اس قدر عمدہ اور بہتر چیز ہے کہ جیسے حجاب اکبرکہ اسکے بعد خود ذات بادشاہی موجود ہوتی ہے اور کوئی

حجابات نہیں ہوتے۔ یا یہ کہ علم انسان کو اس حد تک پہونچا دیتا ہے کہ بعد اسکے پھر کوئی پردہ ہی اسکے اور حق کے درمیان میں نہیں رہتا۔ اب یہ کہ علم سے کیا مراد ہے اُس کا جواب یہ ہے کہ علم سے مراد ہے اپنی تفصیل کی یافت کہ وہ کہاں سے کہاں تک ہے اور کیا ہو سکتی ہے مثلاً زید پیدا ہوا اُس کو اُس وقت اپنی ذات کا مجمل طور پر علم رہا۔ جب وہ اوس حالت میں بڑھا اور دو تین سال کا ہوا تو اس کو صرف اتنا علم حاصل ہوا کہ فلاں چیز اچھی ہے اور فلاں چیز بری مگر یہ علم نہیں ہوا کہ اچھی چیز اچھی کیوں ہے اور بری کیوں بری ہے۔ جب وہ اور اس حالت سے بڑھا تب اسکو بہ نسبت سابق کے کچھ امور زائد معلوم ہوئے پھر اُس سے زائد اور پھر اُس سے زائد۔ غرضکہ جس قدر اس کا روئے توجہ اور علم بڑھتا گیا اسی قدر اس کو اپنی کمی اور زیادتی علم کے حالت میں فرق معلوم ہوتا رہا اور اس امر کی طرف اسکی کوشش متعلق ہوتی گئی کہ جو کچھ مجھ میں کسی امر کے متعلق کمی ہو اس کو دفع ہونا چاہئے اور وہ دفع بھی وقتاً فوقتاً کرتا رہا۔ علم و عرفان میں فرق یہ ہے کہ علم کے معنی مطلقاً جاننے کے ہیں اور عرفان کے معنی یہ ہیں کہ کسی چیز کو جانکر اسکی ضروریات اور حالات کو بھی جانکر اچھی طرح پر سمجھ لینا ایسا کہ اسکے متعلق اگر کوئی شخص دوسرا اس شخص اول کے علم کے خلاف بھی کہے تو اس کو یقین نہ آئے جس طرح پر کہ انسان جب تک خود تحصیل علم کرتا ہے اس کو اس علم کا فائدہ پورے طور سے معلوم نہیں ہوتا اور جب اس علم سے دوسرے کو فائدہ پہونچاتا ہے اور پڑھاتا ہے اس وقت اس کو اپنے علم کی عمدگی اور غیر عمدگی معلوم ہوتی ہے ایسا کہ جب دوسرا شخص نہیں سمجھ پاتا ہے تو پڑھانے والے کو اپنی جگہ پر یہ تعجب معلوم ہوتا ہے کہ یہ مطلب یہ طالب علم سمجھتا کیوں نہیں ہے کہ یہ کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ حالانکہ واقعتاً وہ مطلب سمجھانے والے کیلئے مشکل نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ سمجھانے والا چونکہ ایک بار اسی کو پڑھ چکتا ہے اور جان لیتا ہے لہٰذا اس کو فی الجملہ ایک مناسبت ہو چکتی ہے اور یہ دوسرا شخص بالکل ہی مناسبت نہیں رکھتا۔ اسی وجہ سے علما کا مقولہ ہے کہ پڑھنا اس قدر مشکل نہیں جتنا کہ پڑھانا مشکل ہے کہ پڑھانے میں اپنا مافی الذہن دوسرے کے ذہن نشین کرنا پڑتا ہے۔ اب

حضرات اولیاء اللہ کا اصرار تحصیل علم شریعت پر کیوں رہا ہے اُس کا جواب یہ ہے کہ شریعت کی بنا ہے غیریت پر اور تا وقتیکہ امور غیریت اچھی طرح سے ذہن نشین نہیں ہو جاتے ہیں اسوقت تک عینیت کی طرف توجہ نہیں ہوتی کیونکہ تا وقتیکہ ایک طرف سے فرصت نہیں ہو لیتی اس وقت تک دوسری طرف توجہ نہیں ہوتی اسی وجہ سے عرفان نفس مستلزم ہے عرفان رب کو حضرات صوفیہ کا اصرار تحصیل علم شریعت پر اسی وجہ سے رہا ہے کہ اُس سے عرفان نفس ہو جائے اور انسان کو جو مغائرت حق کے ساتھ ہے وہ اسکے ذہن نشین ہو جائے اور وہ خود اپنی اس خودی سے کہ جو اعتباری محض ہے کشیدہ ہو کر خودی حقیقی کی جانب متوجہ ہو جائے یعنی اس خودی اعتباری کو اچھی طرح سے سمجھ لے۔ اور جب اس کا غیر واقعی ہونا پورے طور سے ذہن نشین ہو جائیگا تو لامحالہ اس کو خودی حقیقی کی طلب پیدا ہو گی اور وہی اس کا مطلوب ہے۔ اب یہ کہ نفس اور خودی میں کیا فرق ہے سو اُس کا جواب یہ ہے کہ نفس سے مراد تشخص و تعین انسانی ہے اور خودی سے مراد اس تعین انسانی کا علم ہے تو اس تعین کا علم جب تک خیال غیریت کا بڑھانے والا نہ ہو اس وقت تک مذموم نہیں ہے اور جب بڑھانے والا ہو تو مذموم ہے اسیواسطے ریاضت و مجاہدہ و اذکار رکھے گئے ہیں کہ خیال غیریت بڑھنے نہ پائے بلکہ گھٹتا جائے یہاں تک کہ وہ خودی اپنی خودی نہ معلوم ہو بلکہ خودی حق معلوم ہو کسی شاعر کا شعر ہے ؎

الم الم کا خوشی کی ذرا خوشی نہ رہے	اگر یہ کب ہے کہ انسان آدمی نہ رہے

تو اس سے یہ مطلب نہیں ہے کہ جب انسان مر جاتا ہے اور نہیں موجود رہتا ہے تب یہ حالت ہوتی ہے ایسا نہیں ہے بلکہ زندگی ہی میں یہ حالت ہوتی ہے۔ جب تک کہ بشریت کا غلبہ بہت زیادہ رہتا ہے اس وقت تک یہ زائد مکلف ہوتے ہیں اور جہاں تک وہ گھٹا ہوا ہوتا ہے اسی قدر تکلیف بھی اُٹھی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ خدا کرے کہ یہ جوابات آپکی مرضی کے موافق ہوں اور آپ انکو پورے طور سے سمجھ لیں باقی او رسب خیریت ہے۔ والسلام خیر ختام فقط

(۱۱۲) دیوانگی کے اقسام اور انکی تشریح انسان حیوانیت سے نکلکر فرشتہ ہو سکتا ہے۔

بسامی خدمت ہمہ لطف و محبت اعز و احب الاخوان مولوی محمد حسن صاحب ادلطفہٗ۔ از احقر حبیب حیدر

سپس سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہائے حصول صلاح و فلاح دارین و مطالب و مآرب کونین مدعا اینکہ آپ کی خواہش متعلق مستی کے جو ہے وہ بھی دریافت ہوئی یہ کیفیت تو انسان میں رہتی ہی ہے کیونکہ یہ اگر نہو تو بیقراری میں سکون ہی نہ معلوم ہو حالانکہ برابر معلوم ہوتا ہے۔ اگر نہ معلوم ہو تو زندگی کاٹنا ہی مشکل ہو۔ وہ دیوانگی کہ جس میں حواس مختل ہو جائیں وہ تو ٹھیک نہیں البتہ وہ دیوانگی کہ جو بیخودی کہی جاتی ہے بہت ٹھیک ہے۔ وہ ہوگی۔ اب یہ کہ رکیک موانع میں رہ کر انسان آدمی کیا بن سکتا ہے۔ یہ محض آپ کا خیال ہے انسان تو حیوانیت سے نکلکر فرشتہ ہو جاتا ہے چہ جائیکہ رکیک موانع۔ انکے واسطے پھر وہی لکھتا ہوں کہ جو شاید پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ ان امور کو بنظر سرسری دیکھنا چاہیئے۔ انہیں غور کرنا یا انکی طرف دل سے توجہ کرنا ہی نہ چاہیئے۔ گلشن راز اگرچہ آپ نصف سے زائد دیکھ چکے ہیں لیکن جہاں پر کہ سمجھ میں نہ آئے اس کو مکرر دیکھا کیجئے کچھ نہ کچھ تو سمجھ میں مطلب ضرور ہی آئیگا۔ میں حتی الامکان مسکّن الفاظ تو آپ کو نہیں لکھتا البتہ یہ بیشتہ لکھتا ہوں کہ کوئی بات اگر ایک بار دو بار بھی سمجھ میں نہ آئے تو بھی اس کو سہ بارہ دیکھنا چاہیئے۔ اس سے مقصد یہ کہ آپکی طبیعت میں جو اس امر خاص میں غور کرنے سے کسی قسم کا رعب یا وحشت ہو وہ جاتا رہے اس سے مقصود ممانعت یا تسلی دینا نہیں تھا اور نہ کبھی یہ منشا رہتا ہے خاطر عاطر قرین طمانینت رہے و السلام خیر ختام فقط

مکاتیب بنام مولوی نظام الدین حیدر صاحب کاکوروی

(۱۱۳) پاس انفاس میں جی نہ لگنے پر استغفار وغیرہ پڑھنے کی تعلیم

سلف ان کا حال تذکرہ حبیب میں ملاحظہ ہو ۱۲

بخدمت ہمہ لطف ومحبت برادر عزیز بجان سعید اقران مولوی نظام الدین حید صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ - از فقیرزادہ حقیر حبیب حید رپس سلام مسنون الاسلام و دعاہائے خیر وصلاح دو جہانی خلاصہ مرام آنکہ خواب آپ کا سنا تعبیر اُس کی ظاہر ہے حضرت خداوند نعمت قدس سرہ العزیز کی جو عنایت آپ سب بھائیوں پر تھی وہ ظاہر ہے۔ محتاج تحریر نہیں۔ وہی اس خواب سے بھی ظاہر ہے کہ جیسا خیال ہمکو اس عالم میں تھا ویسا ہی اُس عالم سے ہے کوئی فرق نہیں اصلاح کرنا اور کرم کرنا اسی سے ظاہر ہے۔ پاس انفاس میں اگر جی نہیں لگتا ہے تو یہ استغفار سو سو بار صبح وشام پڑھ لیا کیجئے۔ رب اغفرلی وتب علی انک انت التواب الرحیم۔ انشاء اللہ اس سے گھبراہٹ دور ہو جائیگی اور بعد نماز صبح یا فتاح ستر بار پڑھ کر داہنے ہاتھ پر دم کر کے اس ہاتھ کو قلب پر پھیر لیا کیجئے۔ اب رہا یہ کہ جو عنایت ہو اس کا ظہور فوراً ہو جائے۔ دیر کیوں ہوتی ہے۔ یہ بھی اچھی بات ہی کیونکہ مقصود اصلی دین ہے اور اسکے ساتھ میں یہ بھی مقصود ہے کہ دنیا بھی درست رہے تاکہ ذی حقوق کے حقوق بھی ادا ہوں اور انکی خدمت بھی ہوتی رہے کہ منجملہ حقوق العباد کے واجب الادا سمجھا جاتا ہے اور یہ بھی یہی۔ والسلام مع الاکرام فقط

(۱۴۷) اطوار توحید۔ اعمال جوارح سالک ومجذوب میں کیا فرق ہے۔

بخدمت ہمہ لطف ومحبت محب الفقرا مقبول حق عزیز قلبی مولوی نظام الدین حید صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ از بندہ احقر حبیب حید رپس سلام مسنون ودعاہائے صلاح وفلاح دارین واضح باد کہ جو شبہ کہ آپنے اپنا متعلق عبارت مکتوب[1] حضرت الحضرات شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ العزیز لکھا اُس کا جواب یہ ہے

---

[1] ملاحظہ ہو کتاب مفاوضات صفحہ ۱۰۵ جمیں تحریر ہے کہ "شامت اعمال جوارح ہرگز حجاب کیفیات قلبی نمی شود کہ جوارح دیگر است وکارخانہ دل دیگر۔ از اینجا از حال دل می پرسند کہ ما درون رابنگریم وحال را - ما برون رانگریم وقال را

کہ قلب کی کیفیت سے مراد توحید ہے اور کیفیات قلبی سے مراد اُس توحید کے اقسام ہیں یعنی توحید ذاتی وصفاتی وآثاری وافعالی پس حضرت صاحب قدس سرہ کا اس ارشاد سے مطلب یہ ہے کہ جب توحید قلب میں بالکل حال ہوجاتی ہے تو وہ حالتیں خواہ بدلتی ہی کیوں نہ رہیں مثلاً کبھی آثاری اور کبھی صفاتی اور کبھی افعالی وغیرہ ہوجائیں۔ اور اعمال جوارح سے مراد ظاہری اعمال ہیں۔ وہ اسکے خلاف ہوں تو اس سے سلوک میں کوئی حرج نہیں ہوتا یعنی سلوک اُس کا برابر ہوتا رہتا ہے اس میں کسی طرح کی کوئی کمی نہیں ہوتی کہ ؎

ما درون رانبگریم وحال را	ما برون رانگریم وقال را

اعمال جوارح سے مراد ہیں وہ اعمال کہ جو خلاف شریعت ہوں مثلاً اکثر فقرا مسکرات کا استعمال کرتے ہیں تو اب اگرچہ ظاہر میں یہ خلاف شرع ہے لیکن باطناً کوئی مضایقہ نہیں۔ اس واسطے کہ اُن کا مقصود ان چیزوں کے استعمال سے یہ ہوتا ہے کہ ہمارے قلب میں یکسوئی رہے اور یکسوئی بلا کیفیت جذبی کے نہیں ہوتی اسی وجہ سے اکثر مجاذیب ایسی باتوں کے مرتکب ہوتے ہیں اور جس غرض سے وہ اس کو کرتے ہیں اس کو پاتے ہیں یہانتک میرے خیال ناقص میں آپکے شبہ کا جواب ہوگیا۔ اب اسکے علاوہ تھوڑا سا مطلب اور ہے وہ یہ کہ سالک کا مرتبہ جو مجذوب سے اعلیٰ ہے وہ اسی وجہ سے ہے کہ سالک با اختیار ہوتا ہے اور وہ خود اپنی دلی کیفیات پر غالب ہوتا ہے اسی وجہ سے کوئی خلاف شرع بات اُس سے سرزد نہیں ہوتی۔ اور مجذوب اپنی دلی کیفیات کا مغلوب ہوجاتا ہے لہٰذا اُس سے اکثر امور خلاف شرع ہوجاتے ہیں لیکن وہ شرعاً معاف ہیں کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) مگر نہ شنیدہ ئی کہ کافرے حضرت پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم را بسیار دوست میداشت چوں اُسے بُرد مردم گفتند کہ فلاں کافر ملعون بُرد حضرت علیہ السلام منع فرمودند کہ این چنیں مگوئید کہ وے خدا و رسول خدا را دوست میداشت ۱۲

السکاریٰ معذورون اس کے معنی یہ ہیں کہ جو صاحبِ سُکر یعنی نشہ والے ہیں وہ معذور ہیں یعنی جبتک اُس حالت میں ہیں شرعی امور کی تکلیف اُن سے ساقط ہے اور جب وہ حالت جاتی رہے تب پھر بدستور مکلّف ہیں۔ باقی تکالیف شرعیہ تا دم مرگ رہتے ہیں۔ کسی حال میں وہ ساقط نہیں ہوتے۔ والسلام مع الاکرام فقط

مکاتیبؒ بنام مولوی مرتضیٰ علی صاحب علوی سندیلی

(۱۱۵) حالت میں تغیر یا ذوق میں کمی سے طلب میں کمی نہیں ہوتی بلکہ ایسا تغیر ازدیاد طلب کا باعث ہوتا ہے۔ تعین اوقات مشغولی۔

بسامی خدمت ہمہ لطف وعنایت محب الفقراء مقبول حق برادرم مولوی مرتضیٰ علی صاحب زاد لطفہٗ۔ از فقیر حبیب حیدر بعد سلام مسنون نیاز مشحون و دعا ہائے حصول مقاصد دارین واضح باد۔ آپ نے اپنی طلب کے متعلق حالات لکھے اُس کا جواب یہ ہے کہ اول اول یہی کیفیت معلوم ہوتی ہے بعد اسکے پھر جاتی رہتی ہے تو موجودہ حالت جو آپ کی ہے یہی اُس طلب کے بڑھنے کا ذریعہ ہے۔ یہ دراصل کوئی خامی نہیں ہے اور اگر ہے تو اس سے طلب کامل پیدا ہو جائیگی۔ اس سے گھبرانا نہیں چاہیئے اور جو کچھ مشغولی اور ورد ہے اس کو برابر کرتے رہنا چاہیئے۔ نفس بھی مطیع ہو جائیگا اور قلب میں بھی سکونی کیفیت رہے گی۔ چونکہ آپ کو دیل پر سفر زیادہ کرنا پڑتا ہے اور مشغولی کا موقع نہیں ملتا ہے لہٰذا اُن دنوں میں بعد نماز فجر اور عصر کے مشغولی کر لینے میں کوئی ہرج نہیں لیکن یہ خیال رہے کہ خلوئے معدہ ہو۔ اگر نماز فجر کا وقت رہے تو زیادہ اچھا ہے ورنہ بعد نماز عصر ہی سہی۔ والسلام خیر ختام۔ فقط

(۱۱۶) خطرات دنیاوی کا آنا بند نہیں ہوتا۔ ایسے خطرات میں انہماک نہ ہونا چاہیئے۔

لہ ان کا حال آخر کتاب میں ملاحظہ ہو ۱۲

بسامی خدمت ہمہ لطف ومحبت محب فقرا مقبول حق برادرم مولوی مرتضیٰ علی صاحب اولطفہ۔ از
احقر حبیب حیدر سپس سلام مسنون ورواد شوق ودعاہائے حصول مقاصد دارین مدعا اینکہ آپ کا طول طویل
مضمون بھی سنا۔ خداوند عالم آپ کو اپنے حصول مقصد میں کامیاب فرمائے۔ آپ کو میری محبت ضرور ہے۔
کیونکہ اگر نہ ہوتی تو موجودہ خلش جو آپ کو ہے وہ کیوں ہوتی۔ غیر مشغولی جو کچھ آپ کو بتائی گئی ہے اس کو برابر
کرتے رہئیے۔ اس سے آپکے بہت سے عقدے حل ہوتے رہیں گے۔ اس کو محض اس خیال پر ہرگز نہ چھوڑ دیجئے کہ کچھ
عنایت تو ہوتی ہی نہیں لہذا یہ مشغولی کرنا بھی بے سود ہے۔ یہ خیال غلط ہے۔ دنیا میں کوئی عمل کیوں نہ کیا جائے
وہ بلا جزا ہوتا ہی نہیں ہے۔ یہ خوب ذہن نشین کر لیجئے۔ آپ کا عمل بیکار نہیں جائیگا جو کچھ آپ کریں گے اُس کا
عوض ضرور ملے گا۔ پس یہ مشغولی جو آپکو بتائی گئی ہے بیکار نہیں بتائی گئی ہے۔ اب یہ کہ آپکو محبت کی بڑی خواہش
ہے یہ اسی سے پوری ہو جائیگی۔ آپ کرتے تو رہیں۔ اب یہ کہ روپیہ کی طمع اور گھربار کے خیالات بہت گھیرے رہتے
ہیں اس وجہ سے محبت نہیں پیدا ہوتی۔ ایسا نہیں ہے بلکہ جو امور جس شخص کے متعلق ہوتے ہیں وہ تو رہتے ہی ہیں اور
اُن کا پورا کرنا بھی اُس کا فرض منصبی ہے۔ محض اسقدر خیال مضر نہیں ہے بلکہ یہ تو مقتضائے انسانیت ہونا ہی چاہئے
اُس میں انہماک ہونا البتہ مضرات ہے۔ تو جس وقت اُس میں انہماک معلوم ہو اُس وقت اُس سے لاحول پڑھکر
ضرور علیحدہ ہونا چاہیئے ورنہ مجرد خیال آنا یہ کوئی امر نقصان رساں نہیں ہے۔ بالجملہ آپ حسب ہدایت برادر عزیز
اُتقن سلمہ اپنے معمولات مشغولی وغیرہ کی پابندی رکھیں۔ آپ کا دل بھی متوجہ رہیگا اور فوائد بھی اس سے حاصل
ہوتے رہیں گے۔ مجھے نہ اب غفلت آپکی طرف سے ہے اور نہ آئندہ ہوگی۔ باقی اصل بات یہ ہے کہ۔ ع اندریں
راہ کار دارد کار۔ والسلام خیر ختام۔ فقط

(۱۱۷) پریشانیوں کا آنا بند نہیں ہوتا۔ یہ سب حالتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیدا ہوتی ہیں۔

بسامی خدمت ہمہ لطف وعنایت محب الفقرا مقبول حق برادرم مولوی مرتضیٰ علی صاحب اد لطفہٗ۔ از احقر حبیب حیدر پس سلام مسنون نیاز مشحون ودعاہائے حصول مقاصد دارین واضح باد۔ آپکی پریشانیوں کے دفعیہ کیلئے مجھے حسب وعدہ دعائے دلی اور توجہ قلبی سے غفلت نہیں رہتی ہے۔ آپ کا منشا ریہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی پریشانی آوے ہی نہیں کیونکہ وہ انگیز نہیں ہوتی تو یہ کیوں۔ آپکو انھیں انگیز کرنا چاہیئے اس طرح پر کہ یہ خیال کرنا چاہیئے کہ خداوند عالم کی بھیجی ہوئی ہیں۔ اور یہ اس واسطے آتی ہیں کہ ہم خدا کے رہیں جیسے کہ تھے۔ ان امور دنیوی کے نہ ہوں۔ یہ دوسری بات ہو کہ طبیعت علیل ہو ضعف ہو تو اس وقت یہ کہا جا سکتا ہو کہ ضعف طبیعت کی وجہ سے یہ حالت ہے۔ بہت الجھن ہو تو لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھا کیجیئے اور اسکے معنوں پر غور کیا کیجیئے وہ الجھن رفع ہو جائیگی۔ میرے نزدیک اس خیال ہی میں زائد انہماک نہیں کرنا چاہیئے کہ یہ پریشانی آنیوالی ہی یا وہ آنیوالی ہے۔ دنیا کا ہر کام بغیر پریشانی ہوتا نہیں ہے۔ اور انسان کو چار ونا چار کرنا ہی پڑتا ہے خلاصہ یہ کہ گھبرانا نہیں چاہیئے اور کوشش کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ جملہ امور بخیر وعافیت سرانجام کو پہونچا دیگا میں دعائے دلی سے غافل نہیں رہتا ہوں۔ خاطر جمع رکھئے اور بہت الجھا نہ کیجیئے کہ یہ نہایت خراب اور بالکل بے فائدہ چیز ہے۔ فقط والسلام خیر ختام

(۱۰۸) حضرت شاہ نور الحق قلندر اور شاہ عماد قلندر کے حالات کی تلاش میں مشغول کرنے کی تاکید۔

• طالب کی طلب توجہ مبذول کر لیتی ہے

بسامی خدمت ہمہ مہر وعنایت محب الفقرا مقبول حق احسن الاخوان مولوی مرتضیٰ علی صاحب زاد لطفہٗ۔ از احقر حبیب حیدر پس سلام مسنون نیاز مشحون ودعاہائے حصول مقاصد دلی مدعا اینکہ حالات تفحص مزار معہ کیفیت اولاد حضرت شاہ نور الحق قلندر قدس سرہٗ بھی معلوم ہوئے۔ جن صاحب سے کہ آپنے دریافت

کیا ہے اُن سے جب کوئی جواب ملے تب مطلع کیجئے گا یا یہ کہ خیال رکھیے جب کوئی شخص اس اطراف میں ایسے حالات کے واقف ہوں تب دریافت کیجئے۔ کوئی عجلت نہیں ہے اور اکثر دیکھا گیا ہے کہ جب کسی امر میں عجلت کی جاتی ہے تو قرار واقعی پتہ نہیں چلتا۔ جیسے اسی بار آپکو حضرت شاہ عباد قلندرؒ کی اولاد سے ایک صاحب مل گئے بس ویسے ہی خیال رکھیئے۔ جب کوئی اسی طرح حضرت شاہ نور الحق قلندر قدس سرہٗ کی اولاد سے مل جائیں تو اُن سے دریافت کریجئے گا۔ مشغولی اور ذکر برابر کرتے رہیئے اور اگر کسی روز آخر شب میں نہ اُٹھ پایا کیجئے تو بعد مغرب کر لیا کیجئے۔ یہ بھی تعمیل حکم ہے نہ عدم تعمیل۔ مقصود تو یہ ہے کہ ناغہ اگر حتی المقدور نہ ہوا کرے تو اچھا ہے۔ اب رہا قلب کا دیکھنا وہ بھی اسی طور سے نظر آئے گا۔ دفع خطرات کیلئے جو عمل آپ کرتے ہیں وہی کرتے رہیے کسی اور ورد یا ترکیب کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی سے جم جائیگا۔ اب رہا طبیعت کا نہ جمنا یہ ضرور بوجہ کچھ نہ دیکھ پڑنے کے ہے سو وہ بھی عنقریب دفع ہو جائیگا۔ نقشۂ قلب کو وہاں پر رکھ کر اور آنکھیں کھولے ہوئے دیکھ کر پھر آنکھیں بند کرکے دیکھنا یہ کوئی ضروری نہیں بلکہ بلا اسکے جم جائیگا۔ اس نقشہ کے جمنے میں یوں بھی دیر ہوتی ہے اس سے کچھ متوحش نہ ہوجیئے۔ بلکہ یہ سمجھ لیجئے کہ ہمارا کام تعمیل حکم کرنا ہے وہ ہم کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے آئندہ خدا مالک ہے۔

کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند	تو بندگی چو گدایاں بشرط مزد مکن

توجہ کے لیئے کچھ استدعا کی ضرورت نہیں ہے بلکہ طالب کی طلب خود ایک ایسی چیز ہے جو اپنی طرف متوجہ کرا لیتی ہے اور تعمیل حکم سے زائد متوجہ کرانے والی اور کوئی چیز ہی نہیں۔ یہ تو واقعی امر ہے اور آپ خود سمجھ سکتے ہیں۔ اب اگر مجھ سے پوچھئے تو میں اس کا جواب یہ دیتا ہوں کہ میری دعا اور توجہ جو کچھ کہ ہو سکتی ہے وہ آپکے ساتھ ہے اور رہے گی۔ اس میں نہ غفلت ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جلد آپکو کامیاب و

فائز المرام کرے اور جو کچھ میری خواہش ہے اسکے موافق جلد آپکو کر دے آمین - والسلام مع الاکرام۔ فقط

مکتوب[1] بنام میر برکت علی صاحب قنوجی

(۱۱۹) ذکر نفی و اثبات کے متعلق چند ہدایات۔

بسامی خدمت ہمہ لطف و عنایت محب الفقراء مقبول حق مکرمی میر برکت علی صاحب زاد لطفہٗ - از احقر حبیب حیدر پس سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہائے حصول مقاصد دارین حالی خاطر خطیر باد - ذکر و وظائف کے شروع کر دینے کا حال بھی معلوم ہوا۔ نفی اثبات کی تعداد تو ٹھیک ہے - مگر صرف اثبات کی تعداد ایک سو مرتبہ کی لکھی ہوئی ہے - یہ غلط ہے۔ نفی اثبات کی تعداد سے صرف اثبات کی تعداد ہمیشہ دوگنی رہنا چاہیئے - اگر نفی اثبات دو سو بار کیا جائے تو اثبات مجرد کہ جس کو آپ صرف اثبات لکھ رہے ہیں چار سو بار کرنا چاہیئے اور نفی اثبات کے ہر سیکڑہ کے ختم پر محمد رسول اللہ کہنا ضروری ہے - اثبات مجرد کے سیکڑہ کے ختم پر کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے - بعد ختم تعداد اثبات مجرد کے رباعی[2] سات بار پڑھ لینا چاہیئے - باقی اسمائے شریفہ کی تعداد اور وقت تو لکھ ہی دیا ہے اسکے مطابق پڑھنا چاہیئے - اب اگر دورہ پر آپکو جانا پڑے تو وہاں اگر موقعہ خلوت مل سکے تو وہاں بھی کیجیئے اور اگر موقعہ نہ مل سکے اور خلوت بھی بوجہ کام کے نہ میسر ہو سکے تو ترک کر دیجیئے - کیونکہ ذکر کے ارکان میں ایک چیز مخصوص خلوت بھی ہے مجمع میں ذکر نہیں کیا جاتا ہے - اس کا لحاظ ضرور رکھا جائے یہاں بفضلہ تعالیٰ سب خیریت ہے اور خیریت کے - برادران عزیز سلمہا تسلیم مسنون کہتے ہیں - فقط والسلام خیر ختام۔

---

[1] میر برکت علی ابن حافظ سید باسط علی قنوجی کو حضرت والد ماجدؒ سے بیعت ہے تقریباً ۶۵ سال کی عمر ہے اور کوئی چالیس سال سے تکیہ شریف حاضر ہوتے رہتے ہیں حضرت والد ماجدؒ اور حضرت سلطان المحبوبینؒ سے اذکار و اشتغال سیکھے اور اخوی صاحب سے اوراد حاصل کیئے اور انپر عامل ہیں۔ بسلسلۂ ملازمت ریاست محمود آباد میں زیادہ تر قیام رہا - استعداد و قابلیت اچھی ہے اور شاعری کا بھی مذاق ہے آج کل اپنے وطن قنوج میں رہتے ہیں ۱۲

[2] یہ رباعی صفحہ ۱۰۰ پر درج ہو چکی ہے ۱۲

مکتوب بنام منشی عبدالجلیل صاحب

(۳۰) حضرت امام ابوحنیفہ کو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام [illegible] و حضرت داؤد طائی

سے بیعت تھی۔

بسامی خدمت بابرکت عنایت مآب مشفق منشی عبدالجلیل[1] صاحب دام لطفہ از فقیر حبیب

بعد سلام مسنون نیاز مشحون و دعا ہائے حصول مقاصد دینی و دنیوی واضح ہو کہ حضرت امام اعظم حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت بابرکت میں مدتوں رہے خزینۃ الاصفیا میں ان کا بیعت کرنا حضرت داؤد طائی سے منقول ہے اور حضرت فریدالدین عطار کی کتاب تذکرۃ الاولیا میں حضرت امام صاحب کا حال مفصل موجود ہے اس میں دیکھ لینا چاہیئے۔ درمختار میں جو مخصوص فقہ کی کتاب ہے اس کے مقدمہ میں امام صاحب کے حالات میں بیعت کا ذکر بھی ہے۔ اب یہ کہ شجرات میں آپ کا نام نہیں آیا ہے یہ کچھ آپ کی بیعت کے منافی نہیں ہے۔ اکثر بزرگان دین ایسے گذرے ہیں جنھوں نے اجرا سلسلہ طریقت نہیں کیا۔ [illegible] مذہب امام ابی حنیفہ بیعت کوئی چیز نہیں۔ باقی مقلدان مذہب امام اعظم اور فقہی مذہب آپ سے انتساب رکھتے ہیں اور بیعت سلسلہ طریقت میں دیگر اکابر تابعین و تبع تابعین سے۔ اس میں خلاف اتباع کیا بات ہے۔ رہی یہ بات کہ امام صاحب نے کسی کو سجادہ نشین نہیں کیا یہ بھی اسی لئے کہ سجادہ نشینی کی ضرورت اجراء سلسلہ طریقت کی صورت میں ہوتی وہ صورت یہاں موجود نہیں۔ باقی امام صاحب کے کسی قول و فعل سے ان امور طریقت کی انکار معاذ اللہ کسی کتاب میں منقول نہیں جو حنفیوں کو اس سے اجتناب پر آمادہ کرے۔ فقط والسلام

---

[1] منشی عبدالجلیل ساکن اودھن ضلع [illegible] آباد کو حضرت مولانا سے بیعت تھی۔ مولوی محمد وصی علی صاحب علوی کے ساتھ اٹاوہ سے آئے تھے جہاں سرکاری ملازمت میں رہے تھے پنشن لینے کے بعد منتقل کیا۔

مکاتیب بنام منشی عبدالحکیم صاحب

(۱۲۱) گرمیوں میں ذکر جہر ترک کیا جائے۔ پاس انفاس و شغولی جاری رہیں۔ قیام نظر کی ترکیب۔

بسامی خدمت ہمہ لطف و عنایت محب الفقراء مقبول حق مکرمی منشی عبدالحکیم صاحب ادام لطفہ۔ از فقیر حبیب حیدر

سپس سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہائے حصول مقاصد دارین مدعا اینکہ صحیفہ عنایت و محبت رقم پہونچکر باعث فرحت و انبساط یادآوری و عنایت گستری ہوا حالات مرقومہ سے آگہی ہوئی بدریافت لحوق تشویشات تعلق ہوا۔ خداوند عالم جلد انکو دفع فرما کر آپ کو مطمئن و فارغ البال کر دے۔ واقعی ایسے تشادیش کی موجودگی سے سخت دل گرفتگی اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے میں نے سابقہ خط میں صرف ذکر کے ترک کر دینے کو لکھا تھا پاس انفاس کے ترک کو نہیں لکھا تھا نہ وہ ترک ہو سکتا ہے۔ وہ تو برابر متوار رہے گا۔ اور صبح یا شام مشغولی ہوتی رہے۔ اور اور بھی جو کچھ ہوں وہ ہوتے رہیں ان میں سے کبھی کوئی ترک نہ کیا جائے۔ ذکر کے ترک کو اسوجہ سے لکھا تھا کہ اب موسم گرما شروع ہے اسمیں ذکر نہیں کیا جاتا ہے اسکے لئے کچھ جاڑوں کا زمانہ ہی زیادہ مناسب ہے۔ گرمیوں میں چونکہ پسینہ زائد نکلتا ہے اس وجہ سے جمعیت خاطر نہیں ہوتی ہے اور ماندگی زائد ہو جاتی ہے لہذا پورے اثرات ذکر ظاہر نہیں ہو پاتے اور کوئی فائدہ معتد بہا نہیں ہو پاتا۔ قیام نظر کی کوئی خاص ترکیب نہیں۔ سوا اسکے کہ آنکھ بند کر کے سوا تصور حق کے اور کچھ نہ کرے نہ کوئی خیال دل میں آنے دے۔ اسکے واسطے کوئی خاص وظیفہ یا مشغولی نہیں ہے خواب جو آپ نے دیکھا اسکی کوئی خاص تعبیر نہیں۔ صرف یہ بات ضرور قابل سمجھنے کے ہے کہ شدت ہوا کی وجہ سے بخیال کواڑوں کے ٹوٹنے کے جو بایاں پیر آپ نے کواڑوں میں لگا دیا اسی طرح

ؔ منشی عبدالحکیم ضلع بریلی کے رہنے والے تھے۔ محکمہ پولیس میں ملازم تھے۔ زمانہ قیام ضلع سلطان پور جناب منشی وہاج الدین صاحب اور منشی محمد نذیر صاحب کا ساتھ رہا تھا ۱۲۔

قیام نظر کے واسطے آپ اپنے قلب کو خطرات و خیالات سے ہٹا کر تصور حق کو اُس قلب میں لگا دیا کیجیے۔ قیام نظر کا جو فائدہ آپ چاہتے ہیں وہ اس طرح پر حاصل ہو جایا کرے گا باقی اور سب بفضلہ تعالیٰ خیریت ہے فقط

(۱۲۲) خطرات کے آنے پر اعتنا نہ کی جائے۔ محویت اور قیام نظر کے متعلق ہدایات۔

بسامی خدمت ہمہ لطف و عنایت محب الفقراء المقبول حق مکرمی منشی عبدالحکیم صاحب زاد لطفہ۔ از احقر حبیب حیدر بس سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہائے حصول مقاصد دارین واضح باد۔ خطرات بحالت ذکر و بحالت مشغولی دونوں پیش آتے ہیں ان پر کچھ اعتنا نہ کی جاوے بلکہ یہ خیال کر لیا کیجیے کہ دل خانۂ خدا ہے اس میں اچھے اور بُرے سب ہی آتے ہیں اپنا کام اس کی جاروب کشی اور صفائی ہے لہٰذا وہ ہوتی رہنا چاہیے خداوند عالم فضل فرمائیگا اور جو مقصود دلی ہے وہ حسب دلخواہ حاصل ہوگا اور اسی مشغولی کی مواظبت سے محویت و ربودگی حاصل ہوگی۔ اب تک قیام نظر اور محویت نہ حاصل ہونے سے کچھ متفکر و متردد نہ ہو جیئے اکثر امور ایسے ہوتے ہیں کہ جنہیں انسان عجلت چاہتا ہے مگر تاخیر ہوتی ہے اور بعد کو اس تاخیر کی بہتری بھی سمجھ میں آجاتی ہے۔ انسان کی تخلیق سے مقصود اصلی حق کی یاد اور اس کی معرفت ہے لہٰذا وہ ہونا چاہیئے اسکے فوائد و منافع و نتائج بھی اسی سے حاصل ہوتے رہتے ہیں۔ میں آپ کا دعا گو ہوں، اس سے غافل نہیں رہتا ہوں۔ آپ اطمینان رکھیں اور گھبرائیں نہیں۔ آپکی موجودہ محنت و جانفشانی ضایع نہ ہوگی اور جو آپ چاہتے ہیں وہ انشاء اللہ تعالیٰ حاصل ہوگا۔ باقی خیریت ہے۔ والسلام خیر ختام فقط

(۱۲۳) عنایت کے مبذول کرانے کیلئے کسی تقاضے کی ضرورت نہیں۔ جز ندایتہائے جبائیں اپنے کار بند رہنا چاہیئے۔

بسامی خدمت ہمہ لطف و عنایت محب الفقراء المقبول حق مکرمی منشی عبدالحکیم صاحب زاد لطفہ۔ از احقر حبیب حیدر بس سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہائے حصول مقاصد دارین واضح باد میرے سابقہ خط کا

جو جواب آپ نے لکھا وہ بھی معلوم ہوا "واقعی ہر شے کے معیار پر مدار تشخیص جناب احدیت جل شانہ نے رکھا ہے"۔ یہ برحق ہے آپ نے جو غرض مشترک لکھی وہ بھی میری سمجھ میں آ گئی۔ یہ کہ آپ نے مجھ کو میرا وعدہ یاد دلایا کہ جو میں نے اپنے خط مورخہ ۱۳ ؍ جمادی الاولےٰ روز پنجشنبہ میں لکھا ہے یہ بھی تسلیم ہے مگر یہ نہ سمجھ میں آیا کہ یہ اس طرف یاددہانی کی ضرورت کیا محسوس ہوئی۔ میں تو برابر اپنے خطوط میں یہی لکھتا رہتا ہوں کہ مجھے دعائے دلی اور توجہ قلبی سے غفلت نہیں رہتی ہے آپ اطمینان رکھیں۔ میں نے جو یہ جواب میں لکھا کہ یہ توجہات اپنے اپنے وقت سے ہوتے ہیں یہ کوئی خلاف واقع بات نہیں لکھی۔ اب یہ کہ "جس خاندان میں عنایت مشروط نہ ہو اور صفت کریم ہی ہو وہاں کے مسائل متمنی عنایت محض کو یقیناً آپ تدبیر محض نہ بتائیں گے"۔ اس کا جواب یہ ہے کہ "سائل متمنی عنایت محض" جب اس امر کا مقر ہے کہ جناب احدیت جل شانہ نے ہر شے کا معیار معین فرما دیا ہے اور اسی پر مدار تشخیص رکھا ہے تو جو چیز جس معیار خاص کی ہوگی ویسی ہی اس کی تشخیص ہوگی اور اسی تشخیص کے مطابق تدابیر ہونگی اور انھیں تدابیر سے فوائد حاصل ہونگے۔ لہٰذا جو تدابیر کہ آپ کو بتائی گئی ہیں ان کی ادائی و تکمیل میں آپ مصروف رہ کر فضل و کرم خداوندی جل شانہ کے منتظر رہیں۔ عنایت کے مبذول کرانے کیلئے کسی قسم کے تقاضہ کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ تو ہوتی رہتی ہے اور ہوتی رہے گی۔ اپنے کام سے کام رکھیئے اور یاد حق سے غافل نہ رہیئے۔ فقط والسلام خیر ختام۔

(۱۲۴) ذکر سے ربودگی آتی ہے۔ تواجد کی ضرورت نہیں۔ مدرسہ سے میکدہ جانا طریق صواب ہے۔

بخدمت ہمہ لطف و عنایت محب الفقراء مقبول حق مکرمی منشی عبدالحکیم صاحب زاد لطفہٗ۔ از احقر حبیب حیدر

سپس سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہائے حصول مقاصد دارین واضح باد۔ کہ "ذکر خیر بالطف کرنے سے اور متواجد کی صورت اختیار کرنے سے نسبت کی حاضری ہوتی ہے اور حالت خاص اُس وقت تک نہیں ہوتی جب تک

تعطیل حواس ظاہری نہیں ہوتی اور دفعۃً ربودگی پیش نہیں آتا۔" اور اسکے بعد آپنے شعر لکھا ہے۔ اس سب کے جواب میں یہ گذارش ہے کہ "ذکر خیر" خود بذاتہ ایسی چیز ہے کہ جس سے ربودگی پیش آجاتی ہے بتواجد کی صورت اختیار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں مگر شرط یہ ہے کہ ذکر خیر زائد تعداد میں ہوا کرے۔ یہ نہیں کہ سو دو سو مرتبہ ذکر کیا جائے اور اس سے ربودگی پیدا ہونے کی اُمید رکھی جائے۔ اب یہ کہ "مدرسہ سے کعبہ میں جانا چاہیے یا میکدہ میں" تو اس کا جواب یہ ہے کہ میکدہ میں جانا چاہیئے۔ طریق صواب یہی ہے۔ فقط والسلام

(۱۲۵) طالب کی طلب جاذب عنایت ہوتی ہے۔ استعداد کے مطابق کشود ہوتا ہے۔

بسامی خدمت ہمہ لطف و عنایت محب الفقراء مقبول حق مکرمی منشی عبدالحکیم صاحب ادعفنر۔ از فقیر حبیب حیدر سبیل سلام مسنون نیاز مشحون و دعائے حصول مقاصد دارین واضح باد۔ آپ کا یہ ارشاد کہ میں اپنی تعلیم اور آپکی توجہ کے متعلق اب کچھ نہیں لکھتا اسکے بعد اس فقرہ کی تحریر کی وجہ میں آپ نے مکرمی و معظمی جناب منشی وہاج الدین صاحب قدس سرہٗ کا ارشاد سند پیش کیا پھر آپ یہ لکھتے ہیں کہ آپ خود محاکمہ فرمائیں۔ اس سب کا جواب یہ التماس ہے کہ آپ جو کچھ کرتے ہیں وہ کرتے رہیئے اس کو چھوڑیئے نہیں۔ طالب کی طلب خود جاذب عنایت ہوتی ہے۔ اب یہ لازمی نہیں ہے کہ کشود کار ہر طالب کو ایک حالت اور ایک طریقہ سے ہوتا ہو۔ بلکہ طالبین کی استعدادیں مختلف ہوتی ہیں جسکی جیسی استعداد ہوتی ہے اسکے مطابق اسکو کشود ہوتا ہے۔ اس سے میرا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ آپ نے جو کچھ لکھا وہ صحیح نہیں لکھا۔ وہ سب صحیح ہے اور ویسا ہی انشاء اللہ ہوگا۔ مگر اسکے معنی یہ نہیں ہیں کہ جس پر تجلی برقی ہو یا جس شخص پر اس خاندان کی عنایت ہو اُس کو پھر ذکر و شغل وغیرہ کسی عمل کی ضرورت نہیں باقی رہتی۔ ایسا ہرگز نہیں۔ میں جو کچھ آپ سے

سلہ از مدرسہ بہ کعبہ روم یا بہ میکدہ ۔۔۔ اے پیر رہ بگو کہ طریق صواب چیست

کہہ چکا ہوں اس کو بھولا نہیں ہوں نہ دعائے دلی و توجہ قلبی سے غافل ہوں آپ طمینان رکھیں۔ خداوند عالم آپکو اپنی یاد کے ثمرات و نتائج سے شادکام و بہرہ یاب فرماتا رہے۔ فقط والسلام

(۱۲۶) حقیقت باطنی کی حکمت کا ظہور۔ توجہ مجرد و جنبش برقی۔

بسامی خدمت ہمہ لطف و عنایت محب الفقرا مقبول حق محبی منشی عبدالحکیم صاحب ادلطفہٗ۔ از احقر حبیب حیدر سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہائے حصول مقاصد دارین واضح باد حقیقت باطنی کی حکمت کا ظہور پاس انفاس سے بہت آسان طور پر ہوتا ہے بشرطیکہ ہر وقت اسی کا دھیان رکھے اور یہ امر مشکل ہے کیونکہ دنیوی افکار لاحق ہوتے رہتے ہیں اور انکی انجام دہی ضروری ہوتی ہے۔ توجہ مجرد سے مراد مبدء فیاض سے فیض بانتظار حاصل کرنا ہے اور کوئی دوسری چیز نہیں جنبش برقی مقدمہ فنا ہی مقدمہ واردات نہیں۔ واردات کبھی بعد فنا ہوتے ہیں اور کبھی قبل بھی۔ یہ سالک کی استعداد پر ہیں وہ جیسی ہو قوی ہو یا ضعیف اگر قوی ہوتی ہے تو مقام فنا پر پورے طور سے فائز ہونے کے قبل ہی واردات شروع ہو جاتے ہیں ورنہ بعد کو ہوتے ہیں۔ فقط والسلام

(۱۲۷) عنایت کسب و ریاضت پر موقوف نہیں۔ مگر وہ ضروری ہیں۔ بیماری میں معمولات ناغہ ہوں تو کچھ مضائقہ نہیں تکلیف امور شریعت کبھی ساقط نہیں ہوتی۔

بسامی خدمت ہمہ لطف و عنایت محب الفقرا مقبول حق محبی منشی عبدالحکیم صاحب ادلطفہٗ۔ از احقر حبیب حیدر سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہائے حصول مقاصد دارین عالی خاطر خطیر باد۔ آپ کا یہ خیال کہ "اس خاندان سے جو عنایت ہوتی ہے وہ کسی کسب و ریاضت پر موقوف نہیں نہ کسی خاندان کا اس میں خیال کیا جاتا ہے"۔ بہت صحیح ہے۔ اسکے متعلق اس قدر عرض کر دینا ضروری ہے کہ عنایت

ہونے کے بعد یہ نہیں ہے کہ کسی کسب یا ریاضت کی ضرورت باقی نہ رہے - اس امر کو تو آپ خود ہی لکھ رہے ہیں کہ میرا خیال آپکی نسبت مہذب الاوقات بنانے کا ہے - بس یہ مہذب الاوقات بنانا بھی عنایت ہے - کیونکہ انسان کیلئے تکلیف یعنی مکلف بہ امور شریعت ہونا لازمی ہے اور وہ کبھی ساقط نہیں ہوتی ہیں اسی لحاظ سے آپکو برابر لکھتا رہتا ہوں کہ آپ گھبرائیں نہیں اور مشغولی کرتے رہیں - خداوند عالم کسی کا عمل ضائع نہیں کرتا اسی طرح آپ کا بھی عمل ضائع نہیں کریگا - دوران علالت میں دو روز معمولات کے ناغہ ہو جانے کا بھی حال معلوم ہوا - خیر اس سے کچھ حرج نہیں ہوا بیماری سے ہر انسان مجبور ہے کیونکہ بیماری اپنے اختیار کی نہیں ہے اب آپ نے پھر شروع کر ہی دیا - بیخودی اب تک نہ ہونے کا سبب یہی علالت ہے - اب انشاء اللہ بیخودی بھی ہوگی آپ کچھ اندیشہ نہ کریں - فقط والسلام

(۱۲۸) مشغولی اللہ ھُو کا طریقہ - مشغولی اور مراقبہ ایک چیز ہے - بندگی اور تفویض کی تعلیم -

بسامی خدمت ہمہ لطف و عنایت محب الفقراء المقبول حق مکرمی منشی عبدالحکیم صاحب زاد لطفہٗ - از احقر حبیب حیدر سپس سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہائے حصول مقاصد دارین مدعا اینکہ سابقہ خط میں جو میں نے مشغولی کے متعلق لکھا تھا اس سے مراد وہی مشغولی تھی جو آپ کیا کرتے تھے - اب آپ اس کا طریقہ اور آداب و اوقات وغیرہ وغیرہ دریافت کرتے ہیں لہذا انکو لکھتا ہوں - بہترین وقت مشغولی کیلئے بعد نماز صبح کے طلوع آفتاب تک ہے اور اگر اس وقت نہ ہو سکے تو بعد نماز مغرب کے اوسط وقت عشا تک اور باوضو ہونا شرط ہے اور قبلہ رو ہونا بھی - طریقہ مشغولی یہ ہے کہ دو زانو بیٹھکر لفظ اللہ کو ناف سے کھینچکر دماغ تک لاکر سر کو بلند کرکے لفظ ھُو کو اوپر چھوڑ دے اور یہ خیال میں رکھے کہ ھو الظاھر ھو الباطن یعنی جو اندر ہے وہی باہر ہے - اسکو ڈیڑھ سو بار سے شروع کرے اور روزانہ موافق اپنی طاقت و قوت کے بڑھاتا جائے یہاں تک کہ ایک چلہ یعنی

چالیس روز میں ایک ہزار یا بارہ سو تک پہونچائے۔ جب اس مقدار تک پہونچالے تو روزانہ اسی مقدار پھر کیا کرے۔ اب یہ کہ آپ اپنی رائے سے کوئی کام کرنا نہیں چاہتے تو شغولی جو آپ اتبک کرتے رہے وہ اپنی رائے سے تو نہیں کرتے تھے بلکہ حضرت پیر و مرشد قدس سرہ العزیز کی بتائی ہوئی کرتے تھے۔ اسمیں اپنی رائے کہاں ہوئی۔ خیر میں نے جو سابقہ خط میں قلق ظاہر کیا تھا وہ غالبًا اس امر پر تھا کہ آپ نے کچھ اپنی علالت کے متعلق لکھا تھا اس پر میں نے قلق ظاہر کیا تھا۔ آپ اسپر یہ تحریر کر رہے ہیں کہ مجھے افسوس ہے کہ میری تحریر میں کیوں ایسے کلمات آئے جن کا یہ نتیجہ ہوا۔ معلوم نہیں کیا نتیجہ ہوا کہ جس پر آپکو افسوس ہوا۔ پھر آپ لکھتے ہیں کہ مگر مجبوری ہے بغیر گذارش حال چارہ نہیں اور منافقانہ طریق سے کلی نفرت ہے۔ اس کا کچھ مطلب سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا منافقانہ طریق آپکے خیال میں آیا کہ جس سے آپ نفرت کا اظہار کر رہے ہیں۔ پھر آپ یہ تحریر کر رہے ہیں کہ "حضرت جبتک چاہیں جس حالت میں رکھیں بندہ ام تا زندہ ام"۔ اسکے متعلق صرف اسقدر گذارش ہے کہ

تو بندگی چو گدایاں بشرط مزد مکن	کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند

مشغولی اور مراقبہ کو میں بھی ایک چیز جانتا ہوں دو چیز نہیں جانتا۔ اگر میرے سابقہ خطوط میں کوئی امر ایسا قلم سے نکل گیا ہو تو سہوًا ہو گیا ہوگا۔ فقط والسلام

(۱۲۹) دن کا خواب قابل تعبیر نہیں لیکن تنبیہ کیلئے تعبیر لیجا سکتی ہے۔

بسامی خدمت ہمہ لطف و عنایت محب الفقرا مقبول حق کرمی منشی عبد الحکیم صاحب ادام لطفہٗ۔ از احقر حبیب حیدر رئیس سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہائے حصول مقاصد دارین واضح باد صحیفہ عنایت و محبت رقم صادر ہو کر باعث فرحت و مسرت یاد آوری و عنایت بنہایت ہوا۔ جو خواب کہ آپنے ۳ ذی الحجہ کو وقت دوپہر دیکھا وہ بھی معلوم ہوا۔ یہ خواب قابل تعبیر نہیں ہے اسوجہ سے کہ دن میں دیکھا گیا یعنی دوپہر کے

وقت معتبر کتابیں کہ جو تعبیر رویا کے متعلق ہیں اُنسے نیز بزرگوں کی زبان سے ایسا ہی سُنا گیا کہ دن کا خواب قابل اعتبار نہیں ہوتا نہ لائق تعبیر میرے خیال ناقص میں یہ بات آتی ہے کہ انسان کے جسم میں نفس بمنزلہ چور کے ہے اور یہ بیشتر انسان کو بذریعہ حیلوں اور فریب کے بہکایا کرتا ہے۔ لہذا اُس سے باخبر رہنے کی طرف اس خواب میں اشارہ ہے۔ آپ جو کچھ کر رہے ہیں وہ برابر کرتے رہیں اور فضل و کرم الٰہی کے متوقع رہیں۔ مجھ کو دعائے دلی سے غافل نہ سمجھیں فقط والسلام

(۱۳۰) ذکر و فکر کا اثر جلد مترتب نہ ہونے سے مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ خواب یاد نہ رہنا اچھا ہے۔

بسامی خدمت ہمہ لطف و عنایت محب الفقرا مقبول حق مکرمی منشی عبدالحکیم صاحب ادام لطفہٗ۔ از فقیر حبیب حیدر

سپس سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہائے حصول مقاصد دارین مدعا اینکہ اسم ذات کے پڑھنے سے جو اتبک کسی قسم کا مشاہدہ نہیں ہوا اس سے آپ بددل نہ ہوں اور اسکے پڑھنے کو ترک نہ کریں۔ اس سے ازدیاد محبت بھی ہوگا۔ ازدیاد محبت کا کوئی اور خاص طریقہ سوا ذکر یا مراقبہ کے نہیں ہے۔ ذکر جو آپ تین ہزار بار بعد نماز صبح اور چھ ہزار بار بعد نماز مغرب اور تین ہزار بار بعد نماز عشاء کے کرتے ہیں یہ بہت کافی ہے۔ اسی سے محبت کی زیادتی بھی ہو جائیگی۔ اب یہ کہ اتبک کیوں نہیں ہوئی۔ اسکی وجہ صرف یہی معلوم ہوتی ہے کہ آپ بعض معاملات دنیوی میں پریشان خاطر رہے اور اُس کا اثر قلب پر زیادہ ہوا اسوجہ سے پورا اثر جیسا کہ ہونا چاہیئے نہیں مرتب ہو سکا خیر جب نہ ہوا تو اس سے زیادہ ملول نہ ہوجیئے اب ہوگا اور ضرور ہوگا۔ آپ برابر ذکر جس طرح پر کر رہے ہیں کرتے رہیں اسمیں کمی نہ کریں اور خداوند عالم سے اسکے فضل و کرم کے امیدوار رہیں یہ دیری کوئی قابل وحشت یا نا امیدی نہیں ہے ایسا برابر ہوتا رہتا ہے۔ اب رہی میری دعا و توجہ اس سے میں آپکو اطمینان دلاتا ہوں کہ وہ ہے اور برابر رہتی ہے اس سے غفلت نہیں ہوتی ہے آپ مطمئن رہیں۔

معاملات دنیوی سے پریشان خاطری پر آپ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ضرور بحضور قلب جس قدر تعداد میں ہو جایا کرے پڑھ لیا کریں کہ یہ بہت مفید چیز ہے۔ خواب جو نظر آئے اور اُنکی گفتگو نہیں یاد رہی اس سے بھی متردد نہ ہوجیئے۔ یہ بھی آثار ذکر میں سے ہے۔ میرے خیال ناقص میں گفتگو نہ یاد رہنا اچھا ہے کیونکہ اس سے حسرت پیدا ہوتی ہے اور حسرت سے شکستگی قلب میں ہوتی ہے اور وہ شکستگی ہی خداوند عالم کے حضور میں مقبول ہے کیونکہ ع جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ۔ فقط والسلام

(۱۴۲) پاس انفاس کرنے کی تاکید۔ یہ بہترین طریقہ عبادت ہے۔

بسامی خدمت ہمہ لطف و عنایت محب الفقرا مقبول حق مکرمی منشی عبدالحکیم صاحب دلطفہٗ۔ از احقر حبیب حیدر بعد سلام مسنون نیاز مشحون و دعائے حصول مقاصد دارین مدعا اینکہ پاس انفاس آپ برابر کرتے رہیں اگرچہ کشود کار ابتک نہیں ہوا لیکن اس سے آپ یہ خیال نہ کیجئے کہ کچھ نہ ہوگا۔ جو کچھ آپ چاہتے ہیں وہی ہوگا۔ اور ملکات محمودہ میں سے کسی ایک ملکہ پر کہ جو آپکی روحانیت میں ہوگا آپ قادر ہوجائینگے پاس انفاس کرنے کی مثال بعینہٖ ویسی ہے کہ جیسے انسان جب کلام اللہ یاد کرتا ہے تو رات دن اسکی تلاوت کرتا رہتا ہے اور اس کثرت تلاوت سے وہ حافظ ہو جاتا ہے۔ تو حافظ ہو جانے پر بھی اس پر تلاوت لازمی رہتی ہے اگر اسمیں کمی کر دیتا ہے تو بیشتر پارہ اسکو کم یاد رہتے ہیں یعنی اسمیں بھولنا زائد ہے اور پھر اُس کو اسکے یاد کرنے میں محنت کرنا پڑتی ہے۔ لہٰذا پاس انفاس کرتے رہنا نہایت ضروری ہے۔ اسکو کرتے رہئے اور ہرگز یہ خیال نہ کیجیے کہ اس سے کوئی کشود کار نہیں ہوا۔ اگر ابتک نہیں ہوا نہ سہی اب ہو جائیگا۔ خداوند عالم نے انسان کو اپنی معرفت و عبادت کیلئے تخلیق کیا ہے اور عبادت کا طریقہ پاس انفاس سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔ جملہ سلاسل کے حضرات مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ اسکے عامل رہے ہیں اور ہیں۔ فقط والسلام

(۱۳۲) خوشبو یا جنبش وغیرہ محسوس ہونا ذکر وشغل کے برکات سے ہے۔

بسامی خدمت ہمہ لطف وعنایت محب الفقر المقبول حق مکرمی منشی عبدالحکیم صاحب زاد لطفہ۔ از حقر حبیب حیدر سپس سلام مسنون نیاز مشحون ودعاہائے حصول مقاصد ومطالب دارین مدعا اینکہ عمل مندرجہ نیاز نامہ سابقہ آپ نے شروع کر دیا۔ بہت بہتر کیا خداوند عالم اسکے برکات سے آپکو بہرہ یاب کرے۔ خوشبو عطر کیوڑہ محسوس ہونا یا سخت جنبش ہونا یا خوابات معلوم ہونا یہ سب اسی ذکر وشغل کے نتائج وبرکات ہیں جو ذاکرین کو برابر معلوم ہوتے رہتے ہیں۔ کیونکہ جسقدر اسمیں نسبت فنا کی زیادتی ہوتی جاتی ہے اُسیقدر روحانیت کا غلبہ ہوتا ہے۔ اسی سبب سے میں برابر آپکو لکھتا رہتا ہوں کہ آپ جو کچھ کرتے ہیں اسکو نہ چھوڑیں برابر کرتے رہیں اسکے فوائد وآثار وبرکات برابر ظاہر ہوتے رہیں گے چنانچہ وہی ہوتے رہتے ہیں۔ اب یہ کہ بوجہ یکسو نہ ہونے طبیعت کے ناکامی ہے تو اُسی کے یکسو کرنے کے واسطے یہ مشغولی وغیرہ کرائی جاتی ہے اسی سے یکسوئی ہوجائیگی۔ آپکو جو یہ خیال آتا ہے کہ آپ کیا اس دنیا سے نامراد جائیں گے تو ایسا ہرگز نہیں ہے اللہ اللہ کرنے والا شخص کبھی نامراد جا سکتا ہی نہیں۔ یہ خیال صرف ضعف طبیعت کے سبب سے ہو اور کچھ نہیں۔ میں آپکو کئی بار لکھ چکا ہوں کہ مجھے آپکے لیئے دعائے دلی وتوجہ قلبی سے غفلت نہیں رہتی ہے۔ آپ اطمینان رکھیں۔ مشغولی کا وقت آپ نے بعد مغرب کے رکھا مناسب ہے اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے مشغولی کرنے کے دوہی وقت ہیں یا بعد نماز صبح یا بعد نماز مغرب ان دو وقتوں میں سے جس وقت ہو سکے کیجائے بہتر ہے۔ فقط والسلام

(۱۳۳) ذات حق کو تمام عالم پر محیط سمجھنا۔ تمام عالم کو اپنے میں لے لینا۔ ذکر امہات اسماء کی خوبی۔

بسامی خدمت ہمہ لطف وعنایت محب الفقر المقبول حق مکرمی منشی عبدالحکیم صاحب زاد لطفہ۔

از احقر حبیب حید رسپس سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہائے حصول مقاصد و مطالب دارین مدعا اینکہ صحیفہ عنایت و مکرمت رقم پہونچا باعث فرحت و انبساط باد آوری و فقیر نوازی ہوا۔ ذات حق کو تمام عالم پر محض محیط سمجھنا اور دیکھنا ہی کافی ہے۔ اسمیں کسی نوعیت اختیار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یادداشت میں تمام عالم کو اپنے میں لینا ہوتا ہے۔ یہ دونوں ایسے ہیں کہ جن سے خود بخود محویت ہوجاتی ہے۔ آپ اگر اس سے بے بہرہ ہیں تو اس سے متفکر نہو جیئے خداوند عالم عطا فرمائیگا اور میں بھی عائے دلی سے غافل نہیں رہوں گا۔ بخاطر عاطر قرین طمانینت رہے۔ امہات اسماء کا ذکر بہت اچھا ہے اور ہر اسم شریف کے مدلولات قیاس سے باہر ہونا یہ بھی کوئی قابل تعلق نہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ابھی ذرد سے ایسی کیفیت بھی طاری ہوجائیگی کہ وہ قیاس سے باہر نہیں معلوم ہوگی تجھ بھی صفات امہات اسماء پر علمی توجہ کافی ہے۔ ہر ہر علیحدہ صفت پر متوجہ ہونے میں تو بہت دیر لگتی ہے اور اسمیں الجھاؤ بہت پڑتا ہے اور اس کا کوئی مخصوص طریقہ بھی خیال نہیں پڑتا۔ آپکو تو محویت کی اشد ضرورت ہے۔ ابتدا میں ہر علیحدہ علیحدہ صفت پر توجہ ہونا یہ بہت سخت امر ہوگا۔ آپ جو کچھ کر رہے ہیں یہی بہت کفایت در مناسب ہے۔ ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ ؎

صفات و ذات چو از ہم جدا نمی بینم	بہر چہ می نگرم جز خدا نمی بینم

آپ بھی اس پر عامل رہیں۔ فقط والسلام

(۱۳۴) مشاہدۂ ذات کی مشغولی بدہ آنکھیں بند رکھنا۔ ایک خواب کی تعبیر

بسامی خدمت ہمہ لطف و عنایت محب لفقرا مقبول حق مکرمی منشی عبد الحکیم صاحب ادلطفہ۔ از احقر حبیب حید سپس سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہائے حصول مقاصد و مطالب دارین مدعا اینکہ مشاہدۂ ذات حق کی مشغولی میں ہمہ تن توجہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب حق کو کل پر محیط جانے اس اس احاطہ کیلئے آنکھ بند رکھنا

ابتدا میں ضروری ہے۔ اسکے بعد جب استغراق خیال ہوجائیگا تب پھر آنکھ بند رکھنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔
ابتداءً آنکھ بند رہنا مناسب ہے کہ بغیر اسکے استغراق خیال سخت دشوار ہے۔ آپ نے جو خواب دیکھا ہے اسکی
تعبیر میرے خیال ناقص میں یہ آتی ہے کہ اس زمانہ کے لوگوں کے حالات بہت خرابی کی جانب جارہے ہیں اور
آپ ذاکر و شاغل شخص ہیں لہٰذا آپکو انکے حالات دکھلائے گئے اور آپ نے اُن سے یہ کہا کہ مسجد کی تعظیم چاہیئے یعنی
یہ امر اُن سے انکی خیر خواہی کی غرض سے جتا دیا۔ یا یوں خیال کیجیئے کہ مسجد سے مراد ہے دل۔ تو جس طرح سے قلب
میں اچھے اور بُرے خیال آتے ہیں اور انسان اچھے خیال سے مسرور ہوتا ہے اور بُرے خیال سے مکدر ہوتا ہے
ویسے ہی آپ نے انکی ظاہری حالت دیکھکر انکو یہ بتایا کہ مسجد کی تعظیم چاہیئے۔ اور میں چونکہ آپ کا دعاگو اور محافظ
ہوں لہٰذا میں بھی آپکے ساتھ ہوں۔ اسوقت یہ دو باتیں خیال میں آئیں وہی بے تکلفانہ تحریر کرتا ہوں۔ فقط

(۱۳۵) نظر جمانے کا مفہوم اور طریقہ مشاہدہ ذات کی مشغولی۔

بسامی خدمت ہمہ لطف و عنایت محب الفقرا مقبول حق مکرمی منشی عبدالحکیم صاحب ادام لطفہٗ۔ از احقر
حبیب حید رسبس سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہائے حصول مقاصد و مطالب دارین مدعا اینکہ یہ معلوم کرکے کہ
آپ کا معمول چلا جاتا ہے مسرت ہوئی۔ خداوند عالم اپنے ہر بندہ کو اس کا عامل و موفق رکھے کہ حاصل زندگی
یہی ہے۔ مفاوضات میں مکتوب نمبر کی عبارت جو آپنے لکھی وہ بھی معلوم ہوئی۔ قیام نظر سے مطلب اس مکتوب شریف
میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اپنے خیال کو اس طرح پر اپنے قلب میں یا ذہن میں جمائے کہ اپنے وجود یا تعین کو کہ جو اس
صورت مجموعی جسم سے مراد ہے سمجھے کہ یہ تعین جزوی کل ہے اور حق اسی میں جلوہ گر ہے۔ مثلاً آپ کا نام عبدالحکیم یہ
خاص کسی جزو کا نام نہیں نہ پورے جسم کا نام ہے۔ بلکہ یہ کل جسم عبدالحکیم کا جسم کہلاتا ہے یعنی عبدالحکیم کی جانب
منسوب ہے تو نظر اسی خیال پر قائم کیجائے کہ عبدالحکیم کہ جو ایک فرد بشر کا نام ہے اسکی جزویت اعتباری ہے کلی نہیں ہے

اس عبارت سے یہ مطلب نہیں معلوم ہوتا ہے کہ نظر یعنی آنکھ کھول کر کسی خاص چیز پر جمائی جائے۔ آپ خود اس عبارت میں کہ جو مکتوب سے نقل کر کے اس خط میں لکھی ہے معانی پر غور کر کے دیکھ لیں کیونکہ یہ مشاہدۂ ذات کی مشغولی ہے نہ ذکر یا مراقبہ کی۔ ان دونوں میں بھی نظر جمائی جاتی ہے مگر مشغولی میں کہ جو کسی خاندان کی ہو نظر جمانا ضروری نہیں ہے یہاں اس عبارت میں نظر بمعنی ہمہ تن متوجہ ہو جانے کے ہے نہ کسی چیز پر نگاہ قائم کرنے کے۔ اب یہ کہ اسکے واسطے خلوت شرط ہے یا نہیں تو ابتدا میں خلوت کرنا بہتر ہے اور جبکہ اسکی عادت ہو جائے تو پھر ضروری نہیں اور وقت اسکے لیئے سب سے بہتر بعد تہجد کے ہے اور اگر وہ وقت نہ ملے تو بعد نماز عشا کے۔ ابتداءً تو وقت سے شروع کرے اُسکے بعد جب یہ قائم ہو جائیگا پھر وقت کے تعین کی ضرورت نہ رہے گی۔ فقط والسلام

(۱۳۶) حصول عینیت اور احاطہ کلی اور نظر قائم کرنے کے طریقے پیر و مرشد کی ذات میں فنا ہونا۔

فیض حستی و فیض بدیہی۔

بسامی خدمت ہمہ لطف و عنایت محب الفقرا مقبول حق مکرمی منشی عبدالحکیم صاحب زاد لطفہٗ۔ از احقر حبیب حیدر

سپس سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہائے حصول مقاصد دارین واضح باد۔ آپ کا معمول بدستور قائم رہنا دریافت کر کے بہت مسرت ہوئی۔ خداوند عالم آپ کو اسکے ثمرات و نتائج سے خوش اور کامیاب رکھے۔ امور مستفسرہ کے متعلق حسب ذیل گذارش ہے عینیت کا حصول بحالت مراقبہ نیز اذکار اسی طرح ممکن ہے کہ سکوت کلی رکھا جائے اسی سے جلد عینیت کی کیفیت محسوس ہوتی ہے۔ مراقبۂ یادداشت میں انکشاف انوار کی استدعا میں کوئی حرج نہیں۔ مگر بہتر یہ ہے کہ منتظر رہنا چاہیئے کہ یہی اس مراقبہ کا ادب ہے۔ خیال تابع نظر ہے اور وہ ایک ہی طرف ہوتی ہے۔ احاطہ کلی کا طریقہ بہتر یہی ہے کہ ذات حق کو محیط عالم اس طرح پر سمجھے کہ جس طرح سے ایک کا عدد تمام اعداد میں شامل ہے حضرت مرشد مرشدنا مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہٗ کا ایک شعر ہے وہ مثالاً درج ذیل ہے

سار ی ہر ایک عدد میں عدد واحد ہے		وہی مقصود وہی قصد وہی قاصد ہے	

نظر کے قیام سے متعلق جو آپ نے مفاوضات میں دیکھا ہے اُس سے مراد یہ ہے کہ نظر ناک کی نوک پر قائم کیجائے۔
یہ غالباً شغل نصیر المحمود اسکے متعلق ارشاد ہے ۔ اسی میں نظر ناک کی نوک پر قائم کیجاتی ہے ۔ آداب اسکے یہ
ہیں کہ با وضو دو زانو خلوت میں بیٹھکر شغل کیا جاتا ہے ۔ آپ اگر مفاوضات کی وہ عبارت بھی اپنے اس صحیفہ
میں تحریر کر دیتے تو زیادہ بہتر ہوتا کہ یہ معلوم ہو جاتا کہ کس شغل کے متعلق آپکو ہدایت کی گئی ہے ۔ اسوقت جو
خیال ناقص میں آیا وہ لکھتا ہوں پیر و مرشد کی ذات میں فنا ہونا اس طرح کہ اپنے آپکو ذات پیر و مرشد تصور
کرنا اور انانیت مٹا دینا عمدہ بات ہے مگر یہ ہوتا بہت دیر میں ہے اور یہ اسوقت ہوتا ہے کہ جب توحید حال
ہو جائے ۔ زیادہ سہولت تو اسی میں ہے کہ پیر کی خیالی صورت یعنی برزخ پیش نظر رکھے ۔ اور اسی کو مخاطب کرے
فیض حسّی اور بدیہی کے اشکال کوئی بھی نہیں سنے گئے اور نہ کسی کتاب میں نظر پڑے ۔ ہاں اگر یہ مطلب
لیا جائے کہ فیض حسّی وہ ہے کہ جسکو قلب محسوس کرے اور فیض بدیہی وہ ہے کہ جسکو علاوہ قلب کے محسوس
کرنیکے آنکھیں بھی دیکھ سکیں تو ہو سکتا ہے ۔ یہ اقسام میری نظر سے کہیں نہیں گذرے صرف عقلی طور پر خیال میں
آگئے وہ لکھتا ہوں منتظر فیوض و برکات انسان کو ہر وقت رہنا چاہیئے اور اگر ہر وقت منتظر رہنا ممکن نہ ہو تو
بعد ختم مشغولی آدھ گھنٹہ یا پون گھنٹہ خاموش بیٹھا رہے ۔ انشاء اللہ تعالیٰ کامیابی ہوگی یعنی فیوض و برکات
حاصل ہونگے ۔ فقط والسّلام

(۱۳۷) اللہ اللہ کرنے والا تفکرات دنیوی میں مبتلا ہوتا ہے ۔ مشغولی اور ذکر جاذب عنایت ہیں۔

بسامی خدمت ہمہ لطف و عنایت محب الفقراء مقبول حق مکرمی منشی عبدالحکیم صاحب ادام لطفہٗ ۔ از احقر
حبیب حیدر سیس سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہائے حصول مقاصد دارین التماس اینکہ تفکرات دنیوی اور

عوارض کا لحوق دریافت کر کے قلق ہوا۔ ذکر یا مشغولی کرنے والا شخص اکثر ایسے امور میں مبتلا دیکھا گیا۔ اس سے کچھ زیادہ اثر نہ لیجیے بلکہ اپنا اطمینان قلبی مشغولی کرنے میں خیال کیجیے۔ مشغولی ہو یا ذکر ہو کچھ ہو مقصود اصلی اس سے اللہ اللہ کرنا ہوتا ہے۔ یہ کہ نفس امارہ ہزاروں رنگ لاتا ہے آپ اپنے کام سے کام رکھیے یعنی اللہ اللہ کرنے سے اس کو اطمینانی حالت یا محبت آنے پر نہ موقوف رکھیے ہیں جو آپکو اکثر لکھا کرتا ہوں کہ ؎

کار کن کار بگذر از گفتار	کہ دریں راہ کار دارد کار

وہ اسوجہ سے لکھتا ہوں کہ حالت اطمینان یا خیال محبت آنے پر مشغولی کرنا موقوف نہ رکھیے بلکہ کوئی حالت ہو جو وقت مشغولی کرنے کا ہے اسوقت مشغولی کر لیا کیجیے تاکہ حق کی یاد برابر جاری رہے۔ یہ کہ آپ عنایت کے عادی ہیں اور عنایت ہی چاہتے ہیں یہ سب ٹھیک ہے مشغولی اور ذکر یہ دونوں چیزیں جاذب عنایت ہوتی ہیں۔ اسی وجہ سے حضرات مشائخ طالبین کو ذکر و شغل کی تعلیم دیتے ہیں تاکہ وہی عمل اس طالب کا جاذب عنایت ہو۔ اب یہ کہ اس طرف کوئی بات نہیں معلوم ہوئی کہ جو قابل اطلاع ہوتی خیر اگر نہیں معلوم ہوئی نہ سہی۔ اب انشاءاللہ تعالیٰ آیندہ معلوم ہو گی۔ آپ مشغولی برابر کرتے رہیں حالت اطمینان و غایت محبت کے ہونے پر مشغولی کو ملتوی نہ کیا کریں۔ فقط والسلام

(۱۳۸) نفحات الٰہیہ و فیوض اہل اللہ کی تعریف۔ مراقبہ اور خواب میں آواز سننے میں کیا فرق ہے۔

٭٭ بسامی خدمت ہمہ لطف و عنایت محب الفقرا مقبول حق مکرمی منشی عبدالحکیم صاحب ادلطفہ۔ از احقر حبیب حیدر سپس سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہائے حصول مقاصد دارین واضح باد۔ نفحات الٰہیہ اور فیوض اہل اللہ کے درود میں صرف یہ تفصیل ہے کہ نفحات الٰہیہ وہ ہیں کہ جو بغیر کسی بزرگ کی روحانیت کی طرف متوجہ ہوئے محض بذریعہ مراقبہ یا ذکر اور کبھی بلا مراقبہ و ذکر کے وارد ہوں اور فیوض اہل اللہ وہ ہیں کہ جو کسی بزرگ

کی طرف متوجہ ہونے یا مزارات پر مراقب ہونے سے حاصل ہوں۔ اکثر اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ محض کسی بزرگ کے یاد کرنے سے اس کی طرف سے فیضان ہو جاتا ہے۔ مراقبہ بحالت بیداری کرنے سے اگر مبدل بخواب ہو جائے اور اُس حالت میں کوئی آواز سننے میں آئے تو وہ آواز ہاتف غیب کی نہ ہوگی بلکہ اُس فرشتہ کی آواز سمجھی جائے گی جو اعمال خیر انسانی کو جناب باری تعالیٰ شانہ کے حضور میں پیش کرنے کو متعین ہے اور جو آواز کہ بحالت مراقبہ بیداری کے ساتھ سنی جائے وہ آواز ہاتف کی سمجھی جائے گی۔ انسان بحالت خواب اگر کسی خیال خیر کا محافظ رہے تو وہ صورت بھی داخل مراقبہ سمجھی جائے گی۔ مجھے آپکی طرف سے غفلت نہیں رہتی ہے۔ خداوند عالم آپکو جلد کامیاب فرمائے اور اپنی یاد میں شاد رکھے۔ آپ بھی اس کی کوشش رکھیں کہ ؎

	ہر چہ آید در دلم غیر تو نیست	یا تو ئی یا خوئے تو یا بوئے تو	

اللہ تعالیٰ مجھ کو اور آپ کو سب کو اسی کی توفیق دے بطفیل اپنے نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آمین فقط

(۱۳۹) خواب بشیر تسکین کیلئے نظر آتے ہیں ھوالظاھر ھوالباطن ذکر اسم ذات کا جزو ہے۔ کلمہ کی حقیقت ظاہر ہونے کا طریقہ ذکر و فکر ہے۔

بسامی خدمت ہمہ لطف و عنایت محب الفقرا مقبول حق مکرمی منشی عبدالحکیم صاحب زاد لطفہٗ۔ از احقر حبیب حیدر بعد سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہائے حصول مقاصد دارین مدعا اینکہ خواب جو آپنے دیکھا وہ بھی معلوم ہوا۔ خواب تو برابر نظر آتے رہتے ہیں اور بشیر تسکین کیلئے ہوتے ہیں۔ انسان کو جب مایوسی طاری ہوتی ہے تو اس کی طبیعت سرد ہو جاتی ہے پھر متوجہ ہونے کیلئے خواب یا واقعات نظر آجاتے ہیں۔ چار ہزار بار ذکر اسم ذات دو ضربی جو آپ بعد مغرب کے کرتے ہیں بہت مناسب ہے اسکو موسم سرما بھر تو ضرور کرتے رہنا چاہیئے یہ کہ بوجہ بار بار سر اٹھانے اور ضعف دماغ کے نہیں ہو سکتا اسکے لیے بہتر صورت یہ ہے کہ بجائے چار ہزار کے

تین ہزار بار رکھیئے یا یہ کہ کوئی چیز تقویت دماغ کی دس پندرہ روز استعمال کر لیجئے جس سے یہ ضعف جاتا رہے
مضمون ھوالظاھر ھوالباطن برابر ملحوظ رکھیئے یہ تو اس ذکر کا جزو ہے۔ اس کو آپنے میرے استصواب پر
کیوں منحصر کر دیا۔ میں نے تو خود ہی اسکے تصور کیلئے بحالت ذکر آپ کو لکھا تھا۔ اب اگر علاوہ ذکر کے ہر وقت
اسمیں انہماک رہے تو بہت بہتر ہے ہرگز کوئی حرج نہیں۔ اب یہ کہ زیادہ تر اس امر کی ضرورت ہے کہ حقیقت
باطنی کسی کلمہ کی ظاہر ہو جائے۔ اس کا آسان طریقہ ابتک نہیں ملا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا آسان طریقہ
یہی ذکر اور تفکر ہے چنانچہ ذکر آپ کرتے ہی ہیں جو خالی وقت ملے اسمیں تفکر کیا کیجئے۔ آپکے نزدیک کثرت ذکر
اسوقت تک مناسب نہیں جبتک لطائف کی تہذیب کلی نہو۔ تو لطائف کی تہذیب تو دوام آگاہی پر موقوف
ہے اور وہ بلا ذکر کے ہوتی نہیں۔ جناب شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ کا ایک رسالہ الطاف القدس فی معرفت
لطائف النفس ہے اسکو بھی کبھی کبھی مطالعہ کر لیا کیجئے۔ اس سے آپکو نسبت قول الجمیل کے زیادہ مدد ملیگی فقط

(۱۴۰) روح کا اپنے آپ کو دیکھنا ممکن ہے خواب وبیداری کی درمیانی حالت کو واقعہ کہتے ہیں۔

استراحت حواس قلبی رابطہ جاذب فیض ہوتا ہے۔

بسامی خدمت ہمہ لطف ومحبت محب الفقرا مقبول حق مکرمی منشی عبدالحکیم صاحب زاد لطفہ۔ از احقر
حبیب حیدر سپس سلام مسنون نیاز مشحون ودعاہائے حصول مقاصد دارین واضح یاد۔ اس سے قبل والے
خط میں جو میں نے لکھا کہ روح نے اپنے رنگ کو دیکھا نہ اپنے آپ کو۔ ایسا وقت آنا ممکن ہے کہ اپنے آپ کو دیکھے۔
کثرت ذکر سے جب ذکر و ذاکر و مذکور ایک معلوم ہونے لگتے ہیں اسوقت یہ بھی ممکن ہے مسئلہ یہ ضرور وجدانی ہے۔
اور یہ رنگ عالم ناسوت ہی میں نظر آتا ہے جیسا کہ میں نے اپنے حضرت والد ماجد پیر و مرشد برحق قدس سرہ العزیز
سے سنا ہے اور یہ محض اظہار محبت وعنایت کے لیئے ہوتا ہے نہ کسی امر کی ہدایت کیلئے۔ خواب وبیداری کی درمیانی

حالت کہ جسکو واقعہ کہتے ہیں یہ بھی دراصل برکات ذکر کے سبب سے ہے۔ مگر جب عبادتی امور عادت ہو جاتے ہیں تو انکو امورات عادیہ میں بھی شمار کر سکتے ہیں۔ یہ کہ آپکی یہ حالت مبدل بخواب ہو جاتی ہے اور اکثر درود شریف کے پڑھتے وقت یہ صورت پیش آتی ہے ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ میرے خیال میں کچھ نہیں کرنا چاہیئے۔ یہ حالت کوئی مذموم نہیں ہے کہ جسکے دفعیہ کی کوشش کرنا ضروری ہو۔ یہ سب تو حالات ہیں آتے جاتے رہتے ہیں آپکو اپنے کام سے کام رکھنا چاہیئے اور اس امر میں کوشاں رہنا چاہیئے کہ ذکر و شغل و اوراد و وظائف میں کوئی کمی نہ آنے پائے۔ استراحت حواس سے مراد میرے خیال ناقص میں وہ وقت ہو سکتا ہے کہ جسوقت کوئی کام نہ کیا جائے۔ انسان محض سکون طبع کے واسطے بیٹھے یا لیٹے اور سو جائے۔ یہ کہ اسوقت تجلی صوری نظر آتی ہے اور ایسا وقت ضرور گذرتا ہے کہ بحالت بیداری وہی کیفیت پیش آتی ہے جیسا کہ خواب و بیداری میں اور اس کے حصول کے کیا ذرایع ہیں ایسے امور کے حصول کے ذرائع سوا ذکر و شغل کے اور کیا ہو سکتے ہیں۔ یہ سوال آپ کا میرے خیال ناقص میں تو غیر ضروری ہے اسوقت آپکو اس امر کی کوشش رکھنا چاہیئے کہ جو کچھ آپ کرتے ہیں اسکو بالالتزام کرتے رہیں اور فوائد و ثمرات حاصل کرتے رہیں۔ یہ کہ فلاں امر کے حصول کے ذرایع کیا ہیں اور فلاں امر کے کیا۔ یہ تو سب غیر ضروری امور ہیں اُن پر زیادہ اعتنا کرنے کی ضرورت نہیں۔ جنبش برقی کا ظہور اور اس سے واردات ہونا یہ محض عنایت شیخ ہے۔ مخصوص کسی خاص خاندان سے تعلق نہیں رکھتا جو شیخ قوی النسبت اور قوی الفیضان ہو خواہ وہ کسی سلسلہ کا ہو اُس سے جب طالب کو مخصوص قلبی رابطہ ہوگا اس سے وہ زیادہ فیضیاب ہوگا۔ فقط والسلام خیر ختام

(۱۴۱) اذکار و اشغال کی پابندی کی تاکید۔ ایک خواب کی تعبیر اور اکسیر عمل کی تلقین حضرت جناب امیر کے وسیلے کے بغیر فیضانِ الٰہیہ نہیں ملتا۔

بسامی خدمت ہمہ لطف ومحبت محب الفقرا مقبول حق مکرمی منشی عبدالحکیم صاحب ادلطفہٗ۔ از بندہ حقیر
حبیب حیدر سپس سلام مسنون نیاز مشحون ودعاہائے حصول مقاصد ومطالب دارین مدعا اینکہ آپ نے
جو ذکر جہر شروع کر دیا بہت مناسب کیا۔ یہ موسم بھی اسی کا ہے۔ شب کے وقت جو جنبش کی کیفیت چار پانچ سکنڈ
ہوئی اب انشاءاللہ تعالیٰ اور زائد معلوم ہوگی۔ ذکر جہر جس قدر تعداد میں زیادہ کیا جائیگا اسی قدر اُس کا فائدہ
مترتب ہوگا۔ میرے نزدیک موسم سرما بھر تو آپ ذکر جہر ہی کرتے رہیں۔ اس سے بہت فائدہ ہوگا۔ ذکر خفی قلب سے
حبس دم کے ساتھ آپ کر ہی رہے ہیں اسکو بھی جاری رکھیں۔ حالت جمادی وبہیمی کا دفعیہ بھی اسی ذکر جہر سے ہوگا
توجہ کا اثر بھی اکثر آپ کو محسوس ہوتا ہے۔ یہ کہ اس سے تسکین نہیں ہوتی تو تسکین بھی ہو جائے گی سلطان الاذکار کے
اسوقت کرنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ دونوں طرح کا ذکر جہر وخفی آپ کر ہی رہے ہیں۔ ذکر جہر تعداد میں اور
بڑھا دیجئے وہی بہت کافی ہے۔ اسی زمانہ میں جناب حاجی وارث علی شاہ صاحب کو جو آپ نے دیکھا اور ہفت بند
کاشی ایک دوسرے شخص کو انکے سامنے پڑھتے ہوئے دیکھا اس سے میرے خیال میں اشارہ اس طرف معلوم ہوتا ہے
کہ حضرت حاجی صاحب رحؒ کو حضرت جناب امیر کرم اللہ وجہہ کی روح مبارک سے فیضان ہوتا تھا اسی طرح آپکو
ذکر کرنے کے وقت جناب ولایت مآب کرم اللہ وجہہ کی روحانیت کیطرف متوجہ ہونا چاہیئے کہ یہ بھی آپکو بہت مفید ہوگا
کیونکہ یہ تو معلوم ہی ہے کہ جناب ولایت مآب فاتح باب ولایت ہیں اور کسی ولی کو فیضان الٰہیہ بلا آپکے وسیلہ کے
نہیں ہوتا لہٰذا ذکر کرنے وقت آپ اُسی جانب متوجہ رہا کریں۔ خداوند عالم آپکو اُس سے اور زائد فیضیاب کریگا۔
اب رہی میری عدیم الفرصتی تو اُس سے کچھ کبیدہ نہ ہوجئے۔ آپکے خطوط کے جوابات تو میں برابر بھیجتا رہتا ہوں اگرچہ دیر
میں بھیجتا ہوں۔ اسکے علاوہ دعائے دلی و توجہ قلبی سے بھی غافل نہیں رہتا ہوں۔ آپ جو کچھ کرتے ہیں اُس کو
برابر جاری رکھیں اور خداوند عالم کے فضل وکرم کے ہر آن وہر زمان منتظر رہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی کا عمل ضایع نہیں کرتا

ہر شخص اپنی استعداد کے موافق عمل کرتا ہے اور اسی کے مطابق فیضیاب ہوتا ہے۔ اسوقت جو کچھ جتنی کیفیات آپ کو
معلوم ہوتی ہیں انکو دیکھتے رہیئے مگر ان پر زیادہ اعتنا نہ کیجئے بلکہ ذکر جہر و خفی کی طرف زیادہ توجہ کیجئے کہ اس سے آیندہ
ادر ترقی و بہبودی مقصود ہے اور یہی کیفیت جس آپکو آیندہ راہ پر ثابت ہوگی۔ رسالہ کبریت احمر متعاقب آپ کو
پہونچ جائیگا اطمینان رکھیئے۔ فقط والسلام

(۱۷۲) مشغولی بغیر حبس دم کرنے کی تاکید۔ حالات و واقعات کا ورود۔ خواب و بیداری کے کیفیات۔

بسامی خدمت ہمہ لطف و عنایت محب الفقراء المقبول حق مکرمی منشی عبدالحکیم صاحب ادام لطفہ۔ از احقر
حبیب حیدر بعد سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہائے حصول مقاصد دارین واضح باد۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ اس سے
قبل کسی خط میں میں نے آپکو مشغولی کی ترکیب لکھی تھی اسکے ساتھ یہ بھی لکھدیا تھا کہ اسکو آپ برابر کرتے رہیں اور
اسمیں حبس دم کرنے کی ضرورت نہ تھی نہ کوئی قید تھی۔ خیر اگر وہ آپکے خیال میں نہ ہو یا یہ کہ ممکن ہے کہ مجھی کو سہو ہوا ہو
تو وہ مشغولی علحدہ ایک پرچہ پر لکھتا ہوں اس کو شروع کیجئے۔ اسمیں حبس دم کی شرط نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مشغولی
سے آپکو حسب دلخواہ فیضیاب کرے۔ یہ جو آپ نے لکھا کہ میں ہر چند کوشش کرتا ہوں کہ قوت حسی کو دفع کر دوں
لیکن مجھ سے دفع نہیں ہوتی۔ تو اس کا میں مطلب نہیں سمجھا اگر مطلب آپ کا یہ ہے کہ قوت حسی کی وجہ سے بیداری
ہو جاتی ہے تو اسمیں کوئی نقص والی بات نہیں۔ اسوجہ سے کہ کسی حالت کا لطف و لذت جب تک اس حالت کے
سوا دوسری حالت نہ ہو معلوم نہیں ہو پاتا۔ یہ کہ خواب و بیداری کے درمیان جو حالت ہے وہ واقعی مفید ہے مگر
افسوس کہ اس نے آپ سے مفارقت کی یہ مفارقت کیسی۔ حالات انسانی برابر بدلا کرتے ہیں اور ایک حالت سے
دوسری حالت بدلتی ہے تو پہلی حالت اپنا اثر ضرور چھوڑتی ہے کہ جس کا نام حسرت ہے اور حسرت اسی وجہ سے
رکھی گئی کہ اسکے پائے جانے سے وہ پہلی حالت عود کر آئے آپ کو اس سے متردد یا متفکر نہ ہونا چاہیئے۔ یہ کہ آپنے

بار ہا لکھا اور میں نے اسپر توجہ نہیں کی ایسا تو نہیں ہوا۔ نہ میں نے اعراض کیا بلکہ برابر یہی لکھتا رہا کہ مجھے حسب وعدہ دعائے دلی و توجہ قلبی سے غفلت نہیں رہتی۔ وہی اب پھر لکھتا ہوں آپ مطمئن رہیں اور مشغولی شروع کریں بلکہ راسخہ کی ضرورت اشد ہونا یہ مجھے بھی معلوم ہے اسی کے لیے مشغولی کی نیز پاس انفاس کی ضرورت ہی چنانچہ پاس انفاس تو آپ کرتے ہی ہیں مشغولی اب شروع کر دیجئے اللہ تعالیٰ آپکو کامیاب کریگا۔ خواب بقول آپکے دلداری سلوک کیلئے ہوتے ہیں اسپر زیادہ التفات کی ضرورت نہیں۔ فقط والسلام

(۱۴۳) خواہش قلبی میں رکاوٹ مصلحت ہوتی ہے مشغولی سے بیخودی پیدا ہوتی ہے۔

بخدمت ہمہ لطف و عنایت محب الفقرا مقبول حق مکرمی منشی عبدالحکیم صاحب ادلطفہٗ۔ از احقر حبیب حیدر سپس سلام مسنون نیاز مشحون و دعائے حصول مقاصد دارین واضح باد۔ میں نے جو سابقہ خط میں یہ لکھا کہ آپکو میرے ساتھ حسن ظن خاص طور پر ہے۔ لہذا جیسا خیال ہوتا ہے ویسا خواب نظر آتا ہے۔ یہ میں اپنے خیال میں غلط بات تو نہیں لکھی نہ اسمیں کوئی انکسار تھا۔ یہ کہ آپ میں کوئی صلاحیت ہی نہیں محض عنایت ربی ہے اسکا کون منکر ہو سکتا ہے۔ عنایت ربی ہی تو اصل چیز ہے مگر اس کو ہر شخص نہیں سمجھ پاتا۔ جو لوگ سمجھ لیتے ہیں وہی فہمیدہ اور با صلاحیت خیال کیئے جاتے ہیں۔ اب یہ کہ نیا روک ہے۔ اس فقرہ کا مطلب نہیں سمجھا کہ کس بات میں روک ہے۔ اگر روک سے یہ مطلب ہو کہ جو آپکی خواہش قلبی ہے اسمیں کیوں روک ہے تو اس کا جواب ظاہر ہے کہ جن امور میں رکاوٹ ہوتی ہے وہ کسی مصلحت کے لحاظ سے ہوتی ہے جو فوراً سمجھ میں نہیں آتی بلکہ بتدریج سمجھ میں آتی ہے تو اس سے بددل نہیں ہونا چاہیئے۔ یہی میرے سابقہ نیاز نامہ کے فقرہ سے مطلب تھا کہ جیسا آپ چاہتے ہیں ویسا اثر نہیں ہوتا۔ اسی فقرہ کے متعلق آپ پھر اپنے عنایت نامہ میں لکھتے ہیں کہ اسمیں چونکہ مظنہ بیزاری کا پایا گیا لہذا سخت ملال ہوا "آپ مجھ کو مایوس نہ فرمایا کریں مجھ کو نہایت صدمہ ہے" اب سخت مشکل کا سامنا ہے کہ جو بات میرے

خیال میں آتی ہے اور اس سے آپ کو مطلع کرتا ہوں تو آپکو اس سے مطلقہ بیزاری اور صدمہ ہوتا ہے اور مایوسی طاری ہوتی ہے خیر بیخودی پیدا ہونے کیلئے صرف اسی قدر آپکو ہدایت کرتا ہوں کہ جو شغل آپ کرتے ہیں اسکو برابر کرتے رہیئے بلکہ ذرا اسمیں اضافہ کر دیجئے یعنی اگر آپ شغل آدھ گھنٹہ کرتے ہوں تو اب ایک گھنٹہ تک کیا کریں انشاءاللہ تعالیٰ بیخودی میں اضافہ ہو جائیگا۔ فقط والسلام

(۴۴) انوار روحانی جنبش برقی ۔ توجہ اتحادی ۔ ازدیاد محبت حق کیلئے ذکر اور مراقبہ مفید ہیں ۔ آوازیں سننا۔

بسامی خدمت ہمہ لطف و عنایت محب الفقرا مقبول حق مکرمی منشی عبدالحکیم صاحب ادلطفہ ۔ از احقر حبیب حیدر سپس سلام مسنون نیاز مشحون و دعائے حصول مقاصد دارین واضح باد ۔ امور مذکورہ صحیفہ بعض تو وہ ہیں کہ جو غالباً آپ زبانی دریافت کر چکے ہیں خیر حسب ارشاد انکے جوابات لکھتا ہوں ۔ انوار روحانی نظر آنے سے مطلب یہ ہے کہ روح نے اپنے نور کو دیکھا نہ کہ اپنے آپ کو ۔ روح انسانی بوجہ تقید جسمانیت کے کثافت سے بھی متاثر ہوتی ہے تو جب نفس کا تزکیہ و تصفیہ بذریعہ ذکر و شغل کے ہو جاتا ہے اور اسکی کثافت رفع ہو جاتی ہے تو اسکے واسطہ سے روح میں بھی کثافت کا اثر کم ہو جاتا ہے ۔ بلکہ نہیں رہتا ہے ۔ مثلاً ظروف پر غبارات پڑتے ہیں تو میلے ہو جاتے ہیں اور جب وہ رگڑ کر مانجے جاتے ہیں تو صاف ہو کر چمکنے لگتے ہیں کسی مزار شریف سے عمدہ خوشبو محسوس ہونا یہ دلیل ہے صاحب مزار کے فیضان کے قوی ہونے کی اور قوت روحانیت کی ... ربما السبب ذی استعداد کی طرف متوجہ ہونے کی ۔ جنبش برقی کے بعد کسی حالت کا انکشاف ہونا اور زیادہ اختتام مشاہدہ جنبش باقی رہنا یا سکون ہو جانا یہ لازمی نہیں ۔ کبھی جنبش ہوتی رہتی ہے سکون نہیں ہوتا اور کبھی سکون ہو جاتا ہے ۔ اگر کسی حالت کے انکشاف ہونے پر آیات یا حقائق و معارف کا نزول ہوتا ہے تو اسکے قیام کی مدت منٹوں رہتی ہے اور کبھی آدھ گھنٹہ اور پون گھنٹہ بھی رہتی ہے اور اگر آیات وغیرہ کا نزول نہیں ہوتا تو پانچ چار

منٹ کے بعد وہ حالت رفع ہوجاتی ہے۔ یہ کہ منٹوں میں کتنے منٹ رہتا ہے اس کا صحیح اندازہ بہت مشکل ہے
اور نہیں ہوپاتا اور یہ حال مقام اس طرح ہوسکتا ہے کہ اسکے مقام ہونے کی خواہش طالب اپنے قلب میں نہ لائے
کیونکہ یہ محض وہبی چیز ہے اور وہبی چیز میں کسب کو دخل نہیں ہے۔ ترقی جو کچھ ہوتی ہے وہ محض خداوند عالم
کے فضل وکرم سے ہوتی ہے نہ اپنے عمل سے۔ اس سے یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ذکر وشغل بیکار ہے۔ بلکہ ذکر وشغل سب کچھ
کرنا چاہیئے اور اسکو بذاتہ مفید نہ سمجھنا چاہیئے اور خداوند عالم سے اسکے رحم وکرم کا امیدوار رہنا چاہیئے۔ توجہ
اتحادی میں لینے والا بدیہی حالت کو بھی محسوس کرتا ہے اور اس کا تغیر حال کبھی بلا علم کے ہوتا ہے اور کبھی علم
سے بھی۔ یہ کہ اگر محسوس کرتا ہے تو کب اور کیا۔ تو وہ محسوس کرتا ہے اپنے اتحاد کو مرشد کے ساتھ یا رسول کے ساتھ
اور اُس سے فیضیاب ہوتا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ تاوقتیکہ وہ اتحاد اچھے طور سے قائم نہیں ہوجاتا اسوقت تک
فیضیاب نہیں ہوتا۔ ازدیاد محبت حق یا حلاوت ذکر کیلئے اولاً ذکر مفید ہے پھر مراقبہ اور یہ رباعی حضرت
سلطان ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کی بعد نماز صبح و نماز تہجد سات سات بار بحضور قلب پڑھنا بھی مفید
ہے رباعی یہ ہے ؎

اندر دہنم ہمہ توئی گویائی	اندر چشمم ہمہ توئی بینائی
پس جملہ توئی دگر چہ میفرمائی	در ہر قدمم تو راہ می پیمائی

آواز اکثر شناسا کی سنائی دیتا اور کبھی غیر شناسا کی۔ یہ آواز وہ ہے کہ جو اکثر بحالت مراقبہ کان میں پڑتی
ہے۔ یہ جن کی آواز تو نہیں ہوتی ہے بلکہ بیشتر ہاتف غیبی کی ہوتی ہے۔ ہاں اگر حالت مراقبہ میں نہ ہو تو
ممکن ہے کہ جن کی آواز ہوتی ہو۔ گاہے گاہے دماغ میں خفیف جھنجھناہٹ محسوس ہونا یہ اکثر دماغ کے ضعف
کی حالت میں ہوتا ہے اور شغل آہند جب خوب مستحضر ہوجاتا ہے تب بھی اکثر اوقات ایسی کیفیت معلوم ہوتی ہے

خدا کرے یہ جوابات آپکے لیئے باعث تسکین خاطر ہوں۔ بے تکلفانہ یہ التماس ہے کہ آپ اپنے کام سے کام رکھیئے
یعنی جو کچھ آپکے معمولات ذکر و مشغولی کے ہوں اُنپر متوجہ خاطر عامل رہیئے اور خداوند عالم سے اسکے فضل و کرم
کے منتظر رہیئے ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین ۵ کار کن کار بگذر از گفتار ؛ کاندرین راہ کار دارد کار۔ فقط

(۱۴۵) مشغولی کی تاکید۔ توجہ دینے والا مثل طبیب کے ہے۔

بسامی خدمت ہمہ لطف و عنایت محب الفقرا مقبول حق مکرمی منشی عبدالحکیم صاحب زاد لطفہ۔ از حقیر
حبیب حیدر پس سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہائے حصول مقاصد دارین واضح باد۔ مشغولی آپ نے شروع کردی
بہت بہتر کیا صبح کو تو اسی طرح پر کیجیئے اور بعد مغرب کے پاس انفاس کے طور پر کیجیئے دونوں ایک ساتھ نہیں ٹھیک
ہے۔ اور پاس انفاس میں تو کشش ہوتی نہیں ہے نہ اس آیۂ کریمہ ھوالظاھر ھوالباطن کا تصور کیا جاتا ہے
تو پھر آپ دونوں ایک ساتھ کس طرح کرتے ہیں تغیر حالت باعث مسرت ضرور ہے اور برابر ہوتی رہتی ہے
لیکن بلا تغیر حالت کے کامیابی و عدم کامیابی بھی معلوم نہیں ہوتی۔ اگر ایک حالت یکساں رہے تو پھر اس کو ترقی
و تنزل کے حالات ہی نہ مدرک ہوں شکایت عدم توجہی کو آپ بالکل صحیح ہونا لکھ رہے ہیں۔ میں اس کا جواب
برابر دیتا رہتا ہوں۔ اسکے وجوہ جو آپ نے لکھے ہیں اُن سب کا جواب صرف یہ ہے کہ توجہ کی چار قسموں کا حال
میں بھی جانتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ یہ چار قسمیں انسان ہی کیلیئے رکھی گئی ہیں اور اپنے اپنے وقت سے ہوتی
ہیں۔ مگر اسکے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ توجہ دینے والے کی مثال مثل طبیب کے ہوتی ہے وہ جسوقت جس دوا
کو مناسب سمجھے استعمال کرائے اسکے واسطے یہ ضروری نہیں کہ وہ مریض سے استعمال دوا کی بابتہ دریافت کرتا رہے مشغولی
کا طریقہ جو میں لکھ چکا ہوں اور آپ نے اس کو کرنا شروع کر دیا ہے اسکو آپ برابر کرتے رہیئے۔ خداوند عالم موثر
حقیقی ہے اثر تحقیقی عطا فرمائے گا۔ اب یہ کہ آپ تجلی برقی کے اثر سے مستفید ہیں اور میں آپ کو آگے بڑھانے سے

اعراض کرتا ہوں یہ محض آپ کا خیال ہے۔ اعراض تو نہیں کرتا بلکہ برابر اُسکے تدابیر تبا تا ہوں اور یہ بھی لکھتا رہتا ہوں کہ مجھے دعائے دلی و توجہ قلبی سے غفلت نہیں رہتی ہے۔ یہ اعراض کا خیال آپکو بوجہ ضعف طبیعت کے آتا ہے۔ اب یہ کہ جو کچھ آپ نے لکھا یہ صحیح ہے یا غلط اسکے متعلق جواب یہ ہے کہ توجہ کے اقسام یا حضرات بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے واقعات جو آپنے لکھے ہیں کس کو مجال غلط کہنے کی ہو سکتی ہے سب صحیح ہیں۔ مگر اس سے جو آپ میری عدم توجہی ثابت کرنا چاہتے ہیں یہ غلط ہے میں اسکے ماننے کیلئے تیار نہیں ہوں جیسا کہ سابقاً گذارش کیا گیا۔ فقط والسلام

(۱۴۶) حالت گریہ مخبر عجز ہے اور عجز بارگاہ ایزدی میں مقبول ہے۔

بخدمت ہمہ لطف و عنایت محب الفقرا مقبول حق مکرمی منشی عبدالحکیم صاحب زاد لطفہ۔ از بندہ احقر حبیب حیدر پس سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہائے حصول مقاصد دارین مدعا اینکہ جوش کی حالت میں ضرور ذکر کھلا معلوم ہوتا ہوگا۔ یہ کہ آخری نتیجہ جو کبھی حاصل ہوتا ہے تو وہ گریہ ہے اور یہ حالت منافی نفی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ایسی حالت میں گریہ ہوا کرتا ہے وہ منافی نفی اسوجہ سے نہیں ہوتا کہ حالت گریہ مخبر عجز ہے اور عجز ذی بارگاہ الٰہی میں پسند ہے۔ اور اسی سے چند دنوں کے بعد یہ حالت موقوف ہو کر نفی کی حالت پیدا ہو جاتی ہے آپ ذکر کریں اور کچھ اس امر کا خیال نہ کریں کہ "اس سے کیونکر بچوں اور التہاب کا سکون اسپر ہوتا ہے اسکو کیا کروں"۔ یہ سب خطرات ہیں کہ جو ایسے اوقات میں آتے ہیں اور خود بخود دفع ہو جاتے ہیں آپ یہ خیال رکھیں کہ ذکر کرنا اپنا کام ہے اور خطرات بھی اپنے آپ سے پیدا ہوتے ہیں کسی اور جگہ سے نہیں آتے۔ دل اللہ کا گھر ہے اسمیں اچھے اور برے سب ہی آتے ہیں ہمکو نہ ان سے کوئی غرض نہ اُن سے۔ اس خیال سے خود ہی بیخودی کی حالت پیدا ہو جائیگی۔ یہ کہ گریہ سے بچا تو ہجوم خطرات سے نجات نہیں۔ عالم بیخودی حاصل ہو گیا

موقع نہیں ملتا۔ یہ تو سب خطرات ہیں۔ انکا منشا یہ ہوتا ہے کہ اپنی طرف ذاکر کو متوجہ رکھ کر ذکر سے باز رکھیں اور
یہی نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ کہ اہل حال کو اس مقام سے نکالنے کیلئے بہت ضرورت توجہ خاص کی ہے۔ اس کا حال
آپ کو خود ہی معلوم ہے کہ توجہ رہتی ہے یا نہیں۔ اسکو آپ خود تسلیم کیئے ہوئے ہیں کہ توجہ رہتی ہے پس آپ اپنا
کام کرتے رہیئے اور ان خطرات میں نہ پڑیئے۔ ان خطرات سے سوا الجھن پیدا ہونے کے فائدہ کوئی نہیں ہے اور
اس سے بچنے کی صورت یہی ہے کہ جو سابقاً لکھی گئی۔ فقط والسلام

(۱۴۷) الوان کی تشریح۔ مشغولی میں معمول سے زائد وقت صرف کرنے میں اور اوراد ماضیہ کی مزاولت

میں حرج نہیں۔

بسامی خدمت ہمہ لطف وعنایت محب الفقرا مقبول حق مکرمی منشی عبدالحکیم صاحب ادام لطفہٗ۔ از فقیر
حبیب حیدر بس سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہائے حصول مقاصد دارین مدعا اینکہ دائرہ گلابی رنگ
کا متحرک نظر آنا اور پھر آنکھ بند کرنے پر ایک دائرہ زرد رنگ کا نظر آنا جسکے کنارے طلائی جلا شدہ تھے یہ اس
عمل کے ثمرات تھے کہ جو آپنے جمعہ کے روز کرنا شروع کیا ہے۔ گلابی رنگ روحانیت کا رنگ ہے اور زرد رنگ
نفسانیت کا رنگ ہے کنارہ طلائی ہونا اس طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ نفس کی تہذیب بھی روحانیت کے ساتھ
ہوتی جاتی ہے۔ مشغولی میں معمول کے علاوہ اور وقت صرف کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں بشرطیکہ نفس پر زیادہ
گراں نہ معلوم ہو۔ یہی آثار تجلی برقی کے بھی ہو جاتے ہیں۔ مراقبہ میں جب حالت قریب بیخودی کے پہونچتی ہے اور
جنبش برقی اس حالت کو مٹاتی ہے اور ہوش میں لے آتی ہے اس سے کوئی مراقبہ میں نقصان نہیں ہوتا بلکہ
ہوش میں آجانے سے مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس حالت کی واقعیت پورے طور پر ذہن نشین ہو جائے اور طالب اسکو
کوئی مغالطہ والی بات یا مخالف امر نہ سمجھے بلکہ واقعی اور اصلی چیز خیال کرے۔ اب یہ کہ اوراد ماضیہ کی مزاولت کیجائے

اسمیں کوئی حرج نہیں یہ کہ وہ وقت کسی تعلیم کا نہ تھا۔ شوق و محبت کی کشش نے یہاں تک پہونچا دیا تھا یہ خیال صحیح ہے مگر شوق و محبت کی کشش تو تعلیم کے ذریعہ سے بھی بڑھائی جاتی ہے۔ انھیں اوراد کی اگر اب بھی مزاولت کیجائے تو اس سے کوئی حرج نہیں ہو سکتا۔ اصلی مقصود تو خدا کی یاد اور اسکی معرفت کا حصول ہے ہر سلسلہ اور خاندان کے تعلیمات جو مختلف ہوگئے ہیں وہ محض استعداد اور طبائع کے اختلاف سے ہوگئے ہیں ورنہ مقصود ذاتی سب سلسلوں اور خاندانوں کا ایک ہی ہے کہ جسکے متعلق آپ خود بھی غور کر سکتے ہیں۔ دعائے دلی و توجہ قلبی سے نہ غافل رہنے کو تو میں اکثر آپ کو لکھتا رہتا ہوں اب معلوم نہیں کہ اس خط میں یہ الفاظ کہ ”اگر حرج نہ ہو تو دعائے خاص سے محروم نہ رکھا جاؤں“ تحریر کرنے کی کیا ضرورت ہوئی۔ فقط والسلام

(۱۴۸) اسم ذات کا معمول رکھنا۔ انقباض اور انبساط حالات ہیں جو ہوتے رہتے ہیں۔ ہر عمل کے لیے حضوری قلب ضروری ہو۔ برکات لیلۃ القدر کی بشارت۔

بسامی خدمت ہر لطف و عنایت محب لفقرا مقبول حق مکرمی منشی عبدالحکیم صاحب ادلطفہٗ۔ از احقر حبیب حیدر پس سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہائے حصول مقاصد دارین و مطالب نشاتین التماس اینکہ اسم ذات کا معمول رکھنا چاہیئے۔ انقباض اور انبساط تو حالات ہیں اور برابر ہوتے ہی رہتے ہیں۔ اسماء حسنی باری تعالیٰ جل شانہ میں یا قابض بھی ہے اور یا باسط بھی۔ اور دونوں کا ظہور اپنے اپنے اوقات پر ہوتا رہتا ہے۔ آپ اسم ذات ترک نہ کریں اور اگر آپ کی طبیعت سابقہ انقباض کی وجہ سے اسکے پڑھنے سے ہرب کرتی ہو تو نہ پڑھیئے کیونکہ مجبورانہ طبیعت کو متوجہ کرنا بھی کچھ ٹھیک نہیں ہوتا۔ میں یہ اس وجہ سے لکھے دیتا ہوں کہ ممکن ہے آپ کو یہ خیال ہو کہ انھوں نے اجازت نہیں دی۔ اکثر اوقات یہ دیکھا گیا ہے کہ اجازت دی گئی اور وہ عمل نہ ہو سکا یا ہوا تو بحضور قلب نہ ہوا تو اس سے طبیعت پر جبر ہوتا ہے اور خوب راغب نہیں ہوتی اور جب راغب نہیں ہوتی

تو پورا فائدہ نہیں ہوتا۔ مجھے تو امید ہے کہ آپ معمول ترک نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ اسکے فوائد سے آپ کو بہرہ یاب کریگا

مراقبہ میں ذات احدیت کو کسی صفت کے ساتھ تصور کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ آپ کا معمول جو ہے کہ ذات حق کو

تحت و فوق یمین و یسار اپنے تصور کرتے ہیں یہی ٹھیک اور مناسب ہے۔ برکات لیلۃ القدر سے خداوند عالم آپ کو

مشرف فرمائے گا عشرہ آخر ماہ مبارک میں شب کے آخری حصہ میں زیادہ بیدار رہنے کی کوشش رکھی جائے اور

اور شب بیداری کے عوض میں دن میں دو تین گھنٹہ سو رہا کرے۔ وقت آخر شب کا زیادہ تر درود شریف یا اسم

ذات کے پڑھنے میں صرف کر دیا کیجئے۔ مشغولی بھی اس وقت ہو سکتی ہے مگر شرط یہ ہے کہ کھانا کھا کر مشغولی نہ کیجئے۔

مثلاً طعام سحر کی اگر عادت ہو تو پھر اس وقت مشغولی نہ کی جائے کیونکہ طعام سحر کے ترک کرنے کی کوئی ضرورت نہیں

کہ اس سے ضعف کی زیادتی ہوگی۔ اور اگر سحر کھانے کی عادت نہ ہو تو پھر اس وقت مشغولی کی جا سکتی ہے۔ آپ

مشغولی کرتے رہیں۔ رہودگی حسب دلخواہ ہوگی۔ آپ زائد متفکر نہ ہوں اور مجھ کو دعائے دلی سے غافل نہ خیال

کریں۔ فقط والسلام

(۱۴۹) سلطان الاذکار کے اثرات۔ ایسے خیالات میں پڑنے کی ممانعت کہ فلاں خاندان میں کیا طریقہ ہے اور

فلاں میں کیا۔ حبس دم کے ساتھ ذکر کرنیکے فوائد۔

بسامی خدمت ہمہ عنایت و محبت محب الفقرا مقبول حق منشی عبدالحکیم صاحب ادلطفہ۔ از احقر حبیب اللہ

سپس سلام مسنون نیاز مشحون و دعائے حصول مقاصد دارین مدعا اینکہ مضامین مندرجہ صحیفہ عنایت سے آگہی

ہوئی۔ دماغ کے اندر جو آدمیوں کی غل کی آوازیں معلوم ہوتی ہیں یہ ضعف دماغ کے سبب سے نہیں ہیں بلکہ آپنے

جو سلطان الاذکار ریاضت کرنے منافذ کے کیا تھا اور اس کا نتیجہ یہاں تک دیکھنا آپ لکھتے ہیں کہ صدائے جرس

محسوس ہوتی تھی اسی کے آثار سے یہ بھی ہے۔ یاد پڑتا ہے کہ آپ نے کسی خط میں یہ دریافت کیا تھا کہ اب بھی

سلطان الاذکار کیا جائے اور میں نے آپکو لکھا تھا کہ اسکے کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اب اگر آپ اس پر عامل ہوں
تو بہت اچھا ہے اور اگر نہ عامل ہوں تو کوئی وقت نکال کر شروع کر دیجئے۔ یہ غل کی آوازیں تبدیل ہو کر
صدائے جرس محسوس ہونا شروع ہو جائے گا۔ یہ کہ میں یہاں سے طریقہ سلطان الاذکار و مراقبہ یادداشت لکھکر
بھیجوں اسکی ضرورت نہیں آپ کو جس طور سے آپکے حضرت پیر و مرشد قدس اللہ سرہٗ نے بتایا ہے وہی کافی ہے۔
اس کا طریقہ قریب قریب ہر خاندان میں یکساں ہے بہت کم فرق دیکھا گیا ہے۔ آپ جو کچھ کرتے ہیں اسکو برابر
پابندی سے کرتے رہیں۔ ان خیالات میں نہ پڑیں کہ فلاں خاندان میں کیا طریقہ ہے اور فلاں میں کیا۔ اس سے
سوا خیالات پریشان ہونے کے اور کچھ فائدہ نہیں۔ ہنگام ذکر و شغل ایسے خیالات بہت آتے ہیں ان پر
اعتنا نہ کیا کیجئے۔ بیخودی پیدا ہونا اسی ذکر اور شغل سے ہوتا ہے۔ اسی کو لیا کیجئے۔ اب یہ کہ پہلے ہوتا تھا اب
ہر چند آپ چاہتے ہیں مگر نہیں ہوتا یہ خطرہ نفسانی ہے اسی کو دفع کیجئے اور یہ خیال کیجئے ؎

لنگ و لوک و خفتہ شکل و بے ادب
سوئے او می خیز او را می طلب

میرا کام دعا اور توجہ کرنا ہے اس سے غفلت حتی الامکان نہیں کرتا ہوں یہی زبانی بھی آپسے کہہ چکا ہوں
حبس دم کے ساتھ جو ذکر کیا جاتا ہے اور حرارت کو ترقی دی جاتی ہے یہ اسوجہ سے تاکہ طالب میں ذوق و شوق
کی ترقی ہو اور اس حرارت کی وجہ سے جو طبیعت میں ایک جمودت کی کیفیت ہوتی ہے وہ دفع ہو اور قلب
میں صفائی پیدا ہو۔ سلطان الاذکار میں تخصیص مسدودی منافذ ضروری ہے اور یہ مرشد کے بتانے پر ہے۔
جہاں وہ ضرورت مسدودی منافذ کی نہیں سمجھتا وہاں نہیں تبلاتا۔ مثلاً کوئی شخص ایسا ہو کہ اس کو
سلطان الاذکار کرتے ہوئے عرصہ ہو چکا ہو اور اسکی حالت ذوق و شوق اس اندازہ پر ہو گئی ہو کہ جمودت
جاتی رہی ہو اور اسکے واسطے مرشد ضرورت مسدودی منافذ نہ خیال کرتا ہو اسکو وہ حکم دیدے گا کہ

منافذ نہ بند کرے۔ تمام جسم کا ذاکر خیال کرنا بہتر ہے بعد اسکے صرف قلب کا ذاکر خیال کرنا ہی اچھا ہے۔ فقط والسلام

(۱۵۰) آواز یں سننا اثرات ذکر سے ہے۔ ایک خواب کی تعبیر تصور مرشد کے دو طریقے۔

بسامی خدمت ہمہ لطف و عنایت محب الفقراء مقبول حق مکرمی منشی عبدالحکیم صاحب ادلطفہٗ۔ از احقر

حبیب حیدر پس سلام مسنون نیاز مشحون و دعا ہائے حصول مقاصد دارین واضح باد۔ آوازیں معلوم ہونا یہ

آثار ذکر ہیں۔ شناسا آواز اس سبب سے معلوم ہوتی ہے کہ طبیعت میں وحشت نہ پیدا ہو اور غیر شناسا آواز

شیطانی ہوتی ہے کہ جس سے وحشت طبیعت میں پیدا ہوتی ہے۔ خواب جو آپ نے دیکھا وہ بھی سنا۔ غالباً آپ

اس روز کسی دنیوی فکر میں پریشان خاطر ہونگے اس تسکین خاطر کیلئے یہ خواب نظر آیا۔ یہ کہ "وہ راجہ کون ہے اور

اس کا ابتدائی شباب کیوں ہے اور بادشاہ کیوں نہیں"۔ ابتدائی شباب تو اسوجہ سے تھا کہ توجہ و عنایت اچھی طور

سے ہو کیونکہ شباب کے زمانہ میں جس بات پر توجہ ہوتی ہے وہ پورے طور پر ہوتی ہے۔ اب یہ کہ بادشاہ کیوں نہیں تھا

اسکے متعلق یہ بات خیال میں آتی ہے کہ دنیوی اصول کے لحاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بلا وسیلہ کے کوئی بات نہیں

ہوتی لہٰذا یہ بھی بادشاہ سے ملنے کا وسیلہ ہو جائے گا۔ اور ڈاکٹر سے مراد شخص ذکی الحس فیض رساں ہے اور جماعت

سے طالبان حق اور اظہار مہربانی سے تعلیم شفقت۔ ایسے خواب اکثر ذاکرین کو دیکھ پڑتے ہیں کہ جنسے مقصود

طالب کو تسلی اور تربیت دینا ہوتا ہے۔ اسم ذات قلب پر انشاء اللہ تعالےٰ جم جائے گا۔ پیر و مرشد نے اس کو جو

بند کر دیا وہ کسی ناخوشی یا ناراضی سے نہیں بند کیا ممکن ہے کہ انکے خیال میں آیا ہو کہ اسوقت پورا ذوق و شوق نہیں

ہے اور بند کر دینے سے وہ پیدا ہو جائے گا لہٰذا انھوں نے ایسا کیا ہو۔ آپ مایوس نہوجیئے اور جو کچھ آپ کر رہے

ہیں اسکو برابر جاری رکھیں۔ اس سے اسم ذات جم جائے گا اور بیخودی میں ترقی ہو جائے گی تصور مرشد

کے دو طریقے ہیں ایک تو یہ کہ مرشد کی صورت اپنے مقابل خیال کرے اور دوسرے یہ کہ اپنے قلب پر صورت

قائم کرے جس طرح کہ روپیہ پر تصویر بنی ہوتی ہے ان دونوں میں پہلی صورت اچھی اور جلد جمنے والی ہے اور دوسری دیر میں جمتی ہے۔ فقط والسلام۔

(۱۵۱) آواز سلام علیک سننا اور جنبش شدید ہونا ذکر کے اثرات سے ہے۔

بسامی خدمت ہمہ لطف و عنایت محب الفقرا مقبول حق مجی منشی عبدالحکیم صاحب ادلطفہٗ۔ از احقر حبیب حید رسپس سلام مسنون نیاز مشحون و دعائے حصول مقاصد دارین مدعا اینکہ مجھے عدیم الفرصتی لاحق رہتی ہے اور بعض اوقات معذوری ہو جاتی ہے کہ جسکو لکھتے ہوئے ندامت دامنگیر ہوتی ہے وہی آپ نے بذریعہ خواب دیکھ لیا۔ آواز سلام علیک سُنائی دینا یہ بھی ذاکرین کو اکثر ہوتا ہے اور مقصود اس سے متنبہ کرنا ہوتا ہے اور کچھ نہیں۔ یہ کچھ اندیشہ کی بات نہیں۔ شدید جنبش ہونا اور اسمیں کسی شئے کا محسوس ہونا اور محفوظ نہ رہ سکنا یہ بھی آثار اذکار و اشغال سے ہے۔ یہ کہ بہت کمی واقع ہوگئی ہے اس سے متردد نہ ہونا چاہیئے۔ یہ مرحلہ بھی طے ہو جائے گا اسکے واسطے کسی خاص بات کرنے کی ضرورت نہیں۔ آپ جو کچھ کرتے ہیں وہی کرتے رہیں موثر حقیقی اور مبدء فیاض خداوند عالم ہے وہ کوئی صورت پیدا ہی کر دے گا۔ آپکو اسکے متعلق زیادہ غور و خوض کی ضرورت نہیں میں حسب وعدہ دعائے دلی و توجہ قلبی سے غفلت نہیں کرتا ہوں مطمئن رہیئے۔ فقط والسلام

(۱۵۲) ذکر کے اوقات و تعداد کا تعین۔

بسامی خدمت ہمہ لطف و عنایت محب الفقرا مقبول حق منشی عبدالحکیم صاحب ادلطفہٗ۔ از احقر حبیب حید رسپس سلام مسنون نیاز مشحون و دعائے حصول مقاصد دارین مدعا اینکہ ذکر کے دو وقت حضرات بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے رکھے ہیں ایک تو صبح کا دہ خواہ قبل نماز فجر کے ہو یعنی نماز تہجد کے بعد۔ یا بعد نماز صبح کے اشراق کے وقت تک اور دوسرا بعد نماز مغرب کے کیونکہ معدہ کا خلو شرط ہے۔

اور وہ انھیں دو وقتوں میں ہوتا ہے۔ اب آپ کو اختیار ہے اگر دونوں وقتوں میں ذکر کریں تو بہت بہتر ہے ورنہ صبح کو تو ضروری ہونا چاہیئے۔ تعداد کے بارہ میں یہ گذارش ہے کہ ایک ہزار بار ہونا چاہیئے اور اگر کسی وجہ سے ایک ہزار بار نہ ہوسکے تو پانچ سو بار سے کم نہ ہو۔ یہ کہ طریقہ کیا ہو تو اسکے متعلق یہ التماس ہے کہ جو طریقہ آپ کو حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ سے ملا ہو اُسی طریقہ سے کیجیئے۔ برزخ کے متعلق جو طریقہ آپ نے اپنا معمول لکھا ہے وہی مناسب ہے۔ اسی طریقہ پر عامل رہیئے۔ باقی میرا کام دعا کرنا ہے اُس سے میں غافل نہیں رہتا ہوں۔ خداوند عالم آپ کو شاد و بامراد رکھے اور اپنی یاد کے ثمرات سے بہرہ یاب کرتا رہے۔ فقط والسلام

(۱۵۳) انوار برنگ گلابی محسوس ہونا۔

بسامی خدمت ہمہ لطف و عنایت محب الفقراء مقبول حق مکرمی منشی عبدالحکیم صاحب ادلطفہٗ۔ از احقر حبیب حیدر پس سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہائے حصول مقاصد و مطالب دارین مدعا اینکہ انوار برنگ گلابی محسوس ہونا یہ صاحب آستانہ کے مزار پر حاضری کا فیضان تھا کہ جس سے آپ مستفیض ہوئے۔ اس امر سے اس نمود کی ہدایت مقصود ہوتی ہے کہ صفائی قلب کس حد تک پہونچی اور اس سے زیارت کرنے والے کو بزرگوں کی عنایت کہانتک محسوس ہوسکی۔ اور اس سے اس امر کی ہدایت بھی مقصود ہوسکتی ہے کہ وہ جس شغل میں مشغول ہوتا ہے اسکو برابر قائم رکھے تاکہ مزید عنایت کا مستحق رہے۔ معمولات ہر روزہ برابر قائم رکھیئے اس سے تجویز بھی حاصل ہوگی کہ جسکے آپ منتظر رہتے ہیں میرا کام دعائے دلی و توجہ قلبی سے غافل نہ رہنا ہے اس سے میں غافل نہیں رہتا ہوں اطمینان رکھیئے۔ فقط والسلام

(۱۵۴) ذکر اور مشغولی میں آوازیں سنائی دینا۔

بسامی خدمت ہمہ لطف و عنایت محب الفقراء مقبول حق مکرمی منشی عبدالحکیم صاحب ادلطفہٗ۔ از احقر

حبیب حیدر رئیس سلام مسنون نیاز مشحون ودعائے حصول مقاصد دارین مدعا اینکہ ذاکر شخص کو خواہ وہ ذکر کرتا ہو یا کوئی مشغولی اکثر بحالت خواب و بیداری آوازیں یا کبھی ایک آواز سن پڑا کرتی ہے اور اس سے مقصود آگاہ کرنا ہوتا ہے اور بعض وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ بحالت پاس انفاس ایک حالت غنودگی کی طاری ہو جاتی ہے جس میں وہ آواز سنائی دیتی ہے۔ اس سے آپ کچھ متردد نہ ہوجیئے آپ جو مشغول کر رہے ہیں اسی کو بدستور کرتے رہیں۔ اسی سے بیدلی اور قبض یہ سب درفع ہو جائیگا۔ اور اسم ذات قلب پر سنہرے حرفوں سے لکھا ہوا جیسا کہ حضرت پیر و مرشد قدس سرہ العزیز کے حکم سے قائم ہوا تھا وہ پھر ہو جائیگا اور آپ کی موجودہ حالت سب تبدیل بذوق و شوق ہو جائے گی۔ یہ کہ پڑھنے کی حالت میں معلوم ہوتا ہے کہ مقام محمود میں قلب ہی خطرہ نفسانی ہے اس کو لاحول یا استغفار پڑھ کر رفع کر دیا کیجیئے۔ لاحول و استغفار سات بار ہو یا گیارہ بار اس سے زائد پڑھنے کی ضرورت نہیں اسی قدر کافی ہے۔ فقط والسلام

(۱۵۵) طلب حق میں کسی معمول کو اختیار کرنے کے بعد ترک نہ کرنا چاہیئے۔ حالات اور کیفیات کبھی یکساں نہیں ہوتے نفس کی شستگی حق کیطرف متوجہ کرتی ہے۔

بسامی خدمت ہمہ لطف و عنایت محب الفقراء مقبول حق مکرمی منشی عبدالحکیم صاحب زاد لطفہا۔ از احقر حبیب حیدر رئیس سلام مسنون نیاز مشحون و دعائے حصول مقاصد دارین التماس اینکہ اب تک حالت بیخودی نہ ہونا اور اسکی وجہ سے سخت ملال یہ بھی سب معلوم ہوا۔ آپ متوحش نہ ہوں اور مراقبہ کو قائم رکھئے اسی سے بیخودی بھی ہو جائیگی۔ آپ کا معمول اسم ذات کا قبل از مراقبہ رہنا اور پھر اسکو بوجہ انقباضی حالات پیش آنے کے ترک کر دیا یہ بھی معلوم ہوا طلب حق میں جو معمولات ہوں وہ ترک نہ کرنا چاہیئے۔ جو معمول کر لیا جائے وہ برابر پابندی سے رکھنا چاہیئے حدیث شریف میں ہے کہ خیر الاعمال ادومہا وان قل یعنی

اعمال میں بہترین عمل وہ ہے کہ جو ہمیشہ ہوتا رہے اگرچہ قلیل ہو۔ تو کسی عمل کا چند روز کرنا اور جب مفید مطلب نہ پایا تو چھوڑ دینا یہ تو کوئی بہتر بات نہیں ہوئی۔ حالات اور کیفیات ہمیشہ مختلف ہوتے رہتے ہیں کبھی یکساں نہیں ہوتے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ انسان حق کا مظہر جامع ہے اور جامعیت میں انشراح و انبساط اور انقباض و انزجار سب چیزیں ہوتی ہیں طبیعت انسانی یہ چاہتی ہے کہ کوئی بات پریشان کن پیش نہ آئے۔ جو باتیں اپنی مرضی کے موافق ہوں وہی پیش آئیں تو یہ کیسے ممکن ہے۔ آپ پر خدا نخواستہ کوئی آفت نہیں آئی۔ ربودگی بھی ہوئی جاتی ہے اور کیا عجب کہ آپکے اعتقاد کے مطابق پیدا ہو چکی ہو۔ میں پھر لکھتا ہوں کہ مجھے دعائے دلی و توجہ قلبی سے غفلت نہیں رہتی ہے۔ جو عمل چند ہفتوں کیلئے سابقاً کسی خط میں تحریر کیا تھا اور وہ غالباً ہر ہفتہ میں جمعہ و دوشنبہ کو کرنے کا تھا وہ بھی عمل میں لائیے۔ خداوند عالم سے امید ہے کہ وہ مفید پڑے گا۔ یہ کہ "عنایات مہذب الاوقات بنانے تک نہ محدود رکھے جائیں بلکہ حجاب کو دور کرنیکے بعد عنایت میں شمار کیا جائے تو مضائقہ نہیں"۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آپ کو میرے کس خط کے فقرہ سے اندازہ ہوا کہ عنایت سے مراد محض مہذب الاوقات بنانا مقصود ہے اور کچھ نہیں۔ ایسا میرا خیال تو نہیں ہے میں تو یہ کہتا ہوں کہ آپ مراقبہ کرتے رہیں خداوند عالم اسکے برکات سے آپ کو مستفید فرماتا رہے گا۔ آپکو ابتک ربودگی نہیں پیدا ہوئی اس سے آپکو سخت ملال لاحق ہے۔ حالانکہ اگر غور کیجئے تو یہ ملال بھی مفید ہے اسی وجہ سے کہ اس سے نفس میں شکستگی آتی ہے اور جسقدر نفس میں شکستگی ہوتی ہے اُتنی ہی حق کی توجہ زائد ہوتی ہے۔ اس جسم انسانی میں نفس ہی ایک ایسی چیز خداوند عالم نے رکھی ہے کہ جس پر تحصیل کمالات کا بار رکھا گیا ہے۔ تو جو بات کہ اسپر بار ہوتی ہے اس سے وہ متوحش ہوتا ہے۔ آپ اس توحش سے گھبرائیے نہیں اور اپنے کام سے کام رکھیئے۔ یہ ہی میں برابر آپکو لکھتا رہتا ہوں۔ فقط والسلام

(۱۵۶) جنبش برقی کوئی مضر چیز نہیں اسی سے بیخودی کا ادراک ہوتا ہے۔

بسامی خدمت ہمہ لطف وعنایت محب الفقراء مقبول حق مکرمی منشی عبدالحکیم صاحب زاد لطفہ۔ از احقر حبیب حیدر سپس سلام مسنون نیاز مشحون ودعاہائے حصول مقاصد دارین مدعا اینکہ معمول مقررہ کا چلا جانا سنکر نہایت مسرت ہوئی۔ خداوند عالم آپ کو اپنی یاد میں شاد رکھے اور اس سے زائد اپنی یاد میں متغرق کر دے۔ جنبش برقی جو جھٹکا دیتی ہے یہ کوئی مضر چیز نہیں ہے نہ اسکے علاج کی کوئی ضرورت ہے۔ بیخودی کا ادراک کہ یہ کتنی دیر تک رہے یا اسمیں کیا لذت ہوتی ہے یہ بغیر اس جنبش برقی کے معلوم نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا اس کو ہونے دیجئے اور کچھ متفکر نہ ہوجئے۔ آپ میں جو حجاب دور کرنے کی قابلیت نہیں اور اس کو آپ میری توجہ پر محمول کرتے ہیں تو اسکے متعلق تو میں برابر آپ کو تقریباً ہر خط میں لکھتا رہتا ہوں کہ میں دعائے دلی و توجہ قلبی سے حتی الامکان غافل نہیں رہتا ہوں۔ آپ جو کچھ کرتے ہیں اسپر برابر عامل رہیں اور مجھ کو دعائے دلی سے غافل نہ جانیں میں جو کچھ آپ سے کہہ چکا ہوں اسکو یاد بھی رکھتا ہوں ایسا نہیں ہو کہ بھول جاؤں اور دعائے دلی سے غافل رہوں فقط والسلام

(۱۵۷) مراقبہ وغیرہ پر استقامت ضروری ہے مشغولی احاطہ ذات کا تعلق یاد داشت سے ہے۔

بسامی خدمت ہمہ عنایت محب الفقراء مقبول حق مکرمی منشی عبدالحکیم صاحب زاد لطفہ۔ از احقر حبیب حیدر سپس سلام مسنون نیاز مشحون ودعاہائے حصول مقاصد ومطالب دارین التماس اینکہ معمولات کا سلسلہ چلا جانا معلوم ہو کر بہت دل خوش ہوا۔ کشود کار بھی ہوا جاتا ہے اور بحالت مراقبہ غنیمت بھی میسر ہوگی۔ آپ برابر مراقبہ کرتے رہیں جب آپکی نیت صادق ہے تو خداوند عالم ضرور اس کا ثمرہ پورا عطا فرمائے گا۔ ان امور پر استقامت ومداومت بھی اصل چیز ہے۔ جو لوگ کہ کچھ دنوں عامل رہ کر ترک کر دیتے ہیں وہ البتہ محروم رہ جاتے ہیں اور ایسے لوگ وہی ہوتے ہیں کہ جنمیں وساوس اور اوہام کا زیادہ زور رہتا ہے۔ خداوند عالم آپ کو آیندہ بھی اسی طرح پابند اور اپنی یاد میں شاداں شاد رکھے۔ ذات حق کا ہر طرف محیط سمجھنا اور اسمیں مراقب ہونا یہ متعلق

یادداشت ہے۔ اس کا کوئی دوسرا طریقہ نہیں۔ مفاوضات میں جو طریقہ لکھا ہے اور اس کو آپ نے اپنا معمول کر لیا بہت مناسب ہے۔ یہ میرا خاندانی طریقہ ہے اور بہت مفید اور زود اثر بھی ہے حسب طلب میں آپکو اس کی اجازت دیتا ہوں کہ آپ ضرور اس پر عامل ہوں مؤثر حقیقی اثر خاص عطا فرمائے گا جسمانی قوت کے انحطاط کا تو زمانہ ہے ہی۔ باقی آپ اس کو کریں اس سے کوئی زیادہ محنت یا مشقت آپکو نہیں پڑے گی۔ میں آپ کا دعاگو ہوں دعائے دلی و توجہ قلبی سے غافل نہیں رہتا ہوں اور نہ رہوں گا خاطر عاطر قرین طمانیت رہے۔ فقط والسلام

(۱۵۸) مشغولی فنافی الذات۔ خوابوں میں زیادہ گرفتار نہ ہونا چاہیئے۔ خواب کے اثرات۔

بسامی خدمت ہمہ لطف و عنایت محب الفقراء مقبول حق مکرمی منشی عبدالحکیم صاحب ادلطفہٗ۔ از احقر حبیب حیدر

پس سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہائے حصول مقاصد و مطالب دارین واضح باد۔ مشغولی سے میری مراد وہی مشغولی فنافی الذات یعنی اپنی نفی اور حق کا اثبات ہے اسمیں جو ربودگی پیدا ہوتی ہے اس کا بدل خواب سے ہوتا ہے اسکے متعلق یہ جواب ہے کہ وہ خواب کی حالت بری نہیں ہے بلکہ اسی حالت میں تھوڑے عرصہ کے بعد مکاشفات ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ آپ اسی مشغولی کو کرنا شروع کر دیجیئے اور اس حالت خواب کو خواب نہ سمجھیئے بلکہ اس کو بھی ربودگی خیال کیجیئے۔ یہ کیفیت خواب ابتداءً پڑھنے کی حالت یا ذکر میں معلوم ہوتی ہے اسکے بعد جب اس ربودگی میں زیادتی ہوتی ہے تو وہ حالت ذکر اور پڑھنے کی حالت کے علاوہ بھی معلوم ہوتی ہے۔ لہٰذا آپ مشغولی کو شروع کر دیجیئے امید ہے کہ اس سے حسب دلخواہ فائدہ مترتب ہوگا۔ اب یہ خیال کہ کسی خاندان کا سلوک طے کیا جائے چنانچہ اسکے بعد آپ نے خواب دیکھا اور اسمیں نقشبندی طریقہ کے بزرگ کو دیکھا اور انھوں نے کہا کہ میں بیعت بھی لیتا ہوں یہ کوئی نہ معاملہ ہے نہ اسکے نتیجہ میں غور کرنے کی ضرورت۔ ایسے خواب اکثر ذکر کرنے یا مشغولی کی حالت میں دکھ پڑتے ہیں۔ آپ کو چونکہ پہلے سے یہ خیال تھا کہ کسی خاندان کا سلوک طے کیا جائے لہٰذا اسی کے

مطابق یہ خواب نظر پڑا۔ ایسے خوابوں کی طرف زیادہ غور کرنے کی ضرورت نہیں ہے مشغولی مذکورہ بالا آپ شروع کیجئے
اس سے آپکو حسب دلخواہ فائدہ ہوگا اور خداوند عالم اپنے ثمرات حسنی سے آپکو بہرہ یاب فرمائے گا۔ بے تکلفانہ آپ سے
یہ التماس ہے کہ

کارکن کار بگذر از گفتار	کاندریں راہ کار دارد کار

یہ خواب بیشتر ایسے ہوتے ہیں کہ جیسے انسان کسی کام میں محنت کرتا ہوا اور اس سے ماندگی آجاتی ہو اور اس ماندگی
کے دفع کرنے کیلئے تھوڑی دیر سکون لینے کی غرض سے ٹھہر جائے اور ایسے میں اسکے جسم میں ہوائے سرد کا جھونکا
لگے تو اس سرد ہوا کے جھونکے سے اسکو ایک قسم کی تازگی سی آجاتی ہے اور وہ پھر محنت کرنے کے لیے مستعد ہوجاتا ہے
ویسے ہی جب انسان حق کی طلب میں سچا ہوتا ہے تو بزرگان دین کی عنایات مختلف کیفیات میں اسپر طاری
ہوتے ہیں۔ کبھی خواب کی حالت میں اور کبھی بیداری کی حالت میں اور اس سے اسکو ایک تعلق پیدا ہوتا ہے
کہ یہ کیا تھا اور میں نے کیا دیکھا۔ حالانکہ اوسکو اپنے کام سے کام رکھنا چاہیئے اور جو لوازم عبودیت ہیں انکی ادائی میں
مستعد اور سرگرم رہنا چاہیئے کہ یہی اصل کار ہے۔ فقط والسلام

(۱۵۹) ذکر اور مشغولی میں جھٹکے آنا۔ سلوک کی غرض منشی وہاج الدین صاحب کے تصانیف اور
حضرت عارف باللہؒ اور حضرت غوث ملتؒ کے ہندی کلام کا تذکرہ۔

بسامی خدمت ہمہ لطف وعنایت محب الفقرا مقبول حق مکرمی منشی عبدالحکیم صاحب ادلطفہ۔ از احقر
حبیب حیدر پس سلام مسنون نیاز مشحون ودعائے حصول مقاصد دارین واضح باد صحیفہ عنایت و مکرمت رقم
صادر ہو کر باعث فرحت ومسرت یاد آوری وفقیر نوازی ہوا حالات مرقومہ سے آگہی ہوئی جو واقعات کہ
آپ نے لکھے وہ سب پڑھ لیے۔ اذکار سے ذاکر کے جسم میں جب لطافت پیدا ہوجاتی ہے تو اسکی وجہ سے اکثر

جھٹکے کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ علامت کثافت کی کمی اور لطافت کی زیادتی کی ہے۔ یہ سوال آپ کا کہ پھر خواہش کس کی کیجائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سوائے حق کے کسی کی خواہش نہ کی جائے اور یہ خیال رکھا جائے کہ ؎

فاعل جنبش است و تسکین است	وحدہ لاشریک لہٗ اینست

انسان میں دو قوتیں رکھی گئی ہیں ملکی و حیوانی اور سلوک اسواسطے رکھا گیا ہے کہ حیوانی ملکی ہو جائے۔ اسی واسطے ذکر و شغل معین کیے گئے ہیں۔ وہبی جو بات ہوتی ہے وہ از خود آتی ہے لانے سے نہیں آتی۔ لہٰذا اسکی خواہش کرنا بھی فضول ہے۔ سالک کو حق سے حق ہی کی طلب سزاوار ہے نہ کہ ماسوا کی خواہش۔ ان سب امور کی وجہ سے سابقہ خط میں یہ لکھا تھا کہ اس کی خواہش نہ کی جائے۔ یہ کہ اسقدر واقعات پر آپ سے قناعت ہو نہیں سکتی تو یہ کب آپ سے گذارش کیا گیا کہ جو کچھ معلوم ہو آپ اسیقدر پر قناعت کریجیئے۔ بلکہ جو کچھ آپ کرتے ہیں اسکو کرتے رہیے اور مبدء فیاض سے فیض پانے کے امیدوار رہیئے۔ ذکر بطریق سلطان الاذکار کرتے ہیں کوئی حرج نہیں ہے۔ اب موسم سرما کا آغاز ہے انشاء اللہ تعالےٰ مفید ہوگا۔ رہی میری دعا و توجہ اسکے متعلق میں آپ سے کہہ بھی چکا ہوں کہ مجھے غفلت نہیں رہتی ہے اور نہ رہے گی آپ اطمینان رکھیئے۔ معظمی جناب منشی وہاج الدین صاحب کے تصانیف سے ایک رسالہ الکہف والرقیم کی شرح ہے اور ایک رسالہ کبریت احمر ہے۔ یہ دونوں آپکے پاس موجود ہی ہونگے انکے سوا اور کوئی کتاب چھپی نہیں۔ البتہ میرے حضرت والد ماجد قدس سرہ العزیز کے بہت سے تصانیف ہیں۔ وہ کچھ تو شاید آپکے پاس موجود بھی ہیں اور کچھ آپ نے یہاں کے قیام کے زمانہ میں دیکھے تھے مگر خرید نہیں کیئے۔ میرے خاندان میں ہندی کلام حضرت مرشد مرشدنا شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ فرماتے تھے۔ چنانچہ ٹھمریاں آپکی چھپ گئی ہیں مگر اب سب نسخے ختم ہو گئے ہیں۔ باقی نہیں ہیں۔ انکے بعد حضرت غوث ملت شاہ تراب علی

قلندرؒ قدس سرہ فرماتے تھے وہ سب دیوان اردو کے ساتھ طبع ہوگئے ہیں اور لکھنؤ چوک میں مختلف تاجروں کے یہاں فروخت ہوتے ہیں۔ یہاں موجود نہیں ہیں ورنہ بھیجدیئے جاتے۔ موسم سرما کے واسطے اوپر لکھ چکا ہوں کہ ذکر بطور سلطان الاذکار شروع کردیجئے یہی کافی ہے۔ اسکے علاوہ جو مشغولی آپ کرتے ہیں وہ بدستور جاری رکھیئے اور یہ امر تو مسلمہ ہے کہ ذکر و فکر میں ایک سی حالت کسی پر مترتب نہیں ہوتی اور مکشوفات علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں۔ اس امر میں کسی تصریح کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط والسلام

(۱۶۰) انقباضی حالت سے بھی گھبرانا نہ چاہیئے۔

بسامی خدمت ہمہ لطف و عنایت محب الفقرا مقبول حق مکرمی منشی عبدالحکیم صاحب ادلطفہٗ۔ از احقر حبیب حیدر رسیس سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہائے حصول مقاصد دارین واضح باد۔ اب یہ کہ آپکی حالت انقباضی دفع کیوں نہیں ہوتی اور اس ناکامی نے آپکو بہت پریشان کیا ہے۔ اسکے دفعیہ کی دعا سے میں غافل نہیں رہتا ہوں جیسا کہ آپ کو لکھ بھی چکا ہوں۔ مگر پھر یہ کہتا ہوں کہ آپ اس سے گھبرائیں نہیں کیونکہ یہ حالت آپکو مفید ہی ہوگی گو اسوقت وہ مفید نہیں معلوم ہوتی ہے۔ مگر اس سے بد دل نہ ہو جیئے خداوند عالم اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے کہ عسی ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم وعسی ان تحبوا شیئا وھو شر لکم یعنی بہت سی ایسی چیزیں ہیں کہ جنکو انسان ناپسند کرتا ہے اور وہ اسکے واسطے مفید ہوتی ہیں اور بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ جنکو وہ پسند کرتا ہے وہ اسکے لئے بری ہوتی ہیں۔ لہٰذا آپکو اپنے وظائف عبودیت پر استقامت رکھ کر فضل و کرم کا متوقع رہنا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ کسی کا عمل ضائع نہیں کرتا۔ باقی میں آپکے لیئے دعائے دلی سے غافل نہیں رہتا ہوں آپ اطمینان رکھیں اور اپنے اوراد و اشغال سے غافل نہ رہیں کہ ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین فقط والسلام

(۱۶۱) حسب حال انعام و تفہیم۔ اسم ذات قائم ہونے کی بشارت۔ پیرو مرشد مرید کیلئے جو مناسب سمجھتا ہے وہی کرتا ہے۔

بسامی خدمت ہمہ لطف و عنایت محب الفقراء مقبول حق مکرمی منشی عبدالحکیم صاحب زاد لطفہٗ - از احقر
حبیب حید ربعد سلام مسنون نیاز مشحون و دعا ہائے حصول مقاصد دلی مدعا اینکہ کسی امر کی طرف باوجود معلوم
ہونے حالت کے مدافعانہ کارروائی میں متوجہ نہ ہونا یہ بیشتر تو اسوجہ سے ہوتا ہے کہ اسکے نقصان کے علاوہ اسی
امر کے فائدہ بخش ہونے پر نظر ہوتی ہے - کیونکہ دنیا کے جتنے کام ہیں وہ کوئی ایسے نہیں ہوتے کہ جنمیں نقصان
کے علاوہ فائدہ نہ ہوتا ہو - لہٰذا دفع کرنے والا جہاں اسکے نقصان کے پہلو کو دیکھتا ہے اسی کے ساتھ نفع بخش
پہلو کو بھی دیکھ لیتا ہے اور یہ خیال کر لیتا ہے کہ موجودہ حالت اگرچہ مضرت رساں ہے لیکن اسی کے بعد والی
حالت بغیر نقصان اٹھائے اس شخص کو نہیں مل سکتی - اسوجہ سے مدافعانہ کوشش نہیں کرتا اور بعض اوقات
وہ راضی برضاء الٰہی ہوتا ہے لہٰذا وہ یہ مدافعانہ کوشش اپنے عبدیت کے خلاف سمجھ کر خاموش ہو جاتا ہے
اسم ذات آپکے قلب پر قائم ہو جائیگا اور یہ مشغولی جو آپ کرتے ہیں اسی سے قائم ہوگا آپ مایوس نہ ہوجیئے
یہ کہ یہ طریقہ خاندان عالیہ نقشبندیہ کا ہے اور اور خاندانوں میں دوسرے طریقہ ہیں - یہ خیال آپ کا صحیح
ہے لیکن جو شخص جس خاندان کا منتسب ہوتا ہے اسپر اسکے استعداد کے لحاظ سے فیضان ہوتا ہے - آپ کے
حضرت پیرو مرشدؒ نے جو امر آپکے واسطے مناسب سمجھا وہی کیا - اب یہ کہ وہ غائب ہو گیا وہ کسی خاص وجہ
سے ہوا - اس سے یہ مطلب نہ نکالیئے کہ وہ قائم ہی نہ ہوگا - ایسا ہرگز نہیں ہے - ویسا ہی قائم ہوگا جیسا کہ
ہو چکا ہے - آپ کا کام یہ ہے کہ شغولی کرتے رہیں اور خداوند عالم کے فضل و کرم پر بھروسہ رکھیں اور یہ خیال
رکھیں کہ خداوند عالم کسی کا عمل ضایع نہیں کرتا اور اسی کے موافق اس کی جزا دیتا ہے - آپ اپنے کو اسی
طریقہ میں سمجھیں کہ جو آپکے حضرت پیرو مرشدؒ کا تھا - باپ ایک ہوتا ہے اور چچا متعدد - والسلام خیر ختام

(۱۶۴) توحید و تفرقہ کے اثرات - مراقبہ ھوالظاھر ھوالباطن - انا ازحقیقی کا علم

بسامی خدمت ہمہ لطف وعنایت محب الفقرا مقبول حق مکرمی منشی عبدالحکیم صاحب ادلطفہ۔ از احقر حبیب حیدر

سپس سلام مسنون نیاز مشحون ودعا ہائے حصول مقاصد دارین خلاصہ مضمون اینکہ جو مشغولی کہ آپ اسوقت کررہے ہیں اسمیں آپکو معیت حق اس نوعیت سے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی جو آگے چل کر اُس سے اطمینان حاصل کرنے کی ضرورت پڑے۔ یہ تو جب آپ ھوالظاھر ھوالباطن کی مشغولی کرنا شروع کریں تب البتہ معیت حق دریافت کرنے کی ضرورت ہے۔ اس مشغولی میں کہ جس پر آپ اسوقت عامل ہیں اسمیں ضرورت نہیں ہے۔ یہ کہ اگر خدا عینی ہے تو پھر طلب کس کی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ طلب اپنی حقیقت کی کہ جسکو انسان اس عالم ناسوت یعنی دنیا میں آکر بھول گیا ہے اور اس سے غافل ہو بیٹھا ہے۔ یہ کہ اگر تفرقہ کو قائم کرکے کچھ کیجئے تو توحید کے خیال سے دست برداری لازمی ہے یہ سخت مشکل پیش ہے۔ یہ خطرہ جب پیدا ہو تو اسکو نفی کیجئے اور یاد حق میں مشغول ہوجایا کیجئے یہ خطرہ ہی شیطانی ہے۔ تفرقہ نام ہے خیال دوئی کا اور توحید نام ہے حق کے ساتھ یکتائی کا۔ مشغولی جو کیجاتی ہے وہ اسی لیئے کہ ہستی موہومہ کا خیال رفع ہوکر ہستی حق کا خیال قائم ہو۔ تو تفرقہ تو خود ہی موجود ہے اسکے قائم کرنے کی ضرورت ہی نہیں نہ اسمیں خیال توحید سے دست برداری کی ضرورت ہے۔ یہ سوال تو آپ کا ایسا ہے کہ جسکے جوابات نیز اسکے متعلق ہدایات کتاب گلشن راز وغیرہ میں مل سکتے ہیں۔ میری مفصل تحریر کرنے کی ضرورت نہیں۔ مراقبہ ھوالظاھر ھوالباطن کے کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ خلوت میں دو زانو بیٹھ کر جس طرح کہ نماز میں بیٹھتے ہیں لفظ اللہ کو ناف سے کھینچ کر دماغ تک لاکر سر کو بلند کرکے ھُو کو اوپر چھوڑ دے اور خیال کرے کہ ھوالظاھر ھوالباطن یعنی جو اندر ہے وہی باہر ہے اور اسکو تین سو بار سے شروع کرکے پندرہ سو بار تک پہونچائے تاکہ سانس بالکل ذاکر ہوجائے اور اسی ذکر میں استغراق حاصل ہوجائے۔ آنکھ بند کرنے پر جو اندھیرا معلوم ہوتا ہے وہ صفت ذات تصور کیجائے اور اندھیرے کے دفعیہ کی

تدبیر کچھ نہ کی جائے بلکہ اس مشغولی کی مشق جہانتک بڑھتی جائیگی اسی قدر اندھیرا کم ہوتا جائیگا۔ اپنے آپ کو وقت مراقبہ کے طالب سمجھے۔ بحالت محویت اور ربودگی انانیت باقی رہتی ہے اور علم بھی رہتا ہے اور اسی انانے متعلق ایک عرصہ کے بعد انا رحقیقی ہونے کا علم ہو جاتا ہے۔ اسکی تدبیر یہی مشغولی کرنا ہے۔ اب یہ کہ کسی دوسرے خاندان یا سلسلہ میں کوئی اور تدبیر یا عمل کیا جاتا ہو۔ اس کا مجھے علم نہیں۔ چونکہ انسانی استعدادیں یکساں نہیں ہیں اسوجہ سے اس مشغولی کا فائدہ کسی کو جلد معلوم ہونے لگتا ہے اور کسی کو دیر میں۔ بہرصورت بلا عمل کے چارہ نہیں ہے۔ فقط والسلام

(۱۶۳) رمضان شریف میں مشغولی کافی ہے اور ذکر نہ کیا جائے۔

بسامی خدمت ہمہ لطف و عنایت محب الفقراء مقبول حق مکرمی منشی عبدالحکیم صاحب ادلطفہٗ۔ از احقر حبیب حیدر بعد سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہائے حصول مقاصد دارین واضح باد۔ سابقہ خط میں میں نے کلمات عجز تو نہیں لکھے تھے بلکہ اپنی واقعی حالت لکھی تھی خیر اس طرف جو کوئی خاص حالت نہیں پیش آئی اس سے بددل نہ ہوجیئے۔ بلکہ اپنے مشاغل میں مصروف رہیئے اور خداوند عالم سے اسکے فضل وکرم کے منتظر رہیئے کہ ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین ارشاد ناطق ہے۔ حضرت خواجہ حافظؒ کا ارشاد ہے کہ ۔ع
حافظ دوام وصل میسر نمی شود۔ اس کا مصرعہ ثانی جو ہے اُس کا محاکمہ آپکے حق میں بہتر ہی ہوگا اور قول سے نہ ہوگا بلکہ حال سے ہوگا۔ مطمئن رہیئے اس طرف کی دیری کا جبر نقصان جلد ہو جائیگا۔ اب ماہ رمضان المبارک کے عشرہ اخیرہ میں بیشتر راتوں میں بیداری خصوصًا طاق راتوں میں رکھیئے۔ امید ہے کہ وہ بہت مفید ہوگی۔ ان راتوں میں کسی ذکر کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ مشغولی صرف رکھی جائے وہی کافی ہے۔ خداوند عالم فضل فرمائے گا اور آپ بہت محظوظ رہینگے اور بے تکلفانہ یہ بھی گذارش ہے کہ اس ماہ مبارک

میں جواب خطوط لکھنے کی نوبت نہیں آتی ہے لہذا آپ حتی الوسع خط نہ بھیجئے گا۔ باقی مجھے آپکے واسطے دعائے دلی سے غفلت نہیں رہے گی خاطر عاطر قرین طمانیت رہے۔ فقط والسلام

(۱۶۴) حبس دم کے ساتھ ذکر نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ حبس دم خود ہی ذکر ہے۔

بسامی خدمت ہمہ لطف وعنایت محب الفقر المقبول حق مکرمی منشی عبدالحکیم صاحب ادلطفہٗ۔ از احقر حبیب حیدر پس سلام مسنون نیاز مشحون ودعا ہائے حصول مقاصد دارین مدعا اینکہ حبس دم کے ساتھ ذکر نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ حبس دم خود ہی ذکر ہے۔ یہ امر تو یقینی ہے کہ اسی کی حرارت کی وجہ سے چھالے پڑ گئے خیر اب اسکی احتیاط رکھئے کہ حبس دم کے ساتھ ذکر نہ کیجیے بخصوصاً آجکل بہت شدید گرمی پڑ رہی ہے۔ آجکل تو صرف مشغولی کرتے رہیئے وہی کافی ہے۔ اسی سے ذکر کے فوائد بھی حاصل ہونگے۔ دعائے دلی و توجہ قلبی سے غفلت نہیں رہتی ہے خاطر عاطر قرین طمانیت رہے۔ فقط والسلام

(۱۶۵) ایک خواب کی تعبیر۔ خوابوں کی طرف زیادہ متوجہ نہ ہونا چاہیئے۔

بسامی خدمت ہمہ لطف وعنایت محب الفقر المقبول حق مکرمی منشی عبدالحکیم صاحب ادلطفہٗ۔ از احقر حبیب حیدر پس سلام مسنون نیاز مشحون ودعا ہائے حصول مقاصد دارین التماس اینکہ جو عجیب خواب آپنے دیکھا وہ بھی معلوم ہوا۔ اسکی تعبیر یہ ہے کہ آپ جو مشغولی کر رہے ہیں یہ سب اسکے فائدے ہیں کہ جو مختلف اوقات میں مختلف صور توں میں ظاہر ہوتے جائیں گے۔ خانہ کعبہ کا روبرو ہونا اس سے مراد قلب کی حقیقت کا انکشاف ہے اور خشوع وخضوع سے دعا مانگنا یہ اپنی عبدیت کا اظہار ہے کہ جو خانہ کعبہ کے مواجہہ کیلئے ضروری ہے۔ غرضکہ خواب اچھا ہے آپ مشغولی کرتے رہیں اور جو اسکے فوائد ہوں وہ حاصل کرتے رہیئے۔ اپنے کو زیادہ تر ان خوابوں کی طرف متوجہ نہ کیجیئے یہ تو خود بخود سمجھ میں آجایا کرینگے۔ باقی سب خیریت ہے والسلام خیر ختام فقط

(۱۶۶) ذکر و شغل وغیرہ یاد حق اور عرفان حق کیلئے ہیں۔

بسامی خدمت بہ لطف و عنایت محب الفقر مقبول حق کرمی منشی عبد الحکیم صاحب ادلطفہ۔ از احقر حبیب حیدر بعد سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہائے حصول مقاصد و مطالب دارین التماس اینکہ سابقہ نیاز نامہ میں جو کچھ لکھا تھا وہ اپنے حالات کا اظہار تھا۔ اب آپنے جو کچھ اپنے صحیفہ عنایت میں لکھا یہ آپکی عنایت بے غایت ہے۔ جو کچھ آپ نے خواب میں دیکھا یا اسکی تعبیر خیال میں آئی وہ درست اور صحیح معلوم ہوتی ہے۔ خداوند عالم قادر مطلق ہے جو کچھ جسکو چاہے ویسا بنادے۔ میں اپنی حالت اور اپنے اعمال خود خوب دیکھتا اور سمجھتا ہوں۔ آپ کو چونکہ میرے ساتھ حسن ظن خاص طور پر ہے لہٰذا جیسا خیال ہوتا ہے ویسا خواب دیکھا جاتا ہے بخیر میرا کام دعائے دل و توجہ قلبی سے غافل نہ رہنا ہے سو اس سے مجھے غفلت نہیں رہتی ہے۔ آپ اپنے کام سے غافل نہ رہا کریں۔ یہ خواب تو اکثر تسکین کے لیئے دیکھ پڑتے ہیں۔ اصل چیز حق کی یاد اور اس کا عرفان ہے۔ اسی کے لیئے ذکر و شغل و مراقبہ و تفکر یہ سب چیزیں حضرات مشائخ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے متعین کیئے ہیں۔ ان پر مستعدی سے عامل رہنا چاہیئے اب یہ کہ ان کا اثر جلد مرتب ہونا یا بدیر۔ یہ خداوند عالم کے فضل و کرم پر موقوف ہے وہ چاہے ایک روز میں ظاہر کر دے اور چاہے دس بیس روز۔ مہینہ دو مہینہ میں۔ طالب کو اپنی طلب سے ہٹنا نہیں چاہیئے اور نہ اسکے رحم و کرم سے مایوس ہونا چاہیئے۔ فقط والسلام خیر ختام

مکتوب بنام مولوی محمد اسمٰعیل صاحب

(۱۶۷) حضرت شاہ مدار کس کے مرید تھے اور انکے حالات کہاں مل سکتے ہیں۔ حضرت سید جمال مجرد اور حضرت بایزید بسطامی کا ذکر۔

بسامی خدمت ہمہ لطف وعنایت محب الفقرا مقبول حق مکرمی مولوی ابوالفضل محمد اسمٰعیل صاحب ضاد لطفہٗ
از احقر حبیب حیدر سلیس سلام مسنون نیاز مشحون ودعا ہائے حصول مقاصد دارین حالی خاطر عاطر باد۔ امور مستفسرہ
کا جواب جو کچھ خیال ناقص میں آیا ہے وہ لکھتا ہوں۔ حضرت خواجہ ابویزید بسطامیؒ کے متعلق اکثر علمائے مورخین
نے اپنی کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ انھوں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا بلکہ انکو حضرت
امام سے اویسی فیض تھا چنانچہ حضرت میر سید شریف شرح مواقف میں اور صاحب رشحات وغیرہم نے ایسا ہی
لکھا ہے اور صاحب تذکرۃ الاولیا یعنی حضرت شیخ فریدالدین عطارؒ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ نے ایکسو تیرہ
بزرگوں سے استفاضہ کیا اور انکی خدمت کی۔ ممکن ہے کہ آپ حضرت خواجہ حبیب عجمی سے اویسی فیضیاب
ہوئے ہوں۔ حضرت شاہ مدار قدس سرہ کے پیر طریقت کے متعلق مورخین کا بہت اختلاف ہے۔ اکثر لوگوں نے
حضرت خواجہ ابویزید بسطامیؒ کو لکھا ہے کیونکہ آپ ہی کا اسم گرامی طیفور تھا جیسا کہ کتب معتبرہ سے بھی معلوم
ہوتا ہے۔ تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ طیفور بن عیسےٰ بن آدم بن عیسےٰ بن علی البسطامیؒ۔ اور بعضوں نے
شیخ عبداللہ شامی کو اور بعضوں نے شیخ عبداللہ مکی اور بعضوں نے شیخ محمد طیفوری شامی کو پیر طریقت
لکھا ہے۔ یہ کہ حضرت ابویزید بسطامی کو جب کنیت سے پکاریں تو بسطامی کہیں اور جب اصلی نام یعنی
طیفور سے یاد کریں تو شامی کہیں حالانکہ شام اور بسطام میں بہت بڑا فرق ہے۔ اسکی وجہ کسی محقق مورخ نے تو
کوئی نہیں لکھی ہے اور نہ کہیں نظر فاتر سے گذری۔ البتہ ایسا خیال ہوتا ہے کہ غالباً آپکی سکونت پہلے ملک شام
کی ہوگی اوسکے بعد آپنے بسطام میں قیام فرمایا ہوگا اور اسی کی زائد شہرت ہوگئی ہوگی۔ اسوجہ سے جو لوگ
کہ آپ کو آپکے نام سے یاد کرتے ہونگے وہ اسکے ساتھ شامی لگا دیتے ہونگے اور جو کنیت سے یاد کرتے ہونگے
وہ بسطامی کہتے ہونگے اور ایسا اکثر بزرگان دین کے ساتھ واقع ہوا ہے۔ شجرۃ الکاملین وکشف النعمات کے

متعلق میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ کس پایہ کی کتابیں ہیں کیونکہ میری نظر قاصر سے نہیں گذریں۔ اس بارہ میں حضرت مسند الوقت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا ارشاد جو انھوں نے اپنی بعض تصانیف میں لکھا ہے بہت ٹھیک معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ مدار قدس سرہ اویسی المشرب تھے اور چونکہ آپ ابتدا رسن شعور سے حضرات اولیاء اللہ کی صحبت میں رہے اس لحاظ سے ممکن ہے کہ جن جن حضرات کی صحبت پائی ہو ان سے اجازت طرق لی ہو اور جن بزرگوں کے مزارات پر حاضر ہوئے ہوں اُن سے اویسی فیض ہوا ہو اور انکی روحانیت سے اجازت بھی لے لی ہو۔ چونکہ حضرت کے حالات میں متعدد کتابیں تحریر ہوئیں لہٰذا جن حضرات کو جو روایت ملی وہ انھوں نے درج کر دی۔ بہت زیادہ معتبر آپکے حالات میں رسالہ ایمان محمودی ہے جو حضرت شیخ محمود کنتوری کی ہے اور اسی سے بغیر حضرت شیخ عبد الرحمن چشتی دہنیٹی مصنف رسالہ مرآت مداری آخذ ہیں۔ مگر یہ رسالہ بہت مفصل نہیں ہے میرے خیال ناقص میں ایک کتاب اب جو حال میں لکھنو سے شایع ہوئی ہے اور جس کا نام زاد المتقین فی احوال سید بدیع الدین ہے اور اسکے مصنف مولوی امیر حسن صاحب لکھنوری ہیں یہ کتاب تین جلد ونمیں ہے اسکو آپ ملاحظہ کریں۔ ممکن ہے کہ اُس سے آپکے شبہات دفع ہو جائیں۔ رسالہ ایمان محمودی نادر الوجود ہے ملتا نہیں۔ حضرت شیخ جمال مجردؒ کے متعلق میرے یہاں کی تحقیق حضرات مرشدینؒ کی یہی ہے کہ آپکو اجازت وخلافت حضرت بایزید بسطامیؒ سے تھی۔ آپ نے جو روایت کتاب خزینۃ الاصفیا کی لکھی ہو اسکے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا کہ کہانتک پایہ ثبوت کو پہونچتی ہے۔ ممکن ہے کہ حضرت شیخ جمال کو ارادت حضرت سید ابراہیم مجرد سے ہوا ور اس سلسلہ خاص کی اجازت حضرت بایزید بسطامی سے ہو۔ حضرت شیخ جمال مجرد کے سنہ ولادت ووفات کا پتہ اسوقت تک نہیں معلوم اور نہ کسی معتبر کتاب میں نظر قاصر سے گذرا۔ معارج الولایت کا صرف نام البتہ دیکھا گیا۔ اگر آپکے پاس ہو یا کہیں چھپ گئی ہو

تو مطلع کیجئے۔ مجھ کو عرصہ سے دو تین کتابوں کی تلاش ہے منجملہ اسکے یہ بھی ہے۔ حضرت شیخ جمال مجرد کے متعلق کتاب مراد المریدین سے صرف اسقدر پتہ چلتا ہے کہ یہ سنہ چھ سو چار ہجری تک بقید حیات تھے۔ سنہ و تاریخ وفات نہیں معلوم۔ تاریخ فرشتہ میں جو کچھ حال ہے وہ ضمناً آگیا ہے۔ مستقل طور پر ان کا حال نہیں لکھا ہے۔ مثنوی شریف میں جو حال حضرت خواجہ بایزید بسطامی کا آگیا ہے اور اسمیں ایک نابینا بزرگ کا بھی ذکر ہے انکا اسم گرامی نیز سلسلہ کے متعلق مجھے کوئی علم نہیں۔ شروح و حواشی مثنوی شریف میں جہاں تک مجھے مطالعہ کا اتفاق ہوا ان بزرگ کا نام کہیں نظر نہیں پڑا ورنہ گذارش کیا جاتا۔ حضرت شیخ بدیع الدین شاہ مدار کے حالات میں جو آپ کا ارادہ کتاب اردو زبان میں تالیف کرنے کا ہے بہت مناسب ہے۔ اسکے متعلق جن بزرگوں کے حالات آپ نے دریافت کیئے اُن سے بالکل مجھے آگہی نہیں ہے اور نہ کوئی کتاب میرے پاس ایسی ہے کہ جسمیں ان بزرگوں کے حالات موجود ہوں۔ انکے متعلق بھی اگر آپ لکھنؤ میں مولوی امیر حسن صاحب سے دریافت کریں تو زیادہ مناسب ہوگا ممکن ہے کہ وہاں سے کچھ پتہ چل جائے۔ کتاب مرآۃ مداری میں بھی ان بزرگوں کے حالات نہیں ہیں۔ صرف حضرت ہی کے حالات یا اسی کے متعلقات ہیں۔ فقط والسلام خیر ختام

مکاتیب بنام منشی عبد المجید صاحب[1]

(۱۶۸) ذکر و شغل کی تعلیم اور رمضان شریف میں ذکر کی تخفیف۔

بخدمت ہمہ لطف و محبت محب الفقرا مقبول حق عزیزی منشی عبد المجید صاحب زاد لطفہ۔ از احقر حبیب حیدر سپس سلام مسنون و دعاہاے صلاح و فلاح دارین واضح باد۔ ذکر نفی اثبات کے

---

[1] منشی عبد المجید قصبہ کسمنڈی ضلع لکھنؤ کے رہنے والے تھے حضرت سلطان المحبوبین سے بیعت تھے انکا نام ...[illegible]

بڑھانے کا بھی زمانہ ہے ضرور بڑھانا چاہیئے اور جو کچھ بڑھایا جائے وہ بعد نماز فجر کے۔ کیونکہ اب ماہ رمضان شریف قریب آگیا اسمیں مغرب کا وقت افطار کا ہوتا ہے اسکے بعد تراویح پڑھنے کا۔ لہٰذا اسوقت نہ ذکر رکھا جائے نہ مشغولی پیٹ بھرے ہونے کی حالت میں ذکر ہو یا مشغولی نہیں کرنا چاہیئے۔ تو اس ماہ مبارک بھر جو کچھ ذکر کیا جائے وہ بعد نماز فجر کے کرنا بہتر ہے۔ ہاں بعد ختم ماہ مبارک پھر حسب معمول موجودہ یعنی بعد نماز فجر اور بعد نماز مغرب رکھا جائے۔ شدت جاڑے کا آ جانا تو ماہ شوال بھر رہے گا پھر دس دس مرتبہ صبح وشام دونوں وقت بڑھا دیا جائے۔ اسطرف ماہ رمضان بھر ذکر صرف صبح کو رکھا جائے اور ذکر مذکورہ پانچسو بار تک بڑھایا جائے اس طرح سے کہ نفی واثبات یعنی لا الٰہ الا اللہ دو سو بار ہو اور ذکر اثبات مجرد یعنی الا اللہ تین سو بار۔ یہ مجموعہ پانچسو بار ہوا پھر بعد ختم ماہ مبارک پانچسو بار صبح کو اور اسی قدر بعد نماز مغرب کے رکھا جائے اور بڑھانے کا طریقہ یہی ہے کہ روزانہ دس مرتبہ بڑھایا جائے۔ ماہ رمضان المبارک میں روزہ رکھنا اور بیس رکعت تراویح پڑھنا یہ ضروری سمجھا جائے اور جو وظائف کہ اسوقت ورد میں ہیں وہ سب بدستور رکھے جائیں۔ یہ کہ اسمیں کیا مشغولی کرنا چاہیئے تو وہ کوئی مخصوص نہیں ہے۔ ذکر بعد نماز صبح کرنا یہی بہت بہتر ہے۔ ممکن ہے کہ مشغولی کرنے کو بھی دل چاہے تو مشغولی پاس انفاس کافی ہے ورنہ اسکی بھی چنداں ضرورت نہیں۔ ذکر نفی واثبات بہت کافی ہے۔ رمضان شریف میں روزہ اور تراویح یہی بہت کافی ہے کسی اور تیسری چیز کی ضرورت نہیں۔ اب رہی میری دعا و توجہ اسکے لیئے یاد دہانی کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ ہے اور رہے گی انشاء اللہ تعالیٰ اطمینان رکھو اور جو کچھ کرتے ہو وہ کرتے رہو اس سے غفلت نہ کرو۔ فقط والسلام خیر ختام

(۱۶۹) ذکر نفی اثبات اور تسلیم

بخدمت ہمہ لطف و محبت محب الفقر امقبول حق عزیزی منشی عبدالمجید صاحب ادلطفہٗ۔ از احقر حبیب حمید۔ بعد سلام مسنون و دعاہائے صلاح و فلاح دارین واضح باد۔ ذکر نفی و اثبات جس طرح پر کہ جواہر المعارف میں لکھا ہے اسی طریقہ پر کیا جائے اور ہر سیکڑہ کے بعد ذکر نفی و اثبات میں محمد رسول اللہ کہنا شرط یعنی ضروری ہے۔ اب کلمہ طیبہ کے متعلق اختیار ہے کہ اسکے قبل پڑھ لیا جائے یا بعد ذکر کے انھیں سب وظائف سے انانیت بھی مٹیگی اور ذوق بھی پیدا ہوگا اور برزخ بھی قائم ہوگی اور نفس و شیطان بھی مغلوب ہونگے۔ صفائی قلب بھی انھیں سے ہوگی۔ خوب استقلال سے اپنے عامل اور خداوند عالم کے فضل و کرم کا متوقع رہنا چاہیئے۔ یہ وظائف دینی و دنیوی دونوں امور کے لیئے نافع ہیں۔ مجھ کو اپنے لیئے دعائے دلی و توجہ قلبی سے غافل نہ خیال کرنا چاہیئے۔ فقط والسلام

(۱۷۰) موجودہ وظائف پر عمل کی تاکید۔

بخدمت ہمہ لطف و محبت محب الفقر امقبول حق عزیزی منشی عبدالمجید صاحب ادلطفہٗ۔ از احقر حبیب حمید۔ بس سلام و دعاہائے حصول مقاصد و مطالب دارین واضح باد۔ وظائف و اوراد پر مداومت کا حال سنکر نہایت دل خوش ہوا۔ خداوند عالم اس سے زائد استقامت عطا فرمائے اور ان اوراد کے پورے تاثیرات سے مستفید فرمائے۔ نفس و شیطان ضرور انسان کے ساتھ لگے ہوئے ہیں مگر وہ بھی انھیں وظائف و اوراد کا رپر بالاستقلال جم جانے سے دبتے ہیں لہٰذا ان پر خوب مضبوطی سے قائم رہو اگر کسی وقت زیادہ قلب پر ان کا اثر معلوم ہو تو گیارہ یا اکیس بار لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ پڑھ لیا کرو اور نماز تہجد شروع کردو۔ اس سے انشاء اللہ تعالیٰ بہت فائدہ ہوگا۔ میں تمہارا دعاگو اور خیر طلب ہوں اس سے غافل نہیں رہتا ہوں تم اطمینان رکھو اور تغیر کچھ نہیں۔ موجودہ وظائف پر خوب مضبوطی سے قائم رہو یہ

موجودہ شکایتیں سب رفع ہو جائینگی۔ ماہ اکتوبر بھی اب قریب ہے انشاء اللہ تعالیٰ بروقت ملاقات اور جو کچھ مناسب ہوگا ویسا کہوں گا۔ فقط والسلام

مکتوب بنام حکیم کمال الدین صاحب احمد پوری

(۱۷۱) کوئی چیز نہ خیر محض ہے اور نہ شر محض۔ کسی حالت سے متاثر نہ ہونا چاہیئے بلکہ یادِ حق میں مشغول رہنا چاہیئے۔ اورادِ مشغولی کی تعلیم

بسامی خدمت ہمہ لطف و عنایت محب الفقراء مقبول حق محبی حکیم کمال الدین صاحب اد لطفہٗ

از احقر حبیب حیدر بعد سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہائے حصول مقاصد و مطالب دارین واضح باد۔ صحیفہ عنایت و محبت رقم ایک عرصہ کے بعد صادر ہوکر باعث فرح و انبساط یاد آوری و عنایت و محبت گستری ہوا۔ آپکے مطب کی حالت بھی سنی سخت قلق ہوا۔ مقروضیت کی کیفیت نیز اس میں زیادتی کی حالت بھی معلوم ہوئی۔ واقعی جب کوئی آمدنی نہیں ہوئی تو پھر بسر اوقات کی کیا صورت ہو سکتی تھی۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ آپکے گاؤں میں بوجہ کمی بارش فصل بالکل نیست و نابود ہوئی ہے اسکی بابت کیا کہا جا سکتا ہے۔ یوں تو آجتک کسی کاشتکار کی زبانی یہ کبھی نہیں سنا گیا کہ پیداوار اسکی مرضی کے موافق ہوئی یا غلہ کی کل قسمیں یکساں پیدا ہوئی ہوں۔ ہمیشہ یہی سنا جاتا رہا کہ فلاں رقم کچھ نہیں ہوئی۔ یا فلاں رقم ہوئی مگر کم ہوئی۔ یہ کہ چلئے جو کچھ تھوڑا بہت سہارا تھا وہ بھی تشریف لے گیا۔ اب کیا ہوگا۔ اللہ ہی خوب جانتا ہے پہلے جملہ کا جواب تو یہ ہے کہ انسان کو سہارا ہمیشہ خداوند عالم کے رحم و کرم پر رکھنا چاہیئے۔ فصل ہو

(۱) حکیم کمال الدین ابن حافظ جلال الدین ساکن احمد پور ضلع بارہ بنکی نے فارسی و عربی فرنگی محل لکھنؤ میں پڑھی اور مدرسہ تکمیل الطب لکھنؤ میں طب کی تعلیم لیکر سند حاصل کی۔ انکو حضرت سلطان المحبوبینؒ سے بیعت ہی اور آپ سے اوراد و وظائف اخذ کیے۔ قصبہ محمدی ضلع کھیم پور میں فی الحال مطب کرتے ہیں ۱۲

اور نہ ہو تو۔ خداوند عالم نے جب ہمکو پیدا کیا ہے تو ہمارے ساتھ ہمارا رزق بھی پیدا کیا ہے جو ہمکو ملتا رہتا ہے
اور ملتا رہے گا۔ یہ کہ اب کیا ہوگا اس کو اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ یہ بہت ٹھیک ہے اسکے خلاف کوئی کچھ نہیں
کہہ سکتا اور جو کوئی کچھ کہے وہ جھوٹا ہے۔ میں آپ کا دعا گو اور خیر طلب ہوں۔ دعا گوئی اور خیر طلبی سے غافل
نہیں رہتا ہوں۔ یہ کہ پھر ہوتا ہوا تا کچھ نہیں۔ یہ ایک حد تک ٹھیک ہے اور اس کا جواب یہ ہے کہ بہت سی
باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ جو انسان کو مرغوب ہوتی ہیں مگر اسکے واسطے ٹھیک نہیں ہوتیں اور بہت سی باتیں
اچھی و مفید نہیں معلوم ہوتی ہیں مگر وہ درحقیقت اچھی ہوتی ہیں لہذا یہ خیال نہ قائم کیجیے کہ جو کچھ نہیں ہوتا
یہ بُرا ہے بلکہ یہ خیال پیش نظر رکھیے کہ دنیا میں جتنی چیزیں ہیں وہ نہ خیر محض ہیں اور نہ شر محض۔ ہر ایک
چیز میں دونوں جہتیں لگی ہوئی ہیں اور بہ اوقات مختلف ہر ایک کا ظہور ہوتا ہے تو یہ موجودہ حالت جو ہے یہ
اگرچہ ناخوشگوار ہے مگر چونکہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی ہے لہذا اچھی ہے۔ اب اگرچہ اس وقت اچھی نہیں معلوم
ہوتی ہے مگر کچھ دنوں کے بعد اچھی معلوم ہوگی۔ لہذا مایوس نہیں ہونا چاہیئے مشغولی جو آپ کر رہے ہیں
اسمیں کوئی غلطی نہیں معلوم ہوتی نشست ٹھیک ہے۔ ممکن ہے کہ رگ کیماس کم دبتی ہو لہذا اس کو زائد دبانا
چاہیئے اور وہ جملہ "یا رب صورت تو کہ بر صورت مرشد من انت تا آخر" بجائے سات بار کے گیارہ بار پڑھا
کیجیے اور شغل پاس انفاس یعنی جو سانس اندر سے آتی ہے اس میں لفظ اللہ پیدا ہوا اور جو سانس باہر
جاتی ہے اس سے لفظ ھو۔ اس ترکیب میں البتہ غلطی ہے یہ یوں ہونا چاہیئے کہ باہر سے جو سانس اندر
جسم کے جائے اس میں لفظ اللہ خیال کی جائے اور جو جسم کے اندر سے باہر کو آئے اس میں لفظ ھو ہونا چاہیئے
اور پندرہ بیس منٹ سے اب زائد کر دینا چاہیئے۔ کم سے کم آدھ گھنٹہ یا پون گھنٹہ کرنا چاہیئے۔ اور دل لگنے پر
ایک گھنٹہ یا ڈیڑھ گھنٹہ ہو جائے تو اور زائد مفید ہے۔ نماز اشراق بدستور رہے مکاتیب میں (جو

مشغولی کے شمار کے متعلق لکھا ہے وہ ٹھیک ہی شمار کرنا چاہیئے اور زیر ناف سے لفظ اللہ شروع کر کے تا حدِ گلو آوے اور اسکی ضرب قلب پر ہو۔ یہ دوسری صورت ہے اور اس کا طریقہ دوسرا ہے اور یہ بغیر مواجہ کے ٹھیک ذہن نشین نہیں ہوسکتا۔ اس سبب سے فی الحال اس کو نہ کرنا چاہیئے اور جس طرح پر کہ اس وقت مشغولی ہو رہی ہے اُسی طرح کرتے رہنا چاہیئے۔ اب جو وظائف آپ پڑھتے ہیں اسکے متعلق یہ ہے کہ اگر پڑھنے سے آپ کی طبیعت گھبرا گئی ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے تو اسقدر ترمیم کر دیجئے کہ بعد نماز صبح بعد فرض سبحان اللہ تینتیس بار الحمد للہ تینتیس بار اللہ اکبر چونتیس بار۔ یہ رہے۔ آپ نے اپنے خط میں اللہ اکبر ایک بار لکھا ہے یہ غلطی ہے ممکن ہے کہ آپ سہواً ایک بار لکھ گئے ہوں۔ لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیئ قدیر۔ اور رب اشرح لي صدري ویسر لي امري تا آخر ان دونوں کو حذف کر دیجئے۔ استغفار اور سبحان اللہ وبحمدہ ان دونوں کو رکھیئے۔ نادِ علی مع اول و آخر درود شریف تین تین بار کے گیارہ بار یہ بھی رہے۔ سورۂ مزمل بجائے دو بار کے تین بار ہونا چاہیئے اور اگر اس سے طبیعت گھبرا گئی ہو تو اس کو بھی حذف کر دیجئے اور شجرۂ پیران سلسلہ مع فاتحہ اور مشغولی اور بعد مشغولی دو رکعت اشراق یہ سب باقی رکھا جائے اور بعد نماز اشراق اول و آخر درود شریف تین تین بار اور دو سو گیارہ بار یا بادیٔ اسکے بعد اول و آخر درود شریف تین تین بار اور سورۂ اذا جاء ایک سو ایک بار۔ ان دونوں میں پہلا ورد یعنی یا بادیٔ حذف کر دیا جائے۔ بعد ظہر کے استغفار تین بار قائم رکھا جائے اور تسبیح فاطمی رضی اللہ عنہا یعنی سبحان اللہ تینتیس بار اور الحمد للہ تینتیس بار اور اللہ اکبر چونتیس بار بھی رکھی جائے اور رب اشرح لي صدري اور لا الٰہ الا اللہ تا آخر یہ دونوں حذف کر دیئے جائیں اور سورۂ مزمل

دو بار بعد نماز عصر کے بھی اسی طرح رکھا جائے اور دعائے حزب البحر بھی قائم رکھی جائے۔ بعد نماز مغرب بھی اسی طرح ترمیم کیجائے اور سبحان اللہ وبحمدہ اور نادعلی اور سورۂ اذا جاء حسب معمول پڑھنا چاہیئے اور یا مغنی گیارہ سو بار معہ اول وآخر درود شریف تین تین بار کے بھی ضرور قائم رہنا چاہیئے بہت مفید وظیفہ ہے خصوصًا ادائے قرض اور حصول فتوحات کے لیئے۔ بعد عشا بھی مثل ظہر وعصر ترمیم کیجائے یعنی استغفار اور رب اشرح لی صدری حذف کیا جائے اور سبحان اللہ اور الحمد للہ اور اللہ اکبر تینتیس تینتیس اور چونتیس بار قائم رکھا جائے اور سورۂ مزمل حذف درود شریف کا صیغہ بہت مناسب ہے یہی قائم رکھا جائے کسی دوسرے صیغۂ درود شریف کی ضرورت نہیں ہے۔ بعد ہر نماز پنجگانہ کے آیۃ الکرسی ایک بار۔ لقد جاءکم رسول من انفسکم تا ختم رکوع ایک بار اور گیارہ بار اول وآخر درود شریف اور درمیان میں دس بار ایاک نعبد وایاک نستعین یہ سب قائم رکھا جائے۔ انکی ایک تو مقدار ہی کیا ہے کہ جسمیں زیادہ دیر لگتی ہو دوسرے یہ کہ یہ عمدہ ورد ہیں۔ ان کا ترک مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ اور کسی جدید ورد کی ضرورت نہیں۔ یہ مختصر مفید کافی ووافی ہیں۔ اور کیا لکھوں سوا اسکے کہ

تو بندگی چو گدایاں بشرط مزد مکن	کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند

فقط والسلام خیر ختام

مکاتیب[1] بنام مرزا سلیم بیگ صاحب

(۱۷۲) بزرگان دین کی عنایت برکت کا باعث ہے خیالات فاسدہ سے باز رہنا چاہیئے۔

[1] مرزا سلیم بیگ ابن مرزا احمد بیگ ساکن ریاست ندورہ کی عمر اسوقت ۴۰ سال ہے۔ فارسی اور عربی کی تعلیم مدرسہ الٰہیات کانپور میں پائی اور طب کی سند دہلی اور لاہور سے حاصل کی بعض اوراد ووظائف حضرت سلطان المحبوبین سے اخذ کیئے بیعت مجدد سے ہے۔ کانپور میں مطب کرتے ہیں ۱۲

بخدمت ہمہ عنایت محب الفقرا انیس الغربا مرزا سلیم بیگ صاحب زاد لطفہٗ۔ از احقر حبیب حیدر

سپس سلام مسنون نیاز مشحون و دعا ہائے حصول مقاصد دارین خلاصۂ مضمون اینکہ آپ نے جو کچھ اپنی سرگزشت لکھی وہ بھی سب معلوم ہوئی۔ حضرات بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی عنایات و نوازش کا آپ پر ہونا اور ہوتے رہنا دریافت کرکے بہت مسرت ہوئی۔ خداوند عالم آپ کو مبارک کرے۔ اور آپ کو اس سے فیضیاب فرماتا رہے اور موفق باموز خیر رکھے۔ ایسی صورت میں اس سے زائد بہتر اور مناسب کیا ہوسکتا ہے کہ ان حضرات نے جن امور کے متعلق ہدایت فرمائی ہو اسکے بہت مستعدی اور مضبوطی سے پابند رہیئے اور حتی الامکان ترک نہ کیجئے کہ اسی میں آیندہ ترقیات بھی ہوتی رہتی ہیں۔ یہ کہ اسمیں کیا راز ہے اسکے متعلق کیا لکھوں کیونکہ مجھے علم ہی نہیں رکھتا نہ سوا تن آسانی اور شکم پروری کے کوئی شغلہ ہے۔ آپ ان عطیات کو بہت غنیمت سمجھیں اور قلب کو خیالات فضول اور ریاکاری اور امور غیر شرعیہ سے محفوظ رکھیں۔ سوا اسکے اور کیا لکھوں۔ والسلام خیر ختام فقط

(۱۷۳) امور متذکرہ مکتوب سابقہ کی تاکید اور تنبیہ کے بارہ میں۔

بخدمت ہمہ لطف و عنایت محب الفقرا انیس الغربا مرزا سلیم بیگ صاحب زاد لطفہٗ۔ از احقر حبیب حیدر

سپس سلام مسنون نیاز مشحون و دعا ہائے حصول مقاصد دارین مدعا اینکہ اس صحیفہ عنایت میں بیشتر امور بذریعہ اشعار آپ نے لکھے ہیں۔ انکے متعلق سوا اسکے کیا لکھوں کہ خداوند عالم آپکے ذوق و شوق میں ترقی عطا فرمائے اور جو اسکے فوائد و ثمرات ہوں اُن سے بہرہ اندوز کرتا رہے۔ سابق کے خط میں جو میں نے یہ لکھا تھا کہ اپنے قلب کو خیالات فضول اور ریاکاری اور امور غیر مشروعہ سے محفوظ رکھیں اس سے ہرگز میرا مطلب یہ نہ تھا کہ آپ ملازمت ترک کردیں۔ میں نے جو فقرات متذکرہ بالا لکھا اُن سے میرا

منشا یہ تھا کہ آپ نے جو اپنی حالت لکھی اس سے مجھے یہ مستنبط ہوا کہ آپکے حال خیر مآل پر حضرات بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی عنایت ہے تو اسکی قدر کیجئے اور اپنے اوقات کو فضول اور امور غیر مشروعہ میں نہ صرف کیجئے۔ اب اگر آپ سے بوجہ ملازمت ان امور سے بہت کم احتراز ہو سکتا ہے تو مجبوری ہے روزانہ بعد نماز مغرب خواہ بعد نماز عشاء دو چار سو بار استغفار پڑھ لیا کیجئے تاکہ وہ ملازمت کی حالت میں ارتکاب کا بدل ہو جایا کرے۔ شکم پروری تو ہر فرد بشر کے ساتھ لگی ہوئی ہے وہ کیسے منفک ہو سکتی ہے۔ اسکی فکر بھی ضروری ہے اور اس کا بہتر طریقہ یہی ملازمت ہے۔ آپ اسکو قائم رکھیئے اور خداوند عالم سے اسکے رحم و کرم کے متوقع رہیئے۔ میرا کام دعا کرنا ہے اس سے مجھے غفلت نہیں رہے گی مسلط لغزشوں کا دور کرنا یہ خداوند عالم ہی کے اختیار میں ہے نہ کسی شخص کے۔ کیونکہ بشر ہر حالت میں بشر ہی رہتا ہے۔ آپ خداوند عالم کے رحم و کرم پر بھروسہ کریں اور استغفار کی مداومت رکھیں زیادہ کیا لکھوں۔ فقط

(۱۷۴) امور متذکرہ ہر دو مکتوب سابقہ کی تنبیہات کا اعادہ نماز میں آنکھوں کے بند ہو جانے میں مضائقہ نہیں۔

بخدمت جامع عنایت محب الفقراء مقبول حق محبی مرزا سلیم بیگ صاحب ادلطفہ۔ از احقر حبیب حیدر سپس سلام مسنون نیاز مشحون و دعا ہائے حصول مقاصد دارین واضح باد۔ بحالت نماز آنکھیں بند ہو جانا یہ اچھا ہے اس سے خشوع و خضوع کی حالت پیدا ہوتی ہے اور میرے خیال ناقص میں یہ کوئی ترک کر دینے والی بات نہیں ہے۔ یہ کہ کیا آپ میں کوئی راز ہے یا صرف ایک انداز ہے۔ تو راز تو کوئی میری سمجھ میں نہیں آتا۔ البتہ یہ بات خیال میں آتی ہے کہ یہ آپکی عادت ہو گئی ہے اور عادت ترک نہیں ہوتی اور یہ کوئی بری عادت نہیں معلوم ہوتی۔ کیا عجب کہ بعض بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم کی

آپ پر عنایت ہوئی ہے انکی توجہ کا اثر ہو کہ جس کے سبب سے نماز سے آپکو حظ حاصل ہوتا ہو۔ کیونکہ ہر معمولی آدمی کو تو یہ بات نہیں سنی گئی۔ دنیوی تعلقات سے اگر قلب متنفر ہے تو بہت اچھا ہی خداوند عالم اس امر میں اور ترقی عطا فرمائے۔ آپ اپنے کو منہیات شرعیہ سے محفوظ رکھنے کی کوشش رکھیئے اور احکام شرعیہ کی پابندی کیجئے سوا اسکے اور کوئی چارہ کار نہیں۔ چھٹی دفعہ کا جواب یہ ہے کہ وہ صورت جو آپ نے دیکھی غالباً اسکے دیکھنے سے کچھ میلانِ طبع آپ کا ادھر ہوا ہوگا کہ جسکی ممانعت آپکو بحالت خواب کی گئی کہ جس سے آپ گھبرا کر بیدار ہو گئے اور کلمۂ شہادت زبان پر تھا۔ نماز فجر کا بلاوا ہو رہا تھا۔ یہ سوال کہ یہ کیا ہے۔ یہ خواب تھا جسکے بعد بیداری ہوئی۔ اب یہ کہ میں آپکو صراط مستقیم پر لگا دوں۔ یہ آپ کا حسن ظن ہے۔ صراط مستقیم پر لگانا خداوند عالم کا کام ہے نہ مجھ ایسے آلودۂ معصیت و حرص و ہوا کا۔ اللہ تعالیٰ آپکے حسن ظن میں اس سے زیادہ اور ترقی عطا فرمائے۔ سوا اسکے اور کیا لکھوں۔ آپ کو حضرات بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی عنایات سے جو آپ پر ہوئی ہیں بہت حفاظت کرنا چاہیئے اور وہ حفاظت یہی ہے کہ جو احکام شرعیہ ہیں انکی پابندی میں بجان و دل مشغول رہنا چاہئیے اور جو منہیات شرعیہ ہیں اُن سے اپنے آپ کو بچاتے رہیئے۔ سلسلۂ ملازمت قائم رکھیئے اس کو ترک نہ کیجئے باقی اور کیا لکھوں۔ فقط والسلام خیر ختام

مکاتیب[1] بنام مولوی حافظ محمد یعقوب صاحب انیق جونپوری

(۱۵۷) حضرت شاہ مینا ولی قلندرؒ کے مزار پر حطیرہ بننے کا تذکرہ۔ حضرت شاہ بوعلی قلندرؒ کے ایک شعر کا مطلب۔

[1] مولوی حاجی حافظ محمد یعقوب صدیقی کی حضرت سلطان المحبوبؒ سے ملاقات کا واقعہ صفحہ ۱۹ پر درج ہو چکا۔ ان کا دیوان انکے بڑے بیٹے مولوی ولی الدین شفیق مدیر رسالہ طارق جونپور کے مقدمہ کے ساتھ طبع ہوا جسمیں وہ لکھتے ہیں کہ "مرحوم کو بیعت طریقت جناب مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی علیہ الرحمۃ سے تھی اور آخر عمر میں حضرت مولانا شاہ حبیب حیدر صاحب محدث سجادہ نشین تکیہ کاظمیہ کاکوری شریف سے بھی

بخدمت ہمہ لطف و عنایت محب الفقرا انیس الغربا مکرمی حافظ محمد یعقوب صاحب ادلطفہٗ۔ از بندہ حقیر

حبیب حیدر سپس سلام مسنون الاسلام و دعا ہائے حصول مقاصد دارین خلاصۂ مرام آنکہ حضرت مرشدنا مخدوم شاہ قطب الدین بینا دل قلندر قدس سرہ کے مزار شریف پر حظیرہ بننے کے متعلق حالات بھی دریافت ہوئے گونہ اطمینان ہوا سنگی ستون اگر نصب ہو جائینگے تو بہت ہی مضبوطی اور پائداری ہو جائے گی تاریخیں بھی مرزاپور سے خدا کرے عمدہ اور جلد بن کر آ جائیں۔ آپ وقت فرصت ماسٹر عبدالوحید خاں صاحب نیز شاہ فخر عالم صاحب کے رُدولی یا خود شاہ صاحب سے مل کر حالات دریافت کرتے رہیں اور مجھے مطلع کرتے رہیں تو بڑی عنایت ہوگی۔ درصورت آپکے عدم قیام جونپور کی مجبوری ہے۔ اخراجات کا تخمینہ زائد ہوا ہے میرے خیال ناقص میں چھ سات سو روپیہ سے زائد نہیں صرف ہوگا بشرطیکہ اچھی طور سے نگرانی کیجائے خیر بشعر حضرت شاہ بوعلی قلندر قدس سرہ الاطہر ؎

نشان از وے نگفتن غیرت آمد		مقام روح بر من حیرت آمد	

کا مطلب میرے خیال ناقص میں یہ آتا ہے کہ حضرت فرماتے ہیں کہ جب میں مقام روح پر پہونچا تو مجھ کو حیرت طاری ہوئی اور اس حیرت کے اظہار میں غیرت معلوم ہوئی حیرت اسوجہ سے ہوئی کہ اس مقام کی صفائی اور لطافت اور شفافی ایسی معلوم ہوئی کہ بیان میں نہیں آسکتی اور اگر بیان میں بھی آئے تو لوگوں کے سمجھ میں نہیں آسکتی۔ غیرت اسوجہ سے معلوم ہوئی کہ راز معشوقی کا اظہار ہوتا تھا اور یہ بنظر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) فیضان حاصل کیا۔ علوم عربیہ میں جونپور کے مشہور اساتذہ مولانا ہدایت اللہ خاں وغیرہ سے تلمذ تھا قابل اور ذی استعداد اور خوش اوقات شخص تھے۔ زیادہ حصہ عمر کا آپ کا متوسطاً ناگپور میں گزرا اور اسلام کی تبلیغ اور عقائد حنفیہ کی اشاعت اُن اطراف میں کرتے رہے نعت گوئی انکا طرۂ امتیاز تھا متعدد دیوان لکھے تھے پانچویں حج کے بعد انکا کلام نعت حضرت رسول کریم اور منقبت جناب امیر پر محدود ہو گیا تھا۔ بعمر ۷۶ سال پہلی ذیقعدہ ۱۳۴۷ھ کو اپنے وطن میں انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے ۱۲

مقام عاشقی پر فائز ہونے کے بہتر و مناسب نہ معلوم ہوا کیونکہ مقام عاشقی تو یہ ہے کہ جس کی توضیح حضرت شیخ سعدیؒ نے کی ہے ؎

عاشقاں کشتگان معشوق اند	بر نیاید ز کشتگان آواز

باقی خیریت ہے۔ والسلام خیر ختام فقط

(۱۷۶) ذکر کرنے کی تعداد اور وقت۔

بخدمت ہمہ محبت محب الفقرا مقبول حق مولوی حافظ محمد یعقوب صاحب اولطفہٗ۔ از فقیر حبیب حیدر

سپس سلام مسنون و دعا ہائے حصول مقاصد دلی واضح باد صحیفہ عنایت رقم نے پہونچکر مسرور یاد آوری کیا حالات مرقومہ سے مطلع ہوا۔ مزار شریف کے متعلق جو کچھ اس خط میں لکھا وہ بھی معلوم ہوا میرے نزدیک اسکی کوشش سے غافل نہ رہنا چاہیئے۔ ماسٹر صاحب ڈپٹی صاحب سے ضرور ملتے رہیں اور اسی طرح مجھکو بھی حالات سے وقتاً فوقتاً اطلاع ہوتی رہے تو اچھا ہے۔ ذکر کو سات سو کی تعداد تک بڑھانا چاہیئے اور ایک ہی جلسہ میں بڑھانا چاہیئے۔ اسکے لیئے فجر ہی کا وقت مناسب زیادہ ہے لہذا فجر ہی کا وقت رہے۔ اس زمانہ موسم گرما میں مغرب کا وقت بہت گرمی کا ہوتا ہے اس لحاظ سے فجر کے بعد کا وقت زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے اور اگر اُسوقت کسی وجہ سے نہ ہوسکتا ہو یا وہاں گرمی کم ہوتی ہو تو بعد مغرب کے بھی کوئی حرج نہیں ہے جو امر بسہولت ممکن ہو وہ کیجئے۔ والسلام فقط

نصیحے کہ درج است درُ رج معانی	رموز نوادر نکات غرائب
باقبال در دو عمش رست جامی	زمیل مرادات و نیل مطالب

حبیب لیس یعدلہ حبیب	وما لسواہ فی قلبی نصیب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت سلطان المحبوبین عظم اللہ ذکرہ کے مکتوبات دیکھکر احباب کا اصرار ہوا کہ خود آپ کے دست و قلم کی تحریر کا عکس بھی شامل کیا جاے تاکہ المکتوب نصف الملاقات کا حظ المضاعف ہو جاے ۔ چنانچہ آپکے آخر زمانہ کی ایک تحریر شامل کی جاتی ہے ؎

عکس ساقی دید جامی زان فتاد
چون صراحی پیش جام اندر سجود

فقیر علی حیدر ادامہ اللہ فی عشقہ
۱۷ ربیع الاول سنہ ۱۳۶۰ھ

عکس تحریر حضرت سیدنا مولانا شاہ حبیب حیدر قلندر قدس سرہ مرقومہ سنہ ۱۳۵۲ھ

مضمون متعلقہ صفحہ ۳۲۹ عے

سید شاہ علی اکبر حسینی قادری برہان پوری کا شجرۂ طریقت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سید ابو صالح نصر کے ایک خلیفہ اور سید مرتضے
حسینی قادری تھے کہ جن سے بھی اشاعت سلسلہ ہوئی اس طرح پر کہ سید مرتضے حسینی قادری کے خلیفہ میران سید شاہ ابراہیم حسینی
قادری ہوئے انکے خلیفہ میران شاہ سید احمد نور عالم حسینی قادری ہوئے انکے خلیفہ میران شاہ سید محمد ثانی حمزہ
حسینی قادری ہوئے انکے خلیفہ میران شاہ سید شجاع اعظم الدین حسینی قادری ہوئے انکے خلیفہ سید جمال الدین صدر کھودر
حسینی قادری ہوئے انکے خلیفہ میران شاہ سید اعظم الدین ثانی بدر عالم ہوئے انکے خلیفہ میران سید شاہ جمال الدین ثانی
جعفر حسینی قادری ہوئے انکے خلیفہ میران سید شاہ مصطفے احمد حسینی قادری ہوئے انکے خلیفہ میران سید شاہ
نظام الدین دیوان محمد حسینی قادری ہوئے انکے خلیفہ میران شاہ سید نصیر الدین عنایت علی رضا حسینی قادری ہوئے
انکے خلیفہ میران شاہ سید امجد علی رضا حسینی قادری ہوئے انکے خلیفہ سید شاہ علی اکبر حسینی قادری برہان پوری
ہوئے کہ جن سے اشاعت سلسلہ ہو رہی ہے دیگر حالات نہیں معلوم ہو سکے یہ شجرہ مطبوعہ ہے اور حضرت غوثیت
مآب رضی اللہ عنہ کا آبائی سلسلہ ہے تین امور ایسے نظر پڑے ہیں کہ جو اور شجرات میں نہیں نظر آئے ایک تو یہ کہ جناب
ولایت مآب رضی اللہ عنہ کے اسم گرامی کے بعد اور حضرت امام حسن مثنے رض کے واسطے سے پہلے حضرت امام حسین رضی اللہ
عنہ کا اسم شریف لکھا ہے حالانکہ دیگر شجرات کو دیکھتے ہوئے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا اسم شریف ہونا چاہیے
معلوم نہیں یہ غلطی کاتب سے ہے یا کیا کیونکہ کتب معتبرہ اور شجرات سے اس سلسلہ میں کہیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا
اسم شریف نہیں نظر پڑا دوسرے یہ کہ حضرت سید یحیی رضی اللہ عنہ کے اسم شریف کے بعد سید داؤد الدین کا نام سے لکھا ہے کتب
معتبرہ کے مطالعہ سے سید داؤد رح کا نام معلوم ہوتا ہے نہ کہ سید داؤد الدین کا یہ بھی غلطی کاتب ہے انکے نام کے بعد سید یحیی
زاہد کا اسم شریف ہے اسکے بعد سید عبداللہ عبدالکریم جیلی رح کا ان سید عبداللہ کے نام کے ساتھ عبدالکریم جیلی کا
لفظ اور کسی شجرہ یا کتابوں میں نہیں دیکھا گیا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی غلطی کاتب ہے تیسرے یہ کہ حضرت غوث الثقلین
رضی اللہ عنہ کے والد ماجد شیخ ابی صالح موسی جنگی دوست رح کے نام نامی کے ساتھ سید نور الدین کا لفظ لکھا ہے
یعنی آپکا نام نامی اس طرح لکھا ہے کہ حضرت سید نور الدین ابو صالح موسی جنگی دوست معلوم نہیں کہ یہ نور الدین
بطور لقب کے ہے یا نام کے آپکا اسم شریف کتب معتبرہ میں ابی صالح موسی جنگی دوست ہی نظر سے گذرا واللہ اعلم
بالصواب باقی اس سلسلہ شریفہ قادریہ آبائیہ کی تحقیق سابقاً تحریر کی جا چکی وہی زائد قابل وثوق و اعتبار ہے

کرامات وواردات

اے ذات ترا دو کون مرآت	در ذات تو جملہ محو بالذات
در ذات تو ظاہری و باطن	مصباح و زجاجۂ و مشکات
آگہ شود از رموز مستاں	ہر کس کہ فتد دریں خرابات
تو مہر جہاں فسر و زجانی	سرگشتہ دو عالمت چو ذرات
سلطان حقائق معانی	وز نور قدیم چتر و رایات
چوں گشت عیاں ز تو کرامت	کز بہر نشاں بود کرامات
ما مات تو ایم شمس تبریز	صد خدمت و صد سلام از مات

علامہ سعد الدین تفتازانی نے شرح عقائد نسفی میں لکھا ہے کہ کراماتُ الاولیاء حق فتظہر الکرامۃ علی طریق نقض العادۃ للولی یعنی اولیاء اللہ کے کرامات حق ہیں پس ولی سے کرامت خرق عادت کی طرح پر ظاہر ہوتی ہے۔ حضرت ابی و مرشدی مولانا حافظ شاہ علی انور قلندرؒ حوض الکوثر تکملہ روض الازہر (صفحہ ۶۵۵) میں تحریر فرماتے ہیں کہ

"امام مستغفری نے دلائل النبوۃ میں لکھا ہے کہ اولیاء اللہ کی کرامت کتاب اللہ او آثار صحیحہ سے ثابت ہے اور اہل سنت و الجماعت کا اس پر اتفاق ہے۔ اور کرامت سے مراد خرق عادت

یعنی باطل کرنا ایسی بات کو جو معمولاً ہوتی ہو خواہ صاحب کرامت کا تصرف اسمیں ہو یا نہ ہو جیسا کہ قرآن اور اخبار صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کتاب اللہ میں ہے کلما دخل علیہا زکریا المحراب وجد عندھا رزقا یعنی جب حضرت زکریاؑ محراب میں داخل ہوتے تو وہاں کھانے کی چیزیں پاتے۔ اس آیت کے شان نزول میں مفسرین لکھتے ہیں کہ حضرت مریمؑ کی صغر سنی میں جب وہ حضرت زکریاؑ کے پاس پرورش پاتی تھیں تو حضرت زکریا جب انکے پاس جاتے تو وہاں گرمیوں کے میوے جاڑوں کے ایام میں اور جاڑوں کے میوے گرمیوں میں موجود پاتے تھے۔ حضرت مریم کی یہ بین کرامت تھی کیونکہ وہ نبیہ نہیں تھیں اور یہ خرق عادت یا غیر معمولی بات اُن سے ظاہر ہوتی تھی اور کشف المحجوب میں شیخ علی ہجویری نے لکھا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے کلام مجید میں آصف بن برخیا کی کرامت سے آگاہی عطا فرمائی کہ انھوں نے کہا کہ انا اتیك بہ قبل ان یرتد الیك طرفك یعنی میں اس کو (تخت کو) لے آؤں گا قبل اسکے کہ تم پلک مارو۔ نوادر کی بات یہ ہے کہ حضرات صوفیہ کا دعوےٰ ہے کہ موجودات عالم ہر لحظہ معدوم اور موجود ہوتے رہتے ہیں یعنی اگر ایک شے ایک مقام سے غائب ہوئی تو وہی شے دوسرے مقام پر ضرور موجود ہوتی ہے کیونکہ معدوم محض محال ہے اور کل یوم ھو فی شان[1] میں اسی طرف اشارہ ہے۔"

پھر صفحہ ۲۶۹ میں تحریر فرماتے ہیں کہ

"قال بعض العارفین کرامۃ الولی موقوفۃ بفعل ولفایۃ مؤنۃ یقوم لہ الحق بما ھی ما خرق من العادات یعنی بعض عارفین کا قول ہے کہ ولی کی کرامت بروقت

---

[1] وہ ہر روز نئی شان میں ہے ۱۲

فعل ہوتی ہے اور رنج و محنت کے دفعیہ کیلئے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی ضرورت سے خلاف عادت امور ظاہر فرماتا ہے۔"

حقیقت کرامت کے بارہ میں جناب مولانا سید فضل علی ہمرگامی خلیفہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحمٰن قلندر ثانیؒ لاہر پوری اپنے مختصر رسالہ مراقبۃ الوجود میں تحریر فرماتے ہیں۔

"محمد بغایت ذات اقدس کے لیئے اور درود بے نہایت صفت اکمل یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کے لیئے شایاں ہے۔ مراقبہ حضرت وجود کے مشاہدہ کو کہتے ہیں جس کا نام انسان ہے یعنی جو صفت بصر میں بصیر اور صفت سمع میں سمیع اور صفت علم میں علیم ہے۔ اور اسی طرح ہر فرد اور ہر حس اور ہر حرکت میں اُس کا ایک علیحدہ نام ہے اور یکجائی کی صورت میں یہ صفات ایک دوسرے کے نام سے موسوم ہوتے ہیں۔ جیسے زید اور عمر۔ پس بندہ کا وجود نہیں ہے مگر معبود تنزیہاً بھی اور تشبیہاً بھی یعنی اللہ کے سوا کوئی موجود نہیں ہے۔ وہ اپنی اولیت میں اوّل اور اپنی آخریت میں آخر اور اپنے ظہور میں ظاہر اور اپنے بطون میں باطن اور اپنے احاطہ میں محیط اور اپنی حیرت میں متحیر اور اپنی حرکت میں متحرک ہے۔ حضرت غوث الاعظمؒ سے ارشاد ہے کہ جسم الانسان ونفسہ وقلبہ وروحہ وسمعہ وبصرہ ویدہ ورجلہ کل ذلک اظہرت لہ من نفسی لاھو الا انا ولا انا غیرہ۔ یعنی انسان کا جسم اور نفس اور دل اور روح اور سماعت اور بصارت اور ہاتھ اور پیر یہ سب میں نے اپنی ذات سے اسکے لیئے ظاہر کیا ہے۔ وہ میرے سوا نہیں ہے اور نہ میں اسکے سوا ہوں۔ حضرت الوجود کل صفات کمال کا جامع ہے۔ کبھی بصفت جمال ظاہر ہوتا ہے اور کبھی بصفت جلال۔ نا سمجھی سے غیریت پیدا ہوتی ہے ورنہ

غیر کا وجود ہی نہیں۔ جو کچھ ہے اللہ ہے۔ ذاتاً و صفاتاً یعنی از روئے ذات ہر صفت سے پاک ہے یعنی باوجود اپنے کل صفات کے منزہ ہے۔ از روئے صفات ہر موجود میں ظاہر ہے یعنی تمام موجودات اُس ذات کے صفات ہیں۔ جب صفت جمال ظہور فرماتا ہے تو رحیم و کریم و صالح و حلیم کہلاتا ہے اور جب بصفت جلال نمایاں ہوتا ہے تو قہار و جبار و گنہگار و ستمگار مشہور ہوتا ہے اور اس جامعیت میں سب ہی مراتب ہیں۔ اعجاز بھی۔ کرامت بھی۔ مرتبۂ نبوت میں صاحب معجزہ ہو جاتا ہے اور مرتبۂ ولایت میں صاحب کرامت۔ یہ سب مراتب اور وہ سب صفات حضرت وجود ہی کے ہیں۔ یہی مشاہدۂ اللہ کے ثبوت کی دلیل ہے۔ اور یہی دید فنا غیر کی حجت یعنی یہ حضرت وجود معہ اپنی کل صفات و مراتب کے اللہ ہے جسکے سوا کچھ نہیں ہے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو موجود حق ہے اور معدوم باطل یعنی الموجود موجود والمعدوم معدوم حضرت وجود اپنے کل افعال یعنی کھانے اور پینے اور بیٹھنے اور اٹھنے اور بولنے اور چپ رہنے اور مفلسی اور امیری اور توجہ اور عدم توجہ اور خوشی اور غم میں مختار ہے جس فعل کی اسے خواہش ہوتی ہے وہ کرتا ہے۔ نہ کوئی اُسے روکنے والا ہے نہ حکم دینے والا۔ وہ خود ہی مانع ہے اور خود ہی حاکم۔ چنانچہ حضرت غوث پاک سے فرماتا ہے کہ

مایاکل[1] الانسان وما یشرب وما ینام وما یقعد وما ینطق وما یصمت وما یفعل وما یتوجہ بشئ وما یغاب عن شئ الا انا ساکن و متحرک فیہ یعنی ہر حالت میں

---

[1] انسان نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے نہ کھڑا ہوتا ہے نہ بیٹھتا ہے نہ بولتا ہے نہ چپ رہتا ہے نہ کچھ کرتا ہے نہ کسی چیز کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور نہ کسی چیز سے غائب ہوتا ہے مگر میں ہی اُس سے سکون و حرکت دیتا ہوں ۱۲

میں اُسے سکون اور حرکت دیتا ہوں۔ یہ صفت نافہمی ہے جو غیریت اور اشتراک کی صورت میں
اپنی مجبوری و ناچاری بیان کرتی ہے کہ ہم ایسے ہیں۔ اگر خدا چاہے تو ہم ویسے ہو جائیں۔ تم ہو کون اور
تمہارا وجود ہے کہاں۔ مختار اپنی صفت عبدیت میں بھی مختار ہے اور صفت معبودیت میں بھی مختار
اور اپنے اختیار میں مختار اور اپنی بے اختیاری میں ناچار۔ حضرت الوجود کی نظر اجتماع و افراد ایک
شکل ہے جو صانع کی صنعت ہے اس صورت میں دیدۂ خیال و دیدۂ چشم بجز صورت صانع اور کچھ تصور نہ کریگے
اسی لحاظ سے شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں ؎

برگ درختاں سبز در نظر ہوشیار	ہر ورقے دفتریست معرفتِ کردگار

کل محسوسات کی صنعت مولیٰ کا ظہور ہے صبر کہ خوشی کا نتیجہ ہے بسبب مختاری کے ہے یعنی جب
قہر و غضب کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے تو اسی قہر و غضب سے خود صبر فرماتا ہے اور جب صبر ہو جاتا ہے
تو آرام پاتا ہے اور جب آرام پاتا ہے تو خوشی حاصل ہوتی ہے۔ جس آنکھ کو اُسنے اپنی بینائی عطا کی ہرگز
وہ بینائی اس آنکھ سے کسی عارضہ سے زائل نہیں ہو سکتی اور جس وجود میں اُس نے ظہور فرمایا ہرگز وہ
ظہور اس وجود سے دفع نہیں ہو سکتا۔ کیا خوب بینائی ہے کہ آپ ہی آپ بینا ہے اور کیا خوب ظہور
ہے کہ آپ ہی آپ ظاہر ہے کسی چیز پر موقوف نہیں۔ نفسانیت۔ انانیت۔ خودی۔ وپندار سبب
حضرت وجود کے صفات ہیں۔ چونکہ صفت علمی کے سبب حضرت وجود سے جدا ہو جاتے ہیں لہذا
غافل و گمراہ کہے جاتے ہیں۔ حضرت وجود الآن کما کان ہے چونکہ اپنے آپ میں غائب ہو جاتا ہے
لہذا ذات و صفات و تنزیہہ و تشبیہہ سے بالاتر ہو کر اور لاعلمی کو بھی بھلا کر بے بیان اور بے اشارہ
نقطۂ صفر کی طرح (جسے ہندی میں شُن کہتے ہیں) ہو جاتا ہے۔ وہاں نہ بات ہے نہ خاموشی۔ نہ

عذاب ہے نہ ثواب۔ نہ راحت ہے نہ رنج۔ نہ روشنی ہے نہ اندھیرا۔ نہ اسم ہے نہ رسم سوا اللہ کے۔ اللہ اللہ حضرت وجود چونکہ مظہر کل کائنات تھا لہٰذا خلیفہ کے نام سے موسوم ہوا اور اس کی شان میں انی جاعل فی الارض خلیفۃ[1] وارد ہوا اور خاتم بھی اسی سبب سے کہلایا کہ تمام موجودات کا ظہور حضرت وجود کے سوا نہیں ہے اور اس کی تعریف میں آیۃ اکملت لکم[2] دینکم و اتممت علیکم نعمتی نازل ہوئی ؎

اندر چشم ہمہ توئی بینائی	اندر دہنم ہمہ توئی گویائی
در ہر قدمم تو راہ می پیمائی	پس جملہ توئی دگر چہ می فرمائی

ہادی برحق کے صدقہ میں اور رہبر مطلق کے ارشاد کی برکت سے اس قدر شہود اور نمود اور ظہور میں آیا ہے مگر اس راہ کا میدان بعید ہے جس کا طے کرنا حضرت رحمٰن کی مدد و رہبری کے بغیر ممکن نہیں۔ خداوند مجھے بطفیل حضرت اشرف المخلوقات والموجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منزل مقصود پر پہونچا دے۔ فقط"

درحقیقت کرامت حق تعالیٰ کا ہی فعل ہے جس کو وہ اپنے کسی خاص بندہ کے ذریعہ سے ظاہر کرتا ہے جس طرح معجزہ کا ظہور کسی نبی سے ہوتا ہے کہ وہ عام مخلوق سے اپنے اوصاف اور مراتب کی بدولت ایسا بلند اور بالا ہوتا ہے کہ حق تعالے اس کو اپنا مخاطب صریح بناتا ہے اور وحی سے سرفرازی بخشتا ہے اسی طرح بندگان خدا میں سے جس کو نبی کی اتباع و متابعت میں علم حق حاصل ہوجاتا ہے اور اسکا

---

[1] میں زمین پر اپنا ایک خلیفہ کرنے والا ہوں ۱۲

[2] میں نے تمھارے لیے تمھارے دین کو پورا کر دیا اور نعمت تم پر تمام کر دی ۱۲

دل نور معرفت سے روشن ہوجاتا ہے اور وہ عالم سے بے تعلق ہوکر مقام وحدت میں متمکن ہوجاتا ہے پس بندہ سے کرامت کا ظہور ہوتا ہے۔ ایسا بندہ ولی کہا جاتا ہے۔ لیکن کرامت کا اظہار نہ وہ بالارادہ کرتا ہے نہ اس فعل کو پسند کرتا ہے۔ بلکہ بسبب کمال قرب و آگاہی جو حقیقت الحقائق کے ساتھ اسکو ہوجاتی ہے حق تعالےٰ اس بندہ کے ارادہ کو بغیر اس کی ذاتی توجہ کے سرانجام فرماتا ہے۔ اسی لحاظ سے بعض عارف تام المعرفت اظہار کرامت سے حتی الوسع پرہیز کرتے ہیں چنانچہ حضرت مغربی فرماتے ہیں ؎

با ما سخن از کشف و کرامات مگوئید	چوں ما ز سر کشف و کرامات گذشتیم

حضرت سلطان المحبوبین بھی اظہار کرامت کو ناپسند فرماتے تھے جیسا آپ کے بعض ارشادات سے واضح ہوچکا ہے تاہم اگر بنظر تعمق دیکھا جائے تو آپ کا ہر فعل کرامت کا درجہ رکھتا تھا۔ لہٰذا آپ کے کرامات کا بیان کرنا یا ان کا انحصار کرنا آسان کام نہیں ہے۔ بقول شخصے کہ ؎

رخ نگار مرا ہر زمان دگر رنگ است	بہ زیر ہر خم زلفش ہزار نیرنگ است

کرامات ہی میں واردات کا شمار بھی ہے۔ اصطلاح تصوف میں واردات سے وہ معانی غیبیہ مراد ہیں جو سالک کے دل پر بغیر کسب کے وارد ہوں۔ واردات ہی سے محسوس ہوسکتا ہے کہ مرتبہ یومنون بالغیب کیسے حاصل ہوتا ہے اور سالک مومن حقیقی کے مرتبہ پر کس طرح پہونچتا اور صحابہ و تابعین کے اثرات سے کیسے مستفید اور محظوظ رہتا ہے۔ ایسا فیض محبت حقیقی کا پرتو ہوتا ہے جو بذریعہ مرشد کامل مریدین و مسترشدین کے قلوب تیرہ کو منور اور متجلی کرتا ہے۔

حضرت سلطان المحبوبین کا فیض محض کرامات تک محدود نہ تھا بلکہ بے شمار واقعات اور واردات ظہور میں آیا کیونکہ جن سے آپ کے مسترشدین [illegible]

اب بھی مستفیض ہو رہے ہیں۔ چند واقعات بطور تمثیل درج کتاب کئے جاتے ہیں ؎

جانِ ازاں لبہا حکایت می کند — طوطی از شکر روایت می کند
ہر کہ می گوید حدیث سلسبیل — زاں لب نوشیں کنایت می کند
دور از آں لب جاں بکے نالاں نہ است — بشنو از نے چوں حکایت می کند
زاں لب ہمچوں شکر ماندہ جدا — از جدائیہا شکایت می کند
از رقیباں می کند پہلو تہی — جانب ما را رعایت می کند
چشم شوخش می کند تیغ جفا — لعل جانبخشش حمایت می کند
قتل جامی را چہ حاجت زخم تیغ — غمزۂ او را کفایت می کند

سید نظیر حسین صاحب[1] کا بیان

(۱) جب میری کل جائداد تلف ہو چکی تھی اور میں بہت پریشان تھا تو میں ایک روز منشی معراج الدین کاکوروی اور نواب عبد الکریم خاں تعلقدار شاہ آباد کے ساتھ حضرت شاہ حبیب حیدر قلندرؒ کے پاس جب آپ بالاخانہ پر تشریف فرما تھے حاضر ہوا اور عرض حال

---

[1] سید نظیر حسین ابن سید محمد حسین برادر خالہ زاد حضرت جد امجد رئیس قصبہ دیوہ ضلع بارہ بنکی حضرت ملا عبد السلام دیوی کے اولاد سے ہیں۔ حضرت والد ماجد سے بیعت ہے۔ نقوش و تعویذات میں اور ادویہ مجربہ سے خاص دلچسپی رکھتے ہیں۔ پیران عظام کے مزارات پر ارادت مندی سے حاضر ہوتے ہیں خصوصاً حضرت مخدوم سید نجم الدین غوث الدہر قلندرؒ کے مزار مقدسہ پر مقام نعلچہ متصل کوہ مانڈو ریاست دھار چند سال سے حاضر ہو کر یوم وصال کو ان کا فاتحہ کرتے ہیں۔ زندہ دلی اور وضعداری اور پاس داری قرابت اور رحمدلی ان کے خاص اوصاف ہیں۔

کرتے ہوئے کہا کہ بچہ کب تک بلا دودھ کے رہ سکتا ہے۔ آپ اُٹھ کھڑے ہوئے اور مجھے علیحدہ لیجا کر فرمایا کہ سید ہو کر اتنی بے صبری۔ اسوقت سے مجھے اتنی تسکین خاطر ہو گئی کہ پھر کبھی دولت اور روپیہ کی طرف مجھے نہ خیال آیا نہ فکر ہوئی۔

(۲) میر محمد علی وارثی دہلوی نے دیوہ میں مجمع عام میں بیان کیا کہ میں اُس سال عرس میں کاکوری میں موجود تھا جس سال مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواروی بھی تشریف لائے تھے محفل سماع میں لوگ حضرت شاہ حبیب حیدر صاحب کے سامنے نذریں پیش کرتے تھے جو وہ قوال کو دیتے تھے۔ مجھے کئی مرتبہ خطرہ آیا کہ یہ ترک ادب ہے کہ مولانا شاہ سلیمان صاحب عمر میں بزرگ تر ہیں اور سلسلہ قلندریہ ہی کے یہ بھی ہیں انکے سامنے نذریں پیش ہونا چاہیئے جب محفل برخاست ہوئی تو حضرت شاہ حبیب حیدر صاحب نے شامیانہ سے باہر نکلتے ہوئے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور راستہ چلتے ہوئے فرمایا کہ میر صاحب محفل سماع میں تمام اہل محفل صاحبِ محفل کے تحت میں ہوتے ہیں۔ اس طرح مجھے اپنے خطرہ کا جواب مل گیا۔

مولوی حکیم حافظ عبدالحلیم صاحب[1] نوری کاظمی کا بیان

(۳) حضرت مولانا شاہ حبیب حیدر قلندر کی حیات کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ ایک روز رات کو میں پلنگ پر لیٹا دیر تک کروٹیں لیتا رہا۔ نیند نہیں آئی۔ مجبور ہو کر میں نے ایک مشغولی شروع کر دی اور غافل ہو گیا۔ یہ نہیں بتا سکتا ہوں کہ نیند تھی یا استغراق تھا بہر حال غافل تھا۔ اسی حالت میں ایک بزرگ منور صورت مجھ کو نظر آئے۔ غور کرنے سے معلوم ہوا کہ مولانا شاہ حبیب حیدر

---

[1] ان کا تذکرہ حواشی حصہ اول میں آیا ہے ۱۲

قلندر رہیں۔ ارادہ ہوا کہ ان سے کچھ پوچھوں کہ دفعتًا وہ شیر ہو گئے یعنی ان کا جسم مانند شیر کے ہو گیا میں خوف زدہ ہوا اور بھاگنا چاہا مگر وہ میرے قریب آ گئے اور مجھ کو ڈھکیل دیا میں زمین پر گر پڑا تب مجھ سے کہا کہ ہم شیر خدا[1] ہیں۔ میں نے کہا کہ آپ نے مجھ کو کیوں گرا دیا۔ تو میرے کان میں آواز آئی کہ "تمکو تنبیہ کرنے کے لیے"۔ اسکے بعد میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ لقب تو حضرت علی مرتضیٰ کا تھا۔ اسکے بعد وہ صورت غائب ہو گئی۔ میں غور کرتا رہا کہ آخر ایسا آپ نے کیوں کہا غیب سے مجھے علم ہوا کہ چونکہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ مقام ولایت میں اعلیٰ تھے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی مقام اعلیٰ عطا فرمایا۔ اسکے بعد آنکھ کھل گئی تو نہایت افسوس تھا کہ کیوں بیدار ہو گیا۔

(۴) آپکے صاحب تصرف ہونیکے ثبوت میں ایک واقعہ لکھتا ہوں جو مجھ پر گزرا ہے ۱۹۱۱ء میں درد قولنج میں مبتلا ہوا کسی دوا سے نفع نہیں ہوتا تھا۔ جو دوا پیتا تھا وہ بذریعہ قے گر جاتی تھی۔ حکیم مسعود[2] احمد مرحوم و حکیم عبد[3] الرحیم خاں مرحوم و حکیم وسیم[4] الدین سب موجود تھے۔ مگر کسی کے سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ میں مولوی وسیم[5] الدین صاحب مرحوم کے مکان پر تھا میری والدہ مرحومہ اور

---

[1] بزرگان دین خواب یا بیداری میں کبھی کبھی اس طرح پر اپنی علوئے مرتبت سے اُن لوگوں کو آگاہ فرما دیتے ہیں جو اُن سے انتساب رکھنا چاہتے ہوں۔ تاکہ اُن کو بوجہ غلط فہمی کے حفظ مراتب میں کمی کرنے کا موقع نہ رہے۔ کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ جس شے کو یا جس انسان کو حق تعالٰی نے جس کام اور منصب کا بنایا ہے اگر ہم اس کا حفظ مراتب کرتے ہوئے اس سے برتاؤ نہ کرینگے تو اسکے فیض سے بہرہ ور نہ ہو سکیں گے ۱۲

[2] و [3] انکے حالات آخر کتاب میں ملیں گے ۱۲

[4] کاکوری کے باشندہ اور اب اناؤ میں مطب کرتے ہیں ۱۲

[5] ان کا حال آخر کتاب میں ہے حکیم عبد الحلیم انکے داماد ہیں ۱۲

میری سب بہنیں بھی وہاں موجود تھیں میری شدت تکلیف سے گھر بھر پریشان تھا اور سب روتے تھے۔ میں خود اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا تھا۔ میں نے برادر عزیز عبدالکریم سلمہ سے کہا کہ تم حضرت صاحب کیلئے کہار بھیجدو۔ جب آپ تشریف لائے میں نے سب لوگوں کو ہٹا دیا۔ میں اور حضرت صاحب تنہا رہ گئے میں نے کہا کہ آپ میرے لیئے دعا فرمائیے کہ اللہ تعالےٰ مجھ کو موت دے کیونکہ اب میں تکلیف کو زائد نہیں برداشت کرسکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ ابھی آپ کا انتقال نہیں ہوگا۔ اسکے بعد آپ نے موضع درد پر ہاتھ رکھ کر آہستہ آہستہ مس فرمایا۔ آپکے مس کرنے سے درد میں خفیف سکون ہوا۔ اسکے بعد آپنے فرمایا کہ حکیم جی آپ نے گورکھپور میں ایک چورن بنایا تھا۔ میں نے کہا کہ جی ہاں۔ (حالانکہ میں نے کبھی آپ سے اس چورن کا تذکرہ بھی نہیں کیا تھا یہ محض آپ کا علم کشفی تھا) مگر حضور روالا وہ چورن بہت ہی تیز اور ترش ہے اور مجھ کو آجکل کھانسی بہت زائد آرہی ہے۔ کھانسی میں وہ چورن یقیناً نقصان کرے گا۔ آپنے فرمایا کہ نہیں نقصان کرے گا۔ میں نے یقین کامل رکھکر اس چورن کو کھایا۔ آپکے تصرف سے اس کی ترشی سے کوئی نقصان نہیں ہوا اور چورن کھانے سے درد جاتا رہا اور کھانسی بدستور رہی اسکا بھی کوئی علاج نہیں ہوا وہ بھی آپکے تصرف سے جاتی رہی۔

(۵) ایک مرتبہ مولوی رضی علی صاحب رام پور جانے کیلئے حضرت صاحبؒ کی خدمت میں رخصت ہونے کے لیئے آئے حضرت صاحب نے فرمایا کہ اس وقت نہ جائیے۔ انھوں نے کہا کہ میں ڈاک گاڑی سے جاؤں گا۔ صبح کو کچہری کو جانا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں رات کو جائیے۔ چنانچہ رات کو گیارہ بجے کی گاڑی سے کاکوری سے روانہ ہوئے۔ بریلی پہنچنے کے بعد معلوم ہوا کہ درمیان رام پور اور بریلی کے ڈاک گاڑی اور مال گاڑی میں تصادم ہو گیا اور بہت سے لوگوں کے چوٹیں

آتی ہیں اور رامپور کا راستہ بسبب مال گاڑی کے ٹوٹ جانیکے بند ہے چونکہ حضرت صاحب کو اس واقعہ کے بابتہ مکاشفہ ہوچکا تھا اس لیئے مولوی صاحب موصوف کو انھوں نے ڈاک گاڑی سے جانے سے منع فرمایا تھا۔

اولیا را ہست قدرت از الٰہ	تیر جستہ باز آرندش ز راہ

میری اہلیہ کا بیان

(۴) شب پنجشنبہ پندرہ رمضان المبارک ۱۳۵۹ھ کو میں بعد نماز عشا باوضو سو رہی تھی سوتے میں یکبارگی روشنی ہوگئی اور کچھ نہ تھا۔ میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے دیکھ رہی تھی وہاں اور کوئی نہ تھا حتی کہ میں بھی نہ تھی۔ بڑی دیر ہوگئی۔ اسکے بعد یکبارگی بندوق سے ملتی ہوئی آواز یا جیسے کوئی بڑا پھاٹک بڑی زور سے دے مارے یا اس سے بھی عجیب تر ایک آواز تھی جسنے مجھ کو چونکا دیا اور میں نے اسی طرح جیسے اسوقت ہر چیز دیکھ رہی ہوں دیکھا کہ دو کواڑ ایک دم کھل گئے جن کا رنگ بھورا سیاہ یعنی کلیجی سے ملتا جلتا تھا اور ایک طاق نمودار ہوا طاق کی قطع بالکل ایسی تھی۔

طاق
کواڑ
کواڑ
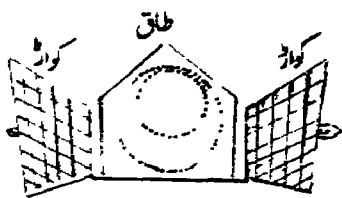
کواڑ کھلتے ہی ایسی روشنی ہوئی کہ میں نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ شاید ہزاروں روشنیوں سے بھی زائد سفید اور عمدہ تھی۔ کیا بیان کیا جائے کہ کس قدر صاف و شفاف روشنی تھی۔ میں سخت حیرت اور مسرت میں تھی۔ نہ دن معلوم ہوتا تھا اور نہ رات۔ خدا ہی جانے کہ وہ کیا تھا۔ میں بہت خوش تھی۔ اس طاق کو دیکھے جاتی تھی۔ کسی طرف نہ تو نگاہ ہٹتی نہ پلک جھپکتی۔ نہ معلوم کتنا وقت اس حالت میں گذر گیا۔ پھر خود بخود اس طاق کے اندر ایک چاند پیدا ہوا جس کی روشنی بالکل پہلی روشنی سے مشابہ تھی البتہ

روشنی میں زیادتی ہوگئی اور ایسی ٹھنڈی روشنی تھی کہ جس کا لکھنا اور کہنا سب ناممکن ہے۔ ایسا بڑا چاند تھا کہ سورج سے کچھ بڑا تھا۔ چاند دیکھتے ہی مجھ کو فکر ہوئی کہ یہ کیا ہے میرے خیال میں آیا کہ یہ طاق کیا میرا دل ہے پھر مجھ کو ہوش نہ تھا اور خود بخود زبان سے یہ آیات قرآنی نکل رہی تھیں۔

اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوۃ فیہا مصباح المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانہا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتہا یضیء ولو لم تمسسہ نار نور علی نور یہدی اللہ لنورہ من یشاء ویضرب اللہ الامثال للناس واللہ بکل شیء علیم ہ اور پھر میں نے اپنے کو ڈھونڈھا تو واقعی وہ میرا ہی دل تھا جسمیں بغیر کسی زنجیر وہ قبہ یا چاند تھا اور اس چاند کے اندر حضرت صاحب دو زانو بیٹھے تھے میں چہرہ منور کو تک رہی تھی بعد تھوڑی دیر کے وہ چہرہ (انکے چہرہ کی طرح) چوڑا ہو گیا جسم بھی بدل گیا۔ پھر صبح ہو گئی یا سحری کا وقت ہو گیا تھا کہ میری امیّ نے مجھ کو جگا دیا۔

کئی دن مجھ کو ایسا سرور رہا کہ کسی سے ٹھیک سے بات نہ کی گئی اور نہ کوئی بات یاد رہتی جب کوئی پوچھتا کہتی کہ میرے سر میں درد رہتا ہے۔ فقط

منشی عبد الصمد صاحب ساکن قلندر پور ضلع اعظم گڈہ کا بیان

(۷) مجھ کو اپنی لڑکی کے عقد کی سخت فکر تھی۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ حضرت مولانا شاہ

ک یعنی اہلیہ مولوی رضی علی علوی جو اولاد جناب شیخ حکیم باسط صاحب رح فرزند اصغر حضرت عارف باللہ ہیں ۱۲

ک منشی عبد الصمد ابن منشی مولا بخش کا وطن اصلی بایزید پور ضلع غازی پور ہے رشتہ قرابت کی وجہ سے قلندر پور شریف ضلع اعظم گڈہ میں سکونت رکھتے ہیں۔ پولیس سب انسپکٹری سے پنشن پائی۔ حضرت سلطان المحبوبین سے بیعت ہے اور اوراد و وظائف بھی سیکھے۔ بہت خوش عقیدہ اور نیک طبیعت شخص ہیں ۱۲

حبیب حیدر صاحب قلندر معہ جناب منشی وہاج الدین صاحب ڈپٹی کلکٹر اور مولوی عمران احمد صاحب تشریف لائے ہیں۔ حضرت صاحب نے ڈپٹی صاحب سے کچھ فرمایا انھوں نے جواب دیا کہ جلد عقد ہوجاوے۔ اسکے دوسرے ہی دن بلا استدعائے خود برادرم شاہ محمد یسین صاحب نے اپنے بیٹے کا پیام دیا اور جلد شادی سے فراغت ہوگئی۔

(۸) بحالت ملازمت صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر نے مجھ سے خفا ہوکر میری برخاستگی کیلئے ڈپٹی کمشنر صاحب کو رپورٹ کردی تھی۔ میں نے حضرت صاحب سے عرض کیا۔ آپ نے جواب دیا کہ اطمینان رکھیے کوئی نقصان نہیں پہونچےگا۔ چنانچہ ڈپٹی کمشنر صاحب نے اس رپورٹ پر کوئی اثر نہیں لیا اور بجائے برخاستگی کا حکم دینے کے مجھ کو معطلی سے بھی بحال کردیا۔ اسکے بعد پھر سپرنٹنڈنٹ صاحب نے میری پنشن کے موقع پر کام کی خرابی کی شکایت کرکے بہت تھوڑی سی پنشن کی رپورٹ بھیجی مگر اس مرتبہ بھی میرا نقصان نہ ہوا۔ لفٹنٹ گورنر صاحب نے جنکے یہاں کاغذات پیش ہوئے مجھ کو پوری پنشن عنایت فرمائی اور آجتک حضرت صاحب کی بدولت وہی پنشن پا رہا ہوں۔

منشی محمد قاسم صاحب[1] الہ آبادی کا بیان

(۹) ایک مرتبہ دیگڑہ شریف کی حاضری پر مجھ کو اپنے بہنوئی جناب سید محمد تقی صاحب سے معلوم ہوا کہ ایک روز ایک ہندو عورت جو غائبانہ ظاہر نہ تھی بابو شاہ مجاور درگاہ سے روضۂ حضرت سیدنا شاہ باسط علی قلندر رح کی کنجی لے کر اندر گئی اور باہر نکل کر چلی گئی۔ اسکے جانے کے بعد مزار کی چادر

[1] منشی محمد قاسم ابن مولوی محمد عبدالحمید الہ آبادی ۱۸۹۹ء میں پیدا ہوے۔ فارسی کی تعلیم اپنے گھر پر پائی اور انگریزی میں بی اے ایل ایل بی ہوے۔ برادر مکرم جناب مولانا شاہ تقی حیدر قلندر سے بیعت ہیں تکیہ شریف کی حاضری میں بہت مستعد ہیں۔ محکمہ رجسٹری و اسٹامپ میں بعہدۂ انسپکٹر مامور ہیں ۱۲

خود بخود چل گئی۔ دوسرے روز بابو شاہ کو معلوم ہوا تو وہ اس عورت کے شوہر کے پاس گئے جس نے
کہا کہ میرا ایک بیل ہے اس کو بیچکر چادر دوسری منگا کر چڑھا دو۔ اسی روز بوقت عصر ایک بزرگ ایک
اودی اکہری شال لے کر آئے اور بابو شاہ سے کنجی مانگ کر اندر روضہ مبارک کے گئے اور چادر چڑھائی۔
پھر باہر نکلے اور اس احاطہ میں جہاں حضرت شاہ مسعود علی قلندر کا مزار ہے بغرض فاتحہ خوانی داخل
ہوئے۔ بابو شاہ نے کچھ دیر انتظار کیا۔ اسکے بعد احاطہ کے اندر انکی تلاش میں گئے مگر وہ بزرگ پھر نہ ملے۔
ان بزرگ نے اپنے کو کاکوری کا بتایا تھا اور بابو شاہ نے اسوقت تک حضرت شاہ حبیب حیدر قلندرؒ
کو نہیں دیکھا تھا۔ جب وہ کاکوری گئے اور وہاں سے رگڈہ واپس آئے تو انھوں نے بیان کیا کہ ان
بزرگ کی صورت جو چادر لے کر آئے تھے حضرت شاہ حبیب حیدر قلندر سے بہت ملتی جلتی تھی۔

اس واقعہ کے متعلق جناب سید محمد تقی صاحب برادر بزرگ جناب سید محمد تقی صاحب موصوف
کا ایک خط بنام حضرت شاہ ولایت احمد صاحب قلندر سجادہ نشین خانقاہ لاہر پور شریف دستیاب
ہوا جو بجنسہ نقل کیا جاتا ہے۔ وھو ھٰذا

"جناب مولانا صاحب فیض بخش فیاض زماں جناب مولوی سید شاہ ولایت احمد
صاحب دام افضالہ۔ بعد تسلیم کے عرض یہ ہے کہ یہاں سب بخیریت ہیں اور خیریت مزاج عالی معہ
عزیزان و بزرگان شب و روز درگاہ الٰہی سے نیک متدعی ہوں۔ ضروری التماس قابل گذارش
یہ ہے کہ عرصہ یک ماہ کے قریب ہوتا ہے کہ ایک عورت ہنود کی مزار شریف پر رگڈہ شریف میں
حضرت سید شاہ باسط علی صاحب قلندر قدس سرہٗ کچھ منت کرنے کی غرض سے گئی اور اس نے
مزار شریف کو چھوا اور بعد منت کے باہر نکل آئی۔ اسی وقت دونوں مزار شریف کی چادریں

جل گئیں۔ پھر اسی وقت مزار شریف کو غسل دیا گیا جس وقت سب لوگ غسل دے کرکے باہر نکلے تو یہ دیکھا کہ ایک صاحب بزرگ صورت بغل میں ایک گٹھری لیے ہوئے ظاہر ہوئے اور السلام علیکم کہہ کر اندر مزار شریف پر تشریف لیگئے اور ایک چادر شالی خاکی رنگ کی جناب حضرت شاہ باسط علی صاحب قلندر قدس سرہ کے مزار شریف پر اور ایک چادر سرخ جناب حضرت بی بی صاحبہ کے مزار شریف پر چڑھایا۔ اسکے بعد مزار شریف سے باہر تشریف لائے تو لوگوں نے دریافت کیا کہ حضور کہاں سے تشریف لائے۔ کہا کہ میں آستانہ کاکوری شریف سے آیا ہوں اور اب حضرت شاہ مسعود علی صاحب قلندر قدس سرہ کے مزار شریف پر فاتحہ پڑھ آؤں تو آپ لوگوں سے بات چیت کروں۔ سب لوگ منتظر بیٹھے اور آپ فاتحہ پڑھنے احاطہ کے اندر مزار شریف پر تشریف لے گئے۔ پھر جب بہت عرصہ ہوا تو لوگوں نے جاکر دیکھا کہ کیا کر رہے ہیں جب لوگ اندر احاطہ کے گئے تو کچھ پتہ نہیں ملا۔ اندر سے غائب ہو گئے۔ اطلاعاً گذارش ہے۔ راقم سید محمد تقی از قلندر پور پرگنہ سورام ضلع الہ آباد مورخہ ۲۴ ؍ جنوری ۱۹۱۰ء امیدوار ہوں کہ برابر خیریت مزاج شریف سے ہفتہ وار مطلع فرمایا جایا کروں۔ از جانب عزیزی سید محمد نقی و سید محمد عسکری و بہ خوردار علی ظفر تسلیم قبول ہو۔

حبیب لیس یعدلہ حبیب	وما لسواہ فی قلبی نصیب

نواب[۱] محمد عبدالکریم خاں صاحب رئیس و تعلقدار شاہ آباد کا بیان

(۱) بعد وصال پیر و مرشد برحق مولانا حافظ شاہ علی انور قلندرؒ ایک مرتبہ میں کاکوری

[۱] ان کا حال آخر کتاب میں ملاحظہ ہو ۱۲

حاضر ہوا۔ منشی وہاج الدین صاحب مرحوم کی کوٹھی میں حسب معمول ٹھہرا ہوا تھا میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت شاہ حبیب حیدر قلندرؒ میرے مکان پر شاہ آباد میں تشریف لائے ایک سہ دری کے چبوترہ پر چوکی پر بیٹھے اور مجھ سے فرمایا کہ آؤ تمکو دبائیں۔ اسی چوکی پر جیسے پہلوان کشتی میں بیٹھ جاتے ہیں میں نیچے بیٹھ گیا۔ اوپر سے حضور نے مجھ کو پکڑ کر خوب زور سے دبایا۔ اس دبانے سے مجھ کو سخت تکلیف ہوئی معلوم ہوتا تھا کہ آنکھیں نکل پڑیں گی اور گلے کی رگیں پھٹ جائیں گی پھر مجھ کو چھوڑ دیا اور فرمایا ہم ہر چیز کا نام لیکر دعا مانگتے ہیں تم آمین کہتے جاؤ چنانچہ حضرت صاحبؒ ہر چیز کا نام لیکر فرماتے جاتے تھے کہ اس چیز سے نفرت میں آمین کہتا جاتا تھا۔ آخر میں حضور نے فرمایا کہ ہم سے بھی نفرت۔ میں نے عرض کیا کہ میں اس دعا میں آمین نہ کہوں گا۔ اس پر فرمایا کہ یقین تو ایسے ہی آئے گا۔ اسکے بعد مجھ کو ایک مکان میں لے گئے جس میں لوہے کی سلاخیں مثل سولی کے کھڑی تھیں اور اسمیں کچھ کٹوریاں زنجیروں میں بندھی لٹکی ہوئی تھیں اور ایک کٹورہ میں کچھ سیاہی رکھی تھی۔ اسکو دیکھ کر مجھ سے فرمایا کہ دیکھو جب ہمارا قلب صاف کیا گیا تھا تو اتنی سیاہی نکلی تھی۔ اسکے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ دوپہر تک میری گردن میں درد رہا۔ اس خواب کو میں نے منشی وہاج الدین صاحب سے بیان کیا۔ انھوں نے کہا کہ شاہ حبیب حیدر قلندر کی صورت پر جاذبہ تمھاری تعلیم کے لئے آیا تھا۔

(۱۱) اس سے قبل میں ایک شب کو اپنے زنانہ مکان میں سو رہا تھا۔ صبح کو چار بجے کے قریب جاگا۔ رضائی میں مُنہ بند تھا ایسا معلوم ہوا کہ ایک روشنی ایک بالشت چوڑی میرے اوپر پھر رہی ہے۔ یہ اس طرح کی تھی جیسے کہ ٹارچ کی روشنی ڈالی جاتی ہے۔ تعجب ہوا کہ یہ روشنی کہاں سے آئی۔ رضائی ہٹا کر منہ کھولا زبان سے کلمۂ لا الٰہ الا اللہ بلا شرط شیئ نکل رہا تھا تعجب ہوا کہ یہ کلمہ کیونکر مجھ کو

یاد آیا۔ اُسوقت تک اس کلمہ کے معنی بھی نہیں معلوم تھے۔

(۱۲) ایک مرتبہ میری گردن میں ایک بہت بڑا خطرناک پھوڑا نکلا جو پتھر کا سا سخت تھا اور جا بجا کئی جگہ اُٹھا ہوا تھا۔ حضرت صاحب نے حکم دیا کہ پھوڑا چاک نہ کیا جائے۔ حکیم امجد علی صاحب کا علاج ہو۔ حکیم صاحب نے تجویز کیا کہ دواؤں کے ذریعہ سے کم از کم بیس روز میں پھوڑا پک سکتا ہے۔ ڈاکٹر کی رائے میں دس دن میں پک سکتا تھا بشرطیکہ ہر وقت پلٹس بندھی رہے۔ یہ حال پورا بذریعہ عریضہ حضور والا کی خدمت میں عرض کیا۔ ایک تعویذ عنایت ہوا کہ گھول کر پھوڑے پر لگایا جائے۔ چنانچہ شب کو تعویذ گھول کر لگایا گیا۔ دوسرے روز صبح کو پھوڑے میں ایک سوراخ پیدا ہوا اور مواد جاری ہو گیا۔ قریب آدھ سیر مواد روزانہ خارج ہوتا تھا مگر بتوجہ حضور والا کسی قسم کی سوزش یا ٹیس پھوڑے میں نہیں ہوتی تھی۔ یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ مواد کب پڑا اس لئے کہ سوزش اور ٹیس مواد پڑنے کی علامت ہے جو کسی وقت نہیں ہوئی۔ تکلیف گردن اٹھانے میں ہوتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے ایک میخ ٹھوک دی جس سے لیٹنا مشکل تھا۔ پھوڑے کے ایک طرف ایک جگہ پر اور مواد پڑ گیا تھا جس کو ڈاکٹر نے قینچی سے کاٹ دیا اس حکم عدولی کی وجہ سے بہت تکلیف ہوئی۔ اگر ڈاکٹر ایسا نہ کرتا تو وہ بھی اس بڑے پھوڑے کی طرح اچھا ہو جاتا۔

(۱۳) پھوڑا نکلنے کے ایک سال بعد اسی جگہ پر ایک گلٹی نکلا جسمیں درد تھا۔ اندیشہ ہوا کہ پھر پھوڑا ہو جائے۔ اس پر مجھ کو بہت رنج ہوا اور آنسو نکل آئے کہ اب کوئی اتنا بھی نہیں ہے کہ یہ کہے کہ پھوڑا چاک نہ کیا جائے۔ کیونکہ حضرت صاحب کی وفات ہو چکی تھی۔ اس رنج کے پیدا ہوتے ہی درد جاتا رہا اور شام تک نصف گلٹی تحلیل ہو گیا اور دوسرے روز خفیف سا باقی رہ گیا۔ یہ سب حضور کی

بخشش اور توجہ کا نتیجہ تھا جو فوراً ظہور میں آیا۔

(۱۴) بیگم صاحبہ مرحومہ کے پیر میں گھٹنے کے اوپر ایک مرتبہ ایک دانہ نکلا جسمیں بڑی سوزش تھی اور ساتھ ہی شدید بخار آیا۔ حکیم امجد علی صاحب نے مجھ سے کہا کہ طب کی رو سے تمام طاعونی علامتیں اس دانہ میں موجود ہیں لڑکوں کو بیگم صاحبہ کے قریب نہ جانے دیجئے۔ ایک ہفتہ کے بعد وہ دانہ خود بخود اچھا ہو گیا۔ اسکے بعد میں کاکوری حاضر ہوا اور کل حال عرض کیا۔ فرمایا بیگم صاحبہ کی قضا معلق تھی وہ تبدیل کر دی گئی۔

منشی امیر احمد[1] صاحب علوی کاکوروی ڈپٹی کلکٹر کا بیان

(۱۵) میں ۱۸۹۶ء میں بزمانہ طالب علمی حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندرؒ کا خاندانی روایات کے زیر اثر رسمی طور پر مرید ہو گیا تھا۔ ۱۹۰۵ء میں ایک شب کسی ضرورت سے تکیہ شریفہ پر حاضری ہوئی۔ حضرت پیر و مرشد سجادہ پر تشریف فرما تھے۔ مزاج عالی کسی قدر ناساز تھا۔ منشی وہاج الدین صاحب مرحوم و دیگر حضرات بھی حاضر تھے۔ مجھ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا میں نے حبیب حیدرؒ کو سب کچھ سکھا دیا ہے۔ اب میرا کام کچھ نہیں باقی رہا۔ اسپر منشی وہاج الدین صاحب مرحوم نے ایک شغل کا نام لیکر عرض کیا کہ اسکی تعلیم ابھی تک نہیں ہوئی۔ حضرت نے جواب دیا جو کچھ ضروری تھا وہ میں بتا چکا۔ یہ ایک ہفتہ کا کام ہے اور وقت پر ہو جائے گا۔ اسکے بعد انکی محنت و کوشش ہے میرا کام کچھ باقی نہیں۔ میں سوچتا رہا کہ یہ مجھ سے کیوں فرمایا مگر کوئی وجہ سمجھ میں نہ آئی اور وہاں سے اٹھنے کے بعد یہ گفتگو فراموش ہو گئی۔

---

[1] ان کا حال حواشی حصۂ دوم میں آیا ہے ۱۲

اس واقعہ کو دس سال گذر گئے۔ میں کئی برس سے تحصیلداری کر رہا تھا۔ جاہ و حکومت نے بندۂ ہوا و ہوس بنا رکھا تھا۔ بنارس میں ڈسٹرکٹ بورڈ کا سکرٹیری مقرر ہوا تو گناہوں کی شرکت نے عقائد میں فتور پیدا کر دیا اور مجھ کو رسالت میں شکوک پیدا ہونے لگے۔ محلہ کی مسجد میں ایک روز نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک بزرگ نے جو میرے پاس بیٹھے تھے ربنا لا تزغ قلوبنا الخ دعا میں پڑھا جس سے میرے دل پر اثر پڑا اور میں بھی یہی دعا مانگتا رہا۔ اسی دن سے میرے وسوسات و خطرات میں کمی ہونے لگی۔

اسکے بعد میں سید نور الحسن صاحب نامی سب رجسٹرار کی صحبت سے جو سلسلۂ چشتیہ میں حضرت مولانا فضل الرحمن رح کے مرید تھے اور منشی وہاج الدین صاحب مرحوم اور حضرات تکیہ شریف کے بہت مداح تھے سماع سے لطف اندوز ہونے لگا۔ سب رجسٹرار صاحب میرے مکان کے قریب ہی مقیم تھے اور ذاکر و شاغل آدمی تھے میں نے بھی ان سے پوچھ کر ذکر و شغل شروع کیا اور انکی ہدایت کے بموجب اب اسکی تلاش ہوئی کہ کسی کامل سے اجازت حاصل کر کے ذکر و شغل کیا جائے۔ یہ طے ہوا کہ بہار کے بزرگ سے جن کا نام اب یاد نہیں کسی تعطیل میں جا کر اسی غرض سے ملا جائے۔

اسکے دوسرے ہی دن مجھ کو خیال آیا کہ میرے پیر و مرشد کے صاحبزادہ حضرت مولانا شاہ محمد حبیب حیدر رح قلندر موجود ہیں۔ مجھے پہلے اپنے متعلق ان سے مشورہ کرنا چاہیئے۔ اور دس برس کا بھولا ہوا واقعہ یاد آیا کہ حضرت پیر و مرشد رح نے صاحبزادہ کی تعریف میرے سامنے اس لیئے کی تھی کہ زمانہ آئندہ میں ایک وقت مجھ کو مرشد کی ضرورت ہوگی۔ اسکے لیئے در بدر پھرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اپنے ہی مرشدزادہ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ دوسرے روز ایک مفصل عریضہ حضرت کی خدمت میں روانہ کیا اور اپنے سب حالات من و عن لکھ دیئے۔ حضرت نے بڑی محبت سے جواب دیا اور ایک ہی خط میں درود و استغفار

اور ذکر و شغل تعلیم کر دیئے۔ میرا ذوق و شوق بڑھنے لگا سوز و گداز پیدا ہوا اور عجب بے کیفی سی محسوس ہونے لگی۔ اذکار و اشغال میں عجیب عجیب تماشے نظر آنے لگے۔ توجہ اس قدر زبردست تھی کہ چند مہینوں میں قلب ماہیت ہو گئی۔ نماز تہجد کے بعد جب وظیفہ شروع کرتا دربار رسالتؐ میں حاضری ہو جاتی۔

اسی اثنا میں مظفر نگر بعہدہ ڈپٹی کلکٹری تبدیل ہو کر گیا۔ اذکار و اشغال کی مشق جاری تھی کہ یکایک میری شریک حیات کا انتقال ہو گیا۔ طبیعت دنیا سے اچاٹ ہو گئی یکسن بچوں کی نگرانی کے خیال سے تبادلہ کرا کے ہردوئی آیا تاکہ وطن سے قرب ہو۔ حضرت صاحب کی توجہ شامل حال تھی۔ اعمال و اذکار تعلیم ہوتے تھے اور مجھ کو فائدہ تھا لیکن قلب کی کمزوری ناقابل برداشت تھی۔ ایک روز بنگلہ کے سامنے سے کوئی شخص یہ شعر گاتا ہوا نکلا ؎

آپ کی باتوں کا رہتا ہے مجھے ہر دم خیال		جب کوئی بولا صدا کانوں میں آئی آپ کی

میں چیخ مار کر بیہوش ہو گیا۔ ہوش آنے کے بعد کچہری گیا۔ مقدمات کی سماعت شروع کی۔ ایک فریق نے درخواست کی کہ تاریخ مقدمہ کی بڑھا دی جائے کیونکہ وہ تیرتھ کے لیئے جگناتھ جانے والا ہے۔ یہ سنکر مجھ پر گریہ طاری ہوا اور میں نے برسر اجلاس دست بستہ اس شخص سے عرض کیا "جگناتھ جی جاتے ہو تو میرے واسطے بھی دعا کرنا"۔ وکلا اور عمال میری اس حرکت سے متعجب ہوئے اور میں بھی ایک ساعت کے بعد نادم ہوا۔

کچہری برخاست کرنے کے بعد کاکوری کا قصد کیا اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا "حضور کی عنایات کا شکریہ۔ مگر میرے بچوں کی پرورش اپنے ذمہ لیجئے کیونکہ موجودہ حالت میں ڈپٹی کلکٹری مجھ سے نہیں چل سکتی"۔ حضرت متبسم ہوئے اور فرمایا کہ "بہتر ہے جیسی آپکی خوشی"۔ آپکے

فرماتے ہی میرے قلب میں سکون ہوگیا۔ اور اسی دن سے سارا ذوق و شوق رخصت ہوگیا۔ اسکے بعد سے
ختم ملازمت تک میں اپنے فرائض بحسن و خوبی انجام دیتا رہا۔ اذکار و اشغال جاری تھے لیکن سوز و گداز
جاتا رہا اور کسی قسم کی موسیقی کا کوئی اثر مجھ پر نہیں ہوتا تھا۔

حضرت کی حیات تک یہ تصرف باقی تھا مگر آپکے وصال کے بعد ایک موقعہ پر آستانہ دیگڈہ شریف
پر حاضری ہوئی اور وہاں سے رقت و زاری کا انعام ملا۔ چند روز تک میں نے برداشت کیا مگر جب
ہر لحظہ ذرا ذرا سی بات پر آنسو بہنے لگے تو دوبارہ حضرت کی روحانیت سے امداد کا طالب ہوا اور
آپکی عنایت سے ہوش و حواس درست ہوگئے ؎

سعدیا دل را بیادش زندہ دار	ایں چنیں گنج است در ویرانہ

منشی مشکور علی[1] صاحب علوی کاکوروی کا بیان

(۱۶) ۱۹۱۷ء میں چودھری کنور بہادر نے ایک جھوٹا دعویٰ مبلغ اٹھارہ سو (۱۵۲۶) روپیہ کا مین پوری
کی عدالت میں مجھ پر کیا۔ حضرت خداوند نعمت سے عرض کیا۔ تعویذ عنایت فرمایا۔ فیصلہ پھر بھی میرے
خلاف ہوا اس لیئے کہ حاکم نے رشوت لے لی۔ سخت پریشان ہوا۔ اپیل کی اور پھر پیشی پر جانے سے قبل تعویذ
کیلئے درخواست کی۔ فرمایا کہ ایک بار تعویذ دیا مقدمہ ہار گئے اب تعویذ نہ دینگے۔ تم جاؤ ہم تمھارے ساتھ
رہیں گے۔ جب وقت پیشی پر جج صاحب کے اجلاس پر حاضر ہونے لگا تو دیکھا کہ حضرت خداوند نعمت
میرے ہمراہ ہیں۔ جج نے فیصلہ عدالت ماتحت کو برطرف کیا۔ میرے موافق فیصلہ ہوا میری دیانتداری کی

[1] منشی مشکور علی خلف حکیم مولوی محب علی صاحب علوی کو حضرت استاد ماجد سے بیعت ہے۔ حضرت سلطان المحبوبین کی خدمت میں حاضری
دیتے رہے اور ابتک اسکے عادی ہیں۔ پبلک کی خدمات میں دلچسپی رکھتے ہیں انکی عمر تقریباً اٹھ سال کی ہے ۱۲

بجد تعریف کی اور فیصلہ سابق پر سخت اعتراضات کیئے۔

(۱۷) میرا لڑکا برخوردار مبین احمد سلمہ تلاش معاش میں حسب الحکم حضرت خداوند نعمت حیدرآباد گیا کئی سال ہو گئے ملازمت نہیں ملی۔ چار سال ہو گئے تھے انکی ماں اور مجھ کو بجد پریشانی تھی۔ حضرت صاحب سے عرض کیا کہ کیا واپس بلا لوں۔ فرمایا نہیں اسی سال نوکر ہو جائے گا اور نوکر ہو کر آوے گا پانچ سال نہیں ہونگے۔ چونکہ ایک مدت گذر چکی تھی بار بار عرض کرتا رہا اور پریشانی بھی تھی۔ ہر مرتبہ یہی جواب ملا کہ پانچ سال نہیں ہونے پائیں گے نوکر ہو کر آویگا چنانچہ ایسا ہی واقع ہوا۔ نوکر ہو گیا اور پانچ سال پورے نہیں ہوے کہ کاکوری آیا میں آستانہ پر حاضر تھا۔ فاتحہ شریفہ کا روز تھا۔ مولوی وصی علی صاحب مرحوم اٹاوہ سے تشریف لائے اور حضرت سے عرض کیا کہ کانپور سے مبین سلمہ کا ساتھ ہوا وہ آئے ہیں۔ اسی وقت مجھ کو پکارا مبارک باد دی اور فرمایا کہ مکان ہو آؤ اور انکی ماں کو ہماری طرف سے مبارکباد دینا اور کہنا کہ اب تو ہمارے کہنے کا یقین ہوا۔

مولوی حکیم[۱] حافظ محمد احمد صاحب علوی کاکوروی کا بیان

(۱۸) بعد نماز جمعہ میرا معمول ہے کہ میں عیدگاہ بین پوری کے قبرستان میں اپنے بزرگوں کے مزارات پر فاتحہ خوانی کے لیئے جایا کرتا ہوں چنانچہ ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۵۹ھ یوم جمعہ حسب عادت جانے کو تیار ہوا تھا تو کسی چیز کے انتظار میں تھوڑی دیر کو پلنگ پر ایک تکیہ کے سہارے لیٹ گیا تو کچھ غافل سا ہو گیا۔ درمیان خواب بیداری کیا دیکھتا ہوں کہ میں اپنے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوں۔ کمرہ میں سجادہ کاظمیہ پر حضرت حافظ صاحب مدظلہ (یعنی حضرت حافظ شاہ علی حیدر قلندر) تشریف رکھتے ہیں اور انکی بائیں طرف سجادہ کاظمیہ کے پاس

---

[۱] حواشی ما سبق میں ان کا تذکرہ آیا ہے ۱۲

جہاں کتب درسی وغیرہ رکھی رہتی ہیں حضرت وارث الانبیا مولانا شاہ حبیب حیدر قلندر قدس سرہٗ
بھی نہایت سفید کپڑے۔ گیروی ٹوپی پہنے اور کندھے پر گیروا رومال ڈالے بہت شاداں و فرحاں
تشریف فرما ہیں اور اباجان (حکیم مولوی حبیب علی صاحب مرحوم) اور بھائی صاحب (مولوی
وصی علی صاحب مرحوم) انکے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ انھیں حضرات کے پاس ہیں اور برادر عزیز مکرم احمد سلمہ
بھی بیٹھے ہیں اور برادر مکرم مولوی حکیم بشیر علی صاحب بھی موجود ہیں مگر وہ حضرت حافظ صاحب
قبلہ مدظلہ کے روبرو سجادۂ کاظمیہ کے بالکل سامنے کچھ آبدیدہ سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت حافظ صاحب
مدظلہ کے ہاتھ میں ایک کتاب سفید کاغذ کی اچھی ضخیم ہے جس کی بابت اسی خواب میں یہ خیال قوی ہے
کہ یہ وہی کتاب ہے جو حضرت وارث الانبیا کے حالات میں آجکل تصنیف ہو رہی ہے۔ اتنے میں اباجان نے
حضرت وارث الانبیا سے عرض کیا کہ ان (بشیر بھائی) پر بھی عنایت و توجہ ہونا چاہیئے تو اس پر حضرت
صاحب نے ارشاد فرمایا کہ "اب تو آپ ان سے (حضرت حافظ صاحب قبلہ) سے فرمادیں یہی توجہ کرینگے"
اسی حالت میں حضرت حافظ صاحب بشیر بھائی کی طرف غور سے دیکھ کر فرماتے ہیں کہ "آخر رونے کی کیا
ضرورت ہے" کہ فوراً بشیر بھائی حضرت وارث الانبیا قدس سرہٗ کے قدموں پر جا گرے اور بہت رونے لگے
تو حضرت وارث الانبیا نے فرمایا کہ "بھائی بشیر آپ روتے کیوں ہیں جناب باری کی عنایت شامل حال
ہونا چاہیئے۔ دیکھئے وصی علی بھائی کو اللہ نے کیسا وضعدار و مخلص و خلیق بلکہ مخزن شفقت بنایا۔ آپ کو
بھی خدا ان فیوض و برکات سے مالامال کرے۔ یہ دیکھئے آپکے یہ دونوں چھوٹے بھائی موجود ہیں ان کو
دیکھئے انشاء اللہ حبیب علی چچا کی اولاد خالی نہ رہے گی یا نہ جائے گی۔"
اس پر اباجان عرض کرنے لگے کہ حضور کی ذرہ نوازی اور کرم ہے میں اور میری اولاد تو سب

حضور کے موروثی غلام ہیں۔ فرمایا "بیشک"۔ پھر اسی فرحت وانبساط وخندہ روئی کے ساتھ حضرت وارث الانبیا قدس سرہٗ نے فرمایا کہ "کہو میاں محمد احمد اب حضرات فرنگی محل کے کیا حال ہیں" (اسی طرح حضرت صاحب میری طالب علمی کے زمانے میں جب میں لکھنؤ سے آتا تھا تو اکثر پوچھا کرتے اور دریافت فرمایا کرتے تھے) اُسی طرح بہت خوش خوش فرمایا کہ "ہاں سناؤ" چنانچہ میں نے عرض کیا کہ حضور اب تو مولانا عبدالباری صاحب کے بعد وہ بات ہی فرنگی محل میں نہیں ہے اس پر فرمایا کہ "ہاں اور اب تو بھائی آجکل ہر ایک شخص کا کچھ عجب ہی حال ہو کر رہ گیا ہے۔ کیوں میاں پتّن ہے نا؟" اس پر حضرت حافظ صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ "جی اور کیا"۔ پھر دونوں حضرات نے ایک دوسرے کی طرف آنکھوں ہی آنکھوں میں دیکھا کہ معًا ایسا معلوم ہوا کہ ہمارے علاوہ اور لوگ بھی جتنے کہ حاضر تھے وہ اور خود یہ دونوں حضرات بھی سب کے سب کھڑے ہو گئے۔ ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ قوالی وسماع کی محفل میں جیسے کیفیت ہو رہی ہے ہم سب لوگ مست وسرشار کھڑے ہیں۔ مگر خود دونوں حضرات خوب متبسم وشاداں وفرحاں ہیں اور چہرے مبارک دونوں حضرات کے ایسے تاباں اور درخشاں ہیں کہ بعض وقت آنکھ جھپک جاتی ہے اور چشمہائے مبارک دونوں حضرات کی اتنی روشن ہیں کہ ان کی روشنی سے سجادہ کاظمیہ کا کمرہ خوب روشن ہو رہا ہے گویا بقعۂ نور بنا ہوا ہے۔ اسی حالت میں ابّا جان کو خاص طور پر مستانہ وار دیکھا یہاں تک کہ ان کی چوگوشیہ ٹوپی بشیر بھائی پر آ کر گری جو انھوں نے اٹھا لی اور بھائی صاحب مغفور تو زور سے فصحد نا ہو سیّد نا کہہ کر حضرت حافظ صاحب مدظلہ کی طرف لپٹ جانے کیلئے بڑھے کہ حضرت وارث الانبیا قدس سرہٗ نے پکڑ کر خود لپٹا لیا۔ اب عجیب سماں بندھا ہوا ہے۔ حضرت حافظ صاحب مدظلہ اسی کتاب یعنی تذکرہ حبیبی کو اپنے دست مبارک میں اس طرح کھولے ہوئے کھڑے ہیں جسطرح میلاد شریف

جہاں کتب درسی وغیرہ رکھی رہتی ہیں حضرت وارث الانبیا مولانا شاہ حبیب حیدر قلندر قدس سرہٗ
بھی نہایت سفید کپڑے۔ گیروی ٹوپی پہنے اور کندھے پر گیروا رومال ڈالے بہت شاداں وفرحاں
تشریف فرماہیں اور اباجان (حکیم مولوی حبیب علی صاحب مرحوم) اور بھائی صاحب (مولوی
وصی علی صاحب مرحوم) انکے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ انھیں حضرات کے پاس میں اور برادر عزیز مکرم احمد سلمہ
بھی بیٹھے ہیں اور برادر مکرم مولوی حکیم بشیر علی صاحب بھی موجود ہیں مگر وہ حضرت حافظ صاحب
قبلہ مدظلہ کے روبرو سجادۂ کاظمیہ کے بالکل سامنے کچھ آبدیدہ سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت حافظ صاحب
مدظلہ کے ہاتھ میں ایک کتاب سفید کاغذ کی اچھی ضخیم ہے جس کی بابتہ اسی خواب میں یہ خیال قوی ہے
کہ یہ وہی کتاب ہے جو حضرت وارث الانبیا کے حالات میں آجکل تصنیف ہو رہی ہے۔ اتنے میں اباجان نے
حضرت وارث الانبیا سے عرض کیا کہ ان (بشیر بھائی) پر بھی عنایت و توجہ ہونا چاہیئے تو اس پر حضرت
صاحب نے ارشاد فرمایا کہ "اب تو آپ ان سے (حضرت حافظ صاحب قبلہ) سے فرمادیں یہی توجہ کرینگے"
اسی حالت میں حضرت حافظ صاحب بشیر بھائی کی طرف غور سے دیکھ کر فرماتے ہیں کہ "آخر رونے کی کیا
ضرورت ہے" کہ فوراً بشیر بھائی حضرت وارث الانبیا قدس سرہٗ کے قدموں پر جا گرے اور بہت رونے لگے
تو حضرت وارث الانبیا نے فرمایا کہ "بھائی بشیر آپ روتے کیوں ہیں جناب باری کی عنایت شامل حال
ہونا چاہیئے۔ دیکھئے وصی علی بھائی کو اللہ نے کیسا وضعدار و مخلص و خلیق بلکہ مخزن شفقت بنایا۔ آپ کو
بھی خدا ان فیوض و برکات سے مالا مال کرے۔ یہ دیکھئے آپکے یہ دونوں چھوٹے بھائی موجود ہیں ان کو
دیکھئے انشاءاللہ حبیب علی چچا کی اولاد خالی نہ رہے گی یا نہ جائے گی"۔

اس پر اباجان عرض کرنے لگے کہ حضور کی ذرہ نوازی اور کرم ہے میں اور میری اولاد تو سب

حضور کے موروثی غلام ہیں۔ فرمایا "بیشک"۔ پھر اسی فرحت و انبساط و خندہ روئی کے ساتھ حضرت وارث الانبیا قدس سرہٗ نے فرمایا کہ "کہو میاں محمد احمد اب حضرت فرنگی محل کے کیا حال ہیں" (اسی طرح حضرت صاحب میری طالب علمی کے زمانے میں جب میں لکھنؤ سے آتا تھا تو اکثر پوچھا کرتے اور دریافت فرمایا کرتے تھے) اُسی طرح بہت خوش خوش فرمایا کہ "ہاں سناؤ" چنانچہ میں نے عرض کیا کہ حضور اب تو مولانا عبدالباری صاحب کے بعد وہ بات ہی فرنگی محل میں نہیں ہے۔ اس پر فرمایا کہ "ہاں اور اب تو بھائی آجکل ہر ایک شخص کا کچھ عجیب ہی حال ہو کر رہ گیا ہے۔ کیوں میاں بیّن ہے نا؟" اس پر حضرت حافظ صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ "جی اور کیا"۔ پھر دونوں حضرات نے ایک دوسرے کی طرف آنکھوں ہی آنکھوں میں دیکھا کہ معًا ایسا معلوم ہوا کہ ہمارے علاوہ اور لوگ بھی جتنے کہ حاضر تھے وہ اور خود یہ دونوں حضرات بھی سب کے سب کھڑے ہو گئے۔ ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ قوالی و سماع کی محفل ہیں جیسے کیفیت ہو رہی ہے ہم سب لوگ مست و سرشار کھڑے ہیں۔ مگر خود دونوں حضرات خوب متبسم و شاداں و فرحاں ہیں اور چہرے مبارک دونوں حضرات کے ایسے تاباں اور درخشاں ہیں کہ بعض وقت آنکھ جھپک جاتی ہے اور چشمہائے مبارک دونوں حضرات کی اتنی روشن ہیں کہ ان کی روشنی سے سجادۂ کاظمیہ کا کمرہ خوب روشن ہو رہا ہے گویا بقعۂ نور بنا ہوا ہے۔ اسی حالت میں ابّا جان کو خاص طور پر مستانہ وار دیکھا یہاں تک کہ ان کی چوگوشیہ ٹوپی بشیر بھائی پر آ کر گری جو انھوں نے اٹھالی اور بھائی صاحب مغفور تو زور سے فصحدنا ہو سیّدنا کہہ کر حضرت حافظ صاحب مدظلہ کی طرف لپٹ جانے کیلئے بڑھے کہ حضرت وارث الانبیا قدس سرہٗ نے پکڑ کر خود لپٹا لیا۔ اب عجیب سماں بندھا ہوا ہے۔ حضرت حافظ صاحب مدظلہ اسی کتاب یعنی تذکرۂ حبیبی کو اپنے دست مبارک میں اس طرح کھولے ہوئے کھڑے ہیں جسطرح میلاد شریف

کی محفل میں قیام و پیدائش کے وقت مولود شریف پڑھا جاتا ہے کہ فوراً یہ معلوم ہونے لگا کہ جیسے صلوٰۃ و سلام سب لوگ بآواز بلند پڑھنے لگے۔ یا حبیب سلام علیک یا رسول سلام علیک یا نبی سلام علیک صلوٰۃ اللہ علیک۔ یہ سلام پڑھا جا رہا ہے۔ سب لوگ اور میں خود بھی پڑھ رہا ہوں کہ میری آنکھ کھل گئی تو یہ سلام میری زبان پر جاری تھا اور آنکھوں سے آنسو بھی جاری تھے لیکن اس کے بعد بہت ہی فرحت اور انبساط رہا۔ شام کو میں نے شیرینی پر حضرت والد ضیاء قدس سرہٗ اور حضرت پیران شجرہ کا فاتحہ کیا۔ اس دن شب بھر اور دوسرے روز دن بھر بالخصوص بہت لطف و سرور طبیعت پر رہا۔ اب بھی جب سوچتا ہوں تو دونوں حضرت کی پُر نور اور مبارک صورتیں میری روح کو تازہ کر جاتی ہیں۔

ع تازہ کن ایں جان مارا ساعتے

مولوی کرم احمد صاحب عرف میر نذر علی درد کاکوروی کا بیان

(۱۹) ایک مرتبہ شب کو جب منشی معراج الدین صاحب مرحوم بھی موجود تھے حضرت صاحبؒ کو یہ اشعار مثنوی شریف کے میں نے پڑھ کر سنائے تھے

شہ حسام الدین کہ نور انجم است	طالب آغاز سفر پنجم است
اے ضیاء الحق حسام الدین راد	اوستادان صفارا اوستاد
مدح تو حیف است با زندانیاں	گویم اندر مجمع روحانیاں

صبح کو جب میں حاضر ہوا تو معراج بھائی مرحوم نے حضرت صاحب سے ان مثنوی شریف کے اشعار کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ بیان کیا کہ وہ جب گذشتہ شب سوئے تو انھوں نے منشی وجیہ الدین صاحب

؎ ان کا تذکرہ حواشی حصہ اول میں آیا ہے۔

کو خواب میں دیکھا کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ ؎

گویم اندر مجمع روحانیاں	مدح تو حیف است با زندانیاں

حضرت صاحبؒ یہ سنکر انکی طرف دیکھ کر مسکرائے۔

(۴۰) ایک روز اٹاوہ میں برادر معظم مولوی وصی علی صاحب نے ذکر کیا کہ اب خدا بخش کے بھائی وحید بخش کی حالت بہت اچھی ہے۔ پہلے وہ بھنگ بہت پیا کرتے تھے اور اسکے نشہ سے بہت سرور میں رہتے تھے۔ جب وہ عالیجناب حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی قدم بوسی کو کاکوری گئے تھے وہاں جناب منجھلے میاں صاحب (حضرت شاہ تقی حیدر صاحب) نے انکو بھنگ پینے سے منع فرمایا انھوں نے عذر کرتے ہوئے عرض کیا کہ "اگر میں چھوڑ دوں گا تو جو لطف مجھے آتا ہے وہ جاتا رہے گا۔" آنجناب نے فرمایا کہ "ایسا نہیں ہوگا۔ تم اس کو چھوڑ دو تمکو پھر بھی وہی لطف حاصل ہوگا۔" وحید بخش نے تعمیل کی اور بھنگ پینا بالکل چھوڑ دیا۔ اب انکو ایسا لطف حاصل ہو کہ انکی زبان پر یہ فقرہ رہتا ہے۔

"مست قلندر حبیب حیدر۔ مست قلندر حبیب حیدر"

(۴۱) بمبئی کے ایک پارسی سوداگر نوشیرواں جی آستانۂ مبارک پر کئی مرتبہ حاضر ہونے کے بعد جناب حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہوئے اور عرض کیا کہ میں ایک جھاڑ لایا ہوں کہ درگاہ شریف پر چڑھا دیا جائے۔ اس کا پارسل آج کل میں آجائے گا کیونکہ اس کو روانہ کرنیکے بعد بمبئی سے چلا تھا۔ حضرت صاحب نے دریافت فرمایا کہ "کس رنگ کا جھاڑ ہے"۔ انھوں نے عرض کیا کہ "سرخ رنگ کا ہے"۔ ارشاد ہوا "کاش پیازی رنگ کا ہوتا تو حضرت والد ماجدؒ کے مقبرہ کی سہ دری کیلئے بہت موزوں ہوتا"۔ دو روز بعد جب پارسل آیا اور کھولا گیا تو جھاڑ پیازی رنگ کا نکلا۔ نوشیرواں جی کو سخت

حیرت ہوئی اور بولے کہ "میں نے اپنے ہاتھ سے پارسل میں سرخ جھاڑ رکھا تھا یہ پیازی کیسے ہوگیا"

مولوی محمد ضیاء الدین حیدر صاحب کا بیان

(۲۲) بہ زمانہ ملازمت ریاست بھوپال ۱۹۳۰ء میں میری تحریک پر زراعتی نمائش منعقد ہونا طے پایا۔ حضرت مرشدی و مولائی مولانا شاہ حبیب حیدر قلندر روحی فداہ کا صحیفہ گرامی بہ اطلاع تعین تاریخ تقریب سعید عقد نکاح حضرت مرشد زادہ برحق مولانا حافظ شاہ علی حیدر قلندر دام فیوضہ شرف صدور لایا کہ جو وہی تاریخ تھی جو نمائش کیلئے میری ہی تجویز پر طے پا چکی تھی۔ مجھ کو سخت تردد لاحق ہوا کہ ایسی صورت میں شرکت تقریب موصوف کیونکر ہوگی۔ چنانچہ یہ سب ذریعہ عریضہ خدمت بندگان ہمایوں میں گذارش کر دیا اور اضطرار کے ساتھ جواب باصواب کا منتظر رہا۔ جواباً ایماء مبارک ہوا کہ یہ تقریب حضرت والد ماجد (مرشدنا قبلہ عالم حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر روحی فداہ) کی آخری تقریب ہے لہٰذا شرکت لازمی ہے اور آپ کو رخصت ملیگی اور حاضری بہ اطمینان ہوگی۔ البتہ آپکو ارادہ مضبوطی سے حاضری کا رکھنا چاہیئے۔ اس صحیفہ کو دیکھ کر میں متعجب ہوا کہ کیا صورت ہوگی کہ یکبارگی سرکار عالیہ بیگم صاحبہ بھوپال کا حکم ملا کہ بوجہ رحلت آپ وہوا نمائش ملتوی کیجاتی ہے اور سال آیندہ اسی موسم میں ہوگی۔ چنانچہ حسب منشاء گرامی عالیجناب حضرت صاحب قبلہ شرف شرکت تقریب سعید سے بہرہ ور ہوا۔

(۲۳) اُنیس ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۴۲ھ کو بعد نماز عشا جناب حضرت صاحب قبلہ سجادہ پر تشریف فرما تھے اور صرف میں حاضر خدمت تھا کہ حضرت مولانا شاہ تقی حیدر قلندر[1] بابو اودہ بہاری لال صاحب کو

[1] ان کا حال آخر کتاب میں ملاحظہ ہو ۱۲

ہاتھ پکڑے ہوئے لائے اور عرض کیا کہ "بھائی صاحب دیکھئے بابوجی کو کیا ہو گیا ہے"۔ حضرت صاحب نے بابوجی کو اپنے پاس بٹھا لیا اور ملاحظہ فرمایا کہ ان کا بدن تمام ٹھنڈا ہو رہا تھا اور ضعف کی شدت سے بالکل گرے جاتے تھے۔ آپنے یہ حالت دیکھ کر فرمایا کہ "عرس میں کچھ گڑبڑ نہ کیجو"۔ بابوجی بالکل ساکت و صامت بیٹھے رہے پھر انکے چہرہ پر بشاشت کے آثار نمایاں ہوئے۔ اور بات چیت کرنے لگے۔ آپنے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ آج رات کو انکو کمرہ میں تنہا نہ رہنے دیا جائے۔ چنانچہ میں انکے ہی کمرہ میں جا کر رہا۔ دوسرے روز بابو صاحب گویا تندرست ہو گئے اور عرس شریف میں چار روز برابر اچھی طرح شرکت کی۔ بعد ختم عرس شریف بتاریخ ۲۵ ربیع الآخر وفات پائی جسکی تفصیل انکے حال میں درج ہے۔ ظاہر ہے کہ انکے اس عالم سے رخصت ہونے کا وقت بطور تقاضائے معلق کے تبدیل کر دیا گیا تھا۔

مولوی محمد حسن صاحب عباسی کاکوروی کا بیان

(۲۴) غالباً ۱۳۳۰ھ کا واقعہ ہے کہ حضرت پیر و مرشد برحق مولانا و سیدنا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہ الاطہر کے فاتحہ شریفہ کے موقعہ پر ۳۰ محرم الحرام کو مکرمی حکیم عبدالرحیم خاں صاحب مرحوم درگاہ شریف کے صحن میں شامیانہ نصب کر رہے تھے اور میں بھی موجود تھا کہ حکیم صاحب دفعتاً کھڑے سے گر پڑے اور بیہوش ہو گئے۔ سب کو خیال ہوا کہ فالج کا حملہ ہے۔ میں نے حضرت صاحب قبلہ روحی فداہ کے حضور میں حاضر ہو کر کیفیت عرض کی تو آپ خود وہاں تشریف لے گئے اور حکیم صاحب کا شانہ پکڑ کر ایک انزجار کے ساتھ فرمایا کہ "حکیم جی۔ یہ کیا واہیات ہے۔ کیا پیر کا فاتحہ گڑبڑ کر دو گے"۔ معاً حکیم صاحب ہوش و حواس میں آگئے اور مختصر علالت کے بعد صحت پا گئے اور کئی سال زندہ رہکر

سلے ان کا حال آخر کتاب میں ملاحظہ ہو ۱۲

سنہ ۱۳۴۳ھ میں وفات پائی جیسا انکے حال مندرجہ آخر کتاب سے واضح ہے۔

مولوی نظام الدین حیدر صاحب کاکوروی ناظم زراعت سرکار نظام دکن کا بیان

(۲۵) ابتدا میں مجھ کو تصوف سے کوئی مناسبت نہ تھی اس لیئے کہ مجھ کو اسکے متعلق کوئی واقفیت ہی نہ تھی، میرے بڑے بھائی مولوی ضیاء الدین حیدر صاحب جو حضرت صاحبؒ کی خدمت میں برابر حاضر رہتے تھے اور ہم سن بھی سکے انکے ساتھ میں تکیہ شریف پر حاضر ہوتا تھا۔ مگر حضرت صاحبؒ کو محض عالم اور عمدہ آدمی سمجھتا تھا۔ باطنی کمال کے متعلق کوئی رائے نہیں رکھتا تھا بزرگوں کے کرامات کو عجیب خبر قصہ سمجھتا تھا کالج کی تعلیم کے زمانہ میں حضرت حافظ شاہ علی انور قلندرؒ بیمار تھے۔ ایکروز کالج سے میں گھر پہونچا تو دفعتاً گھبراہٹ پیدا ہوئی کہ کاکوری چلو۔ یہاں پہونچکر معلوم ہوا کہ حافظ صاحبؒ کا وصال ہو گیا۔ اُسی وقت تکیہ پر گیا، مجمع تھا سب رو رہے تھے حضرت صاحبؒ بھی رو رہے تھے میں بھو چکا سا کھڑا تھا مغرب کا وقت آگیا شیخ فدا حسین صاحب نے حضرت صاحب سے کہا کہ آپ نماز پڑھا دیجئے اِس پر حالت گریہ میں حضرت صاحبؒ نے کچھ اس طرح کا فقرہ کہا کہ کوئی صاحب جو اس قابل ہوں پڑھائیں یہ غلام بھی حاضر ہے اِس فقرہ کو سُننا تھا کہ گویا مجھ پر بجلی گر پڑی۔ کھڑے سے گر پڑا۔ اسکے بعد سویم کے دن بعد فاتحہ مسجد میں حضرت صاحب کے سامنے خرقہ لاکر رکھا گیا، منشی وہاج الدین صاحب[1] آپکے سامنے کھڑے تھے۔ غالباً انھوں نے حضرت صاحب سے خرقہ پہننے کو کہا۔ ان کا چہرہ سُرخ تھا ہونٹ تھرا رہے تھے حضرت صاحبؒ نے بآواز بلند کچھ اس قسم کے الفاظ کہے۔ یہ خرقہ حضرت شاہ محمد کاظم صاحبؒ کا ہے جو صاحب اسکے اہل ہوں پہنیں اس پر کوئی کچھ نہیں بولا اسکے بعد حضرت صاحب نے خرقہ پہننے کیلئے اٹھایا اور اس قسم کے الفاظ کہے۔ خدایا اس خرقہ کی

---

[1] ان کا حال آخر کتاب میں ملاحظہ ہو ۱۲

لاج تیرے ہاتھ ہے۔ اس فقرہ نے پھر بجلی گرا دی۔ میں تڑپ گیا۔ ان دو چوٹوں نے مجھے کچھ اور کر دیا۔ میں اپنے
دل میں حضرت صاحبؒ سے محبت محسوس کرنے لگا۔ جس کی پہلے مجھے خبر نہ تھی۔ جب سجادہ پر آکر حضرت صاحبؒ
بیٹھ لیئے کچھ دیر کے بعد برادر معظم مولوی محمد حسن صاحب نے ایک طرف بلا کر مجھ سے پوچھا۔ کیا تم مرید ہو گئے۔
میں نہ ہوا۔ اسی روز شام کو میں نے حضرت صاحبؒ سے بیعت کی۔ میں نے حضرت صاحبؒ سے کتابی تعلیم مستقل
طور کبھی حاصل نہیں کی۔ ہر وقت تعطیل گرما میں اُن سے پڑھتا تھا۔ سجادہ نشینی کے بعد اخلاق محسنی پڑھی۔ اس
کتاب کا سبق دینے میں کبھی کبھی حضرت صاحبؒ خود بھی نصیحت فرماتے تھے لیکن نصیحت کرنے میں کسی دوسرے
بزرگ کا نام لیکر کہا کرتے تھے مثلاً ایک مرتبہ فرمایا کہ اباؒ فرمایا کرتے تھے کہ "زنا سلوک کا کوڑھ ہے"۔

ایک زمانہ میں میں تصوف کی کتابیں بہت پڑھا کرتا تھا۔ مصفات الاولیا[1] کئی بار پڑھی۔ ایک دن
پلنگ پر لیٹا تھا۔ بلا کچھ سوچے ہوئے رحمٰن اور عبدالرحمٰن کا ایک ہونا سمجھ میں آیا۔ اس سے بہت مسرت
ہوئی مسرت کا ہونا تھا کہ ساتھ ہی یہ خطرہ پیدا ہوا کہ جب ہم ہی ہیں تو ہمکو کون ہے اور یاد کریں تو کس کو۔
اس خطرہ سے انقباض پیدا ہوا اور مسرت رخصت ہو گئی۔ یہ کلفت بڑھنا شروع ہوئی کھانے پینے اور ہر چیز سے طبیعت
بیزار ہو گئی۔ کلفت کا اثر چہرہ پر ظاہر ہونے لگا۔ مولوی غنیاء الدین صاحب نے مجھ سے پوچھا کیا تم کچھ بیمار ہو۔ میں نے حال بیان کیا
انھوں نے کچھ سمجھایا۔ مگر اس سے کوئی کمی انقباض میں نہیں ہوئی۔ پھر ہم خود گاؤں گئے کہ حضرت صاحبؒ سے حال بیان
کریں۔ انکے سامنے پہونچتے ہی انقباض کی کلفت تو خود بخود غائب ہو گئی اور اسوقت وہ بات بھی ہم پوچھنا

---

[1] رسالہ مرأۃ القلندریہ مصنفہ حضرت شاہ الہدیہ محمد قلندرؒ شرح مصفات الاولیا حضرت شاہ عبدالرحمٰن قلندر ثانی نے حضرت
شاہ مسعود علی قلندرؒ کے لئے فارسی میں لکھی تھی جس کا ترجمہ اردو میں اخوی صاحب نے کر کے دیگر رسائل
کے ساتھ ہفت رسائل قلندریہ کے نام سے شائع کیا۔ مراتب وجود نہایت دلنشین پیرایہ میں اس میں
بیان کئے گئے ہیں ۱۲

بھول گئے۔ جب کانپور جانے کیلئے رخصت ہونے لگے تو یاد آیا۔ عرض کیا جواب ملا کہ جب تم ہی ھوٗ ہو تو اپنے کو یاد کرو۔ ہم چلے آئے اور وہ مسرت کی کیفیت بڑھتی رہی۔

نماز کے ہم پابند تھے ایسے کہ ایک مرتبہ نماز کیلئے اپنے انگریز افسر سے لڑے تھے اس مستی میں اب یہ ہونے لگا کہ ہم نماز پڑھنے کیلئے گھر پر آئے جانماز بچھائی کھڑے ہوئے۔ اب آگے کچھ نہیں بنتا۔ کچھ دنوں جبر کرکے نماز کی تکمیل کرلیا کرتے تھے۔ پھر یہ ہوا کہ وہ جبر کرنا بھی ممکن نہ ہوسکا۔ جانماز پر کھڑے ہیں۔ نیت باندھنا چاہتے ہیں اور نہیں بن پڑتا۔ آخر جانماز اُلٹ دی اور چلدیئے۔ اس طرح نماز غائب ہوگئی۔ ھوٗ کی مشغولی کرتے تھے مگر نہ معلوم اب وہ بھی کیسی ہوگئی۔

اب ایک بات یہ پیدا ہوئی کہ کہا جاتا ہے کہ تخلیق عالم کا مقصد معرفت ہے۔ معرفت کیا ہے حقیقت کا علم اور خود کائنات اس علم کا ظہور ہے اور جو یہ کہا جاتا ہے کہ لوگ لاعلم ہیں اس کی اصل یہ ہے کہ موجودہ حالت حقیقت کا کمال علم ہے اور حقیقت اپنے علم سے کبھی جدا نہیں۔ لہذا علم لاعلمی ہے۔ اور لاعلمی علم ہے۔ ودّیا اودّیا ہے اور اودّیا ودّیا ہے۔ یہ اب نئی مشکل پڑی۔ مگر اس سے انقباض نہیں ہوا بلکہ مستی میں اضافہ ہوا۔ اب مشغولی سے بھی بے پرواہی ہوئی۔ ایک دن حضرت صاحبؒ سے عرض کیا کہ حقیقت اپنے علم سے غافل نہیں ہے تو علم کی تلاش ایک بیکار بات ہے۔ اب ہم مشغولی وشغولی کچھ نہ کرینگے۔ حضرت صاحبؒ خوش ہوئے اور مشغولی کی پھر تاکید کی۔ اب اگر مشغولی کی تو بغیر پابندی اور محض بخیال تعمیل حکم۔

اب ایک نیا شگوفہ کھلا۔ عشق مجازی کی خواہش ہوئی۔ اور زور ہوتا گیا۔ جی چاہتا تھا کہ چاہے جیسے ہو عشق ہوجائے اس پر بھی تیار تھے کہ اگر ہم اسکے نتیجہ میں بداعمالی میں گرفتار

ہو جائیں تب بھی پرواہ نہیں۔ مگر جہاں تک یاد ہے اس خواہش کے بیان کرنے کا اتفاق نہیں ہوا۔
عرس آیا۔ اس مرتبہ عرس میں ذوق اور مستی کی شدت زائد از معمول تھی۔ ایک روز سہ پہر کی محفل میں
تشریف لیجانے سے پہلے حضرت صاحبؒ وضو فرما رہے تھے۔ ہم چند لوگ کھڑے تھے۔ کہ ایک مرتبہ فرمایا
کہ "ارادہ ہوتا ہے کہ اب کچھ لوگوں کو منا دیا جائے"۔ مولوی محمد عالم[1] مرحوم کو کچھ لوگوں کے بابتہ خیال گذرا کہ
ایسے لوگوں سے فلاں اشخاص مراد ہیں۔ حضرت صاحبؒ نے انکے اس خیال پر انکی طرف دیکھا اور فرمایا کہ "آپکا
خیال کدھر گیا۔ یہی کچھ اپنے ہی لوگوں کو"۔ اسکے بعد خود نماز پڑھنے تشریف لیگئے اور ہم لوگ بھی منتشر ہو گئے
گھومتے ہوئے باورچی خانہ پہونچے۔ وہاں مولوی محمد عالم مرحوم پلنگ پر لیٹے تھے۔ انھوں نے مجھ سے کہا
کہ آپنے سنا حضرت صاحبؒ نے کیا فرمایا۔ معلوم نہیں وہ کون لوگ ہیں جنکی طرف اشارہ تھا۔ ہم سڑی نے
یہ کہا "ہم نہیں جانتے مگر اتنا ضرور معلوم ہے کہ ان میں ہم ضرور ہیں"۔

رات کو کھانے کے بعد جب حضرت صاحبؒ قریب تین بجے کے پلنگ پر لیٹے تو برادر معظم مولوی
محمد حسن صاحب سے مخاطب ہو کر یہ فرمایا "چھمن کا لڑکا اچھا گاتا ہے۔ اس کا گانا محفل کے علاوہ کسی وقت
سننا چاہیئے"۔ میں نے عرض کیا تو پھر ابھی بلا یا جائے۔ اور بھائی صاحب نے بھی یہی کہا فرمایا کہ
"اس وقت نہیں"۔

اس عرس میں حاضری کے لیئے برادر معظم مولوی ضیاءالدین حیدر صاحب کو اس شرط پر
رخصت ملی کہ میں کانپور پہونچکر کام کرنے لگوں۔ ان کا خط پہونچا۔ میں نے ارادہ کیا کہ واپس جاؤں۔
تاکہ وہ آخری روز عرس میں شرکت کر سکیں۔ حضرت صاحب سے عرض کیا۔ آپنے رُکتے ہوئے فرمایا

---

[1] ان کا حال آخر کتاب میں ہے ۱۲

"اچھا چلے جاؤ" مولوی محمد عالم مرحوم نے جب [1] میں جانے کیلئے تیار ہو رہا تھا کہا کہ کیا واقعی آپ چلے جائینگے حضرت صاحبؒ نے آپکے کہنے سے اجازت تو دیدی مگر معلوم ہوتا ہے کہ منشا نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ ٹھیک ہے نہ جاؤں گا۔ چنانچہ میں رک گیا۔

عرصہ سے عرس کے بعد شب کو ایک مختصر محفل سماع کی ہوتی تھی جسمیں اکثر کنہی قوال گاتا تھا۔ مگر اس مرتبہ اس لڑکے سے گوایا گیا جس کا نام (بعد کو معلوم ہوا) گوہر تھا۔ عشا کی نماز کے بعد یہ محفل ہوا کرتی تھی جب وضو کیلئے حضرت صاحبؒ اٹھے۔ بابو اودھ بہاری لال مرحوم سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ "آج گوہر کا گانا ہوگا۔ لڑکا گاتا اچھا ہے اور اس میں ملاحت بھی ہے۔" اس پر خود بھی مسکرائے اور دوسرے لوگ بھی مسکرائے۔ گانا شروع ہوا۔ ایک نئے قسم کی کیفیت محسوس ہونے لگی۔ سب کو نہیں تو اکثر کو ایک کشش گانے والے کی طرف اپنے اندر معلوم ہوئی۔ مگر ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ ہے کیا۔ اسکے بعد ایک قسم کی شورش کی سی حالت مستی میں پائی جانے لگی جس کا ادراک نہ صرف اپنے ہی میں کرتا تھا بلکہ دوسروں میں بھی۔ یہ حالت دوسرے دن بھی رہی۔

دوسرے روز شب میں پھر اس کا گانا ہوا۔ یہ محفل نواب [2] صاحب کے کمرہ میں ہوئی۔ گانا شروع ہونے کے ساتھ ہی اس کشش کی کیفیت میں زیادتی ہوئی۔ معلوم نہیں کہ کتنی دیر تک میں اس حالت میں خاموش سکتہ کے سے عالم میں بیٹھا رہا۔ کچھ عرصہ کے بعد جو لوگ میرے پاس بیٹھے تھے۔ انھوں نے مجھکو ہوشیار کرنے کی کوشش کی۔ وہ بار بار مجھے مخاطب کرنا چاہتے تھے۔ مگر میں ویسا ہی خاموش محویت کی

---

[1] ان کا حال آخر کتاب میں ہے ۱۲

[2] نواب عبدالکریم خاں صاحب کی کوٹھی واقع تکیہ شریف ۱۲

کیفیت میں مستغرق رہا۔ یہ نہیں کہ میں بیہوش تھا۔ مجھے ان لوگوں کی کوششوں کا جو مجھے بیدار کرنا چاہتے تھے ہوش تھا۔ مگر مجھے اتنی قدرت نہ تھی کہ ادھر سے اپنی توجہ ہٹا سکوں۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھے اس محویت سے نکلنے کا خیال پیدا ہوا۔ میں نے اپنے آپ کو اسکے اوپر قائم کیا۔ محویت رفع ہوگئی مگر شورش پیدا ہوگئی۔ اسکے بعد مجھ سے بے اختیارانہ حرکات سرزد ہونے لگے۔ محفل کے ختم کے بعد حضرت صاحبؒ تکیہ پر واپس تشریف لے گئے۔ میں ساتھ نہ جا سکا کیونکہ اٹھنے کی طاقت نہ تھی۔ کچھ دیر کے بعد دوسروں کے ساتھ میں بھی گیا۔ حضرت صاحبؒ کا سامنا ہوتے ہی مجھے شدت سے ہنسی آئی اور کچھ دیر تک انکی طرف دیکھ دیکھ کر قہقہہ لگاتا رہا۔ حضرت صاحب نے بکمال عنایت اسوقت معانقہ فرمایا۔ شورش کم ہوگئی۔ ربودگی باقی رہی۔ اسکے بعد میں کانپور واپس گیا۔

حضرت شاہ تراب علی قلندرؒ کے فاتحہ میں پھر کاکوری آنا ہوا جس وقت میں برادر معظم مولوی ضیاء الدین حیدر صاحب کے ساتھ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے بھائی صاحب کی طرف مخاطب ہوکر میری طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ "ربودگی ابھی باقی ہے" وہ ربودگی باقی رہی اور گوہر کے دیکھنے کا اشتیاق اور شورش بڑھتی گئی۔

رجب کے فاتحہ میں جب حاضر ہوا تو حضرت صاحبؒ نے ایک روز فرمایا کہ کیفیت سے مغلوب نہیں رہنا چاہیئے۔ جب شدت زیادہ ہو تو دو تدبیروں میں سے ایک پر جو ممکن معلوم ہو عمل کرنا چاہیئے۔ ایک تدبیر تو یہ ہے کہ روئے۔ رونے کا اثر قلب پر سوز و گداز کے بڑھنے میں مدد دیتا ہے مگر اسمیں نسوانیت ہے۔ دوسری تدبیر یہ ہے کہ ہنسے۔ ہنسنے کے اثر سے ہمت بڑھتی ہے اور اسمیں مردانگی ہے۔" پھر رات میں محفل سماع میں جاتے ہوئے حضرت صاحبؒ نے مجھ سے فرمایا کہ اگر آپ اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکتے ہوں تو

محفل میں نہ جائیے۔ یہ اس لیے فرمایا تھا کہ پیشتر کی بعض محفلوں میں مجھ سے بہت زیادہ بے اختیارانہ حرکات سرزد ہوئے تھے لیکن میں محفل میں گیا۔ وہاں ایک مرتبہ مجھے شورش بڑھتی ہوئی معلوم ہوئی میں نے اُس طریقہ پر فوراً عمل کیا جو حضرت صاحب رح بتا چکے تھے۔ ہنسی چھوٹی اور شدت کے قہقہہ جاری ہوئے لیکن میں اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔

اب ایک حالت مجھ میں مستقل محبت کی شورش کی قائم ہوگئی۔ دن میں ربودگی رہتی تھی اور وہی حال قائم رہتا تھا۔ مگر نوکری کے فرایض ٹھیک طور سے انجام ہوتے رہے۔ شام ہوئی کہ شورش ہوئی قریب قریب تمام رات جاگتے اسی حالت میں گذرتی۔ مختلف قسم کی کیفیتیں طاری ہوتی تھیں جو سب تو اسوقت یاد نہیں۔ مثلاً عالم اور اسکے تمام لوازمات غیر دلچسپ بلکہ دوبھر معلوم ہوتے تھے۔ کبھی کبھی شورش میں یہ جی چاہتا تھا کہ جیب پھاڑ کر ویرانہ کی راہ لوں۔ کبھی معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر اور باہر ایک جنگل ہے جسمیں آگ لگی ہوئی ہے۔ کبھی ایسی حیرت دامنگیر ہوتی تھی کہ سب بھول جاتا تھا اور محض یہ سوال باقی رہ جاتا تھا کہ .... کیا ؟"

الغرض اس قسم کی مختلف کیفیتیں طاری ہوتی تھیں جو عشق میں طاری ہوتے سنی گئی ہیں۔ رات کو بحالت شورش خود بخود اشعار موزوں ہونے لگتے تھے جنمیں تخیل اور طبع آزمائی کو کوئی دخل نہیں ہوتا تھا محض ذوق اور شورش کا نتیجہ ہوتے تھے۔

پھر کچھ عرصہ کے بعد ایک کیفیت پیدا ہوئی تھی کہ دل پر بھالے لگتے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کوئی پوری قوت سے بھالے مارتا ہے۔ اس پر میں چیختا تھا مگر اس کی تکلیف کی لذت اسقدر مرغوب تھی کہ ذرا سکون ہوتے ہی پھر جی چاہتا تھا کہ وہی ہو۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوا کہ اس کیفیت کے

شروع ہوتے ہیں کچھ دیر ہوئی تو میں نے اپنے آپ سے کہا کہ "ہاں چلئے" اور وہ بھالا چلنا شروع ہوگیا۔ یہ حالت بہت عرصہ تک رہی۔ لوگوں میں طرح طرح کے چرچے ہوے۔ لوگ بُرا کہتے۔ طرح طرح کے اتہام لگاتے اور بڑی کہتے تھے جس کو سُنکر لطف آتا تھا اور جی چاہتا تھا کہ اور بدنامی ہو۔

کچھ عرصہ کے بعد حضرت صاحب نے فرمایا کہ "اپنا حال بیان کرو"۔ میں نے نیند کا غائب ہونا اور وہی بھالے چلنا بیان کیا۔ ان بھالوں کے متعلق حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ "یہ جاذبات حُبّی ہیں۔ اور یہ فرمایا کہ "نیند نہیں آتی ہے اچھا جاؤ سو رہو"۔ اب نیند کا غلبہ ہوگیا جو رفتہ رفتہ کم ہوتا گیا۔ کم ہونے پر بھی یہ رہا کہ رات کو جسوقت سوتے تھے مسلسل سویا کرتے تھے۔

کچھ مدت کے بعد خیال ہوا کہ ہم بہت سونے لگے ہیں۔ تو حضرت صاحب سے عرض کیا کہ اب نیند بہت آتی ہے انھوں نے فرمایا کہ "جب نیند نہیں تھی تو کہتے تھے کہ نیند نہیں آتی اب جو نیند ہے تو یہ خلش ہے کہ کیوں آتی ہے۔ ارے نیند آتی ہے تو سویا کرو"۔ پھر تھوڑے دنوں کے بعد عرض کیا کہ آپ نے نیند دی ہے فرماتے ہیں سویا کرو۔ سوتے ہیں لیکن وہ جاذبات تو غائب ہیں تو فرمایا کہ "نہیں جاذبات غائب نہیں ہوے ہیں۔ یہ جو نیند کی شدت ہے یہ کیا ہے وہی تو ہے"۔

غرض اس شورش عشقی میں کئی سال گذر گئے۔ ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ اب کچھ سکون دینا چاہئے میں سمجھا کہ اب سناٹا ہونے والا ہے۔ چنانچہ سناٹا ہوگیا۔ ایک مرتبہ عرض کیا کہ یہ جو سناٹے کی حالت ہے اس میں کچھ ہے ہی نہیں۔ تو فرمایا کہ "کیا نہیں ہے۔ ارے شورش نہیں ہے۔ شورش اُس وقت تک رہتی ہے کہ جب تک انسان کیفیات سے مرعوب رہتا ہے اور کیفیت انسان میں فرق رہتا ہے جب فرق نہیں رہتا تو نہ کیفیت کا احساس رہتا اور نہ شورش رہتی ہے۔ جیسے امرود کھاؤ تو جبتک مُنہ میں ہے مزا معلوم ہوتا ہے

اور جب حلق سے اتر کر جزو بدن ہوگیا اسکے مزہ کا کہیں پتہ نہیں رہتا" اسکے بعد سوائے اسکے کہ کبھی کبھی ان جاذبات کی سی کیفیت کا احساس ہوا ورنہ سناٹا ہی سناٹا رہا اور ایسا سناٹا کہ نہ اس میں کوئی طلب نہ ذوق و شوق۔ اب تو حالت کچھ ایسی ہے کہ معلوم نہیں ہم کہاں اور کیوں ہیں۔

اس سب بیان سے صاف طور پر یہ بات ظاہر ہے کہ یہ کیفیتیں دراصل ہماری نہ تھیں اور نہ ہیں۔ یہ سب اُن کا اپنا کھیل ہے جس تعین میں جس لمحہ میں جس طرح کی سیر کرنا چاہی کی۔ اور جس تعین میں جس لمحہ میں جس طرح کی سیر کرنا چاہتے ہیں کر رہے ہیں۔ یہی کل کائنات کا ظہور ہے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مولوی محمد عاصم صاحب[1] قیس کاکوروی کا بیان

(۲۶) ۱۹۱۵ء کی طوفانی بارش کے موقع پر غلام حضرت سلطان المحبوبین کی خدمت میں حاضر تھا۔ بارش شروع ہونے سے پہلے غلام برآمدہ میں بیٹھا تھا اور حضور کمرہ میں مسند سجادہ پر رونق افروز تھے۔ مجھ سے فرمایا کہ اندر اُٹھ آؤ بڑا شدید طوفان آرہا ہے۔ غلام اُٹھ آیا۔ غرضکہ چار شبانہ روز بہ تسلسل طوفانی صورت میں مینھ برستا رہا۔ آخر میں حضور نے فرمایا کہ استغفار پڑھنا چاہیئے۔ بارش قہری ہے۔ ایسی حالت میں توبہ و استغفار کا حکم ہے۔ یہ فرما کر تسبیح ہاتھ میں لی اور بڑے دالان کی لانبی چوکی پر رونق افروز ہوئے اور استغفار قدرے آواز کے ساتھ پڑھنا شروع کیا۔ برادر صاحبان عالیشان اور تمام حاضرین کو بھی استغفار پڑھنے کا حکم دیا جسکی تعمیل میں سب مصروف ہوئے حضور کا چہرۂ مبارک سرخ ہو جاتا پھر زرد ہو جاتا اور آپ آبدیدہ ہو جاتے۔ تقریباً ایک گھنٹہ اسی طرح گذرا تھا کہ بارش رک گئی۔ دونوں درگاہوں کے درمیان سینہ تک پانی بھرا تھا منشی شکور احمد صاحب مرحوم کو

---

[1] ان کا حال آخر کتاب میں ملاحظہ ہو ۱۲

خبر ہوئی کہ درگاہوں کے درمیان کس قدر پانی بھرا ہے اور وہ اس ارادہ سے گھر سے روانہ ہوئے کہ حضور سے جاکر عرض کریں کہ بارش رکوادیں۔ پھاٹک سے داخل ہونے پر لوگوں نے ان سے کہا کہ مسجد کی طرف کا رستہ صاف ہے آپ ادھر سے نکل جائیے کہنے لگے نہیں میں دونوں درگاہوں کے درمیان ہوکر اور پانی کے اندر ہوکر جاؤں گا۔ چنانچہ وہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ اسی طرح حاضر ہوئے۔ چونکہ وہ آنکھوں سے معذور ہوچکے تھے انکی یہ جسارت حضور نے ملاحظہ فرماکر تبسم فرمایا اور محظوظ ہوئے۔ جب وہ حضور میں پہونچے تو ان سے فرمایا کہ منشی جی توجہ کرو بادل کھل جائے۔ انھوں نے بڑے چبوترہ پر کھڑے ہوکر آسمان کی طرف دیکھ کر بلند آواز سے "بدر پھٹ" یعنی اے بادل پھٹ جا پکارا حضرت نے ہنس کر فرمایا ہاں۔ ہاں اور زور سے۔ انھوں نے اس سے زیادہ بلند آواز سے یہی لفظ پھر کہا۔ فرمایا ایک بار اور۔ انھوں نے پھر کہا بس بادل پھٹ گئے اور آسمان صاف ہوگیا اسی وقت جب منشی جی وہاں سے کچے مکان کی طرف تشریف لائے تو میں نے ان سے عرض کیا کہ اس وقت آپنے بادلوں کو خوب صاف کیا۔ انھوں نے آبدیدہ ہوکر جواب دیا کہ میری کیا مجال تھی۔ حضرت نے حکم دیا میں نے تعمیل کی۔

(۲۷) حضور کی وفات سے دو تین سال قبل ایک بار بارش میں بہت دیر ہوئی۔ ربیع الاول کا مہینہ تھا۔ حضور سلطان المحبوبین قلعہ پر مولوی نظام الدین[۵۱] صاحب مرحوم کے یہاں تشریف لے گئے۔ وہاں

---

[۵۱] مولوی نظام الدین خلف جناب مولوی حافظ وجیہ الدین صاحب (خلیفہ حضرت مرشدنا مولانا شاہ تراب علی قلندرؒ) انکو حضرت شاہ تقی علی قلندرؒ سے بیعت تھی۔ خوش اوقات اور رنگیں مزاج تھے۔ اور حضرت سلطان المحبوبین سے نیاز و عقیدت رکھتے تھے۔ انکے آخر وقت آپ تشریف لیگئے تو مولوی محمد اسلم صاحب نبیرۂ جناب مولانا محمد نعیم صاحب فرنگی محلی نے (جو بوجہ قرابت وہاں موجود تھے) متعجب ہوکر کہا کہ اس غشی کی حالت میں ان کا پاس انفاس کیسا صاف جاری ہے یہ آپکے ہی بزرگوں کا فیض ہے۔ اسپر آپنے صرف اتنا فرمایا کہ ایسے ہی وقت کیلئے تو پاس انفاس جاری کرایا جاتا ہے (بقیہ صفحہ آئندہ پر)

انکی بڑی بیٹی والدۂ غازی الدین[1] نے عرض کیا کہ بارش نہ ہونے سے بڑی تکلیف ہے حضور دعا کریں کہ پانی برسے۔ آپ نے فرمایا کہ خوشامدیں جب کئے کہدیں باقی بارش تو عرس شریف میں ہوگی۔ انھوں نے عرض کیا کہ اس وقت ہو جائے پھر عرس میں چار پانچ روز کے لیئے رک جائے تاکہ عرس میں زحمت نہ ہو فرمایا یہ کیسے ہو سکتا ہے خدا کے نزدیک اُسی وقت کی بارش خلق کیلئے مفید ہے۔ ہم اپنے بزرگوں کے عرس کی رونق کیلئے خلق کے فائدہ میں کمی کی کبھی دعا نہ کرینگے چنانچہ یہی ہوا کہ عرس شریف میں خوب بارش ہوئی اور ۱۳۵۷ھ تک ہر سال عرس کے زمانہ میں پانی ضرور برسا۔

(۲۸) حضرت مولانا شاہ حبیب حیدر قلندر قدس سرہٗ کی وفات کے دوسرے یا تیسرے سال جناب مولانا شاہ تقی حیدر صاحب مغفور نے مجھ سے بیان کیا کہ کل دوپہر کو میں مولانا شاہ حمایت علی صاحب قلندر قدس سرہٗ کے پلنگ پر سو رہا تھا۔ خواب میں بھائی صاحب قدس سرہٗ نے مجھ سے فرمایا کہ "عاشق شہید مرتا ہے اور ہمارے خاندان میں دو شخص ظاہراً بھی شہید ہوے۔ ایک مولوی حمایت علی صاحب جنکو سانپ نے کاٹا اور دوسرے ہم کہ ہمارے اُس مقام پر دانہ نکلا کہ جہاں پر انکے سانپ نے کاٹا تھا اور وہی دانہ بڑھ کر سرطان اور بعدہٗ باعث وفات ہوا"

(۲۹) حاجی مولوی سلطان یاور صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ابنا زمانہ کی طرح ایک زمانہ میں میں بھی بے نمازی تھا ایک روز خواب میں دیکھا کہ مرگیا اور دفن کیا گیا ہوں اور قبر میں مجھے سانپوں اور بچھوؤں نے گھیرا ہے۔ میں نے حضرت حاجی وارث علی شاہ صاحب ساکن دیوہ شریف اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) انکی وفات بتاریخ ۹ جمادی الاول ۱۳۵۲ھ ہوئی اور اپنے آبائی قبرستان میں دفن ہوئے۔ مولوی محمد عاصم انکے داماد ہیں ۱۲

[1] غازی الدین سلمہٗ کو حضرت سلطان المحبوبین سے بیعت ہے اور انکی والدہ کو حضرت والد ماجد سے بیعت ہے ۱۲

اور شاہ غلام جیلانی صاحب بانسوی اور حضرت شاہ حبیب حیدر صاحب سے حسن ظن رکھتا تھا میں نے ان تینوں حضرات کو پکارا اور ان سے پناہ مانگی تینوں حضرات تشریف لائے حضرت شاہ حبیب حیدر صاحب نے بڑھ کر فرمایا کہ "تم نماز کیوں نہیں پڑھتے اگر اقرار کرو کہ نماز پڑھا کرو گے تو یہ بلا دفع ہو جائے" میں نے اقرار کیا اور فرط خوف سے جاگ پڑا اس وقت سے بفضلہ نماز کا پابند ہوں سلطان یار صاحب حضرت خداوند نعمت کے مرید نہیں مگر حضرت کا فیض عام ان کو بھی اسی طرح پہونچا جیسے کہ اپنے منتسبین کو پہونچتا ہے اور انکو گمراہی سے راہ راست پر لایا۔

مولوی شمیم الدین[۵] صاحب کاکوروی کا بیان

(۳۰) قبل ملازمت حیدرآباد دکن جب میں بھوپال میں ملازم تھا ایک شب میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بڑا سا دالان ہے جس میں حضرت خداوند نعمت تشریف فرما ہیں اور دونوں حضرات یعنی جناب مولانا شاہ تقی حیدر صاحب و جناب حافظ شاہ علی حیدر صاحب آپکے سامنے تشریف رکھتے ہیں اور سبق پڑھ رہے ہیں میں بھی حاضر ہوں اور پیچھے کھڑا ہوں حضرت صاحب نے پانی پینے کو مجھ سے مانگا۔ میں پانی لینے کو چلا تو فرمایا کہ دیکھو کیسے تن کر چلتے ہیں جیسے حیدرآباد سے نوکر ہو کر آئے ہیں اس خواب کی تعبیر یہ ہوئی کہ میں تھوڑے عرصہ کے بعد حیدرآباد میں ملازم ہو گیا۔

(۳۱) سنہ ملازمت ایک مرتبہ اتفاق ہوا کہ جس ضلع میں میں متعین تھا وہاں کے میرے محکمہ والے جملہ ملازمین ایک افسر کی تحقیقات کے ضمن میں معرض خطر میں تھے چنانچہ مجھے بھی قدرے تشویش تھی مگر ازالہ نہیں کہ کوئی تدبیر کرتا۔ میرے بچوں کو پڑھانے کیلئے ایک مولوی صاحب نوکر تھے۔ انکو اس معاملہ کی

۵ ان کا تذکرہ حواشی حصہ اوّل میں آیا ہے ۱۲

کہیں سے اطلاع ہوگئی اور یہ سمجھ کر کہ میں پریشان ہوں انھوں نے باوجود میرے کہنے کے کہ مجھ کو اطمینان ہے اصرار کر کے میرے لیئے وظیفہ پڑہنا شروع کیا۔ دو چار ہی دن گذرے تھے ایک روز بے وقت میرے مکان پر پہونچے۔ میں نے وجہ دریافت کی۔ کہنے لگے کیا آپ کسی کے مرید ہیں۔ میں نے پوچھا کیوں کہنے لگے میں نے آپ سے کہا تھا کہ میں آپکے لیئے کچھ پڑہوں گا۔ میں نے دعائے قطب پڑہنا شروع کی تھی شب میں میں نے دیکھا کہ ایک دالان ہے جسمیں لانبی لانبی ٹوپی پہنے ایک سن رسیدہ بزرگ تشریف رکھتے ہیں اور ایک بزرگ جو اُن سے کم عمر ہیں دالان کے سامنے چبوترہ کے کنارہ کھڑے ہیں۔ میں نیچے کھڑا ہوں ان کم عمر بزرگ نے مجھ کو ڈانٹ کر فرمایا کہ تم یہ کس کے لیئے پڑھ رہے ہو۔ میں نے آپ کا نام لیا۔ فرمایا تم کون پڑہنے والے۔ تمکو کیا مطلب وہ میرا ہے۔ میں سہم گیا اور اس خوف کی حالت میں میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے مولوی صاحب سے ان بزرگ کا حلیہ دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ لانبا سفید کرتا پہنے تھے اور اس پردہ کے رنگ کی سی ٹوپی تھی (میرے مکان کے دروازہ پر ایک پردہ پڑا تھا جو گیروے رنگ سے بہت مشابہ تھا) اور حلیہ مبارک کی بھی تصریح کی۔ بہرحال میں سمجھ گیا کہ یہ دونوں بزرگ یعنی حضرت پیر و مرشد برحق اور حضرت خداوند نعمت تھے۔ مولوی صاحب کبھی نہ کاکوری آئے تھے اور نہ کہیں ان حضرات کو دیکھا تھا بلکہ میرے مرید ہونے کی بابت بھی نہیں جانتے تھے۔

منشی اقتدا علی[1] صاحب عباسی کاکوروی کا بیان

(۳۲) میری لڑکی سیدہ سلمہا کو بخار آتا تھا۔ کاکوری میں جو جو طریقۂ علاج ممکن تھا اس سے

---

[1] منشی اقتدا علی عباسی ابن مولوی فدا علی کاکوروی کو حضرت سلطان المحبوبین سے بیعت ہے۔ بہت نیک اور خوش عقیدہ شخص ہیں ۱۲

کوئی نفع نہیں ہوا۔ حضرت صاحب قبلہ نے فرمایا کہ اس کو لکھنؤ لیجاؤ۔ میں اس زمانہ میں دفتر وثیقہ میں نوکر تھا اور قیصر باغ میں رہتا تھا۔ میں اپنے گھر میں اور لڑکی کو لکھنؤ لے گیا۔ ایک روز اُسکی حالت بہت خراب ہوگئی۔ میرے دفتر جانے کا وقت آگیا اور میں مجبوراً دفتر چلا گیا مگر وہاں سے بارہ بجے دن کے واپس آیا۔ میرے گھر میں کہنے لگیں کہ ابھی حضرت صاحب قبلہ تشریف لائے تھے اور ایک تعویذ دے گئے ہیں کہ اس کو باندھو یہ اچھی ہو جائیگی۔ مجھ کو تعجب ہوا تو وہ کہنے لگیں کہ "قریب دس بجے دن کے میری آنکھ لگ گئی تھی تو میں نے یہ دیکھا کہ حضرت صاحب قبلہ تشریف لائے اور فرمایا کہ کوئی پریشان ہونے کی بات نہیں یہ لڑکی اچھی ہو جائیگی اور یہ تعویذ اسکے گلے میں ڈالدو" چنانچہ اسی روز اسکا بخار اتر گیا اور تین چار روز میں وہ بالکل اچھی ہوگئی۔

خان صاحب حاجی محمد انعام علی صاحب[1] عباسی کاکوروی کا بیان

(۲۱۳) میں ۱۹۵۳ء میں بغرض شرکت عرس شریف ذریعہ موٹر آگرہ سے کاکوری آرہا تھا کہ درمیان سفر میں جبکہ کانپور دس گیارہ میل رہ گیا تھا موٹر کا تیل (پٹرول) ختم ہوگیا اور موٹر کا انجن بند ہوگیا۔ اس موقع پر پٹرول ملنا تو بہت مشکل تھا مٹی کا تیل ایک قریب کے موضع میں تلاش کیا گیا مگر وہ بھی بمشکل صرف ایک بوتل ملا جو قطعی ناکافی تھا۔ چونکہ زنانی سواریاں ہمراہ تھیں اور اس طرح پر جنگل میں پڑا رہنا خطرناک تھا لہٰذا مجھ کو پریشانی لاحق ہوئی میں نے اپنے پیر و مرشد مولانا

---

[1] حاجی انعام علی ولد شیخ مشرف علی مرحوم [illegible] سلطان المجتہدین سے بیعت ہیں بہت نیک مزاج اور کنبہ پرور شخص ہیں اور اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں خاص عقیدت رکھتے ہیں۔ آگرہ میں ڈسٹرکٹ انجینیر رہ کر پنشن یاب ہوئے ہیں ۱۲

شاہ حبیب حیدر صاحب قلندر قدس سرہٗ کو یاد کیا اور عرض کیا کہ حضرت اسوقت امداد فرمائیں۔
اور یہ کہہ کر میں نے اپنی گاڑی کے ڈرائیور سے کہا کہ خدا کے بھروسہ پر انجن اسٹارٹ کرو اور چلو۔ چنانچہ
یہ نتیجہ ہوا کہ ہم لوگ کانپور تک بخیر و خوبی پہنچ گئے اور جو مٹی کا تیل ڈالا تھا وہ پھر بھی باقی رہ گیا۔
کانپور سے پٹرول خرید کر کے کاکوری پہنچ گئے۔ میرا موٹر ڈرائیور مسمی یعقوب علی امامیہ طریق پر ہے مگر اسکو
بھی بہت تعجب ہوا وہ بھی اس کرامت کا قائل ہے اور حضرت ممدوح سے عقیدت رکھتا ہے۔

(۴۴) میرے چھوٹے بھائی منشی شبیر علی عباسی اورسیئر آگرہ کو کوٹ پتلون کا بڑا شوق
تھا وہ تکیہ شریف پر بھی اسی طرح سے حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک روز حضرت پیر و مرشد نے فرمایا کہ "بھیا
شبیر اگر برا نہ مانو تو ایک بات کہیں"۔ انھوں نے عرض کیا کہ برا ماننے کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی ہے۔ آپ
فرمائیں۔ چنانچہ ارشاد ہوا کہ "ایسی جگہ کے لیئے ایک آدھ شیروانی اور پائجامہ رکھا کرو"۔ اس روز سے
انکو کوٹ پتلون سے نفرت ہوگئی اور وہ اسوقت سے پائجامہ اور شیروانی استعمال کرتے ہیں۔

مولوی نظام الدین حیدر صاحب کاکوروی وکیل کا بیان[1]

(۴۵) حضرت صاحب کی حیات بابرکات کا زمانہ تھا کہ میں نے اپنے قیام سندیلہ کے زمانہ میں
بحالت خواب آپکو نہایت حسین و جمیل صورت میں بلندی پر شکل فرشتہ رحمت کے فضائے آسمانی میں
پرواز کرتے ہوئے دیکھا۔ دہان مبارک میں ایک چھوٹا سا خوبصورت بگل ہے جس سے نہایت شیریں
اور دلکش آواز مثل ریل کی سیٹی کے نکل رہی ہے۔ آپ میری جانب نزول فرما رہے ہیں حتی کہ عین

---

[1] مولوی نظام الدین حیدر کاکوروی نبیرہ مولوی ممتاز الدین حیدر (جنکا ذکر کتاب تذکرہ مشاہیر کاکوری صفحہ ۱۴۱ میں ہے)
کو حضرت والد ماجدؒ سے بیعت ہے پہلے سندیلہ میں وکالت کرتے تھے اب لکھنؤ میں وکالت کرتے ہیں ۱۲

میری چارپائی کے اوپر سے نہایت ترنم اور دلآویز لہجہ میں یہ فرماتے ہوئے گذرے "اللہ دنیا ذوق لا یحصلھا الا بالزوس"۔ آخری لفظ "زوس" میں اتنی کشش تھی کہ میں چونک پڑا۔ ظاہر ہے کہ اس ارشاد سے مجھے میرے پیشہ وکالت کے لحاظ سے ہدایت اور تنبیہ فرمائی گئی۔ اس آواز کی شیرینی اور دلکشی اب تک دل و دماغ میں بسی ہوئی ہے۔

(۳۶) حضرت صاحبؒ کی صاحبزادی صاحبہ اور ان کی والدہ صاحبہ مدظلہما دونوں بیک وقت علیل تھیں اور سلسلہ علالت کئی ماہ سے جاری تھا۔ غالباً افتخار الملک حکیم عبدالحمید صاحب مرضائے موصوف کو دیکھ کر واپس ہوئے تھے اور آپ سے اسی متعلق تذکرہ ہو رہا تھا میں اس خیال میں غلطاں اور پیچاں تھا کہ یا الٰہی یہ کیا معاملہ ہے کہ ہم لوگ اپنی اور اپنے متعلقین کی علالت اور دیگر پریشانیوں کو وقت ناوقت عرض کر کے اپنی مراد حاصل کر لیتے ہیں۔ حضرت صاحب کی ادنیٰ تصرف اور توجہ سے دونوں مریضہ صاحبہ اچھی ہو سکتی ہیں۔ پھر یہ حکیم صاحب کی آمد کیسی اور طوالت علالت و علاج کے کیا معنی جب حکیم صاحب موصوف رخصت ہو کر چلے گئے تو ایک اور صاحب سے مخاطب ہو کر آپ نے فرمایا "بھائی بعض معتقدین اپنی محبت اور خلوص سے کہتے ہیں کہ حضرت صاحب خود ان مریضوں کے ازالہ مرض کی طرف کیوں توجہ نہیں فرماتے۔ میاں بات یہ ہے کہ انسان کو بندہ بنا رہنا چاہیئے اور عبودیت کو ہرگز نہ چھوڑنا چاہیئے"۔ اس ارشاد کے بعد حضرت صاحب کی نظر میری جانب گھومی۔ میں سہم گیا۔ آپ صرف مسکرا دیئے۔ ڈر جاتا رہا اور دل پر بجلیاں کوندنے لگیں۔ بطور معذرت کچھ عرض کرنا چاہتا تھا نہ کر سکا۔ اللہ اکبر کہہ کر خاموش ہی رہ گیا۔

لہ دنیا فریب ہے نہیں حاصل کیجا سکتی بغیر فریب کے ۱۲

(۳۷) حضرت صاحب کے وصال کے کچھ عرصہ کے بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت صاحبؒ امامت نماز فرما رہے ہیں۔ جماعت میں بہت سے لوگ ہیں سب کا رخ جانب مشرق ہے حضرت صاحبؒ سرمئی رنگ کا دھسہ یا لوئی اوڑھے ہیں۔ حالت رکوع میں بہت دیر سے استادہ ہیں جب بہت دیر ہوئی تو میں نے قاضی انتظام علی خاں مغفور سے جو میری داہنی جانب رکوع میں ساتھ کھڑے ہیں۔ کہنی سے اشارہ کیا تاکہ نظر اٹھا کر دیکھیں۔ اُسوقت حضرت صاحب حالت رکوع میں جھکتے جا رہے تھے اور مجھے اندیشہ ہوا کہ حضرت صاحب کہیں گر نہ پڑیں۔ ساری جماعت درہم برہم ہوگئی۔ لوگوں نے دوڑ کر حضرت صاحبؒ کو سنبھال لیا۔ ایک چارپائی لائی گئی جسپر آپ خود سے لیٹ گئے یا لٹائے گئے۔ حضرت صاحبؒ بہت زار و نحیف نظر آتے تھے۔ میں مزاج پرسی کیلئے سامنے حاضر ہوا و قدم بوسی یا دست بوسی کے لیئے بڑھا حضرت صاحب نے میرے دونوں ہاتھ نہایت مضبوطی سے پکڑ لیئے اور فرمانے لگے کہ "حضرات امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے بڑے مرتبہ ہیں"۔ مجھ پر ایک وجد کی سی کیفیت طاری ہوئی اور میں اُسی حالت میں جب کہ میرے ہاتھ حضرت صاحب کی گرفت میں تھے رقص کرنے لگا اور میری زبان سے یہ الفاظ بے ساختہ نکلنے لگے "جی ہاں حضور کے واسطے سے حضور کے واسطہ سے"۔ میری سمجھ میں آیا کہ اس ارشاد سے حضرت مولائی و مقتدائی شاہ تقی حیدر قلندر قدس سرہ العزیز اور حضرت ملجائی و ماوائی حافظ شاہ علی حیدر مدظلہ العالی کی ذات ہائے گرامی کی طرف اشارہ ہے۔

منشی ایوب[۱] احمد صاحب کاکوروی کا بیان

(۳۸) ماہ دسمبر ۱۹۱۸ء میں علیگڈھ کالج میں ایل۔ایل۔بی کی تعلیم حاصل کرنے کے لیئے

---

[۱] ان کا تذکرہ حواشی ماقبل میں آچکا ہے ۱۲

میں داخل ہوا۔ کالج کو کھلے ہوئے دو ماہ گذر چکے تھے اور تا امتحان میری حاضری کے ایام مقررہ تعداد کے لئے کسی طرح پورے نہیں ہوسکتے تھے اور پرنسپل صاحب نے صاف کہہ دیا تھا کہ اگر ایک دن کی حاضری بھی کم ہوئی تو تمھاری فیس نہ لیجائے گی۔ میں نے یہ سب بذریعہ عریضہ حضرت صاحب قبلہ کی خدمت میں عرض کیا۔ اسی درمیان میں میری والدہ صاحبہ کی سخت علالت کا تار ملا اور میں کاکوری چلا آیا اور یہاں مجھے ایک ہفتہ ٹھہرنا پڑا۔ جب فیس داخل ہونے کا وقت آیا تو بالکل مایوس تھا اور رقم فیس لیکر دفتر میں جانے کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ اسی کشمکش و پیچ میں آپ کا ارشاد یاد آیا کہ "فاعل حقیقی اللہ ہے اُس پر بھروسہ رکھنا چاہیئے" میں آپ کو یاد کرتا ہوا داخل دفتر ہوا۔ وہاں پرنسپل صاحب رجسٹر اپنے سامنے رکھے ہوئے ہر طالب علم کی حاضری کی جانچ کر کرکے فیس لے رہے تھے جب میرا نام آیا تو انھوں نے ایک لفظ بھی نہ کہا اور فیس جمع کرلی۔ چنانچہ میں امتحان میں شریک ہوا۔

(۳۹) میں ایل۔ایل۔بی۔ فائنل کا امتحان دینے الٰہ آباد گیا اور مسلم بورڈنگ ہاؤس میں ٹھہرا۔ جس دن امتحان شروع ہونے والا تھا اس سے تین روز قبل دفعتاً آنکھیں سرخ ہوگئیں اور امتحان سے ایک روز قبل کچھ ایسی تکلیف بڑھی کہ بالکل پڑھنے کے قابل نہیں رہا۔ برادر مکرم منشی مرتضیٰ علی صاحب سندیلی اُن دنوں وہاں تھے۔ وہ فاتحہ شریفہ کی شرکت کیلئے کاکوری جارہے تھے میں نے اُن سے کہا کہ میرا سلام عرض کردینا اور یہ عرض کردینا کہ جب مجھے ناکامیاب ہونا تھا تو مجھے بیکار بھیجا گیا۔ دوسرے دن صبح کو پہلا پرچہ تھا جب امتحان کا پرچہ مجھے ملا تو میں نے پڑھنا چاہا مگر مجھے اسوقت حروف اسقدر دھندلے نظر آرہے تھے کہ لفظ کا اندازہ کرنا غیر ممکن تھا۔ اب مجھے بہت مایوسی ہوئی۔ میں نے پرچہ میز پر رکھ دیا اور سر جھکا کر بیٹھ گیا۔ دفعتاً ایسا معلوم ہوا

کہ جیسے میرے قلب میں کسی نے یہ بات ڈالی کہ پھر کوشش کرو چنانچہ میں نے ذرا دیر بعد آہستہ آہستہ پورا پرچہ پڑھا اور سب سوالات کا جواب لکھا جب میں امتحان کے کمرے سے پرچہ لکھ کر باہر نکلا تو میرے دوستوں کو میری آنکھیں دیکھ کر سخت تعجب ہوا اس لیئے کہ دونوں آنکھوں میں کہیں ذرا سا بھی نشان سرخی کا نہ تھا اور یہ پرچہ میں نے اپنی عمر میں بہترین کیا تھا بالآخر میں امتحان میں کامیاب ہوا۔

منشی یونس حسن[1] صاحب کاکوروی کا بیان

(۴۰) میں نے ۱۱ر دسمبر ۱۹۴۰ء کو خواب دیکھا کہ ایک مجمع ہے جسمیں کاکوری اور باہر کے لوگ موجود ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عرس شریف یا فاتحہ شریف کا موقع ہے۔ دفعتاً ایک بزرگ آئے جو پھٹے ہوئے کپڑے پہنے تھے اور ان پر جذبی کیفیت طاری تھی میں نے ایسا محسوس کیا کہ وہ کوئی مشہور بزرگ ہیں بعض لوگ انکو اچھی طرح جانتے اور انکے معتقد تھے۔ ان لوگوں نے انکی بڑی تعظیم کی اور بجائے خود بعید خوش ہوئے اور آپس میں ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرائے اور انکے آگے چلنے کے لیئے کچھ اس سرگرمی سے لوگوں کو ہٹانا شروع کیا کہ میں نے خواب ہی میں محسوس کیا کہ یہ لوگ محض اس غرض سے ان بزرگ کے آنے پر خوش ہوئے ہیں کہ اب امتحان اور مقابلہ کا اچھا موقع ہاتھ آیا۔ یہ محسوس کر کے مجھ کو پریشانی سی پیدا ہوئی۔ وہ بزرگ آگے بڑھے یہاں تک کہ صدر تک پہنچ گئے جہاں حضور خداوند نعمت مولانا و مرشدنا شاہ حبیب حیدر صاحب قلندر قدس سرہٗ الاطہر تشریف رکھتے تھے اور اسوقت غیر معمولی شان جلال کا مظاہرہ تھا اور خاص کر چشمہائے مبارک کچھ زیادہ بڑی اور خوبصورت معلوم ہوتی تھیں اور اُن میں ایک غیر معمولی مستی اور

---

[1] از اولاد منشی فیض بخش صاحب کاکوروی۔ یونس حسن صاحب کانپور میں سررشتۂ تعلیم میں ملازم ہیں انکو حضرت سلطان المحبوبین سے بیعت ہے ۱۲

کشش تھی جو اسوقت تک محسوس ہو رہی ہے حضور نے نظر اٹھا کر اُن بزرگ کی طرف دیکھا جس کا اثر
یہ ہوا کہ انکی جذبی حالت میں دفعتًا کمی واقع ہوگئی اور انھوں نے نہایت تعظیم کے ساتھ سلام کیا حضور
نے اشارہ سے انکو قریب بلایا اور کچھ پڑھ کر انکے قلب پر دم کیا اور دست مبارک انکے سینہ پر پھیرا جسکے اثر سے
فورًا انکو سکون ہوگیا۔ میں نے خواب ہی میں یہ سمجھا کہ یہ بزرگ یہاں اسی غرض سے آئے تھے۔ نیز یہ دیکھ کر نہایت
مسرت ہوئی کہ ایسے بزرگ جنکو لوگ بہت بڑی چیز سمجھتے ہیں وہ تک حضور کی خدمت میں توجہ اور مداوی کی غرض
سے حاضر ہوتے ہیں۔ نیز دیکھ کر کہ ان لوگوں کے چہرہ پر جنھوں نے انکو آگے بڑھایا تھا ہوائیاں سی اڑنے لگیں اور انکی
اس شکست کو محسوس کر کے بھی میں بہت خوش ہوا۔

اسکے بعد دفعتًا منظر تبدیل سا ہوگیا اور میں نے دیکھا کہ ایک بڑا شامیانہ لگا ہوا ہے جسمیں ایک کونے
پر تختوں کا چوکا لگا ہے جس پر حضرت صاحب قبلہ جلوہ افروز ہیں اور چوکے کے چاروں طرف گدے دار کوچ
اور چوکیاں رکھی ہیں۔ زمین میں دری بچھی ہے تختوں اور کوچوں کے درمیان تھوڑا سا راستہ ہے میں جناب
والد صاحب منشی یوسف حسن[1] صاحب مرحوم و مغفور کے ساتھ شامیانہ میں داخل ہوا حضور نے والد صاحب
سے ایک قریب کے کوچ پر بیٹھنے کیلئے اشارہ فرمایا انھوں نے عرض کیا حضور میں نیچے بیٹھوں گا چنانچہ وہ
آگے بڑھے اور تختوں کے چوکے اور کرسیوں کے بعد جو دری زمین پر بچھی تھی اس پر جا کر بیٹھے اور میں بھی
موصوف کے ساتھ جا کر وہیں دری پر بیٹھ گیا۔ وہاں تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد مجھ کو کچھ الجھن سی ہوئی اسلئے
کہ حضرت صاحب قبلہ وہاں سے بہت دور تھے۔ میں وہاں سے اٹھا کہ قریب جا کر بیٹھوں۔ جب قریب پہنچا
تو دیکھا کہ بجائے حضرت صاحب قبلہ حضرت استادی و مولائی جناب حافظ شاہ علی حیدر صاحب مدظلہ العالی

---

[1] انکو حضرت والد ماجد سے بیعت تھی ۱۲

وہاں رونق افروز ہیں۔ گویا حضرت صاحب قبلہ نے حضرت استادی کی شکل اختیار فرمائی۔ میں یہ دیکھ کر حیرت میں تھا کہ آنکھ کھل گئی۔

منشی علی احمد صاحبؒ کاکوروی کا بیان

(۴۱) میں ۱۹۳۰ء میں داخل سلسلۂ غلامی ہوا۔ میرے مرید ہونے پر اعزا میں اکثر لوگوں نے اس قدر چہ میگوئیاں کیں کہ میرے دل میں بھی انتشار پیدا ہو گیا اور یہ خطرہ رہنے لگا کہ کسی اور جگہ مرید ہوئے ہوتے تو بہتر تھا۔ میں اسی مخمصہ میں تھا کہ اتفاق سے حضرت خداوند نعمت مولوی وسیم الدین صاحب مرحوم کے چھوٹے صاحبزادہ وسیم الدین مرحوم کی تدفین کیلئے تشریف لیجا رہے تھے تو میں بھی ہمراہ ہو لیا۔ راستہ میں مڑ کر حضرت صاحب نے میری طرف ایسی نظر سے دیکھا کہ مارے ہیبت کے میرے پیر لڑکھڑانے لگے۔ میں گھبرا کر اسی جگہ کھڑا رہ گیا۔ تھوڑی دیر میں جب میرے ہوش کچھ بجا ہوئے تو فوراً مجھے محسوس ہوا کہ یہ میری بد ظنی پر تنبیہ کی گئی ہے۔ اور اسی وقت خطرات جاتے رہے۔

(۴۲) ایک مرتبہ حضرت قبلۂ عالم نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ تم اپنے ماموں (منشی شفیع الدین عباسی) کے پاس جایا کرتے ہو۔ میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا ضرور جایا کرو وہ تمکو متبنیٰ کرینگے" چنانچہ اس ارشاد کے دس سال بعد بلا وہم و گمان یہ اس طرح واقع ہوا کہ ماموں صاحب نے اپنی جائداد وقف علی الاولاد کر کے میرے حوالہ کر دی۔

(۴۳) ۱۹۳۴ء میں ماموں جان کے انتقال کے بعد گورنمنٹ کی طرف سے کاشتکاروں کو قریب نصف لگان کے چھوٹ دی گئی اور حاکم پرگنہ نے کاکوری آکر تمام کاشتکاروں کو پرچہ جات وضع لگان

سلہ ان حال حواشی حصہ اول میں آیا ہے ۱۲

تقسیم کر دیئے۔ ان پرچوں کو دیکھ کر میرے ہوش اڑ گئے اس لیئے کہ ماموں صاحب نے پیشتر ہی سے چھوٹ دے کر
جدید پٹے بنا دیئے تھے اور اسامیوں سے یہ طے ہو چکا تھا کہ آیندہ کیلئے کسی مزید چھوٹ کے تم مستحق نہیں ہو گے۔
بہت کوشش کی مگر بے نتیجہ۔ آخر مایوس و مجبور ہو کر میں نے حضرت خداوند نعمت سے بہت الحاح و زاری
سے سب حال عرض کیا۔ حضور نے سب حال ہنس ہنس کر سنا اسکے بعد فرمایا "اللہ کی جو مرضی ہو۔ اُس سے
مہربانی کی امید رکھنا چاہیئے" مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ چھوٹ کا منسوخ ہونا ناممکن ہے۔ میرے عرض معروض کرنیکے
تین چار روز بعد یکبارگی اُس تخفیف لگان کی منسوخی بحکم گورنمنٹ ہو گئی۔

(۴۴) ایک مرتبہ حضرت شاہ حیدر علی قلندر قدس سرہ العزیز کا فاتحہ تھا۔ دو بجے شب میں بعد
محفل سماع جب میں رخصت ہو کر اپنے مکان قاضی گڑھی جانے لگا تو سلام کرتے وقت حضور نے فرمایا "کہ
اب رات بہت ہو گئی ہے تم اکیلے اتنی دور کہاں جاؤ گے یہیں کہیں لیٹ رہو"۔ حضرت صاحب کی
کوٹھے پر تشریف لیجانے کے بعد میں وہیں صحن میں لیٹ رہا۔ صبح ہوتے دیکھتا کیا ہوں کہ ہر در و دیوار پر اور جہاں تک
نظر کام کرتی ہے حضور کی صورت مبارک ایک مسکراہٹ کے ساتھ جلوہ گر ہے اور کوئی چیز حاجب نہیں۔

(۴۵) ایک مرتبہ میں اپنے مکان میں قبل نماز عشا حضور کو یاد کرتے کرتے کچھ غنودگی میں ہو گیا
یکایک مجھے بہت زور سے یہ آواز سنائی دی کہ نماز پڑھو۔

مولوی یقین الدین[۱] صاحب کاکوروی کا بیان

(۴۶) ایک مرتبہ میں اپنے عم محترم مولوی متین الدین صاحب کے ہمراہ بمقام جالندھر ریاست

---

[۱] مولوی یقین الدین ابن مولوی احسان الدین از احفاد مولوی رشید الدین خاں صاحب علوی کاکوروی ہیں۔ مولوی رشید الدین خاں صاحب حضرت مرشدنا شاہ تراب علی قلندر کے ایسے مقبول مرید تھے کہ آپ نے انکی خاطر (بقیہ حاشیہ صفحہ آیندہ پر)

حیدرآباد دکن آرام کرسی پر لیٹا ہوا تھا۔ ساڑھے تین بجے دن کا وقت تھا۔ چاہتا تھا کہ اٹھ کر ظہر کی نماز پڑھوں لیکن کچھ ایسی سستی غالب ہوئی کہ لیٹا رہا اور غنودگی سی آگئی۔ اس نیم خوابی کی حالت کو دو تین منٹ سے زیادہ نہ گذرے ہونگے کہ دفعتاً دیکھا کہ میرے پیر و مرشد برحق حضرت مولانا شاہ حبیب حیدر قلندر فرماتے ہیں "جاؤ معروف یقین کو جگاؤ کہ نماز ظہر ادا کریں"۔ میں چونک پڑا اور حضرت پیر و مرشد کا فیض محسوس کر کے بہت مسرور ہوا اور اٹھکر نماز ادا کی۔

منشی شفیع الدین[1] صاحب کرمانی کا بیان

(۴۷) میں ہمیشہ سے پیری و مریدی کا مخالف تھا اور اس کو فعل عبث تصور کرتا تھا۔ حالانکہ میرے وطن قصبہ دیوہ شریف میں مشہور و معروف بزرگ حاجی شاہ وارث علی صاحب قبلہ تشریف فرما تھے اور دور دور سے ہزارہا مخلوق ہر قوم و ملت کے صعوبت سفر برداشت کر کے آتے تھے اور مرید ہوا کرتے تھے۔ میں بھی کبھی کبھی انکی خدمت میں حاضر ہو کر قدمبوسی حاصل کیا کرتا تھا۔ مگر بیعت کی جانب توجہ نہ ہونا تھی نہ ہوئی۔ رفتہ رفتہ مطالعہ کتب و صحبت بزرگان اور تجربہ زمانہ سے عقل میں پختگی آتی گئی اور یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر یہ فعل عبث ہوتا تو اس قدر مخلوق اس کی گرویدہ کیوں ہوتی اور ہمارے آبا و اجداد مولانا عبدالسلام صاحب و مولانا ذوالفقار علی صاحب جیسے بزرگ علما اس فعل کو مستحسن و جائز قرار کیوں دیتے لہذا بعد غور یہ بات سمجھ میں آئی کہ ہر شخص کے واسطے ایک ہادی اور رہبر کا ہونا ضروری ہے جو بذریعہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) مطالب رشیدی تصنیف فرمائی اور انکے ہی نام سے اسکو منسوب کیا۔ یہ حضرت سلطان المحبوبین کے مرید ہیں۔ ریاست حیدرآباد دکن کے سررشتہ تعلیم میں ملازم ہیں۔ انکی عمر تقریباً پینتیس سال کی ہے ۱۲

[1] منشی سید شفیع الدین کرمانی ابن مولوی سید قطب الدین احمد کرمانی ساکن دیوہ ضلع بارہ بنکی از احفاد حضرت ملا عبدالسلام دیوی نقشبندی کو حضرت سلطان المحبوبین سے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں بلحاظ اپنی خاندانی نسبت کے بیعت ہے۔ خوش عقیدہ اور نیک طبیعت شخص ہیں ۱۲

اپنے پند و نصیحت و نیک صلاح و مشورہ کے کجروی سے باز رکھے نشیب و فراز سے متنبہ کرے اور خوف خدا دلاکر راہ مستقیم تک پہونچا دے۔ پس طے کرلیا کہ مرید ہونا ضروری چیز ہے مگر پیر کو دیکھ بھال کر۔ چنانچہ اس خیال میں کئی سال تک رہا۔ اور متعدد جگہ جانے کا اتفاق ہوا۔ مگر ابھی تک کوئی پیر میری کسوٹی پر پورا نہ اُترا۔ عم اکرم مولوی عظیم الدین[ف] صاحب منصف کے پنشن لے لینے کے بعد کاکوری میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ دوسرے تیسرے روز تکیہ شریف پر حاضری ہونے لگی۔ وہاں کی ہر بات کو بہت غور و خوض سے دیکھ بھال کرنے لگا۔ چند سال تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ آخرکار مولانا و سیدنا حضرت شاہ محمد حبیب حیدر قبلہ کی پابندی شریعت و اوصاف حمیدہ نے دل کو موہ لیا اور مرید ہو جانے کے واسطے بیقرار ہونے لگا۔ ہنوز یہ کشمکش جاری تھی کہ جناب نوشہ میاں صاحب بدایونی کاکوری تشریف لائے۔ اس کا ذکر ہوا۔ فرمانے لگے کہ "شاہ صاحب ممدوح سے بہتر فی زمانہ نہ ملے گا۔" دل تو پہلے ہی سے بے قابو ہو رہا تھا فوراً بطیب خاطر مرید ہو گیا۔ دروازہ خدا کی رحمت کا وا ہو گیا۔ بیکاری سے باکار ہوا۔ بمشاہرہ بیس روپیہ بطور اکونٹنٹ کورٹ آف وارڈس لکھیم پور ملازم ہوا۔ بعدہ ریاست بلرام پور میں تبدیل ہو گیا۔ اور ترقی کرتا ہوا نوے روپیہ تنخواہ ہو گئی۔ یہاں میرے ذمہ بہت بڑا کام دہانید تنخواہ و پنشن و انعام و رخصت کا تھا۔ قریب تین ہزار ملازمین اور میں تن تنہا کام انجام دینے والا۔ شب و روز کام کرتا تھا۔ اور پھر بھی کام بدقت تمام پورا ہوتا تھا۔ ہر وقت پریشان و متفکر رہتا تھا۔ مگر خداوند تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر کہ ہر وقت آڈٹ سالانہ قبل اس کے کہ آڈیٹر صاحبان کسی غلطی کی گرفت کریں اُس غلطی پر میری نظر پڑ جاتی تھی اور جواب دہی کا کوئی بچاؤ نہ دیکھ کر اپنے حضرت

ف مولوی عظیم الدین صاحب کو تلمذ اور بیعت حضرت مرشدنا و مولانا شاہ تقی علی قلندر سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں تھی۔ یہ دراصل کرمانی سادات دیوہ ضلع بارہ بنکی سے ہیں لیکن کاکوری میں سکونت اختیار کرلی تھی۔

پیرومرشد کا تصور آنکھ بند کرکے کرتا تھا جس سے میرا عقیدہ ہے کہ وہ سہو و غلطیاں آڈیٹر صاحبان سے نظرانداز ہوجاتی تھیں۔ یا وہ اُن پر زیادہ زور نہ دیتے و توجہ نہ کرتے تھے۔ یا جواب ایسا معقول بیساختہ میرے منہ سے نکلجاتا تھا جس سے انکو اطمینان کلی ہوجاتا تھا۔ یہ سلسلہ تیس سال سے برابر جاری ہے۔ غرضکہ باوجود مخالفت و تعصب کے سلسلہ ملازمت ہنوز قائم ہے۔

منشی محمد حسام الدینؒ صاحب کا بیان

(زبانی مرزا عبدالشکورؒ صاحب کاکوروی)

(۸۴) منشی محمد حسام الدین صاحب سابق ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس ناگپور و حال ڈپٹی انسپکٹر جنرل ریاست بھوپال نے مجھ سے بیان کیا کہ ابتدائً مشائخ زمانہ کے اوضاع و اطوار دیکھ کر مجھ کو عقیدت ان حضرات سے نہ تھی اور ارادت و بیعت کا خیال بھی کبھی نہ گذرتا تھا۔ کہ سرکاری ضرورت سے میرا جانا راجپوتانہ میں ایک مقام پر ہوا جو اجمیر سے قریب تھا۔ وہی زمانہ وہاں کے عرس شریف کا بھی تھا۔ اکثر حضرات کو وہاں جاتے دیکھکر مجھ کو بھی خیال گذرا کہ حاضری دوں۔ چنانچہ میں حاضر آستانۂ حضرت سلطان الہند غریب نواز ہوا اور عتبہ بوسی و فاتحہ خوانی وغیرہ سے فارغ ہوکر شب کو اپنے قیام گاہ پر آیا اور ضروریات سے فارغ ہوکر سوگیا۔ آخر شب میں

لہ خان صاحب منشی محمد حسام الدین ابن حافظ نوراللہ ابن مولوی امام الدین علوی کاکوروی حضرت سلطان المحبوبینؒ کے مرید ہیں۔ ممالک متوسط میں محکمہ پولیس میں ملازمت کی اور عہدۂ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ سے پنشن لیکر ریاست بھوپال میں بعہدۂ نائب افسر اعلیٰ نظام پولیس متعین ہیں۔

لہ حکیم مرزا عبدالشکور ابن مرزا عبدالغفور بیگ کاکوروی حضرت سلطان المحبوبینؒ کے شاگرد اور مرید ہیں۔ یہ برادر صاحب کرم کے ہم سبق رہے اور انکے مخصوص اور ہمعمر احباب میں ہیں۔ تکمیل الطب کالج لکھنؤ میں فن طب حاصل کرکے سندلی اور عرصہ سے ناگپور میں مطب کرتے ہیں۔

خواب میں دیکھا کہ ایک بلند چبوترہ پر ایک بزرگ نہایت مقدس و نورانی صورت کے تشریف رکھتے ہیں۔ میں بڑھا اور قدمبوسی کی۔ حضور نے نہایت شفقت سے میری پشت پر ہاتھ پھیر کر دریافت فرمایا کہ کیا تو بیعت کرنا چاہتا ہے میں نے ازراہ ادب یہی جواب مناسب سمجھا اور عرض کیا کہ جی ہاں۔ حالانکہ دل میں اس کا بالکل خیال نہ تھا۔ اسکے بعد آنکھ کھل گئی۔

اس واقعہ کے بعد مجھ میں اتنا فرق ضرور ہو گیا کہ اکثر یہ خیال آیا کرتا تھا کہ کسی بزرگ سے بیعت کر کے مجھ کو توسل حاصل کرنا چاہیئے۔ مگر پھر جس جس کا نام سنتا تھا یا خود جن جن سے واقفیت رکھتا تھا اُن سے کچھ عقیدت نہ ہوتی تھی کہ چند ماہ کے بعد پھر مجھ کو شرف زیارت حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ حاصل ہوا اور میں قدمبوس ہوا۔ آپ نے دست شفقت پھیر کر فرمایا کہ کیا تو بیعت کرنا چاہتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ضرور کرنا چاہتا ہوں مگر حضور ارشاد فرمائیں کہ کس سے بیعت کروں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ کاکوری شریف حاضر ہو کر حضرت شاہ محمد حبیب حیدر قلندرؒ سے بیعت کرو۔ چنانچہ میں ماہ محرم ۱۳۵۴ھ میں خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اور درخواست بیعت کی۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ چند روز تم یہاں قیام کرو اور ہمارے ارباب وطن سے ہمارے حالات سنو۔ اسکے بعد اگر عقیدت باقی رہے تو کہنا۔ ابھی عجلت کی ضرورت نہیں۔ میں نے واقعۂ مسطورۂ بالا عرض کیا کہ میں حسب ارشاد حضرت خواجہ غریب نواز حاضر ہوا ہوں اور حضور پرنور کے دست حق پرست پر بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ چاہے اوصاف حمیدہ اور کمالات برگزیدہ کے حضور حامل ہوں یا نہ ہوں۔ مجھے یہ کچھ دیکھنا نہیں ہے۔ حضور کے دست مبارک پر بیعت کرنا ہے۔ حضور نے میری درخواست کو منظور فرمایا اور شرف بیعت سے سرفراز فرمایا۔

(۴۹) بیعت کے بعد حضرت پیر و مرشد برحق کے حضور میں میری اہلیہ نے عرض کیا کہ حضور ہم لوگوں کا خیال ہے کہ بہرائچ میں مکان بنائیں تاکہ بعد پنشن قیام کا کوئی ٹھکانا ہو۔ حضور نے مجھ سے مخاطب ہو کر

فرمایا کہ مکان تو یہاں کاکوری ہی میں بنانا چاہیئے جو آپ کا آبائی وطن ہے اور ابھی تو آپ کو ملازمت کرنا ہے جب ملازمت سے فراغت ہو تب مکان بنانے کا انتظام کرنا چاہیئے میں نے عرض کیا حضور اب میری پنشن کے صرف چند ماہ باقی ہیں۔ آپنے فرمایا کہ کسی ریاست میں یعنی بھوپال وغیرہ میں کوشش کرنا چاہیئے میں نے عرض کیا کہ حضور کہیں جانا اور ذرائع و وسائل مہیا کرنا یہ مجھ سے نہ ہو سکے گا۔ حضور نے تبسم فرما کے ارشاد کیا کہ اگر ازخود بلائے جایئے جب تو جایئے گا۔ میں نے عرض کیا ضرور۔ چنانچہ میں ناگپور واپس آیا۔ پھر ایک سرکاری ضرورت سے ہوشنگ آباد گیا ہوا تھا کہ ایک روز سہ پہر کو میرا بھائی میرے پاس آیا کہ آج میں حضور نواب صاحب بھوپال سے ملنے کی غرض سے انکی خدمت میں حاضر ہوا تو نواب صاحب بہادر نے دریافت فرمایا کہ تمھارے بھائی حسام الدین آجکل کہاں ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ دو چار روز سے ہوشنگ آباد آئے ہوئے ہیں۔ مجھ کو سرکاری موٹر دے کر فرمایا کہ تم ابھی جاؤ اور انکو لے آؤ چنانچہ میں آپکو لینے آیا ہوں میں نواب صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پہلی بات مجھ سے یہی فرمائی کہ ہم کو تمھاری اشد ضرورت ہے۔ میں نے کچھ عذرات کیے جن کو آپنے رد فرمایا اور کہا کہ یہ کچھ بھی نہیں تم بہت جلد یہاں آجانے کی کوشش کرو میں ناگپور پہونچا اور کوشش شروع کی تھی کہ معلوم ہوا کہ حضور نواب صاحب نے براہ راست خود بھی مجھ کو یہاں کی گورنمنٹ سے طلب کیا ہے چنانچہ میں پہنچ گیا اور ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس کے عہدہ کا چارج لے لیا۔ حضور پیر و مرشد برحق کے ارشاد کے بالکل مطابق میں طلب کیا گیا اور یہ عہدہ سپرد کیا گیا۔

منشی مرتضیٰ علی صاحب سندیلی کا بیان

(۵۰) کالج کی تعلیم کے زمانہ میں میرے مذہبی خیالات بہت خراب ہو گئے تھے جس کا ملال ^(ف) الد صاحب

ف ان کا حال آخر کتاب میں ملاحظہ ہو ۱۲

مرحوم کو بہت تھا جس سال میں نے بی۔ اے کا امتحان دیا بعد فراغت امتحان والد صاحب کے ہمراہ عرس شریف کی شرکت کے لیے کاکوری حاضر ہوا۔ والد صاحب نے میرے عقائد کی خرابی کا ذکر حضرت صاحب سے کیا جسکے جواب میں ارشاد ہوا کہ آپ پریشان نہ ہوں ہم بھی دیکھتے ہیں کہ کتنے پانی میں ہیں جسکی اطلاع مجھ کو بھی ہوئی۔ اسی روز کچھ دیر بعد حضرت صاحب باورچی خانہ تشریف لیجانے لگے اور میں ایک لامذہب کی کتاب جو انگریزی میں تھی دیکھ رہا تھا۔ مجھ سے استفسار فرمایا کہ کون کتاب دیکھ رہے ہو۔ میں نے صاف عرض کر دیا۔ آپ نے کتاب میرے ہاتھ سے لیکر مصنف کی تصویر ملاحظہ فرمائی اور ارشاد فرمایا آدمی تو اچھا ہے لیٔو دیکھو۔ اس واقعہ کے بعد میں کتاب دیکھنے لگا۔ مگر اب اکثر مقامات پر مصنف کا استدلال غلط معلوم ہونے لگا یہاں تک کہ اس قسم کے خیالات جلد رفع ہو گئے۔ اس مرتبہ حاضری کے موقع پر ایک واقعہ بھی پیش آیا تھا کہ باوجودیکہ امتحان کے پرچے اچھے کیٔے تھے مگر متفکر تھا۔ میں نے حضرت صاحب سے اسکی بابت کچھ عرض نہ کیا تھا۔ جس وقت آپ مجھ کو رخصت فرمانے لگے تو کان میں فرمایا کہ تم آخر پریشان کیوں ہو۔ پاس ہو جاؤ گے مگر ابھی کسی سے کہنا نہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ میں کامیاب ہوا۔

برخلاف اسکے ایل ایل۔ بی کے امتحان کا واقعہ ہے کہ ملازمت کی وجہ سے عدیم الفرصت تھا اور تیاری نہ کر سکا حضرت صاحب سے عرض کیا فرمایا امتحان دیدو پاس ہو جاؤ گے۔ بعد امتحان علیگڈھ کالج سے چند دستوں کے ساتھ شہر آ رہا تھا۔ اُن لوگوں کے محض اصرار سے ایک ہندو فقیر کے پاس جو آیندہ کے حال بتاتے تھے کامیابی کے متعلق دریافت کرنے کیلئے انکے ہمراہ چلا گیا۔ فقیر نے میرے متعلق پاس ہونے کی پیشین گوئی کی اور مجھ کو بھی یقین آ گیا۔ امتحان کا نتیجہ آنے سے ایک ہفتہ پیشتر میرے ایک دوست نے جو حاجی صاحب (حاجی شاہ وارث علی صاحب) کے مرید تھے میرے متعلق خواب میں دیکھا کہ میں فیل ہو گیا جسکی وجہ یہ ہے کہ جس پر اعتبار کرنا تھا اُسپر اعتبار نہ کیا اور جس پر اعتبار نہ کرنا تھا کیا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور میں فیل ہو گیا۔ حضرت صاحب

عرض کیا اور اپنے دوست کا خواب اور فیل ہونے کی وجہ جو انکو خواب میں ایک بزرگ نے بتائی تھی بیان کی۔ فرمایا دراصل یہی وجہ ہوئی۔

(۵۱) ابتدائی ملازمت میں پہلے سال میں نے کام اچھا کیا اور افسر نہایت خوش ہوئے اور تعریف کی اُسی زمانہ میں چند دوستوں کے ساتھ اجمیر شریف حاضر ہوا۔ وہاں ایک مجذوب صاحب سے ملاقات ہوئی۔ چند دنوں کے بعد وہ اناؤ آئے جہاں میں اُسوقت تعینات تھا اور کچھ اوراد و وظائف بتائے جن کا میں نے ورد شروع کیا نتیجہ یہ ہوا کہ مجھ کو ایک وحشت سی پیدا ہوگئی۔ افسروں کے احکام کی پابندی ترک کردی اور چاہتا تھا کہ کوئی میرے پاس نہ آوے جبتک یہ وظائف نہیں شروع کیے تھے اور حضرت صاحب کی بتائی ہوئی چیزیں کرتا تھا کبھی یہ صورت نہیں ہوئی۔ گو کہ اب بھی اُن پر عامل تھا مگر ساتھ ہی مجذوب کے بتائے ہوئے وظیفہ وغیرہ بھی جاری تھے۔ یہ حالت وحشت کی قریب ایک سال رہی جس سے سرکاری کام میں بھی اس درجہ سقم واقع ہوتا تھا کہ افسر اعلیٰ نے یہاں تک کہا کہ اگر مرتضیٰ کو کرسی نہیں کرنا چاہیئے تو چھوڑ دیں ہم کو کیوں مجبور کرتے ہیں کہ ہم انکے خلاف کوئی کارروائی کریں۔ قاضی محمد عیسیٰ صاحب جو حضرت شاہ تقی علی قلندرؒ کے مرید تھے اور اناؤ میں مقیم تھے مجھ کو اکثر سمجھاتے تھے کہ اپنا طریقہ بدلو اور بار بار یہ فرماتے تھے کہ تمھارے یہاں کیا نہیں ہے کہ اِدھر اُدھر مارے مارے پھرتے ہو۔ مگر میرے اوپر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔ آخر میں نے ایک مرتبہ بہت مختصر حال حضرت صاحب سے عرض کیا۔ جواب میں فرمایا خیر جو چیزیں ہم نے بتائی ہیں وہ کرتے رہو اور جو چیزیں اُس مجذوب نے بتائی ہیں ترک کردو۔ میں نے جیسے ہی وہ چیزیں ترک کردیں وہ وحشت رفع ہوگئی اور اپنی اصلی حالت آگیا۔

(۵۲) جس زمانہ میں میری ترقی کا سوال درپیش تھا تو محکمہ والے چاہتے تھے کہ میں ڈپٹی کلکٹر ہو جاؤں اور صدر بورڈ صاحب کی جو میرے کام سے بہت خوش تھے رائے تھی کہ اسسٹنٹ رجسٹرار کردیا جاؤں مگر

اُس وقت تک سوائے ڈپٹی کلکٹروں کے اور کوئی اسسٹنٹ رجسٹرار نہیں بنایا جاتا تھا حضرت صاحبؒ نے ایک روز پوچھا کہ اسسٹنٹ رجسٹراری چاہتے ہو یا ڈپٹی کلکٹری۔ میں نے کہا کہ اسسٹنٹ رجسٹرار کر دیا جاؤں فرمایا بہتر ہے۔ اسکے بعد میں چار مرتبہ ڈپٹی کلکٹری کے لیئے نامزد ہوا مگر ہر مرتبہ یہی کہا گیا کہ محکمہ مال میں ان کا کوئی حق نہیں انکے لیئے اسسٹنٹ رجسٹراری مناسب ہی۔ آخر کار وہی ہوا جو حضور نے فرما دیا تھا گو کم جگہ مجھ کو چار پانچ سال کے بعد ملی۔

اسی سلسلہ کا ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ اسسٹنٹ رجسٹراری کے تقرری کے لیئے میرے اور دوسرے امیدواروں کے کاغذات افسر اعلیٰ نے طلب کیئے۔ اتفاقیہ میرے کاغذات نامکمل تھے اور دفتر میں کل کاغذات اُسوقت موجود نہ تھے۔ میں نے ایک روز پیشتر بہت پریشان ہو کر عریضہ لکھا اور دوسرے روز ایک آدمی روانہ کیا۔ اسکے جواب میں حضرت صاحب نے فرمایا کہ پریشان نہ ہو سب ٹھیک ہو جاوے گا۔ وقت معینہ پر سب کاغذات دیکھے گئے۔ اوروں کے کاغذات پر اعتراض ہوئے مگر میرے کاغذات بہت سرسری طور پر دیکھے گئے اور بلا اعتراضات واپس آگئے۔ مجھ کو واپسی کاغذات اور اعتراضات نہ ہونے کی اطلاع اُسی وقت گھر پر ہوئی اور وقت معائنہ میں نے نوٹ کر لیا جو وہی تھا جس وقت کہ میرے بھیجے ہوئے آدمی سے ارشاد ہوا تھا کہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔

(۵۳) قبل اسسٹنٹ رجسٹراری کے میرا تبادلہ فیض آباد کا تجویز ہوا میں وہاں جانا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے حضرت صاحب سے عرض کیا اور جناب حافظ شاہ علی حیدر صاحب نے بھی سفارش کی۔ فرمایا کہ خیر نہ جائیں مگر ان کا فیض آباد جانا کوئی روک نہیں سکتا چنانچہ ایسا ہی ہوا اُسوقت تبادلہ رک گیا مگر دوسرے سال اسسٹنٹ رجسٹرار ہو کر وہیں تقرر ہوا اور گیارہ سال سے وہیں ہوں۔

(۵۴) جس وقت میرا بڑا لڑکا احتشام علی جو اس وقت سب رجسٹرار ہے انٹرنس پاس ہوا تو

حضرت صاحب نے ارشاد فرمایا کہ اس کو داداکی جگہ پر مقرر کیوں نہیں کرا دیتے (میرے والد صاحب مرحوم سب رجسٹرار تھے) میں نے عرض کیا کہ چاہتا ہوں کہ اپنی حیثیت کے مطابق اُس کو پوری تعلیم دلا دوں چنانچہ اس نے ایم۔اے اور ایل۔ایل۔بی پاس کیئے مگر آخر کار ملازمت سب رجسٹراری کی ہی ملی جیسا کہ حضرت صاحب نے چھ سات برس پہلے فرما دیا تھا۔

منشی میر برکت علی صاحب کا بیان

(۵۵) دریاباد کی ملازمت سے برخاست ہونے کے بعد بیکار تھا حضرت صاحب سے عرض کیا۔ فرمایا کہ محمود آباد میں کوشش کرو۔ میں نے کہا میرا تو کوئی ذریعہ وہاں نہیں ہے۔ فرمایا ذریعہ ڈھونڈھنے سے مل جائیگا۔ میرے ماموں صاحب نے شیخ الطاف حسین صاحب مرحوم ڈپٹی کلکٹر فیض آباد سے میرے لیئے کہا۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں اور تو کسی ریاست میں کوشش نہیں کر سکتا سوائے محمود آباد کے۔ اگر کہیئے تو وہاں لکھ دوں۔ چنانچہ اُن کا خط لیکر حضرت صاحب کی خدمت میں پھر حاضر ہوا اور حالات بیان کیئے۔ حکم ہوا کہ جاؤ۔ چنانچہ میں لکھنؤ آکر منیجر صاحب سے ملا۔ انھوں نے ملازمت دینے کا وعدہ کیا اور ایک ماہ بعد ایک صاحب کو پنشن دے کر مجھ کو جگہ دی۔ اس کو سوائے حضرت صاحب کے تصرف کے اور کیا سمجھا جاوے اس لیئے کہ میرے سوا اور بہت سے امیدوار بہت بڑے بڑے لوگوں کے سفارشی موجود تھے۔

(۵۶) ایک مرتبہ رجب کے فاتحہ کی حاضری کے لیئے مجھ کو اپنے افسر کا انتظار تھا کہ وہ دورہ پر آدیں تو رخصت حاصل کروں۔ باوجود اطلاع وہ نہیں آئے۔ آخر کار میں بلا اجازت چل دیا اور سوچ لیا کہ ہرچہ بادا باد۔ جب حضرت صاحب کی خدمت میں پہونچا تو اپنے بلا اجازت جائے قیام سے غیر حاضری کے متعلق

ان کا تذکرہ حواشی ماسبق میں آیا ہے ۱۲

عرض کیا۔ فرمایا کچھ مضائقہ نہیں خوب کیا چلے آئے۔ فاتحہ کے بعد ہی میں نے رخصت ہونا چاہا۔ فرمایا کہ بغیر محفل میں شرکت کئے نہیں جا سکتے۔ یہ سنتے ہی میرے پسینہ آگیا کہ یا اللہ کیا ہوگا۔ اگر میرے افسر آگئے تو کیا انجام ہوگا۔ اسکے بعد مجھ سے فرمایا کہ تم کو اپنے افسر کا بڑا ڈر ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور انکی عادت ہے کہ جب وہ کسی پر خفا ہوتے ہیں تو مجمع عام میں گالی تک دے لیتے ہیں۔ مجھ کو اپنی آبروریزی کا خیال ہے۔ فرمایا کچھ خیال نہ کرو۔ دوسری محفل کے بعد رخصت کر دینگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ محمود آباد پہونچا تو صاحب موصوف اُسکے دو روز بعد تشریف لائے اور یہ بھی ہوا کہ میرے متعلق اُنکی زبان ہمیشہ کیلئے بند ہو گئی۔ کبھی کوئی کریہ لفظ نہیں نکالا یہ سب حضرت صاحب کا تصرف ہے۔

شیخ وحید الدین حیدر صاحب بیرسٹر کا بیان[1]

(۵۷) مجھ کو تکیہ شریف کی حاضری کا خیال منشی تاج الدین صاحب مرحوم اور منشی شہید اعلی صاحب مرحوم کے وقتاً فوقتاً ذکر کرنے سے پیدا ہوا اور سب سے پہلے میں صاحب آخر الذکر ہی کے ساتھ رسمی طور پر حاضر ہوا تھا جب حضرت صاحب کی قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا دیکھتے ہی قلباً ایک محبت پیدا ہوئی اور رفتہ رفتہ یہ حال ہوا کہ اکثر دن میں دو مرتبہ حاضر ہوتا اور ساتھ ہی بیعت کی خواہش پیدا ہوئی مگر جس قدر اس درخواست پر میں اصرار کرتا حضرت صاحب ٹال دیتے تھے اور اس طرح سے مجھ کو چار سال تک منتظر رکھا۔ شرف بیعت سے تین دن بعد تک ایک سرور و بیخودی کا عالم طاری رہا اور میری نگاہوں کے سامنے بجلیاں سی چمکتی رہیں۔ تین دن بعد یہ حالت جاتی رہی۔

(۵۸) مرید ہونے سے پیشتر ایک مرتبہ سالانہ عرس کے موقع پر میں سخت بخار میں مبتلا تھا اور اس قدر

---

[1] شیخ وحید الدین حیدر ابن شیخ اشرف حسین رئیس امیٹھی ضلع لکھنؤ تعلقدار ان؛ دھیں ہیں اور بہرائچ میں بیرسٹری کرتے ہیں۔ ان کو حضرت سلطان المحبوبین سے بیعت ہے ۱۲

کمزور تھا کہ چلنے میں چکر آتا تھا۔ ایک دن عرس کا شاید گذر بھی گیا تھا کہ دل نہ مانا۔ میرے تمام اعزا میرے کاکوری جانے کو ایسی حالت میں منع کرتے رہے مگر اسی حالت میں کاکوری پہونچا۔ حضرت صاحب نواب حسین نواز جنگ بہادر یعنی منشی معراج الدین صاحب کے خیمہ میں تشریف رکھتے تھے اور چائے کیلئے دسترخوان بچھا تھا۔ میں حاضر ہوا اور قدمبوس ہوا۔ حالت پوچھنے کے بعد فرمایا کہ آؤ ہمارے ساتھ ناشتہ کرو اور دو پراٹھے اور کچھ پوریاں اور کباب اور حلوا مجھ کو عنایت فرمایا اور کہا کھاؤ۔ میں حیران کہ اس حالت میں یہ ثقیل غذائیں کیسے کھاؤں۔ میں نے عذر کیا کہ بخار ہے۔ حکم ہوا کہ ہم کہتے ہیں کھاؤ۔ میں نے تعمیل حکم کی اور تھوڑی پوری اور کباب کھا کر ہاتھ روک لیا۔ فرمایا کہ پیٹ بھر کھاؤ۔ میں نے ارشاد کے موافق خوب کھایا اور چائے بھی پی۔ دو گھنٹے کے بعد بخار جاتا رہا۔ حیرت یہ تھی کہ کمزوری جو اس بیماری سے تھی وہ بھی غائب ہوگئی اور میں برابر محفلوں میں شریک ہوتا رہا اور گانا سنتا رہا۔ کوئی تکان محسوس نہ ہوتا تھا۔

(۵۹) میری اہلیہ ایک مرتبہ سخت بیمار ہوئیں۔ لکھنؤ کے سب ڈاکٹر علاج میں مصروف تھے مگر حالت کسی طرح نہیں سنبھلتی تھی۔ میں نے ایک عریضہ حضرت صاحب کی خدمت میں انتہائی پریشانی میں بدست آدم خاص پانچ بجے شام کو روانہ کیا۔ تقریباً سات بجے شام کو یکدم مریضہ نے آنکھیں کھول دیں اور کہا کہ میں اب اچھی ہوں۔ تمہارے حضرت صاحب آئے تھے۔ واقعی اب مریضہ کی حالت اچھی تھی۔ بخار کم تھا۔ نو بجے آدمی جواب لایا جس میں لکھا تھا کہ تم پریشان نہ ہو وہ اچھی ہو جائیں گی اور لڑکی لڑکے کا اپنے ہاتھ سے بیاہ کریں گی۔ الحمدللہ کہ اس وقت تک وہ تندرست و عافیت موجود ہیں جو حضور ہی کی توجہ کا اثر ہے۔

(۶۰) دین محمد خادم تکیہ شریف کے ایک عزیز نے اپنی بھاوج کو قتل کر ڈالا تھا۔ مقدمہ چلا اور گواہان ثبوت نہایت مضبوطی سے پیش ہوئے اور مجرم خود بھی اقبالی تھا۔ مقدمہ نہایت سنگین ہو گیا تھا۔ عدالت سشن سے

پھانسی کا حکم ہوا حسب خواہش دین محمد حضرت صاحب نے مجھے اپیل کرنے کا حکم دیا اور یہ بھی فرما دیا تھا کہ تمہاری سزا صرف پانچ سال کی رہ جائیگی۔ مقدمہ چیف کورٹ میں گیا تو تین اور مقدمات قبل اس سے پہلے پیش ہوئے ان تینوں مقدمات میں عدالت نے پھانسی کی سزا بحال رکھی۔ اب اور زیادہ مایوسی ہوگئی۔ یہ مقدمہ بھی پیش ہوا اور واقعات عدالت کے سامنے بیان کیئے جارہے تھے کہ جج چیف کورٹ نے جنکے سامنے مقدمہ پیش تھا یہ پوچھا کہ اگر پانچ سال کی سزا رکھی جائے تو تم رضامند ہو۔ اس کو انتہائی نعمت سمجھا گیا اور پانچ سال کی سزا کا حکم عدالت نے دے دیا۔ اس طرح پر حضرت صاحبؒ کا ارشاد کہ پانچ سال کی سزا ہوگی پورا ہوا۔

(۶۱) مجھ کو حضرت صاحبؒ کے وصال کے ساتویں آٹھویں دن حضور کی خواب میں زیارت ہوئی۔ آپ اچکن اور ٹوپی پہنے تھے اور گلے میں سیاہ دانوں کی تسبیح تھی۔ چار زانو تشریف رکھتے تھے اور ایک لچھی سنہرے لچکے کی ہاتھ میں تھی۔ اور دوسرا ہاتھ جو زانو پر رکھا تھا تفنن کے طور پر اس کو مار رہے تھے۔ میرا اعتقاد بعض مسائل تصوف پر نہ تھا مگر یہ کہنے کی جرأت نہیں رکھتا تھا چنانچہ میں نے اپنے خیالات کو دوسروں کی طرف منسوب کرکے عرض کیا۔ حضور بدستور ویسے ہی اس لچھی سے کھیلتے رہے۔ اتنے میں آسمان پر سے ایک شخص ایک سیاہ خریطہ لیئے ہوئے آیا اور حضور کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے اسے مجھ کو عنایت فرمایا۔ میں نے کھولا تو ویسی ہی لچکے کی ایک لچھی اسمیں ملی۔ حضور نے فرمایا کہ اور دیکھو اسمیں کیا ہے۔ میں نے اسمیں ایک نہایت شفاف کاغذ یا کپڑا ایسا چمکدار کہ کبھی نہ دیکھا تھا اور ایسی روشن سیاہی سے جو آنکھوں نے کبھی نہ دیکھی تھی یہ لکھا دیکھا۔

"پیر حق ہے اور حق پیر ہے"

یہ پڑھ کر مجھ پر رقت طاری ہوئی اور میں حضور کے قدموں پر پڑا ہوا روتا رہا۔ جب کسی قدر سکون ہوا تو خاموش بیٹھ گیا۔ حضور نے از خود ٹوپی اور اچکن اور تسبیح (جو اسوقت پہنے ہوئے تھے) اتار کر مجھے مرحمت فرمائی۔ میری

آنکھ کھل گئی میں بہت مسرور تھا اور تکیہ آنسوؤں سے تر تھا۔ ؎

شیخ امام الدین حیدر صاحب؎ ڈپٹی کلکٹر کا بیان

(۶۲) دو ہی ایک بار حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضری نصیب ہوئی تھی کہ آپکی عنایات کا سلسلہ شروع ہوگیا اور اُس کا اظہار مختلف صورتوں میں ہوا۔ منجملہ انکے سلسلہ خواب تھا۔ رات کو یا دن میں جب سو جاتا تھا کسی نہ کسی بزرگ کی زیارت خواب میں ہوتی تھی اور جاگنے کے بعد ایک لطف و سرور کی کیفیت رہتی تھی۔ یہ کم نہ ہوتی تھی کہ دوسرا ایسا ہی خواب دکھائی دیتا تھا۔ غالباً ایک سال یا کچھ زاید اس حالت میں گذرا تھا کہ علالت کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ بخار آجایا کرتا تھا۔ آٹھ دس روز رہتا تھا اُسکے بعد خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوتی تھی جس شب میں زیارت ہوتی تھی

؎ ایسے بشارات کا خواہ بحسب ظاہر ہوں یا بحالت خواب منشا یہ ہوتا ہے کہ جس کو بشارت ہو وہ از روے شریعت و طریقت اپنے آپکو اس عنایت کا اہل بنالے۔ تمثیلاً دو واقعے لکھے جاتے ہیں۔ (۱) ایک مرتبہ عرس شریف کی محفل سماع میں حضرت عبدالاحدؒ نے شیخ محمد حسن صاحب علوی کاکوروی (مرید حضرت مرشدنا شاہ تراب علی قلندرؒ) کو اپنے پاس بلا کر گیروی ٹوپی اُنکے سر پر پہنا دی۔ چونکہ بلا وہم و گمان یہ واقع ہوا تھا لہٰذا تمام حاضرین سخت متعجب ہوئے۔ مگر اس عنایت و توجہ کا اثر فوری ہوا کہ شیخ صاحب موصوف اُسی وقت سے تمام منہیات سے تائب اور متنفر ہوگئے اور اپنے اس رنگ کے دوستوں کی صحبت ترک کردی اور پھر تا دم مرگ خوش اوقات رہے۔ اُنکی عمر بہت طویل ہوئی تھی۔ (۲) ایک مرتبہ حضرت مرشدنا شاہ حیدر علی قلندرؒ نے مفتی اکرام اللہ صاحب علوی افسوں کاکوروی کا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لیکر دیکھا اور فرمایا کہ انکی تہجد کبھی قضا نہیں ہوتی۔ وہ کہتے تھے کہ اس سے پہلے میں نماز تہجد نہیں پڑھتا تھا مگر اس ارشاد کی برکت سے ہمیشہ کیلئے تہجد کا عادی ہوگیا۔ یہ حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندرؒ کے شاگرد اور فارغ التحصیل تھے ۱۲

؎ ان کا حال آخر کتاب میں ملاحظہ ہو ۱۲

اُسکی صبح سے اچھا ہونا شروع ہوجاتا تھا۔ یہ سلسلہ برابر چھ ماہ جاری رہا۔ بیماری کی حالت میں یہ فکر ہوتی تھی کہ میں تو بیمار ہوں مقدمات کیسے پورے ہونگے۔ مگر یہ بھی حضرت صاحب کی شفقت اور عنایت تھی کہ مقدمات یا تو صلحنامہ ہوکر یا اور صورتوں سے زیادہ تعداد میں فیصل ہوجاتے تھے اور بمقابلہ اُس زمانہ کے جب میں بحالت صحت ہوتا تھا اس طرح پر کام زیادہ سرانجام ہوجاتا تھا۔

اُسی زمانہ کا واقعہ ہے کہ ایک صاحب کے یہاں لیٹا تھا۔ انھوں نے گراموفون کا ایک ریکارڈ جس میں بکری گائی گئی تھی لگادیا۔ گانے کی طرف شروع میں طبیعت متوجہ ہوئی مگر اُسکے بعد آنکھیں بند ہوگئیں اور محویت ہوگئی دیکھتا ہوں کہ زمین وآسمان کے درمیان کھڑا ہوں۔ خود اپنے چہرہ کو دیکھتا ہوں کہ مثل ماہتاب کے چمکتا ہے اور اِدھر اُدھر سات یاقوت ہیں جو ایک طرف سرخ اور دوسری طرف سبز رنگ کے ہیں چمک رہے ہیں۔ پھر اوپر سے ستاروں کی بارش میرے اوپر شروع ہوئی جو سینہ پر ادھر اُدھر گر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر بڑی تفریح ہوئی کہ دفعتاً ارادہ آسمان کی طرف جانے کا ہوا اور قریب پہنچ گیا۔ وہ بہت چمک رہا تھا۔ پھر ارادہ ہوا کہ آسمان کھل جائے تو اندر جاؤں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ میں اندر داخل ہوا۔ وہاں نور ہی نور چاندی سے کہیں زائد چمک دار مثل ماہتاب کی روشنی کے نظر آیا۔ اس سے جی گھبرایا اور خیال ہوا کہ اسمیں کچھ کیاریاں ہوتیں چنانچہ ایسا ہی بن گیا۔ ان کیاریوں میں گھاس کی طرح کوئی سبز چیز تھی اور کنارے نور کے تھے۔ یہ سب دیکھ کر واپس آیا۔ آنکھ کھلی تو گراموفون کا ریکارڈ بھی قریب الختم تھا۔

ایک روز مجھ سے صفدر حسین[له] صاحب سورہ یوسف کی تفسیر بیان کرنے لگے۔ آدمی بہت باذوق اور ذاکر وشاغل تھے۔ بیان میں خود بھی لطف اندوز ہو رہے تھے۔ میری بیماریوں اور حضرت رسالت پناہ ﷺ کی خواب میں زیارت کا سلسلہ جاری تھا۔ اُس شب میں جو زیارت نصیب ہوئی بعینہ خیال میں ہے۔

له منشی صفدر حسین [illegible]

حضور کا سن مبارک کوئی تیس سال کا تھا۔ ابتک وہ صورت پاک یاد ہے۔ سیاہ عبا زیب تن تھی۔ قد زیادہ لانبا نہ تھا۔ حضور تشریف فرما تھے اور میں آپکے سامنے بہت ہی قریب حاضر تھا۔ حضور کی آنکھیں ایسی خوبصورت اور شربتی رنگ کی دیکھیں کہ احاطہ تحریر میں انکی تعریف نہیں آسکتی۔ حسب معمول دن میں یہ خواب یاد آتا رہا اور مسرور ہوتا رہا۔ شام ہوئی۔ جاڑوں کے دن تھے۔ قریب سات بجے کا وقت تھا۔ صفدر حسین اور میں فرش پر کمرے میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ وہی صورت زیبا سامنے آگئی۔ عجیب حالت تھی۔ ظاہری آنکھیں بالکل بیکار معلوم ہوتی تھیں اور نہ اُن سے میں دیکھ رہا تھا مگر اتنا صاف دیکھ رہا تھا کہ اُنکی مدد سے قطعی ممکن نہیں۔ شبیہ مبارک سے میں بہت قریب چار انگل کے فاصلہ پر تھا۔ حضور کے ریش مبارک تھی۔ میرا دل چاہا کہ حضور اپنی چشم کو اس طرح جنبش دیں جیسے آنکھ مارتے ہیں چنانچہ تین چار بار ایسا ہی ہوا اور ہر بار جب ایسا ہوتا تھا تو میرے مُنہ سے چیخ نکلتی تھی۔ رقت طاری تھی۔ صفدر حسین مُصر تھے کہ کہہ ڈالو کچھ کہہ ڈالو۔ اُسی حالت میں ان سے کہا۔ پھر وہ کیفیت فرد ہوگئی۔

اسی سلسلہ میں دو ایک دن کے بعد پھر بیداری میں زیارت ہوئی اور رقت طاری ہوئی اور اتنا ہوش ہے کہ جب اس کیفیت میں غرق ہو رہا تھا تو دل بھی چاہتا تھا کہ اسی حالت میں روح پرواز کر جائے۔ اور واپسی نہ ہو۔

اسکے بعد پھر ایک بار خواب میں دیکھا کہ جہاد ہو رہا ہے۔ اس موقعہ پر حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ اور آنحضرت صلعم تشریف رکھتے ہیں۔ پہلے حضرت صدیق اکبرؓ کی زیارت ہوئی۔ آپ کا سن شریف قریب ستر سال کا تھا۔ بائیں گھٹنے میں زخم آگیا تھا۔ جس سے مجھ کو افسوس ہوا۔ آپکی پیشانی کو میں نے بوسہ دیا۔ اُدھر سے بڑھا تو حضرت فاروق اعظمؓ کی زیارت ہوئی کہ عزم و استقلال و شجاعت میں فولاد سے

کہیں زیادہ مستحکم تھے۔ حضرت صاحب سے بہت ملتے جلتے تھے۔ دیکھا کہ تلوار بڑے جوش سے ہلا رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ دیکھتے ہو ہر مورچہ پر کفار کو شکست ہوئی اور اخباروں میں یہ اڑا رہے ہیں کہ جیت گئے۔ اسکے بعد پھر ایک جگہ پر گیا جہاں پر وہ اٹھا۔ حضرت رسالت پناہ ؐ چند گز کے فاصلہ پر کھڑے تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضؓ اس طرح پر تشریف لائے جیسے لوگ اسٹیج پر آتے ہیں اور ایسا معلوم ہوا کہ حضور سے میری سفارش فرمائی جس کا جواب یہ ملا کہ ہمکو خود خیال ہے۔

اس واقعہ کے دو تین مہینے کے بعد مجھ کو شرف بیعت نصیب ہوا۔ تمنا یہ تھی کہ جب توبہ کروں تو اسوقت کی توبہ سچی ہو چنانچہ جہاں تک میری عقل کام دیتی ہے اسوقت کی توبہ دل سے تھی۔

یوں تو خوابوں کا ذکر حضرت صاحب رحؒ کی خدمت میں بوجہ ہیبت حقؒ جو آپ میں تھی بہت شاذ و نادر کرتا تھا مگر اس اخیری خواب کا ذکر کیا۔ جواب میں ارشاد فرمایا کہ حضرت صدیق اکبر رضؓ کو جو زخمی دیکھا تو سچائی کا آجکل یہی حال ہے۔ جہاد کو جو دیکھا وہ یہ ہے کہ ہم نے تمہارا جہاد شروع کرا دیا۔ یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ میں نے لوگوں کو عبادات اور وظائف رسول صلعم کی خواب میں زیارت ہونے کیلئے پڑھتے اور کرتے دیکھا مگر میں کچھ بھی نہیں کرتا تھا۔ محض عنایت مرشدی تھی کہ یہ سب ہوتا تھا اور مسرور رہتا تھا۔

آخری بار جب رسول ؐ کی زیارت خواب میں ہوئی تو حضرت پیر و مرشد کی شکل میں ہوئی۔ اس مرتبہ چہرہ کی آب و تاب اور بھی زیادہ تھی۔

اس سے قبل یا اسکے بعد ایک بار خواب میں دیکھا کہ ایک مزار ہے۔ جہاں تک خیال ہے حضرت حافظ شاہ علی انور قلندر رحؒ صاحب کا مزار تھا۔ وہاں چار بزرگ تشریف رکھتے ہیں۔ ان میں سے ایک حضرت جناب امیر علیہ السلام ہیں جو جناب حضرت صاحب رحؒ کی شکل میں ہیں اور جناب حافظ شاہ علی حیدر صاحب

مدظلہ العالی اور جناب مولانا شاہ تقی حیدر صاحب قبلہ کو دیکھا کہ حضرت حسنین ؑ ہیں[1]۔ ان خوابوں کے اثر سے یہ اور ترقی ہوئی کہ اُس زمانہ میں جب کوئی آنحضرت صلعم کا تذکرہ کرتا تھا تو اکثر اس سے رقت طاری ہو جاتی تھی حضرت پیر و مرشد کی صورت پر آنحضرت صلعم کی زیارت ہونیکے کے بعد گویا اس سلسلہ خواب کی تکمیل ہوگئی۔ اور اُنکی نوعیت بھی بدل گئی۔ اب یہ ہونے لگا کہ شب میں خواب دیکھتا تھا اور دوسرے دن اُس خواب سے ملتا جلتا واقعہ پیش آجایا کرتا تھا۔

ایک بار جب بہرائچ سے فیض آباد کا تبادلہ ہوا تو بہرائچ چھوٹنے کا بہت افسوس تھا۔ فیض آباد سے حاضری آستانہ شریفہ پر ہوئی۔ رخصت ہوتے وقت حضرت صاحب نے معانقہ فرمایا۔ سینہ سے سینہ مس ہوتا تھا کہ دفعتاً ایسا معلوم ہوا کہ جیسے آگ سی کسی حصہ جسم کو مس ہوتی ہے اور آدمی چونک کر بچتا ہے اس طرح پر میں نے فوراً اپنا سینہ ہٹا لیا۔ حضرت صاحب حساب کرنے کیلئے دالان میں تشریف لیگئے۔ میں وہیں بُت بنا کھڑا رہ گیا۔ اسکے بعد دفعتاً رونا شروع کیا۔ خدا جانے کیا بات تھی اور کیسی محبت عنایت ہوئی کہ ضبط نہ رہا چیخنا شروع کر دیا۔ اسکے بعد متعدد بار یہ ہوا کہ جب رخصت ہونے لگتا تھا رونے لگتا تھا اور یہ اُسی روز کی عنایت کا اثر تھا۔

ایک بار خواب دیکھا کہ ذات باری تعالیٰ موجود ہے اور تنزیہی کیفیت محسوس ہوتی تھی حضرت صاحب نے مجھے خدمت باری تعالیٰ میں پیش کیا اور خود دو قدم پیچھے ہٹ کر مؤدب کھڑے ہوگئے۔ میں یہ سوچ رہا تھا کہ حضور مجھ کو اپنے ہی ساتھ رکھتے۔ مجھے وہاں کیوں پیش کیا اور خود پیچھے کھڑے ہوگئے ایک مرتبہ عرض بھی کیا حضور خاموش ہو رہے

---

[1] حضرت مرشدنا سیدنا شاہ باسط علی قلندرؒ کا ارشاد جو کتاب مستطاب اصول المقصود صفحہ ۲۰ میں ہے کہ "اولاد عارف بالله بحکم اولاد اماین ؑ خواہد شد" اسی کے تحت میں یہ واقعہ بھی ہے ۱۲ محمد حسن

حضرت صاحبؒ کے وصال سے دو ہی تین دن قبل کا واقعہ ہے کہ جب آپ کو بخار بہت تیز تھا۔ شدید تکلیف تھی اور آپریشن ہو چکا تھا میں چارپائی کے قریب جا کر بیٹھا۔ دفعتاً جناب مولانا صاحبؒ قبلہ نے فرمایا کہ سامنے ہو جاؤ میں نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تو آپ میری طرف دیکھ رہے تھے۔ میں ہیبت حق کے اثر سے نگاہ نہ ملا پایا جس کا اس وقت تک افسوس ہے۔ جب میں اُس واقعہ کی طرف خیال کرتا ہوں اور غور کرتا ہوں کہ ایسی شدید تکلیف میں آپ کیسے مریدوں کی طرف متوجہ تھے تو حیرت ہوتی ہے۔

وصال سے دو تین ماہ قبل سے میرے دل میں شجرہ پڑھتے ہوئے یہ خیال آتا تھا کہ آپ کا نام بھی شامل کر لوں مگر اپنے اوپر تعزیر کرتا تھا کہ یہ خیال کیوں آتا ہے۔ بعد کو سمجھ میں آیا کہ یہ آپکے وصال کی اطلاع تھی۔ دفن کیلئے جسم اطہر کو جب روضہ کے اندر لے گئے میرا جی چاہا کہ میں پائے مبارک چھو لوں کیونکہ اب کہاں ایسا موقعہ نصیب ہو گا چنانچہ میں نے اپنے ہاتھ سے چھو لیا۔ ایسا معلوم ہوا کہ بجلی سی پائے مبارک سے میرے ہاتھ میں آئی اور پائے مبارک میں جنبش سی محسوس ہوئی اور احساس ہوا کہ حضور تو زندہ ہیں۔ باوجود غمزدہ ہونیکے یہ محسوس کر کے متحیر ہوا۔

(۶۳) دسمبر ۱۹۳۰ء کا واقعہ ہے کہ حاجی سلیمان شاہ عرف بیناشاہ مجذوب ساکن میرٹھ نے بغیر مجھ کو کسی طرح کا علم ہوئے ایسا اثر ڈالا کہ نصف گھنٹہ نہ گذرا تھا کہ میری یہ حالت ہو گئی کہ جیسے سنہ بگڑ گیا ہو۔ اُسی شب میں بہرائچ سے لکھنؤ واپس آیا۔ گاڑی میں اُن کا ساتھ رہا مگر خلاف معمول میں نے اُن سے زیادہ بات چیت نہ کی اور نہ انکے پاس بیٹھا۔ دوسرے روز نو بجے دن تک یہی حال رہا اسکے بعد پلنگ پر لیٹ رہا۔ شاہ صاحب سمجھے کہ میں سو گیا اور اس درمیان میں وہ ہر ایک سے کہتے رہے کہ انکو کا کوری نہ جانے دینا۔ میرے چچا صاحب سے تو یہ بھی کہا کہ میں کاکوری سے واقف ہوں اگر وہاں ان پر نگاہ پڑ گئی تو پھر دنیا میں کسی کام کے نہ

رہیں گے۔ جب میں پلنگ سے اٹھا تو مجھے بھی کاکوری سے جانے سے منع کیا۔ میں نے جواب دیا کہ میں تو جاؤں گا۔ دوسرے روز میں ایک شخص پر بلا وجہ بگڑا۔ یہ غصہ بھی میری اس حالت کی وجہ سے تھا اور مجھ کو خود اپنی اس حرکت پر تعجب تھا۔ میں اسوقت اپنے وطن امیٹھی سے لکھنؤ واپس آرہا تھا۔ شاہ صاحب بھی میرے ساتھ تھے۔ چپکے سے مجھ سے فرمانے لگے کہ بھیا مجھکو تو مجذوبیت کا ڈر لگ رہا ہے۔

دوسرے روز صبح کو میں اور منشی نظیر حسین صاحب بوی کاکوری کو روانہ ہوئے۔ جب کاکوری تین میل رہ گئی مجھ کو دفعتًا ایسا معلوم ہوا کہ جیسے دریا میں مچھلی پکڑنے کیلئے کہار جال ڈالتا ہے۔ اسی طرح پر کوئی چیز مجھ پر پڑی۔ نظیر چچا کا تو یہ حال ہوا کہ کہاں تو اشعار پڑھ رہے تھے اور کہاں اس قدر از خود رفتہ ہو گئے کہ میرے گھٹنے نوچنے لگے۔ اب کاکوری بھی کسی قدر اور قریب آگئی تھی کہ مجھ میں خود بخود امتیاز آنے کی استعداد پیدا ہو گئی یعنی اب مجھ کو درخت اور کھیت وغیرہ میں امتیاز ہونا شروع ہوا جو اسوقت تک اس حالت کی وجہ سے نہیں تھا۔ جب تکیہ شریف پر پہونچا تو معراج الدین صاحب مرحوم اور جناب مولانا شاہ تقی حیدر صاحب قبلہ سے ملاقات ہوئی۔ معراج الدین صاحب کی نگاہ میری آنکھوں پر پڑی اور ویسے ہی جناب مولانا صاحب کی نگاہ بھی پڑی۔ غالبًا آنکھوں کے انداز سے انکو کچھ شبہ ہوا کہ خلاف معمول انھوں نے فرمایا کہ بھائی صاحب کچے مکان میں خط بنوا رہے ہیں جاؤ۔ ورنہ اس سے پیشتر جب کبھی حضرت صاحب خط بنواتے ہوتے اور میں حاضر ہوتا تو انکے فارغ ہونے تک انتظار کرتا تھا۔ چنانچہ سامنے جاتے ہی سلام کر کے میں نے شاہ صاحب کی شکایتیں کیں۔ بہرائچ کا واقعہ بھی خاص طور سے بیان کیا اور عرض کیا کہ حضور خدا جانے شاہ صاحب نے کیا کر دیا ہے۔ فرمایا تمکو نقصان نہیں ہوگا۔ اُسی روز دوبارہ لکھنؤ میں جناب مولانا صاحب قبلہ سے ملاقات ہوئی۔ جب اُن سے میرٹھ کی واپسی کیلئے جہاں میں تعینات تھا رخصت ہونے لگا تو میں رو دیا۔ جناب مولانا صاحب نے

شاہ صاحب کی طرف جو کچھ فاصلہ پر تھے اشارہ کرکے فرمایا انکی وجہ سے گھبراتے ہو، میں نے عرض کیا جی ہاں فرمایا تمھارا کچھ نہ بگاڑ پائینگے۔ میں اور شاہ صاحب میرٹھ واپس ہوئے۔

شاہ صاحب کا حکم تھا کہ سرکاری کام تو کرآؤ اسکے بعد کسی سے نہ ملو۔ میں نے جناب حافظ شاہ علی حیدر صاحب کو عریضہ لکھا اور اسکی بابت دریافت کیا۔ انھوں نے جواب دیا کہ تم ہر ایک سے ملو۔ چنانچہ میں اسپر کاربند ہوا۔ میرٹھ پہونچے ہوئے ایک ہفتہ نہ گذرا تھا کہ میرے سامنے ایک گواہ پیش ہوا۔ وہ جھوٹ بول رہا تھا مجھ کو غصہ آگیا اور اس حالت میں میں نے اُس سے یہ کہدیا کہ مر کیوں نہیں جاتا۔ دفعتًا اُسکو چکر آیا اور گر پڑا۔ میں نے جو یہ حالت دیکھی تو فورًا اجلاس چھوڑ کر مسجد کو روانہ ہوا۔ وہاں بھی آنکھوں میں جلن اور تیزی محسوس ہو رہی تھی۔ وضو کر رہا تھا اور بارگاہ الٰہی میں یہ عرض کرتا جاتا تھا کہ خداوندا یہ کیا معاملہ ہے۔ افسوس اور ڈر بھی تھا خیر رفتہ رفتہ جیسا حضرت پیر و مرشد برحق نے فرمادیا تھا وہ حالت بالکل رفع ہوگئی اب شاہ صاحب بھی تیسرے چوتھے مہینہ فرمادیا کرتے تھے کہ بھیا تو مجذوب نہ ہوگا۔

(۶۴) میں الموڑہ میں ۲۶-۱۹۲۵ء میں تعینات تھا اور خزانہ میرے سپرد تھا۔ ۱۹۳۰ء میں وہاں غبن کا پتہ چلا۔ تحقیقات میں آڈیٹر نے یہ لکھا کہ ۱۹۱۰ء سے خزانچی برابر خزانہ سے روپیہ نکالتا تھا اور رکھ دیتا تھا۔ اسی سلسلہ میں تمام ڈپٹی کمشنروں اور ڈپٹی کلکٹروں سے جو وہاں تعینات رہے تھے جواب مانگے گئے۔ میرے زمانہ کے متعلق یہ رپورٹ تھی کہ اسی ہزار روپیہ خزانچی نے نکالا اور ساٹھ ہزار داخل کیا۔ جب یہ رپورٹ دیکھی تو پریشانی ہوئی۔ عرض کیا جناب حافظ صاحب اور نیز جناب حضرت صاحب قبلہ نے فرمایا کہ کچھ نہ ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا بعض ڈپٹی کلکٹروں کو کچھ رقم داخل کرنا پڑی مگر میں ان میں تھا جو بچ گئے۔ اسی طرح آپکی توجہ اور عنایت سے میری تمام مشکلیں حل ہوتی رہیں۔

شیخ عزیز الدین حیدرؒ صاحب کا بیان

میں نے بہت سے خواب دیکھے ۔ چند بیان کرتا ہوں۔

(٦٥) حضور تشریف لائے ہیں اور میں عرض کر رہا ہوں کہ سرکار مجھ کو مرید فرمالیں۔ فرمایا کہ اچھا دو روپیہ کی برفی لے آؤ۔ میں نے دیکھا کہ دو روپیہ کی برفی رکھی ہے مگر ان برفیوں میں سے میں نے دانت سے ایک جزو برفی کا کھٹک لیا تھا تو اب اُس کو کیسے پیش کروں۔

(٦٦) حضور تشریف لائے ہیں۔ میں نے حضور سے عرض کیا کہ مجھ کو مرید فرمالیں۔ فرمایا کہ نماز پڑھکر آتا ہوں۔ دو روپیہ کی مٹھائی منگا رکھو۔ واپس آکر کر لوں گا۔ مگر دیر نہ ہو نہیں تو چلا جاؤں گا۔ میں نے عرض کیا کہ بغیر مرید کئے آپکو نہ جانے دوں گا۔ مسکرائے اور بہت خوش ہوئے۔ میں نے اپنے برادر مکرم جناب ڈپٹی امام الدین حیدر صاحب کی جیب سے بغرض شیرینی جب روپیہ نکالے تو بجائے دو روپیہ کے ایک روپیہ تیرہ آنہ پیسہ نکلے ۔

(٦٧) جناب حضرت صاحب قبلہ علیہ الرحمتہ اور حضرت حافظ شاہ علی حیدر صاحب قبلہ امیٹھی ہیں میرے غریب خانہ پر تشریف رکھتے ہیں۔ سرکار کرسی پر جو بہت اونچی تھی جلوہ افروز ہیں اور جناب شاہ علی حیدر صاحب قبلہ کے ہاتھ میں ایک ڈنڈا ہے جس میں چاندی کی شام لگی ہوئی ہے کچھ نظم فرما رہے ہیں اور میں ہر حکم کی تعمیل میں لگا ہوا ہوں۔

سلہ شیخ عزیز الدین حیدر ابن شیخ اشرف حسین تعلقدار امیٹھی ضلع لکھنو حضرت سلطان المحبوبینؒ کے زمانہ سے اپنے بڑے بھائیوں کے ساتھ اکثر تکیہ شریف پر آیا کرتے ہیں لکھنؤ میں بیرسٹری کرتے ہیں ۱۲

شاہ ضمیر[1] عالم صاحب وکیل غازی پوری کا بیان

(۶۸) بتاریخ ۱۰ جمادی الآخر ۱۳۵۹ھ مطابق روز پنجشنبہ میں نہایت متفکر و متردد تھا۔ رات کو سوتے وقت شدت پریشانی سے دیر تک نیند نہیں آئی۔ غالباً دو بجے رات کے بعد نیند آئی۔ اور میں نے یہ خواب دیکھا کہ میں تکیہ شریف (کاکوری) پر حاضر ہوا ہوں اور حضرت شاہ علی حیدر قلندر سجادہ نشین تکیہ شریفہ کاظمیہ تشریف فرما ہیں اور زمین صحن کی خود دست مبارک سے درست فرما رہے ہیں یعنی میں نے آداب عرض کیا حضرت سجادہ نشین صاحب موصوف نے معانقہ کرنے کے بعد فرمایا کہ چلو بھائی صاحب کے پاس تم کو لے چلیں چنانچہ میں جناب موصوف کے پیچھے پیچھے چلا۔ کچے مکان میں اس کمرہ کے پاس گئے جس میں حضرت شاہ تقی حیدر قلندرؒ قیام فرمایا کرتے تھے اور یہ وہی کمرہ[2] تھا جس میں جب میں ۱۹۰۶ء میں بارادہ مرید ہونے کے حاضر ہوا تھا ٹھہرایا گیا تھا جناب سجادہ نشین صاحب موصوف نے کواڑ کھولے اور فرمایا کہ بھائی صاحب شاہ ضمیر عالم آئے ہیں جناب حضرت صاحب روحی فداہ حسب معمول کھڑے ہونے لگے۔ اس سے قبل میں نے دیکھا یہ تھا کہ جناب حضرت صاحبؒ قبلہ تخت پر لیٹے ہوئے ہیں اور سامنے انکے بساط شطرنج ہے۔ حضرت صاحب قبلہ اٹھتے اٹھتے دو مہرے ہاتھ میں لیئے ہوئے کھڑے ہوئے جو میری سمجھ میں شاہ اور وزیر کے تھے اور دو رنگ یعنی وزیر سفید اور شاہ سیاہ رنگ کا تھا۔ مجھکو جیسا

---

[1] شاہ ضمیر عالم ابن شاہ ظہیر عالم از اولاد جناب شاہ جنید عالمؒ غازیپوری کو حضرت سلطان المحبوبین سے بیعت ہے۔ خوش عقیدہ آدمی ہیں۔ غازی پور میں وکالت کرتے ہیں۔ انکے والد کو حضرت والد ماجدؒ سے بیعت تھی اور بہت مخلص اور خوش عقیدہ شخص تھے ۱۲

[2] پہلے یہاں پر دو کوٹھریاں تھیں جو شیخ محمد تقا علوی نے حضرت عارف باللہ کے قیام کے لیئے کچی بنوادی تھیں۔ پھر عرصہ کے بعد مہاراجہ ٹکیت رائے نے خانقاہ بنوائی۔ حضرت جد امجد مولانا شاہ علی اکبر قلندرؒ کے زمانہ میں یہ دونوں کوٹھریاں توڑ کے ایک کمرہ کر دیا گیا اور حضرت سلطان المحبوبین نے اس کمرہ کی چھت پختہ کرائی۔ فرماتے تھے کہ تکیہ پر سب میں پہلے یہی عمارت تعمیر ہوئی تھی ۱۲

کہ ہمیشہ محبت سے گلے لگایا کرتے تھے گلے لگایا اور فرمایا کہ لو ان میں سے چار اپنے باورچی کو ساتویں تاریخ کو دے دینا اسکے بعد کچھ خاموش رہے۔ اس درمیان میں میرے دل میں خطرہ پیدا ہوا کہ حضرت صاحب نے دیئے تو دو ہیں اور فرماتے ہیں چار باورچی کو دینا۔ فوراً مجھے یہ محسوس ہوا کہ اسی قسم کے دو مہرے میرے بائیں ہاتھ میں بھی موجود ہوگئے۔ اسکے بعد جناب حضرت صاحب قبلہ نے تبسم فرماتے ہوئے فرمایا ہم دیکھ رہے ہیں کہ تمھارا اچھا وقت بادل کی طرح چلا آرہا ہے اور انشاء اللہ اب ایسا ہی رہیگا۔ اسکے بعد حضرت صاحب قبلہ میری نظروں سے غائب ہوئے اور پھر باہر کا صحن جسمیں جناب سجادہ نشین صاحب قبلہ موصوف تھے وہ بھی غائب ہوا لیکن مجھے احساس ان چار مہروں کا ہاتھوں میں برابر رہا۔ یہاں تک کہ میں جاگ پڑا اور اسکے بعد بھی مجھے ان مہروں کا احساس رہا اور جناب حضرت صاحب قبلہ کے الفاظ کانوں میں گونجتے رہے۔ میں نے اٹھ کر گھڑی میں وقت دیکھا تو چار بجے کے قریب صبح کا وقت تھا۔

مولوی نیاز احمد صاحب[1] تعلقدار سیتاپور کا بیان

(۷۹) جب میری چھوٹی ہمشیر کا انتقال لکھنؤ میں ہوا اُس روز حضرت سلطان المحبوبین مولانا شاہ محمد حبیب حیدر قلندرؒ شہر میں تشریف فرما تھے جناب والد صاحب (مولوی عمران احمد مرحوم) نے مجھ سے فرمایا کہ جا کر حضرت صاحب کو اطلاع کر دو۔ چنانچہ حضور تشریف لائے۔ حضور کو دیکھتے ہی جناب والد صاحب کے چہرے سے حزن و ملال کے آثار زائل ہوگئے اور بشاشت ظاہر ہوئی موقع ملنے پر اسکی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ اُس وقت جناب حضرت صاحب میرے قلب میں سرور القا فرما رہے تھے۔ اسی طرح پر جب منجھلی ہمشیرہ کا انتقال ہوا تو قبر میں رکھتے وقت جناب

---

[1] مولوی نیاز احمد ابن مولوی عمران احمد صاحب (جن کا حال آخر کتاب میں آئیگا) حضرت والد ماجدؒ کے مریدین میں جب لکھنؤ کے کالج میں یہ اور انکے بھائی مولوی نثار احمد وکیل تعلیم حاصل کرتے تھے تو بحکم اپنے والد ایام تعطیلات میں تکیہ شریف پر آکر حاضر رہتے تھے انھوں نے حضرت سلطان المحبوبینؒ سے کتاب مستطاب فتوح الغیب کا درس لیا تھا ۱۲

والد صاحب کے چہرہ پر ایک خاص قسم کی کیفیت انبساطی ظاہر ہوئی۔ بعد فراغت دفن موقع ملنے پر اس کا ذکر کیا تو فرمایا کہ مرحومہ حضرت شاہ حبیب حیدر قلندر کی مریدہ تھی جب میں نے اُس کو قبر میں اُتارا تو اُسکے پیر کے فیض سے قبر منور ہو گئی۔ یہ دیکھ کر وہ کیفیت مجھ پر طاری ہوئی تھی۔

(۷) میری منجھلی ہمشیرہ کو حضرت سلطان المحبوبین سے بیعت کا بیحد اشتیاق تھا مگر بوجوہ نوبت نہ آسکی کہ سخت علیل ہو گئی۔ والد مرحوم رخصت لیکر تشریف لائے اور علاج میں سرگرم تھے اسی درمیان میں حضرت سلطان المحبوبینؒ منشی اصطفا علی کے نکاح کی شرکت کیلئے ہرگام تشریف لائے۔ جناب والد صاحب قبلہ سیتاپور کے اسٹیشن پر بغرض سلام و قدمبوسی حاضر خدمت ہوئے۔ اور ہمشیرہ مرحومہ کی بیعت کی خواہش کے متعلق عرض کیا حضرت نے فرمایا اُس کو مجھ سے بڑی ارادت ہے اور وہ میری مرید ہے۔ انشاء اللہ ظاہری بیعت بھی کسی وقت ہو جائیگی۔ چند روز بعد ایک روز صبح کو جب میں حاضر خدمت ہوا تو والد صاحب مرحوم و مغفور نے فرمایا کہ تم نے حضرت صاحب کا ارشاد اسٹیشن پر سُنا تھا۔ کل شب کو جب میں سونے چلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت شاہ حبیب حیدر قلندر مریضہ کی چارپائی کے پاس کھڑے ہیں اور دیر تک کھڑے رہے جناب والد مرحوم کے اس ارشاد سے میرا ذہن حضرت صاحبؒ کے اُس قول کی طرف منتقل ہوا کہ ایک کو مرید کر کے اُسکے پورے گھر کی حمایت کرنا پڑتی ہے۔

چودھری فتح علی صاحبؒ کا بیان

(۱) کئی سال کا عرصہ ہوا کہ نور چشم سطوت علی کی دختر کلاں کے پیر میں تکلیف تھی۔ سندیلہ سے لکھنؤ ڈاکٹر محمد نعیم صاحب انصاری کو دکھانے لے گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے تجویز کیا کہ کئی مہینہ ضرورت معالجہ کی ہے۔

سلہ چودھری محمد فتح علی ابن چودھری نصرت علی صاحب رئیس سندیلہ ضلع ہردوئی کو حضرت والد ماجدؒ سے بیعت ہے اور حضرت سلطان المحبوبینؒ سے اوراد و وظائف اخذ کئے جنکے ورد کے پابند ہیں۔ بعض تعویذات لکھنے کی بھی اجازت پائی ہے۔ خوش اخلاق اور ملنسار شخص ہیں۔ انکی عمر تقریباً ستر سال ہے ۱۲

موصوف کی تجویز سنکر میں نہایت پریشان ہوا اور حضور جناب حضرت صاحبؒ کیفیت عرض کی۔ آپ نے تسکین فرمائی اور فرمایا کہ انشاءاللہ بلا معالجہ مجوزہ صحت ہوگی چنانچہ بفضلہ تعالیٰ صحت کُلّی جلد ہوگئی اور شکایت بالکل باقی نہ رہی۔

(۷۲) بوجہ زیر باری قرضہ اکثر جائداد زیر نیلام ہوتی اور بعض وقت امید التوائے نیلام نہیں رہتی تھی حضور جناب حضرت صاحبؒ برابر حالات عرض کرتا رہتا تھا اور آپ اطمینان فرمادیتے تھے کہ جائداد نیلام نہ ہوگی چنانچہ بعنایت الٰہی جائداد نیلام سے محفوظ رہتی۔

خان بہادر چودھری نبی احمد صاحب[1] فاروقی سندیلی کا بیان

(۷۳) شاید ۷، ۲ تاریخ پچھلی قمری مہینے کی (یعنی جمادی الاخرے ۱۳۵۲ھ) جمعہ کے روز صبح کے وقت میں حضرت مخدوم علاءالدین علی احمد صابرؒ کے مزار پر کلیر ضلع سہارنپور حاضر ہوا اور فاتحہ خوانی کے بعد ایک کونہ میں کھڑا ہوگیا۔ دفعتاً حضور پیر و مرشد کی زیارت سے مشرف ہوا۔ حضور نے دست مبارک سے اشارہ فرمایا کہ جاؤ۔ میں فوراً گیا اور نذرانہ پیش کرکے احاطہ کے باہر آیا اور سوار ہوکر چل دیا۔ کچھ دور چلا تھا کہ پھر حضور کی زیارت ہوئی اور فرمایا کہ پھر جاکر نذرانہ پیش کرو۔ میں اپنی غلطی پر نادم ہوا اور واپس جاکر نذرانہ دوبارہ پیش کیا۔ غلطی کی ندامت تھی لیکن زیارت سے جو لذت ہوئی وہ ابتک نہیں بھولا ہوں۔ اس سلسلہ میں ایک واقعہ عرض کرتا ہے میں ۱۹۰۳ء میں تیس روپیہ کا سب انسپکٹر تھا اور کھیری کے ضلع میں تعینات تھا۔ ایک انسپکٹر صاحب کے ساتھ انکے روزنامچہ کا انگریزی ترجمہ کرنے کی خدمت پر مامور ہوکر رُڑکی گیا۔ انسپکٹر صاحب کو کھانسی آنے لگی تو انھوں نے فرمایا کہ چلو دوا لانا ہے۔ میں ہمراہ ہوگیا۔ نہر کی پٹری پر چلتے چلتے کلیر شریف پہونچے۔ جب احاطہ

[1] ان کا تذکرہ حواشی حصہ اول میں آیا ہے ۱۲

درگاہ شریف میں داخل ہوئے تو انسپکٹر صاحب نے فرمایا یہ حضرت صابر کلیری کا مزار ہے۔ حاضر ہوا، درود شریف پڑھ کر فاتحہ پڑھا چنانچہ میں نے تعمیل کی اور فارغ ہو کر واپس آیا انسپکٹر صاحب کو دیکھا کہ گولر کے درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے گولر کھا رہے ہیں جو پکے تھے۔ میں نے اعتراض کیا تو فرمایا یہی [illegible] آکر سے گی انسپکٹر صاحب کا نام نادر خاں تھا۔ وہ حضرت مولانا عبدالرشید گنگوہی کے مرید اور اچھے بزرگ تھے۔ واپسی پر ممدوح نے دریافت فرمایا کہو کیا مانگا۔ میں نے ہنس کر جواب دیا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ اگر اس سال میں انسپکٹری میں نامزد ہو گیا تو ہر سال حاضر ہوں گا ورنہ میرا سلام ہے۔ یہ سن کر انسپکٹر صاحب ناخوش ہوئے۔ میں خاموش ہو گیا۔ دو مہینے کے بعد کام ختم ہو گیا۔ میں کچہری واپس آیا اور خلاف امید میری نامزدگی ہو گئی۔ انسپکٹر ہوا۔ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ ہوا اسکے بعد ساڑھے سات سو روپیہ کی تنخواہ سے پنشن ہوئی لیکن میں پھر کبھی مزار شریف پر حاضر نہ ہوا سوائے اُس دن کے جو اوپر مذکور ہو چکا ہی ظاہر ہے کہ میں ملزم تھا اور سزا کا مستحق لیکن حضرت پیر و مرشد کی توجہ سے بچ گیا۔

(۴۷) سندیلہ کے میرے ایک مکان کا حصہ گر کر ویران ہو گیا تھا۔ اُسی زمانہ میں میں نے دیکھا کہ حضرت پیر و مرشد برحق مولانا شاہ محمد حبیب حیدر قلندر قدس سرہٗ اُسی مکان کے دالان میں فرش پر رونق افروز ہیں دونوں پیر دراز ہیں اور دونوں ہاتھ پیچھے کی جانب اس طرح رکھے ہیں کہ حضور کا وزن دونوں ہاتھوں پر ہے بایاں پیر حضرت شاہ علی حیدر قلندر دبا رہے ہیں اور ساتھ ساتھ کچھ طلب فرما رہے ہیں۔ اُسوقت حضرت پیر و مرشد سورہ انا فتحنا یا سورہ واقعہ ورد فرما رہے ہیں اور مسکراتے جاتے ہیں۔ میں نے حاضر ہو کر سلام کیا اور خاموش بیٹھ کر یہ واقعہ دیکھتا رہا۔ کچھ سکنڈ کے بعد مجھے حضور نے سیاہ مخمل کا بٹوا مرحمت فرمایا۔ جس میں سرخ ڈورے ہیں۔ بٹوے میں گوٹ وغیرہ نہ تھی۔ میں نے سلام عرض کیا اور رخصت ہوا۔ بٹوے کے اندر دیکھا تو دو رنگی چکنی ڈلی تھیں جسکی تعبیر یہ ہوئی کہ وہی مکان حضرت صاحب قبلہ کے کرم سے از سرِ نو تعمیر ہو گیا اور اُس کا دوسرا رخ بھی

درست ہوگیا۔

(۷۵) میرے خال محترم مولوی اکبر علی صاحب[1] مرحوم کو حضرت صاحب سے عشق تھا۔ اپنی آخری بیماری کے زمانہ میں فرماتے تھے کہ "ہمارے ڈاکٹر تو حضرت شاہ حبیب حیدر قلندرؒ تھے۔ اب کون ہے جو علاج کریگا۔ ہمارے رخصت ہونے کا زمانہ آگیا۔" جناب موصوف کو جب کوئی دقت پیش آتی تھی فوراً تکیہ شریف پر عریضہ روانہ فرماتے اور اس قدر مطمئن ہوجاتے جس طرح کوئی مستغیث عدالت میں عرضی دیکر مطمئن ہوجاتا ہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ "میرے کل معاملات حضرت شاہ حبیب حیدر قلندر کے سپرد ہیں"۔ میرے ساتھ مرحوم کو بہت محبت تھی۔ کاکوری کے اکثر حضرات جانتے ہیں کہ مجھے خود بھی مرحوم کے ساتھ خلوص تھا۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں خوب جانتا ہوں کہ نبی احمد تکیہ شریف کا معتقد تو ہے لیکن جو کچھ میں چاہتا ہوں وہ میری زندگی میں نہ ہوگا میرے بعد مجھے پورا بھروسہ ہے کہ یہ وہاں کی حاضری مقدم سمجھے گا اور جو کچھ میرا اعتقاد ہے وہی اس کا بھی ہوگا۔ عجیب پیشینگوئی تھی اس سے زیادہ عرض نہ کروں گا۔ لیکن یہ عرض کیے بغیر نہ رہوں گا کہ مرحوم کے انتقال کے بعد میرے حال پر وہی توجہ ہے۔ یہ میں جانتا ہوں اور میرا یہ ایمان ہے۔ خداوند تعالیٰ مجھے راہ مستقیم پر زیادہ چلنے کی توفیق دے۔

(۷۶) ایک مرتبہ مجھے حضور کی زیارت ہوئی۔ مغرب کے کچھ قبل آپ معہ ہر دو برادران زنانہ مکان کی جانب سے تشریف لا رہے تھے۔ میں نے سلام عرض کیا۔ ارشاد ہوا کہ منشی نبی احمد میرے ساتھ اور کون کون ہے۔ میں نے عرض کیا آپکے بھائی۔ ارشاد ہوا کہ "ہاں یاد رکھنا"۔

(۷۷) حضرت پیر و مرشد برحق علیہ الرحمۃ کے وصال کے چند روز بعد مجھے خواب میں آپکی زیارت ہوئی۔ بہت

---

[1] مولوی اکبر علی ابن شیخ مظہر علی عباسی کاکوروی کو حضرت والد ماجد سے بیعت تھی۔ انھوں نے بحکم حضرت ممدوح حضرت صدیقان اجبوری سے ذکر پاس انفاس وغیرہ سیکھا اور آپ سے بہت عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ بتاریخ ۲۰ شعبان سنہ ۱۳۵۲ھ انھوں نے وفات پائی اور اپنے باغ میں دفن ہوئے ۱۲

خوش ہوا کہ آپ تو زندہ ہیں۔ میں قدمبوس ہوا تو آپ نے پیچھے پھر کر دیکھا جہاں حضرت حافظ شاہ علی حیدر قلندرؒ بیٹھے تھے اور میرے سر کو اٹھا کر انکے قدموں پر ڈالدیا۔

چودھری فضل عظیم صاحبؒ کا بیان

(۷۸) سنہ ۱۹۰۸ء کی قحط سالی میں میرا تقرر بعہدہ سرکل افسری ہوگیا تھا۔ مگر دو ماہ کے بعد یہ جگہ تخفیف میں آگئی۔ اسکے بعد ڈپٹی کمشنر صاحب ہردوئی کی سفارش پر ڈپٹی کمشنر صاحب بہرائچ نے اپنے ضلع میں میری تقرری کا حکم جاری کیا۔ جناب والد صاحب قبلہ نے مجھ کو جانے سے روکا اور فرمایا کہ بہرائچ دور ہے مت جاؤ۔ میں نے کہا کہ میں کاکوری جاتا ہوں اگر حضرت شاہ حبیب حیدر قلندرؒ فرمائیں گے تو جاؤں گا ورنہ نہ جاؤں گا چنانچہ کاکوری گیا اور حضرت صاحبؒ سے جاتے ہی عرض کیا۔ فرمایا کہ تم ہردوئی جاؤ بہرائچ نہ جاؤ۔ تم کو ملازمت پھر ہردوئی میں ملیگی۔ اور تم ہردوئی کل ہی چلے جاؤ۔ میں شام کو مکان واپس گیا اور صبح کو ہردوئی پہونچا۔ ڈپٹی کمشنر صاحب ہردوئی سے ملا۔ انھوں نے کہا کہ کل ایک بجے دن کو سید رونق علی گھوڑے سے گر پڑے اُن کا ہاتھ ٹوٹ گیا اس لئے کل ہی ارجنٹ حکم تمہارے پاس بھیجا تھا کیا پہنچ گیا۔ میں نے کہا حضور حکم میرے پاس نہیں پہنچا میرے پیر و مرشد نے کل حکم دیا کہ تم ڈپٹی کمشنر صاحب ہردوئی کے پاس جاؤ وہیں جگہ ملے گی۔ چنانچہ میں نے چارج لے لیا۔ وہاں معلوم ہوا کہ سید رونق علی اُسی وقت گھوڑے سے گرے تھے جس وقت حضرت صاحبؒ نے مجھ کو تقرری کی اطلاع دی تھی۔

(۷۹) ایک مرتبہ میرے کان میں بہت درد ہوا اور سیروں پانی بہ گیا۔ بہت کچھ علاج کیا۔ آخر کار

لہ چودھری فضل عظیم ابن چودھری احمد عظیم صاحب زمیندار سندیلہ ضلع ہردوئی میں ہیں۔ انکو حضرت والد ماجدؒ سے بیعت ہے اور حضرت سلطان المحبوبینؒ سے اوراد و وظائف سیکھے ہیں۔ خوش عقیدہ اور خوش اخلاق شخص ہیں۔ انکی عمر تقریباً ساٹھ سال کی ہے ۱۲

ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب کے پاس لکھنؤ گیا۔ انھوں نے کہا کہ تمھارے کان کے تین پردے خراب ہوگئے ہیں اب
یہ کان اچھا نہ ہوگا اور ہمیشہ سلسلہ جاری رہے گا۔ میں کاکوری پہونچا اور حضرت صاحب سے سب حال عرض کیا۔
حضور نے فرمایا کہ تم اپنے پیر کے مزار پر جاؤ اور جھاڑو دیکر جو کچھ گرد وغیرہ ملے کان میں بھر لو انشاءاللہ تعالیٰ کو ئی
پردہ کان کا بیکار نہ ہوگا۔ میں نے یہی کیا۔ نہ میں بہرا ہوا اور نہ اُس روز سے آجتک کبھی درد ہوا۔ کئی کان
صاف کرنے والوں نے کہا کہ صاف کرا لیجئے مگر میں نے کبھی کان صاف بھی نہیں کرایا۔

(۸۰) ایک بار مجھ کو بواسیر کا بہت سخت دورہ ہوا جو قریب چھ ماہ کے رہا۔ دوا کرتے کرتے عاجز ہو گیا
اُس وقت حضرت صاحب کی خدمت میں ہوا اور عرض کیا کہ یا تو تکلیف چلی جائے یا مر جاؤں۔ میرے عرض
کرنے پر فرمایا کہ کھانا کھاؤ ابھی مرو گے نہیں یہ تکلیف دور ہو جائیگی۔ میں نے کہا جبتک دور نہ ہوگی یہاں سے نجاؤنگا
کھانے پر جب بیٹھا تو میں نے عرض کیا کہ میں صرف ترکاری کھاتا ہوں۔ آپنے فرمایا کہ جو کچھ ہم دیں تم کھاؤ۔ دسترخوان
پر بہت قسم کی چیزیں تھیں میں نے سب کھائیں۔ اسکے کچھ دیر بعد پاخانہ گیا۔ نہایت سخت تکلیف ہوئی اور بہت خون
آیا۔ عرض کیا فرمایا کہ دیکھا جائیگا۔ چار بجے جب رخصت ہونے کیلئے حاضر ہوا حضرت صاحب نے فرمایا آؤ بھائی مل لیں
بہت زور سے آپنے معانقہ فرمایا جس سے ایسا معلوم ہوا کہ سب تکلیف دور ہوگئی۔ راستہ میں زرد سا پانی نکلنا
شروع ہوا اور درد جاتا رہا۔ اس کو پندرہ بیس سال ہوے جب سے کوئی تکلیف نہیں ہے۔

(۸۱) میرے اہل خانہ کو جناب عموی سید محمود علی صاحب نے بھوپال طلب کیا جناب والد صاحب
قبلہ نے فرمایا کہ بچہ پیٹ میں ہے بغیر اجازت حضرت صاحب میں نہ جانے دوں گا۔ آپنے اجازت دیدی۔
جب میں تین چار ماہ کے بعد بھوپال جانے لگا تو حضرت صاحب قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا
کہ حضور نے بھوپال بھیجدیا۔ آپ سے دور ہونے کی وجہ سے اس حالت میں دقتیں پیش آتی ہیں۔ حضور نے

فرمایا کہ جو ہم کو کرنا ہو بتا دو سب آج ہی کر دیں۔ میں نے کہا کہ بچہ کے تعویذ اور ولادت کے وقت کے تعویذ اور اسکی حفاظت کے تعویذ سب دیدیجیئے۔ اسکے بعد میں نے کہا کہ حضور نام بھی لکھدیں تاکہ وہاں سے نہ پوچھنا پڑے۔ حضور نے فرمایا کہ ہم نام بھی لکھے دیتے ہیں اور نام محمد وسیم لکھ دیا۔ میں بھوپال گیا تو اپنے گھر میں یہ سب تعویذات دیئے اور نام بھی بتلایا۔ اُسی وقت گھر میں شہرت ہو گئی کہ لڑکا ہو گا۔ دایہ نے یہ خیال ظاہر کر دیا تھا کہ لڑکی ہو گی مگر ایسا نہوا اور لڑکا ہی پیدا ہوا جس کا نام حضرت صاحبؒ کا تجویز فرمایا ہوا رکھا گیا۔

(۸۲) ایک بار مولوی مرحوم شاہ صاحب نے ایک وظیفہ قلب سے ادا کرنے کو بتلایا۔ میں اُس کو ہر وقت کیا کرتا تھا اور کچھ طبیعت بھی لگ گئی تھی۔ کچھ عرصہ کے بعد تکیہ شریف پر گیا حضرت صاحب قبلہ کے پاس حاضری پر پھر وہ نہ چلا۔ میں نے حضرت صاحب قبلہ سے عرض کیا تو حضور نے فرمایا کہ ہماری ملکیت میں دوسرا شریک ہو تو ہم کیسے منظور کر سکتے ہیں لہٰذا تم یہ نہ کرو وہ کرو جو ہم دوسرا طریقہ پاس انفاس کا بتاتے ہیں۔

چودہری حبیب حسن صاحب کا بیان

(۸۳) والد صاحب قبلہ کو آنت اترنے کی شکایت تھی اور اکثر بعد مغرب یہ شکایت شروع ہوتی اور کئی کئی گھنٹہ تکلیف رہتی تھی ایک روز آٹھ بجے شب کو یہ تکلیف پیدا ہوئی اور باوجود ڈاکٹر کی کوشش کے آنت نہیں چڑھی خطرناک صورت پیدا ہو گئی۔ والد صاحب کلمات مایوسی فرمانے لگے اور میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے زاہد علی ملازم جو میرا ہمدرد تھا تیمارداری میں تھا اُس نے مجھ سے کہا کہ باہر جاؤ ورنہ میاں تمھیں روتا دیکھ کر اور پریشان ہو نگے میں باہر صحن میں ایک پلنگ پر بیٹھ گیا اور والد صاحب شجرہ طیبہ

؎۱ چودہری حبیب حسن ابن چودہری رضا علی صاحب متوطن سستدبلہ ضلع ہردوئی کو حضرت والد ماجد سے بیعت ہے زمینداری کا کام دیکھتے ہیں۔ انکی عمر تقریباً پچاس سال کی ہے ۱۲

پڑھنے لگے صبح ہو رہی تھی دیکھا کہ حضرت صاحب بہت تیز تشریف لائے نہ رومال ہے نہ عصا دونوں ہاتھ خالی ہیں ایک منٹ والد صاحب کے پلنگ کے داہنی طرف کھڑے ہو کر واپس گئے۔ زاہد علی نے فوراً مجھ کو پکارا اور کہا کہ آیئے آنت چڑھ گئی۔ میں نے زاہد علی سے پوچھا کہ تم نے کچھ دیکھا اُس نے کہا کہ ہاں ایسا معلوم ہوا کہ گاؤں والے میاں آئے اور فوراً واپس گئے میں نے کہا کہ ہاں یہی میں نے بھی دیکھا والد صاحب اب اسی قابل ہو گئے کہ فوراً اُٹھے اور وضو کر کے صبح کی نماز ادا کی۔

(۸۴) میری چھوٹی ہمشیر کے بابت خیال تھا کہ حاملہ ہے چھ سات ماہ گذر گئے اور علامات حمل جیسی ہونا چاہیئے تھیں نہیں ظاہر ہوئیں تشویش ہوئی اور حکیم اخلاق حسین صاحب کو دکھایا گیا۔ انھوں نے تجویز کیا کہ حمل ہے مگر بوجہ کمزوری جنین کی نشو و نما ٹھیک نہیں ہے جب دس گیارہ مہینے گذر گئے اور علامات حمل میں تشکوک برقرار رہے میں نے پھر حکیم صاحب سے کہا اور آخر کار لکھنؤ لے گیا اور بڑے اسپتالوں اور ہومیوپیتھک اور انگریزی اور یونانی اطبا سے مشورہ کیا۔ سب نے بالاتفاق ٹیومر تجویز کیا اور جلد اپریشن کی تجویز کی اور کہا کہ اگر ایسا نہ ہوا تو خطرہ ہے۔ اس موقع پر ایک روز میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت صاحب تشریف لائے اور میری ہمشیرہ مرحومہ ساتھ ہیں اور ایک مٹی کے پیالے میں ایک بالشت بھر کا بچہ رکھا ہے۔ میری آنکھ کھل گئی اور مجھ کو اب اطمینان ہو گیا کہ ٹیومر نہیں ہے بلکہ حکیم اخلاق حسین صاحب کی رائے صحیح ہے چنانچہ چند دنوں کے بعد حکیم صاحب کے علاج سے اسقاط ہوا اور جب میں نے دیکھا تو وہی پیالی تھی اور اسی قد و قامت کا بچہ تھا۔

(۸۵) میرے پاس برادرم صفی جان صاحب کے ہیرے کے بٹن قیمتی تخمیناً ایک ہزار کے رکھے تھے ایک روز اُسی کمرہ میں جس کی الماری میں بٹن رکھے تھے تین بجے دن کو سو رہا تھا۔ دیکھا کہ الماری کا دروازہ کھلا اور حضرت صاحب اُسی دروازہ سے کمرہ میں تشریف لائے اور فرمایا کہ اس قدر بےخبر سوتے ہو۔ فوراً میری آنکھ

کھل گئی اور یہ خیال ہوا کہ الماری کا دروازہ کیوں ہٹا۔ بٹنوں کی طرف خیال گیا اُٹھ کر الماری کھولی۔ دیکھا تو بٹن غائب تھے سخت پریشان ہوا۔ معًا یہ خیال ہوا کہ جو مہمان چار ماہ سے مقیم تھے وہی لے گئے۔ لوگوں نے یہ مشورہ دیا کہ یہ کرو وہ کرو مگر میں نے یہ کہا کہ جسنے اطلاع دی ہے وہی دلوائیگا۔ میں نے دو تین آدمی ساتھ لیے اور مہمان کی تلاش میں روانہ ہوا۔ میں اُنکو تلاش کرتا ہوا اُنکی جائے قیام تک پہونچا دیکھا تو بٹن کی ڈبیہ ایک آلو کے درخت کے نیچے جڑ میں دفن کر رہے تھے۔ میں نے ہنس کر کہا بھائی مذاق ہو چکا اب بٹن دیدیجئے انھوں نے نادم ہوکر دیدیئے۔

(۸۶) ایک روز اوپر کے کمرہ میں حضرت صاحبؒ تشریف رکھتے تھے۔ ہم لوگ پیر داب رہے تھے اور لوگ کام سے باہر چلے گئے اور میں اکیلا حاضر تھا۔ میرا منہ حضرت شاہ تراب علی قلندرؒ کے مزار کی طرف تھا اور اُس وقت مجھ کو کسی صاحب کی رباعی یاد آئی اور میں نے دل میں ہی پڑھی۔

گردوں حشم سہیل قدم مشتری غلام	ہیں حضرت تراب علی شاہ نیک نام
سب صوفیوں میں آپکا بالا ہے یوں مقام	جیسے ہزار دانۂ تسبیح میں امام

اتنے میں کوئی دوسرے صاحب بھی آگئے جن سے حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ سُنا ہمارے حبیب حسن کاکوروی بڑے اچھے شاعر ہیں۔

چودھری صمصام علی صاحب کا بیان

(۸۷) میں کوآپریٹو بنک میں آڈیٹر تھا اور بوجہ مستعفی ہو گیا کئی سال بیکار رہا۔ حضرت صاحبؒ

لہ چودھری صمصام علی چودھری فضل عظیم صاحب دیوی کے چھوٹے بھائی ہیں۔ حضرت سلطان العیوین کے مرید ہیں [illegible] [illegible] ہیں۔ انکی عمر تقریباً چھپن سال کی ہے ۱۲

کئی بار عرض کیا کوئی شافی جواب نہ ملا۔ اتفاق سے حضور کسی تقریب کے سلسلہ میں سندیلہ تشریف لائے
بغرض پیشوائی اسٹیشن پر حاضر تھا۔ اسٹیشن سے چودھری نصرت علی صاحب مرحوم کے مکان ہمراہ گیا اور راستہ
میں بیکاری کی پریشانیاں عرض کیں۔ ذرا سا تامل فرما کر جواب دیا کہ دسمبر میں ملازم ہو جاؤ گے چنانچہ ماہ
دسمبر میں میں کورٹ فیض آباد میں ملازم ہو گیا۔

(۴۸) ایکروز مجھے تکیہ شریف سے روانگی میں اتنی دیر ہو گئی کہ ریل کا وقت معینہ قریب قریب
ختم ہو گیا اور میری ہمت نہوئی کہ رخصت ہونے کیلئے درخواست کروں حضرت صاحب نے ایک مرتبہ میری
طرف دیکھا اور فرمایا کہ آؤ تمھیں رخصت کر دیں میں نے عرض کیا کہ گاڑی کا وقت تو قریب قریب نکل گیا
فرمایا کہ گاڑی مل جائیگی میں سُن کر خاموش ہو رہا۔ شیرینی رخصتی بھی آنے میں قدرے تاخیر ہوئی۔ رخصت
ہونے کے بعد چلا تو اتفاقیہ یکہ بھی نہیں ملا جو اسٹیشن تک جلد پہونچا دیتا۔ میں مایوس ہو گیا مگر یہ بھروسہ تھا کہ
حضرت صاحب فرما چکے تھے۔ پیدل مسافت طے کی اور جب اسٹیشن پر پہونچا تو معلوم ہوا کہ گاڑی اب آ رہی ہے
ڈیڑھ گھنٹہ لیٹ تھی۔ پہونچنے کے پانچ منٹ کے بعد گاڑی آئی اور مجھ کو حسب ارشاد گاڑی مل گئی۔

(۸۹) میری بیوی معہ چھوٹے بچوں کے یکہ سے بگہولا جا رہی تھیں۔ اتفاقیہ یکہ کا پہیہ نشیب میں چلا گیا۔
اور چھوٹے بچے گرنے لگے۔ اس پر بچوں کی ماں کی زبان سے نکلا کہ حضرت صاحب مدد کیجئے بچوں کو بچائیے
ایسا معلوم ہوا کہ حضرت صاحب نے بچوں کو گرنے سے بچا کر یکہ پر بٹھا دیا اور خدا کے فضل سے وہ بالکل بچ گئے
چوٹ بھی نہیں آئی۔

منشی عبد النور صاحب سندیلی کا بیان

(۹۰) میرے نانا عبد المعبود صاحب کے اثرات تھے۔ مکان میں چھپر آتے۔ اینٹیں برستیں۔ بسیم

ملاحظہ ہو صفحہ آئندہ ۱۲۵

اور روپیے گرتے۔ اور بھی ایسے واقعات ہوتے۔ ایک روز جن صاحب مسلط ہوگئے۔ شروع میں تو بڑے زور دکھائے مگر جب حضرت شاہ حبیب حیدر قلندر قدس سرہٗ کا نام لیا گیا تو وہ ذرا ٹھنڈے پڑ گئے۔ ان سے کہا گیا کہ "تم اپنے باپ کو بھیجو ہم تم سے گفتگو نہیں کرینگے"۔ اُنکے باپ نے مسلط ہونے کے بعد کہا کہ میرا لڑکا بڑا شریر ہے کہیں ایسا نہو کہ نقصان پہونچائے۔ عبدالمعبود کو حضرت شاہ حبیب حیدر قبلہ کا مرید کرا دیا جائے تو پھر وہ کچھ نہیں کرسکتا ہے" چنانچہ وہ مرید ہوگئے اور یہ سلسلہ منقطع ہوا۔

(۹۱) میرے بھائی عبدالمعبود پر ایک قسم کے شدید دورے پڑنے لگے۔ علاج سے کوئی فائدہ نہوا تو ان ہی جن بزرگ سے پوچھا گیا کہ آپ کا کیا مشورہ ہے۔ دوسرے دن جواب دیا کہ "انکو بانسہ شریف بھیجدو۔ وہاں ایک درخت کے نیچے یہ قبلہ رو بیٹھ کر زمین کھودیں تو ایک سفید کیڑا ملے گا اُسے کھالیں پھر انشاءاللہ یہ بیماری جاتی رہے گی"۔ جب بیحد اصرار کیا تو میں نے کہا کہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ روپیہ خرچ کرکے بانسہ بھیجا جائے۔ تیسرے چوتھے روز تو وہاں پہونچیں گے یہ کیا ضروری کہ یہ کیڑا انھیں مل ہی جائے۔ تین چار روز کی مدت میں وہ کہیں سے کہیں پہنچ جائیگا"۔ انھوں نے فرمایا کہ "یہ کیڑا اُنکی قسمت کا ہے اور کہیں نہیں جاسکتا ہے۔ یہ میری رائے نہیں ہے بلکہ حضرت شاہ حبیب حیدر قلندر قبلہ کی رائے ہے آپ دریافت کرسکتے ہیں" چنانچہ عریضہ پیش کیا گیا تو جواب ملا کہ بھیجدو۔ وہ بانسہ شریف گئے اور حسب ہدایت تھوڑی سی مٹی ہٹانے کے بعد کیڑا ملا اُسکے کھانے کے بعد اُنکی بیماری جاتی رہی اور وہ تندرست ہوگئے۔

(۹۲) یہ جن صاحب جن کے مشورہ پر عمل کیا گیا ہم لوگوں پر بہت مہربان ہوگئے۔ یہ صاحب بڑے نیک، اللہ والے اور تکیہ شریف کے معتقد تھے۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ وہ مسلط تھے میرے ایک

رہ انضوی ... تحقیقات حیدرآباد دکن ... بارہ ... ۱۲

بھائی نے جوانی کی ترنگ میں حضرت شاہ حبیب حیدر قلندرؒ کی شان میں کسی قدر شوخی اور گستاخی سے کام لیا اس پر انھوں نے اسقدر قہر آلود نگاہوں سے دیکھا کہ ہم سب لرزہ براندام ہوگئے۔ پھر میری والدہؒ نے کہا "کہ آپ کا لڑکا بے ایمان ہو رہا ہے۔ اتنے بڑے شیخ کے شان میں اگر ایسی گستاخی ہمارا کوئی آدمی کرتا تو ہم اُسکی زبان گدی سے نکال لیتے۔ آپکے پیر بہت بڑے ہیں اور انکی حکومت بھی بڑی ہے"۔

(۹۳) میرے بھائی پر پریوں کے اثرات بھی تھے اور طرح طرح کی پریشانیاں رہتی تھیں حضرت صاحب قبلہ سے رجوع کیا تو شروع میں ایسا معلوم ہوا کہ حضرت صاحب قبلہ نے کچھ نرمی سے کام لیا مگر جب اذیت پہونچنے لگی تو آپ نے سختی سے سب اثرات دفع فرما دیئے اور یہ سلسلہ ہمیشہ کیلئے ختم ہوگیا۔

(۹۴) میرے ایک دوست کی بیوی پر آسیبی اثرات تھے جھاڑ پھونک کراتے کراتے وہ عاجز آگئے تھے۔ مجھے جب اطلاع ملی تو میں نے حضرت صاحب قبلہ کے دیئے ہوئے تعویذ جو گھر میں موجود تھے اُسکے حوالہ کیئے۔ اُس سے وہ اثرات زائل ہوگئے۔

(۹۵) میری ماموں زاد بہن پر پرنسو (دکن کا مشہور خبیث) کے اثرات تھے حضرت صاحب قبلہ کی توجہات سے بالکل دفعیہ ہوگیا۔ کسی قسم کے کوئی اثرات باقی نہ رہے۔ عام طور پر یہ بری طرح چمٹا کرتا ہے اور مشکل سے دفع ہوتا ہے۔

حکیم منشی اجتبیٰ علی صاحب[۱] علوی کاکوروی کا بیان

(۹۶) میں طبیہ کالج دہلی میں تعلیم پاتا تھا کہ ایک سال دوران امتحان میں مجھ کو لرزہ کے ساتھ

۱؎ منشی اجتبیٰ علی پسر سوم عمی منشی ارتضیٰ علی علوی کاظمی کاکوروی کو حضرت سلطان المجددین سے بیعت ہے اور میرے شاگرد ہیں طبیہ کالج دہلی میں پانچ سال تعلیم پاکر سند حاصل کی، اور گونڈہ میں مطب کرتے ہیں، متقی اور پرہیزگار ہیں اور شاعری کا بھی ذوق ہے ۱۲ ۲؎ بی بی حضرت سلطان المجددین کی مرید ہیں ۱۲

بخار آگیا اور پتّی بھی اچھلی اور میرا دماغ بے قابو ہو گیا۔ میرے اُستاد حکیم فرید احمد صاحب عباسی نے میری حالت دیکھ کر اسی وقت دوائیں منگا کر پلائیں جس سے فی الجملہ سکون ہوا۔ میں نے امتحان کا پرچہ پڑھا اور جوابات لکھنا شروع کئے۔ کچھ دیر بعد خود ہی ادراک ہوا کہ میں نے جو کچھ جوابات لکھے ہیں سب غلط ہیں۔ اب گھڑی دیکھی تو نصف وقت گذر چکا تھا اور صرف ڈیڑھ گھنٹہ باقی تھا۔ پریشان ہو کر حضرت صاحب قبلہ کی طرف رجوع کیا تو ہمت بندھی اور از سرِ نو جوابات لکھے اور وقت مقررہ کے اندر کام ختم کر کے گھر چلا آیا۔ بخار اور پتّی کا وہی حال تھا کہ لیٹے لیٹے سو گیا۔ خواب میں آپ کی زیارت اس طرح ہوئی کہ آپ سجادہ پر رونق افروز ہیں اور کچھ تحریر فرما رہے ہیں کہ یکبارگی نظر اٹھا کر مجھ سے فرمایا کہ "آؤ ننھے تم کو مرید کر لیں" (میرا عرفی نام ننھے ہی ہے) میں نے دستِ مبارک کو پکڑ لیا اور جاگ پڑا۔ اس شفقت اور بخشش کا یہ پھل ملا کہ میرا بخار فوراً اتر گیا اور میں اچھا ہو گیا اور نتیجہ امتحان میں منجملہ اسّی طلبہ کے جو دس کامیاب ہوئے انہیں میں میں بھی تھا۔

(۹۷) مرید ہونے سے قبل میرا خیال تھا کہ جب تک پیر سے محبت نہ ہو مرید ہونا ٹھیک نہیں ہے۔ مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ محبت کیسے ہوتی ہے۔ زمانہ قیام کاکوری میں روزانہ جناب حضرت صاحب قبلہ کے حضور میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ یہ ہوا کہ اگر کسی روز نہ حاضر ہو پاتا تو ایک طرح کی الجھن اور ندامت رہتی تھی۔ آپ کے وصال سے دو سال قبل عرس شریف کی بعض سماع کی محفلوں کا رنگ دیکھ کر بعض بزرگوں کو یہ کہتے سنا کہ جس کو مرید ہونا ہو مرید ہو جائے۔ میرے دونوں بڑے بھائی منشی محمد جواد اور منشی اصطفا علی صاحبان بھی ایسا ہی کہتے تھے چنانچہ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ میں مجھے شرفِ بیعت نصیب ہوا۔ منجملہ ان نصیحتوں کے جو اُسوقت آپ نے فرمائیں دو درج ذیل کرتا ہوں۔

(۱) کسی فقیر سے کبھی نہ الجھنا بلکہ اگر ممکن ہو تو اسکی خدمت کرنا۔ ہمکو چھوڑ کر اگر کسی اور سے رجوع کروگے تو سوائے پریشانی کے کچھ نہ پاؤگے۔ تم دہلی میں رہتے ہو وہاں بہت سے بزرگان دین کے مزار ہیں اُن میں سے حضرت سلطان جی (سلطان نظام الدین اولیا محبوب الہیؒ) کے یہاں اکثر حاضر ہوتے رہنا۔ بہت اچھی جگہ ہے۔

(۲) لوگ تمھاری مخالفت کرینگے اور تمکو تکلیف پہونچانیکی کوشش کرینگے۔ اگر انکی برائی کا بدلہ نیکی سے کروگے تو تمکو بہت فائدہ ہوگا اور اگر یہ ممکن نہو تو اُنکے ساتھ برائی نہ کرنا بلکہ خدا پر چھوڑ دینا کہ وہی منتقم حقیقی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اور حضرت مرشد برحق کا فیض ہے کہ دہلی کے زمانہ قیام میں مجھکو حضرت سلطان جی کے دربار میں اکثر حاضری کا موقع ملا۔ دہلی سے واپسی پر میں نے خاص گونڈہ میں مطب شروع کیا تو ابتدا میں بعض لوگوں نے بہت مخالفتیں کیں اور بدنام کرنے کی کوششیں کیں لیکن میرے جناب حضرت صاحب قبلہ کے بھروسہ پر اپنے علم و یقین میں نہ کسی کی برائی کی نہ کسی کی برائی چاہی۔ اس سے یہ فائدہ ہوا کہ باوجود اسکے کہ میں نے گونڈہ میں نیا نیا مطب کھولا تھا تاہم بعض ایسے مریضوں کو اللہ تعالیٰ نے میرے مجوزہ نسخوں سے صحت عطا فرمائی کہ مخالفت کرنے والے نادم ہوئے اور کثرت امراض کے مریض ٹھہر اور مفصلات سے میرے پاس آنے لگے۔ نیز برتاؤ میں یہ اصول رکھا کہ جس نے میری بدگوئی کی میں نے اُسکی ثناخوانی کی۔ بالآخر میرے اس طرز عمل سے متاثر ہو کر اُس نے بھی میری مخالفت چھوڑدی۔ جب کبھی کوئی مریض سخت مرض میں مبتلا آیا اور میری سمجھ معالجہ میں قاصر معلوم ہوئی تو میں نے حضرت صاحب قبلہ کی طرف رجوع کی جس سے ہمیشہ میری عقدہ کشائی ہوگئی۔

(۹۸) آپکے وصال کے بعد ایک روز دوپہر کے وقت مجھے یہ خیال پیدا ہوا کہ آپنے ہم لوگوں کو کسی کے سپرد نہیں فرمایا ہے اور اگرچہ یہ صحیح ہے کہ اب بھی آپکی توجہ ہم لوگوں کی طرف مبذول رہے گی لیکن آپکے زمانۂ حیات کی طرح ہم آپ بیتی عرض کرکے زبانی جواب اب کیسے پائیں گے اسی اُدھیڑبُن میں تھا کہ آنکھیں بند کرتے ہی حضرت اُستاذی حافظ شاہ علی حیدر قلندر مدظلہ کی شبیہ مبارک منتی ہوئی سبز عمامہ زیب سر لیئے سامنے آئی اور فوراً تبدیل ہوکر روئے انور جناب حضرت صاحب قبلہ روحی فداہ کا ایسا ہوگیا اسمیں میری دلجمعی ہوگئی اور اسکے بعد جب کبھی مجھکو خواب میں آپکی زیارت ہوئی تو حضرت استاذی مدظلہ کو آپکے ساتھ میں پایا۔

منشی محمد خلیل الرحمن صاحب[1] کا بیان

(۹۹) پان کھانے نے مجھے نقصان پہونچایا حتی کہ جبڑا بند ہوجاتا تھا اور نوالہ مُنہ کے اندر داخل کرنا ناممکن تھا اس لیئے میں نے پان کھانا ترک کردیا۔ تب جاکر کچھ افاقہ کی صورت ہوئی۔ اسکے بعد مجھے حاضری آستانہ کی صورت پیش آئی۔ ابتک مجھے سلک غلامان میں داخل ہوتے [illegible] ہوا تھا حضرتِ پیر و مرشد نے پان عنایت فرمایا میں نے تبرکاً کھالیا۔ تھوڑی دیر بعد حکیم [illegible] صاحب مرحوم و مغفور نے پان پیش کیا میں نے معذرت کی کہ میں پان نہیں کھاتا مجھے نقصان پہونچاتا ہے انھوں نے فرمایا کہ ابھی تم نے پان کھایا ہے میں نے عرض کیا کہ وہ تبرکاً میں نے کھایا تھا۔ یہ سماعت فرماکر حضرت خداوند نعمت قدس سرہٗ نے حکیم صاحب کے ہاتھ سے پان لیکر فرمایا کہ اگر میرے ہاتھ سے کھانا مقصود ہے تو

[1] منشی محمد خلیل الرحمن ابن منشی عبدالغفار ساکن شہر گورکھپور سی ضلع میں صدر قانونگو رہے اور پنشن یاب ہوکر وہیں قیام ہے۔ انکو حضرت سلطان المحبوبین سے بیعت ہے خوش عقیدہ شخص ہیں ۱۲

لو کھا لو۔ اور یہ بھی ارشاد ہوا کہ پان نقصان نہیں کر سکتا۔ چنانچہ میں نے آداب بجالا کر کھا لیا۔ اسوقت سے مجھے کوئی گزند نہیں پہنچا۔

(۱۰۰) چونکہ میں عرصہ تک جنگلی علاقہ پر ملازم رہا میرا جگر خراب ہو گیا تھا اور آم نہیں ہضم ہوتا تھا اس لیئے میں نے ترک کر دیا تھا۔ تقریب فاتحہ میں آستانہ پر حاضر ہوا۔ آموں کی فصل تھی۔ ملیح آبادی ایک تشتری عمدہ آموں کی آکر پیش ہوئی۔ حضور اقدس کو میری اس حالت کی کوئی اطلاع نہ تھی۔ آپ نے وہ تشتری آم کی قبول فرما کر ارشاد فرمایا کہ یہ آم منشی جی کو دیدو۔ یہ آم نہیں کھاتے ہیں چنانچہ مجھے مرحمت ہوئے اور میں نے تسلیمات بجا کر لیئے اور ایک ہی نشست میں سب کھا لیئے۔ الحمد للہ کہ جب سے برابر آم کھا رہا ہوں اور کوئی نقصان نہیں ہوتا۔

حاجی منشی سراج احمد صاحب[۱] بدایونی کا بیان

(۱۰۱) میں مرید ہونے کے قبل بہمراہی حاجی منشی محمد امیر احمد صاحب علوی کاکوروی پنشنر ڈپٹی کلکٹر جو اس زمانہ میں کنٹونمنٹ نیمچہ میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ و ڈسٹرکٹ جج تھے اور میں سب انسپکٹر پولیس تھا کو ہ مانڈو گیا اور مزار مبارک حضرت سید نجم الدین غوث الدہر قلندرؒ پر فاتحہ خوانی کی۔ اسکے کچھ ہی عرصہ کے بعد حضرت مولانا شاہ حبیب حیدر قلندر قدس سرہ کی غلامی میں داخل ہو گیا۔ ایک مرتبہ شجرۂ مبارک پڑھتے ہوئے خیال آیا کہ بزرگان دین کے مزار پر حاضری سے فائدہ ہوتا ہے میں حضرت غوث الدہر

---

[۱] حاجی سراج احمد ولد مولوی احمد الدین ولایتی کو حضرت سلطان المحبوبین سے بیعت ہے۔ روزہ نماز وغیرہ کے بہت پابند ہیں اور فریضہ حج و زیارت ادا کر چکے ہیں۔ حج سے واپسی پر انھوں نے غلاف کعبہ کا ایک بڑا ٹکڑا لا کر پیش کیا جس سے مزارات کیلئے چھ چادریں بن گئیں جو عیدین کے موقع پر مزارات شریف پر ڈالی جاتی ہیں۔ اس سے پیشتر ایسی چادریں معدودے چند تھیں اور اب سب حضرات کے مزارات کیلئے ہو گئیں۔ اللہ تعالےٰ انکو جزائے خیر عطا فرمائے گا کہ انھوں نے ایسی پسندیدہ خدمت کی ہے۔ یہ محکمہ پولیس سے پنشن سے پا کر اب اپنے وطن بدایوں میں مقیم ہیں ۱۲

قلندر کے مزار پر حاضر ہوا تو مجھ کو کیا فائدہ پہونچا۔ مغادل نے جواب دیا کہ تم ہمارے مزار پر جو حاضر ہوئے تھے اسی
کی برکت ہے کہ ایسے سامان پیدا ہوئے کہ تم کاکوری شریف پہونچکر حضرت صاحب کی غلامی میں داخل ہوئے۔

(۱۰۲) مرید ہونے کے کچھ ہی عرصہ کے بعد کا ذکر ہے کہ میں بتقریب فاتحہ محرم شریف حاضر ہوا اور میرا
یہ طریقہ تھا کہ جس قدر موقع مل سکے حضرت صاحب کی جوتیاں سیدھی کرتا رہتا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت صاحب
نماز ظہر یا عصر کیلئے مسجد میں تشریف لیگئے اور میں پیچھے پیچھے اس تاک میں تھا کہ کوئی دوسرا جوتیاں سیدھی نکر سکے
اور یہ شرف مجھ کو ہی ملے۔ چنانچہ جوتیاں آتارتے ہی میں نے سیدھی کیں اور حضرت صاحب قبلہ نے دیکھ لیا۔
فوراً میری طرف دیکھکر "ہوں" فرمایا۔ اس نظر اور آپکی "ہوں" میں وہ مزا تھا کہ میرے دل کی جو حالت ہوئی
بیان نہیں کرسکتا اور جب کبھی وہ نظر اور لفظ "ہوں" یاد آجاتا ہے۔ دل کو جو مزہ ملتا ہے وہ دل ہی جانتا ہے۔

جناب غلام غوث صاحب وکیل اورنگ آباد کا بیان

(۱۰۳) جناب مولوی حافظ ساجد علی صاحب مرحوم کے یہاں محرر رہنے کی وجہ سے مجھ کو اکابر
اولیاء اللہ سے دلچسپی رہی۔ اسی سلسلہ میں حضرت مولانا شاہ حبیب حیدر قلندرؒ کے حالات بھی سنے۔ اول تو
مجھ کو ہمیشہ سے بزرگوں سے اعتقاد رہا مگر حضرت موصوف کے کمالات و اوصاف سنکر آپ سے علی الخصوص اعتقاد
پیدا ہوا۔ ارادہ تھا کہ حاضر ہوکر مشرف بہ زیارت و بیعت ہوں۔ میں نے حضرت کی خدمت میں سلام کہلا بھیجا اور
یہ بھی عرض کرا دیا کہ امتحان وکالت میں کامیاب ہو جاؤں حضرت دعا فرمائیں۔ میری التجا حضرت تک
پہونچی اور حضرت نے فرمایا کہ وہ کامیاب ہونگے۔ واقعہ ایسا ہی ہوا اور میں حضرت کی دعا کی برکت سے اول درجہ
میں وکالت کے امتحان میں کامیاب ہوا۔ افسوس کہ دنیاوی مشاغل و تبدیل حالات ذاتی کی بنا پر
شرف بیعت اور حاضری سے محروم رہا اور حضرت نے وصال فرمایا۔ اب میں حضرت کو فاتحہ سے یاد کرتا رہتا ہوں۔

منشی محمد مہدی حسن صاحب صدیقی کا بیان

قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین جمیع المناقب عمیم الاحسان منبع فیوض و برکات مصدر الطاف و عنایات حضرت شاہ حبیب حید رصاحب قدس اللہ سرہٗ سجادہ نشین تکیہ شریف کاکوری کی بیّن کرامات۔

(۱۰۴) میری شادی سید یوسف علی صاحب پرنسپل و مالک ہیوٹ انجینئرنگ اسکول کی بیٹی سے ۱۹۲۳ء میں ہوئی۔ اور تقریباً بارہ سال تک کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ اکثر استقرار حمل ہوا لیکن ایام حمل کو تین چار ماہ بمشکل گذرتے تھے کہ اہلیہ ناچیز کو خواب میں ایک نہایت کریہ المنظر اور بھیانک صورت والی عورت نظر آتی تھی اور وہ اپنا ہاتھ شکم پر پھیر دیتی تھی جس سے ڈر کر وہ خواب سے بیدار اور درد شکم میں مبتلا ہو جاتی تھیں اور صبح تک اسقاط ہو جاتا تھا۔ میں نے اور میری بی بی نے کبھی اس خواب کو اہمیت نہیں دی اور پیہم اسقاط کو خرابی صحت کا نتیجہ سمجھتے رہے چنانچہ اسی خیال کے ماتحت یونانی علاج لکھنؤ کے مشہور و معروف اطبا و نیز انگریزی علاج لکھنؤ کی مشہور ترین لیڈی ڈاکٹر مس ڈگلس و متعدد ڈاکٹروں کے مشورہ سے کیا حتی کہ اپریشن وغیرہ بھی کرایا گیا۔ لیکن پھر وہی اول صورت واقع ہوئی۔ استقرار حمل ہوا اور تین چار ماہ گذرنے کے بعد وہی ڈراؤنا خواب نظر آیا۔ اور اسی بھیانک صورت والی عورت نے شکم پر ہاتھ پھیرا۔ خواب سے بیدار ہوئیں شکم میں درد محسوس ہونے لگا اور صبح اسقاط ہو گیا۔ چونکہ شادی کو بھی بارہ برس گذر چکی تھیں اور ہر ممکن علاج بھی کر چکا تھا اس لیے خواب کے واقعات اہم نظر آنے لگے۔ مجبوراً اپنے زمانہ کے فقید المثال ہستی اور عدیم النظیر بزرگ یعنی حضرت شاہ حبیب حید رقلندرؒ سجادہ نشین تکیہ شریف کاظمیہ کی خدمت بابرکت

۱؎ منشی محمد مہدی حسن صدیقی زمیندار سلیم پور ضلع گورکھپور کا قیام سرد ار باغ محلہ نواز گنج شہر لکھنؤ میں ہے۔

یہ واقعات انھوں نے ۱۰ جولائی ۱۹۵۱ء کو لکھ کر بھیجے ہیں ۱۲

میں بذریعہ عریضہ عرض حال کیا۔ اُس شاہ رحم وکرم نے از راہ ذرہ نوازی ایک تعویذ عطا فرمایا اور ہدایت فرمائی کہ اس کو بہ زمانہ حمل اپنی اہلیہ کے شکم پر باندھ دو اور بعد ولادت بچہ کے گلے میں ڈالدینا۔ عجب اتفاق چھ ماہ گذر گئے کوئی آثار حمل کے ظاہر نہیں ہوے۔ میں نے بذریعہ عریضہ پھر عرض کیا کہ تعویذ عطا کیئے ہوے بھی چھ ماہ گذر گئے لیکن اب استقرار حمل ہی نہیں ہوتا۔ اور حضرت صاحب سے اس طرف توجہ کرنیکی استدعا کی۔ حضرت صاحب ممدوح نے ارشاد فرمایا کہ میرا کام دعا کرنا ہے۔ پورا کرنا کام خدا کا ہے۔ دعا سے غافل نہیں ہیں موثر حقیقی اثر تحقیقی عطا کرے گا۔ تین ماہ اور گذر گئے پھر بھی کوئی آثار حمل کے ظاہر نہیں ہوئے۔ میں نے پھر حضرت صاحب سے توجہ کرنے کی درخواست کی۔ حضرت صاحب نے ارشاد فرمایا کہ آپ بالکل مطمئن رہیں آپ ضرور صاحب اولاد ہونگے۔ جیسکے دوسرے مہینہ آثار حمل ظاہر ہونے لگے۔ مدت حمل کو تین چار ماہ گذرنے کے بعد مثل سابق پھر وہی بھیانک صورت والی عورت خواب میں نظر آئی اور اُس نے شکم پر ہاتھ پھیرنا چاہا لیکن قبل اسکے کہ وہ پلنگ کے قریب آوے ایک بزرگ ظاہر ہوے اور انھوں نے نہایت غصہ میں اُس عورت سے فرمایا "کمبخت نکل جا۔ دور ہو۔ خبردار جو ہاتھ لگایا"۔ فوراً وہ عورت غائب ہوگئی۔ ایام حمل میں تین چار بار اس طرح کا خواب میری بی بی نے دیکھا یعنی خواب میں بدہیئت عورت کا آنا اور فوراً اُن بزرگ صاحب کا ظاہر ہونا اور اُس عورت کو ڈانٹ پھٹکار کر نکال دینا۔ خدا خدا کرکے مدت حمل پوری ہوئی اور وقت ولادت آیا۔ درد زہ شروع ہوا شہر کی دو نرسوں کو جو بہت تجربہ کار تھیں مدد کیلئے بلایا گیا لیکن چودہ گھنٹہ کی متواتر کوشش کے بعد انھوں نے جواب دیدیا کہ وہ نہیں سنبھال سکتیں۔ کسی قابل لیڈی ڈاکٹر کو بلایئے حاملہ مس ڈگلس کے سپرد کی گئی۔ مس ڈگلس نے پانچ گھنٹہ اپنی ہر امکانی کوشش کی لیکن بطور خود ولادت ہونے سے مایوس ہو کر میرے پاس آئی اور مجھ سے دریافت کرنے لگی کہ ولادت اب یوں نہیں ہوسکتی

یا تو بچہ بذریعہ اوزار نکال لیا جاوے یا اپریشن کر کے بچہ نکالا جاوے۔ بس یہی دو صورتیں ہیں اگر آپ مردہ بچہ اور زندہ بی بی چاہتے ہوں تو میں بذریعہ اوزار بچہ نکال لوں اور اگر آپ بچہ کے بہت خواہشمند ہیں تو اپریشن کی اجازت دیجئے البتہ اپریشن میں دونوں کی جان کا خطرہ بھی ہے اور دونوں کی جان کی سلامتی کی بھی امید ہے۔ ممکن ہے کہ دونوں نہ بچیں اور بہت ممکن ہے کہ دونوں بچ جاویں۔ یہ دونوں خطرناک تجویزیں سُنکر میرے تو اوسان جاتے رہے میں نے کہا کہ ابھی تو میں دونوں میں سے کسی صورت کی اجازت نہیں دے سکتا۔ اُس نے کہا کہ میں اپنی ہر امکانی کوشش کر چکی لیکن بڑی مجبوری ہے۔ بچہ کا سر ماں کی ایک طرف کی پسلیوں میں پھنسا ہوا ہے تو ٹانگیں دوسری طرف کی پسلیوں میں پھنسی ہوئی ہیں۔ اور بچہ کروٹ پڑا ہوا ہے۔ میں اپنی تمام کوشش کر چکی لیکن میں خدا نہیں ہوں۔ کیا کروں۔ میں نے کہا کہ چند گھنٹہ اور انتظار کیجئے۔ آٹھ بجے شب کو وہ پھر میرے پاس آئی اور کہنے لگی کہ اب از خود ولادت قطعی ناممکن ہے۔ بچہ بالکل اُلٹا دونوں طرف کی پسلیوں میں پھنسا ہوا ہے۔ میں نے کہا بہر حال ایک گھنٹہ اور انتظار کیجئے میں اسوقت حضرت شاہ حبیب حیدر صاحبؒ کی طرف متوجہ ہوا اور عرض کیا کہ آپنے جو یہ عطیہ بخشا ہے تو اس کا بسلامتی پیدا ہونا اور اُس کی ماں کا سلامت رہنا بھی ضروری ہے اور حضرت شاہ مینا صاحبؒ کی درگاہ میں حاضر ہو کر عرض حال کیا۔ پلٹ کر جو آیا تو لیڈی ڈاکٹر خوش خوش دوڑتی ہوئی آئی اور کہا کہ تعجب کی کوئی حد نہیں ہے کہ بچہ از خود سیدھا ہو گیا اور اب وہ از خود پیدا ہونا چاہتا ہے۔ اب کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہے چنانچہ بخیر و خوبی ولادت ہوئی۔ تعویذ ماں کے شکم پر سے کھولکر بچہ کے گلے میں ڈالدیا گیا۔ بچہ کے سر پر پانچوں انگلیوں اور ہتھیلی کا پورا نشان تھا جو مدتوں رہا۔ زچہ اور بچہ کی دیکھ بھال انگریزی اصول پر ہو رہی تھی۔ کمرہ کا ہر دروازہ اور کھڑکیاں کھلی رہتی تھیں۔ بچہ ماں سے الگ دوسرے پلنگ پر لٹایا

جاتا تھا۔ ولادت کو چار پانچ دن گذر گئے تھے کہ وہی بھیانک شکل والی عورت جو بزمانہ حمل اکثر نظر آتی تھی پھر اُسی طرح خواب میں نظر آئی کہ کمرہ کے دروازہ پر ایک مردہ بچہ لیئے کھڑی ہوئی ہے جسکے سر ہی نہیں ہے اور چاہتی ہے کہ لپک کر میرے بچہ کو تو اٹھالے اور پلنگ پر اُس مردہ اور بے سر والے بچہ کو لٹا دے۔ جیسے ہی اُس نے لپکنا چاہا کہ وہی بزرگ صاحب فوراً ظاہر ہوئے اور اُس عورت کو سختی سے ڈانٹا اور فرمایا کہ خبردار جو قدم بڑھایا۔ دور ہو کمبخت اور یاد رکھ اگر اب کبھی آئی تو تیری خیر نہیں۔ اور میری بی بی سے کہا کہ "فوراً بچہ کو اپنے پاس اٹھالو اور خبردار الگ نہ لٹایا کرو"۔ اُس روز سے وہ منحوس صورت عورت کبھی نظر نہیں آئی اور نہ اس قسم کا خواب میری بی بی نے پھر کبھی دیکھا۔ بزرگ صاحب کی ڈانٹ سے میری بی بی کی آنکھ کھل گئی اور انھوں نے فوراً بچہ کو اپنے پاس اُٹھوالیا۔

بچہ کی عمر ماشاءاللہ اس وقت چار برس کی ہے اور یہ اکثر دیکھا گیا کہ جب کبھی وہ سخت بیمار ہوا ایک بزرگ خواب میں ظاہر ہوئے اور کچھ دم کیا اور تشریف لیگئے صبح ہی سے بچہ کی حالت رو بصحت ہو جاتی اور جلد از جلد شفاء کلی نصیب ہوتی۔ بچہ کا نام محمد حبیب ہے۔ وصال سے قبل حضرت صاحب نے ایک اور تعویذ بہ زمانہ حمل دیگر حاملہ کے شکم پر باندھنے کا عطا فرمایا۔ دوبارہ جب آثار حمل ظاہر ہوئے تو وہ تعویذ باندھا گیا لیکن نہ بزمانہ حمل اور نہ بعد پیدائش کبھی وہ بدشکل عورت نظر آئی اور نہ کبھی کوئی ڈراؤنا خواب میری اہلیہ نے دیکھا۔ میرے دوسرے بچہ کا نام محمد حسیب ہے جسکی عمر اسوقت ایک برس سات مہینہ کی ہے اللہ ان دونوں کو بطفیل حضرت شاہ حبیب حیدر صاحب قدس سرہٗ العزیز حیات۔ علم۔ دولت و تندرستی عطا کرے آمین۔ اس لڑکے کا مکتب حال ہی میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور برادر عزیز جناب مولانا حافظ شاہ علی حیدر صاحب قبلہ سے کاکوری حاضر ہو کر کرایا گیا۔

منشی امیر حسن صاحب چاندپوری کا بیان

(۱۰۵) میرے نام کچھ اراضی کا پٹہ تھا اور گاؤں کے زمیندار مجھ سے لگان کے متقاضی ہوئے میں نے دینے سے انکار کیا اس لیئے کہ میں اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتا تھا۔ اسکے بعد میں نے حضرت صاحبؒ سے عرض کیا۔ اُسوقت آپ کے پاس بہت سے لوگ بیٹھے تھے جن میں سے ایک وکیل بھی تھے اُن سے پوچھا کہ کیا کرنا چاہیئے اُنھوں نے اور دیگر اشخاص نے یہی عرض کیا کہ لگان دینا پڑے گا۔ حضرت صاحب نے مجھ سے یہ فرمایا کہ تم ایک مرتبہ زمیندار صاحب کے پاس پھر جاؤ اور اُن سے کہو کہ آپ اپنی آراضی کو جس سے میں مستفید نہیں ہوسکتا خود کاشت کرالیجیئے یا کوئی اور انتظام کرا دیجئے اور اگر وہ نہ مانیں تو عذرداری کردو۔ میں نے ایسا ہی کیا اور جب اُنھوں نے نہ مانا میں نے عذرداری کردی۔ میں عدالت سے بحال ہوا اور ڈپٹی صاحب نے جنکے سامنے مقدمہ تھا زمیندار صاحب کو مجبور کیا کہ وہ مجھ کو خرچہ دیکر صلحنامہ کریں۔ اس فیصلہ کے دوسرے روز میں حاضر خدمت ہوا۔ حضرت صاحب دور سے دیکھ کر مجھ کو مسکرائے اور فرمایا کہ فرصت پاگئے اب تو کوئی کسر باقی نہیں ہے۔

(۱۰۶) میرے چچازاد بھائی علی حسن سے جو حضرت صاحب کے مرید ہیں اور زمیندار سے ایک بڑا مقدمہ چل گیا۔ میں علی حسن کے حسب خواہش تعویذ و دعا کیلئے حاضر خدمت ہوا۔ سلام کے بعد خود حضرت صاحب نے فرمایا کہ "آجکل پریشان بہت معلوم ہوتے ہو کیا کوئی مقدمہ ہے۔" میں نے عرض کیا کہ حضور پر خود ہی روشن ہے میں نے سنا تھا کہ ہمارا فریق مخالف تعویذ لینے آیا تھا کہیں حضور نے اُس کو تعویذ نہ دیدیا ہو"۔ حضور نے فرمایا کہ "ہمارے پاس جو تعویذ لینے آوے گا ہم اُس کو تعویذ دینگے مگر فتح خدا نے چاہا تمھاری ہوگی"۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

---

[۱] منشی امیر حسن ولد محمد حسن ساکن چاندپور تحصیل ملیح آباد ضلع لکھنؤ کو حضرت سلطان المجوبینؒ سے بیعت ہے۔

فریق مخالف نے بہت بڑا وکیل کیا مگر حضور کی توجہ سے ہماری ہی کامیابی ہوئی۔ بعد فیصلہ جب میں حاضر خدمت ہوا تو سلام عرض کرتے ہی مجھ سے فرمایا کہ آج تو بہت خوش ہوئے ہوگے اور پھر بات ٹال کر پوچھا کہ مقدمہ میں کیا ہوا۔ کامیابی کی خبر سن کر بہت مسرور ہوئے اور فرمایا کہ اب گھر جاؤ اور سب کو خوشخبری سناؤ۔

(۱۰۷) جب میں مرید ہوا ہوں بالکل بیکار اور نہایت درجہ پریشان تھا۔ بارہا حضرت صاحب سے عرض کیا کہ میں بہت پریشان ہوں میرے لئے کیا حکم ہے اس پر حضور نے خلاف عادت یہ فرمایا کہ بیکار ہو تو میں کیا کروں۔ جو آتا ہے ایسا ہی آتا ہے گھر میں بیٹھے ہیں اور کہتے ہیں کہ بیکار ہیں۔ مگر ذرا دیر بعد پھر میری طرف دیکھا اور مسکرا کر فرمایا کہ گھر سے باہر نکلو کہیں نہ کہیں خدا چاہے گا ہو جاؤ گے۔ میں اُسوقت مکان (چاند پور تحصیل ملیح آباد ضلع لکھنؤ) واپس نہیں گیا بلکہ سیدھا لکھنؤ گیا۔ جناب اصطفےٰ خان صاحب مالک کارخانہ عطر اصغر علی محمد علی سے ملا ذریعہ ملازمت چاہی جنھوں نے باوجود مجھ سے ناواقف ہونے کے بلا ضمانت یا کسی دوسرے کے اعتبار کے مجھ کو اپنے کارخانہ میں ملازمت دیدی اور ہزارہا روپیہ کا مال میرے سپرد رہنے لگا۔

(۱۰۸) میرے بھائی فدا حسین کا جو حضرت صاحب کے مرید ہیں تبادلہ چندوسی کا ہو گیا۔ وہاں سے بہت گھبراتے تھے۔ میں حضرت صاحبؒ کے مزار شریف پر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ بھائی کا تبادلہ لکھنؤ ہو جائے آپ اللہ پاک سے دعا فرمایئے۔ جب فدا حسین ملازمت پر واپس ہوئے تو انھوں نے ایک ہفتہ بعد یہ خواب دیکھا کہ ایک شخص آیا جسکے سر پر بہت بڑے بال ہیں اور بالوں سے تمام جسم ڈھکا ہوا ہے اُس نے انکو دبوچا اور گھٹنوں سے اس قدر دبایا کہ تمام پسلیاں ٹوٹ گئیں۔ تب انھوں نے اُس سے یہ کہا کہ میں حضرت شاہ حبیب حیدر قلندرؒ کا مرید ہوں۔ اتنا سنکر وہ شخص الگ ہٹ گیا اور ایک طرف چلا گیا جیسے ایک قبر کے اندر اتر گیا جسکے اندر روشنی ہو رہی تھی اور دیکھا کہ وہاں حضرت صاحبؒ تشریف رکھتے ہیں

اور تسبیح پڑھ رہے ہیں یہ اور وہ دونوں سامنے کھڑے ہیں حضرت صاحبؒ نے اُسکی طرف مخاطب ہوکر کہا تو ہمارے مریدوں کو کیوں پریشان کرتا ہے اُس نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ مجھ کو نہیں معلوم تھا کہ یہ حضور کا مرید ہے اب آیندہ ایسی غلطی نہوگی حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ اب ہم اس کو (فدا حسین کو) یہاں رہنے ہی نہ دینگے۔ اس خواب کے چوتھے دن میرے بھائی کا تبادلہ لکھنؤ ہوگیا اور واپسی کا پاس بھی ملا چنانچہ اسوقت تک وہ اپنی جگہ پر ہیں اور حکام بالا خوش ہیں۔

مرزا محمد نقی صاحبؒ کا بیان

(۱۰۹) مجھ کو یہ خطرہ لاحق تھا کہ شریعت کی رو سے داڑھی منڈوانا ناجائز ہے لیکن آزادوں کی داڑھی ہی نہیں بلکہ تمام جسم کے بال مونڈے جاتے ہیں۔ ایسا کیوں ہے درانحالیکہ ہمارے پیران طریقت کا کوئی فعل خلاف شرع نہیں ہوتا میرا بارہا ارادہ حضرت صاحبؒ سے یہ شبہ عرض کرنے کا ہوا مگر ہمت عرض کرنے کی نہیں پڑتی تھی۔ ایک مرتبہ فاتحہ کے موقع پر مصمم ارادہ کرکے گیا کہ اس مسئلہ کے متعلق دریافت کروں گا۔ مگر وہاں پہونچکر پھر ہمت نہ پڑی اور اُسوقت جب حاضر خدمت ہوا چند معزز حضرات حاضر تھے۔ کچھ بزرگان دین کے واقعات بیان ہورہے تھے۔ اسی ضمن میں آپ نے ایکمرتبہ حاضرین سے متوجہ ہوکر یہ فرمایا کہ بعض لوگوں کو یہ شک پیدا ہوتا ہے کہ داڑھی منڈوانا ناجائز ہے پھر آزادوں کے تمام جسم کے بال معہ داڑھی کیوں مونڈے جاتے ہیں اس کا جوابؒ یہ ہے کہ ایک صحابی تھے (جن کا نام اب مجھ کو یاد نہیں رہا) جنھوں نے کئی لڑائیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لڑیں اور اُسکے بعد مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ نے اُن سے فرمایا کہ تم

لہ مرزا محمد نقی ولد مرزا محمد عسکری لکھنوی کو حضرت سلطان المحبوبین سے بیعت ہے۔ بعض اورادو وغیرہ بھی آپ سے سیکھے ہیں۔ خوش عقیدہ اور منکسر المزاج شخص ہیں ۱۲

لہ یہ مسئلہ مفصلاً صفحہ ۱۸۶ و ۱۸۷ میں طریق آزادیہ دینے کے سلسلہ میں بیان ہوچکا ہے ۱۲

پہلے اپنے سب کفر و جہالت کے بال دور کرآؤ اسکے بعد مسلمان ہو۔ انھوں نے تمام جسم کے بال صاف کرادیئے۔
اسکے بعد مشرف باسلام ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوش بدوش جہاد کیا اور شہید ہوئے۔ مجھ کو
بغیر سوال کے جواب ملنے پر ایک وجدانی کیفیت ہو رہی تھی جب حضور فرما چکے ہیں قدمبوس ہوا۔ مسکرا کر
فرمایا یہ کاہے کا جوش آگیا۔

(۱۱۰) میرے پڑوسی چوک کے ایک دوکاندار اپنے کو شادی کے قابل نہیں سمجھتے تھے۔ اعزا میں انکی
شادی ٹھہری۔ انکو اس درجہ اپنی حالت سے پریشانی تھی کہ جان پر بن آئی اور دوسرے لوگوں نے جو اُنکے
اس راز سے واقف تھے بدنام کرنا شروع کیا۔ اُن کا بیان ہے کہ میں ایک روز صبح اسی پریشانی میں کاکوری
حاضر ہوا اور حضرت صاحبؒ سے بلا تکلف اپنی حالت بیان کردی۔ آپ مسکرائے اور فرمایا کہ اچھا پریشان
ہونیکی کونسی بات ہے۔ اکثر لوگوں کو قبل شادی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اور آپ نے ایک ملازم کو بلاکر فرمایا کہ ہمارا
ایک دُھلا ہوا پائجامہ نکال لاؤ۔ وہ جب آیا حضور نے مجھ کو عنایت فرمایا اور کہا لو اسکو پہن لینا ڈرنے کی
کوئی بات نہیں میں نے ایسا ہی کیا۔ خدا کے فضل سے میری اسوقت تک تین اولادیں ہو چکی ہیں۔

مرزا سلیم بیگ صاحب کا بیان

(۱۱۱) شاہ عنایت اللہ صاحب لطیفی کانپوری سے مجھ سے بہت بے تکلفی تھی اور عرصہ تک ساتھ رہا تھا
شاہ صاحب کو یہ شکایت تھی کہ انکی سب کیفیت کسی نے سلب کرلی ہے۔ اور ایک آگ سی ہے کہ ہمہ وقت
شعلہ زن رہتی ہے۔ جو اس حجاب میں عوام منقسم ہوتے ہیں اور یہ آگ اور رکھ لگتی جاتی ہے پیرومرشد اس
عالم سے پردہ فرما گئے تھے اسی عرصہ میں مجھ کو ایک مرتبہ کاکوری حاضر ہونے کا موقع ملا اور وہاں حضرت خداوند نعمت

ان کا تذکرہ حواشی ماسبق میں آیا ہے ۱۲

مولانا شاہ محمد حبیب حیدر قلندر قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوا۔ واللہ میں نے ایک لفظ بھی زبان سے نہیں عرض کیا۔ مصافحہ کرتے ہی میری ساری کیفیت پھر مجھ کو حاصل ہوگئی۔ بروقت مصافحہ مجھ کو اپنے پیر کی شکل دکھائی دی اور پھر حضرت شاہ حبیب حیدر قلندر قدس سرہٗ اپنی اصلی صورت پر آگئے۔ یہ معمہ میری سمجھ میں نہ آیا اور نہ ہمت پڑی کہ دریافت کروں۔

عبد اللہ شاہ[1] کا بیان

(۱۱۲) میں ایک مرتبہ دگڈہ شریف میں تھا۔ وہاں سے پیدل بسوہ فتحپور جناب نجم الدین شاہ صاحب کی خدمت میں روانہ ہوا جب اُن سے ملاقات ہوئی تو اُن بزرگ نے فرمایا کہ پیدل چل کر تو یہاں آیا ہے اور کاکوری شریف میں تیرا انتظار ہو رہا ہے۔ جا گاڑی میں بیٹھ کر کاکوری حاضر ہو۔ میں اُسی وقت گاڑی سے لکھنؤ پہونچا اور لکھنؤ سے پیدل روانہ ہو کر صبح چھ بجے کاکوری اسپتال کے قریب پہونچا وہاں مجھ کو اُس وقت حضرت صاحبؒ تشریف لاتے ہوئے ملے۔ حضور نے میرے قریب پہونچکر فرمایا کہ تم نے بڑی دیر کی کہاں تھے اچھا تکیہ پر چلو ہم بھی آئے۔ جب میں تکیہ شریف پر پہونچا تو معلوم ہوا کہ حضرت صاحب موافق معمول ابھی کوٹھے پر تشریف فرما ہیں۔

(۱۱۳) میں محمدی میں تھا ایسا معلوم ہوا کہ اذکار میں کچھ فرق آگیا ہے۔ صاف کرنے کے واسطے کاکوری حاضر ہوا حضرت صاحبؒ کو بہت کم فرصت ملتی تھی۔ کئی روز کے بعد اتنا موقع ملا کہ میں نے عرض کیا کہ مجھے حضور سے کچھ عرض کرنا ہے فرمایا کہ ہمکو بھی تم سے کچھ کہنا ہے۔ اگر آج موقع ملے تو بعد مغرب مسجد میں رہنا

---

[1] عبد اللہ شاہ (جدید الاسلام) مقیم آسنسول صوبہ بنگال کو حضرت سلطان المحبوبین سے بیعت ہے اور آپ ہی کے دست مبارک سے لباس آزادی پایا ہے۔ پورب کے اضلاع میں اکثر سفر میں رہتے ہیں۔ سن رسیدہ شخص ہیں ۱۲

رات کو بارہ بجے کے بعد کوٹھے پر چلے آؤ وہاں باتیں ہوجائیں گی۔ اتفاقیہ بعد مغرب مسجد ہی میں موقع مل گیا۔ اُسوقت میرے علاوہ مسجد میں صرف تین صاحب تھے۔ حضرت صاحب خود اور منجھلے میاں صاحبؒ اور حافظ نصرت اللہ۔ میرے کہنے سے پہلی ہی حضرت صاحب نے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تمھارے اذکار میں کچھ غلطی ہے تم انکو صاف کرلو۔ اسکے بعد میرے اذکار ملاحظہ فرمائے اور جہاں سقم تھا درست کرادیا اور یہ فرمایا کہ اب جب کبھی ضرورت پڑے تو میرے بھائی دونوں موجود ہیں۔ میں نے انکو جو کچھ تبلانا تھا تبلا دیا ہے۔ میں اس کا مفہوم اُسوقت صحیح نہ سمجھ سکا بعد کو سمجھ میں آیا کہ یہ فقرہ مشعر بہ رحلت تھا۔

میاںؒ دین محمد خادم حضرت والد ماجد کا بیان

(۱۱۴) ایک مرتبہ میں اور میرے گھر کے لوگ قصبہ تمبور گئے ہوئے تھے۔ وہاں سے واپسی کے وقت ایک بیل گاڑی کرایہ کی گئی اور اُس سے چار بجے صبح چلنے کیلئے کہا گیا۔ گاڑی والے کو دھوکا ہوا اور بہت قبل از وقت روانہ ہوگئے۔ راستہ میں ایک جنگل پڑا۔ وہاں بڑی دہشت معلوم ہوئی۔ ہم نے حضرت صاحبؒ کو یاد کیا۔ فوراً ایسا معلوم ہوا کہ آپ گاڑی کے داہنی جانب ساتھ ہیں۔ اُسوقت سے لیکر صبح نماز کے وقت تک برابر ہم دونوں کو آپ نظر آتے رہے جب اُجالا ہوگیا آپ بھی نظر سے غائب ہوگئے۔

(۱۱۵) ایک سال محرم کے زمانہ میں میری بہو کے لڑکا ہونے والا تھا۔ سب کو پریشانی تھی کہ گھر میں تعزیہ داری ہوتی ہے سوَر[زمانۂ زچگی] میں کوئی بے ادبی نہ ہوجائے۔ حضرت صاحبؒ محل سے تشریف لا رہے تھے میں نے عرض کیا۔ حضور اندر تشریف لائے اور میری بیوی کو پکار کر پوچھا کہ بہو کہاں ہے۔ جب وہ آئی تو آپ نے اسکے سر پر ہاتھ رکھا جسکے بعد فوراً ہی اُسکے درد زہ شروع ہوگیا اور لڑکی بخیر و خوبی اُسوقت پیدا ہوئی

ؔ۵ ان کا تذکرہ حواشی حصہ اول میں آیا ہے ۱۲

جب تعزیہ رکھنے کے مراسم ادا ہو چکے تھے۔ گو کہ اس زمانہ میں زچہ بہت سی بیمار ہو رہی تھیں اور مجھ کو بھی لوگوں نے اسپتال لیجانے کا مشورہ دیا تھا مگر حضور کے اس ارشاد پر کہ یہیں رہنے دو خدا ہر جگہ ہے میں رک گیا اور بفضلہ تعالیٰ بہمہ وجوہ خیریت رہی جسکو میں محض آپ کا کرم سمجھتا ہوں۔

میاں عبد الرحیم[1] ساکن کاکوری کا بیان

(۱۱۶) رمضان شریف میں بعد نماز عصر آپ ہوا خوری کیلئے تشریف لیجایا کرتے تھے اور میں بھی حضور کے ہمراہ ہوتا تھا۔ ایک روز آپ تشریف لئے جارہے تھے کہ منشی نظم الدین صاحب وردہ ایک صاحب اور بھی ہمراہ ہو گئے۔ حضور نے فرمایا کہ آپ لوگ ٹھہریئے میں ذرا ٹہل آؤں۔ انھوں نے عرض کیا کہ حضور ہم بھی چلیں حضور نے فرمایا چلیے۔ ٹہلتے ٹہلتے دو میل کے قریب نکل گئے اور نہر کے پل پر کھڑے ہو کر پانی کی سیر ہونے لگی۔ سب صاحبوں نے عرض کیا کہ حضور افطار میں صرف پانچ منٹ باقی ہیں۔ مگر آپ وہیں دو منٹ تک اور کھڑے رہے اسکے بعد آپ نے فرمایا کہ آؤ بھائی عبد الرحیم اب چلیں۔ میں حضور کے پیچھے پیچھے چلا اور باقی لوگ پیچھے رہ گئے۔ تکیہ شریف پر پہونچے تو ٹھیک افطار کا وقت تھا چنانچہ آپ نے مع حاضرین کے روزہ افطار کیا اور نماز کو تشریف لیگئے جب نماز سے فارغ ہو کر تشریف لائے تب باقی ماندہ لوگ تکیہ شریف پر پہونچے آپ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ میں نے اسی لئے کہا تھا کہ یہیں آپ لوگ ٹھہر جائیے۔

(۱۱۷) نانپارہ کا ایک شخص مجھ سے سنگھی کے نقصان قرض لیگیا۔ بعد کو معلوم ہوا کہ وہ بہت بڑا نادہندہ ہے میں نے کئی خط بھی اسکے پاس بھیجے مگر اسنے کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے اگر آپکے حضور میں عرض کیا۔ فرمایا کہ تمہارا روپیہ مل جائیگا۔ ایک ماہ کے بعد دوسرے بیوپاری نے لکھا کہ آپ یہاں چلے آئیے تو

---

[1] عبد الرحیم ولد شیخ منو کو حضرت والد ماجدؒ سے بیعت ہے تکیہ شریف پر اکثر حاضر ہوتے ہیں ۱۲

روپیہ وصول ہوجائے میں نے پھر آکر عرض کیا فرمایا کہ تم بیٹھو تمہارا روپیہ یہیں مل جائیگا چنانچہ فرمانے کے مطابق پچھتر روپیہ بقایا کا جس بیوپاری نے مجھ کو خط لکھا تھا وہ خود یہیں لیکر آیا اور کہا کہ آپ بڑے تقدیر والے ہیں۔ بمشکل تمام اُس نے آپ کا روپیہ دیا سیکڑوں روپیہ اُس پر اب بھی لوگوں کا باقی ہے۔ میں نے کہا کہ حضرت صاحب کی بدولت یہ روپیہ مجھ کو ملا ہے۔

میاں اصغر علی[1] کاکوروی کا بیان

(۱۱۸) ایک مرتبہ خواجہ عزیز احمد صاحب کاکوروی کے یہاں میلاد شریف تھا اور حضرت خلد آشیاں مولانا شاہ حبیب حیدر قلندر پڑھنے کیلئے مدعو کیے گئے تھے۔ کوٹھی کے کمرہ کے اندر چوکی بچھی تھی۔ تمام قصبہ کا مجمع تھا مجھے سب کے بعد جہاں جوتے اتارے جاتے تھے جگہ ملی حضرت صاحبؒ کی چوکی وہاں سے فاصلہ پر تھی قریب تین بجے آپ معہ چند مخلصین کے تشریف لائے اور چوکی کے قریب قالین پر تکیہ کش ہو گئے۔ اُسوقت میرے دل میں خیال آیا کہ اگر اسوقت حضرت صاحب مجھ کو پکاریں اور کہیں کہ اصغر کلی کیلئے پانی لاؤ تو میں اس مجمع کثیر میں کیونکر وہاں تک پہونچوں گا۔ یہ خیال آتے ہی حضرت صاحب نے نظر اٹھائی اور مسکراتے ہوئے مجھے پکار کر طلب فرمایا۔ میں فوراً اٹھا اور بمشکل اپنے آپ کو وہاں تک پہونچایا۔ قریب پہونچتے ہی مجھ سے فرمایا کہ کلی کیلئے پانی لاؤ۔ میں واپس ہوکر جہاں پانی رکھا تھا وہاں گیا اور گلاس میں پانی لاکر پیش کیا۔ حضرت صاحب نے کلی کی اور پڑھنا شروع کر دیا۔ میں اپنی جگہ واپس آکر بیٹھ کر سوچنے لگا کہ حضرت صاحب نے جسوقت مجھے پکارا تھا اُسی وقت فرما دیتے کہ کلی واسطے پانی لیتے آؤ۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد میری سمجھ میں خود ہی آگیا کہ اسمیں رمز یہ تھا کہ اگر مجھ سے وہیں سے پکارتے وقت کہدیتے کہ پانی لیتا آ تو

---

[1] اصغر علی ولد [illegible] حضرت [illegible]

ممکن تھا کہ کوئی اور شخص اس کام کو انجام دیتا اور تو محروم رہتا۔

میر حامد علی کا بیان

(۹۱۱) میرے والد فیاض حسین صاحب جناب مولوی حسن بخش صاحبؒ کے مرید تھے اور اکثر مجھ سے اور میرے پھوپھی زاد بھائی یعقوب علی سے کہا کرتے تھے کہ تم لوگ نو عمر ہو اس لئے ہم کہے دیتے ہیں کہ جب کبھی مرید ہونے کا ارادہ کرو تو پہلے ہمارے پیر و مرشد کے آستانہ پر تکیہ شریف کاکوری میں حاضر ہو لینا پھر تمکو اختیار ہے۔ ہم لوگ آپس میں یہ کہا کرتے تھے کہ والد کا یہ کہنا غالباً اس وجہ سے ہے کہ ہر مرید اپنے پیر کے خاندان کو سب سے بہتر سمجھتا ہے اسلئے انکی خواہش بھی یہی ہے کہ ہم سوائے کاکوری کے کہیں اور مرید نہ ہوں۔

جب مجھ کو اور بھائی یعقوب علی کو پیر کی تلاش پیدا ہوئی تو اکثر مقامات کا گشت کیا اور جناب میاں شیر محمد صاحب (پیلی بھیت) اور جناب احمد میاں صاحب (گنج مراد آباد) اور جناب داد میاں صاحب و جناب امجد میاں صاحب (صفی پور) اور جناب مولوی اکبر علی صاحب (اناپوری) اور جناب مولوی نثار احمد صاحب (آگرہ) اور جناب مولوی رشید احمد صاحب و خلیفہ محبوب احمد صاحب (مین پوری) اور جناب میاں احسان اللہ شاہ صاحب (دوگاؤں ضلع اٹاوہ) اور جناب مولوی احسان علی صاحب خلیفہ مولانا فضل الرحمن صاحب (شیخپور) کی خدمات میں حاضر ہوئے مگر کہیں ہماری

ے۵ میر حامد علی ساکن کرہل ضلع مین پوری کو حضرت سلطان المحبوبین سے بیعت ہے۔ سرکاری ملازمت سے پنشن لینے کے بعد سے اپنے وطن ہی میں رہتے ہیں ۱۲

۵۷ مولوی حسن بخش صاحب علویؒ کا حال تذکرہ مشاہیر کاکوری کے صفحہ ۱۲۵ میں ملاحظہ ہو ۱۲

طبیعت مرید ہونے کی نہ چاہی اور چلے آئے۔ اور کسی بزرگ نے تو کچھ نہ کہا البتہ مولوی اکبر علی صاحب نے
اتنا فرمایا کہ تمہارا حصہ بیعت ہمارے یہاں نہیں ہے۔

اسی طرح ایک زمانہ گزر گیا کہ ایک مرتبہ میرے والد صاحب نے ہم دونوں سے کاکوری ساتھ چلنے کو کہا ہم
آمادہ تو ہوگئے مگر اپنے دل میں مرید ہونے کا ارادہ نہیں کیا۔ کرہل سے اٹاوہ آئے تو وہاں مجھ کو بہت زور کا بخار
آگیا اور تمام جسم میں شدت کا درد پیدا ہوگیا۔ اسی حالت میں سو گیا تو خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ نہایت
وجیہہ و سرخ و سفید تشریف لائے۔ اُن کا لباس سفید نہایت صاف اور خوشنما تھا اور ایک تیلی جریب ہاتھ میں تھی
جسکو میری طرف کر کے دھمکایا اور فرمایا کہ "اپنا خیال خراب دور کرو ورنہ تجھ کو الگ نقصان پہونچائے گا" جاگنے
کے بعد اتنا متنبہ ہوا کہ کسی بزرگ سے بلا سمجھے بوجھے بدعقیدہ نہونا چاہیئے۔ بخار اور درد جاگنے پر بالکل دفع ہوگیا تھا

اٹاوہ سے بذریعہ ریل رات کے وقت کاکوری پہونچے۔ اسٹیشن پر سواری نہ ملنے کی وجہ سے تکیہ شریف پیدل
آئے۔ والد صاحب مسجد میں گئے اور کہا کہ بزرگوں کے حضور میں حاضری سے پہلے وضو کر لو چنانچہ وضو کیا اور
انکی ہدایت کے موجب تینوں درگاہوں پر حاضر ہوکر فاتحہ پڑھا اور محسوس کیا کہ خیالات میں تبدیلی ہو رہی ہے اسکے
بعد حضرت مولانا و مرشدنا شاہ حبیب حیدر صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی حضوری میں پہونچے حضور بہت تپاک سے
والد صاحب سے پیش آئے۔ حضرت صاحب قبلہ کو دیکھتے ہی میری حالت ہی بدل گئی۔ وہ سماں آنکھوں کے
سامنے اب بھی ہے کہ جب حضور کتھئی رنگ کا لبادہ پہنے اور سنہری کمانی کی عینک لگائے کچھ لکھ رہے تھے یا
پڑھ رہے تھے اور آپکی صورت آپ سے آپ میرے دل میں گھر کرتی چلی جاتی تھی اور اپنے میں ایک بےچینی محسوس
ہوتی تھی کہ کسی طرح آپ ہی کا مرید ہوجاؤں۔ تھوڑی دیر بعد عشا کی نماز حضور کی امامت میں پڑھی اور
دسترخوان پر ساتھ ہی کھانا کھایا اور رات میں کچے مکان میں ہم سب جاکر سو رہے۔ اسی وقت میں نے

والد صاحب سے عرض کیا کہ مجھ کو حضرت صاحب کا مرید کرا دیجیے تو انھوں نے کہا کہ "میں تو سفارش نہ کروں گا تم پہلے اپنا خیال تو ٹھیک کرلو" میں نے انکی بہت خوشامد کی تو صبح تو انھوں نے حضرت صاحب قبلہ کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ "ابھی اچھی طرح دیکھ بھال لیں ہیں تو ابھی لڑکا ہوں"[1] یہاں اپنی پیٹی نذر رکھی تھی اس لیے میں نے بہت منت سماجت کی اور والد صاحب نے بھی اصرار کیا تو آخر الحمد للہ کہ درخواست منظور ہوئی اور دوسری روز بعد نماز ظہر پہلے بھائی یعقوب علی کو پھر مجھ کو حضرت صاحب قبلہؒ نے مرید فرمالیا

(۱۲۰) مرید ہونے کے بعد ایک مرتبہ میں معہ دو ساتھیوں کے شکوہ آباد (ضلع مین پوری) کے اسٹیشن کے قریب نہر کے پل کے پاس غسل کر رہا تھا کہ ان میں سے رمضان علی نے دل لگی دل لگی میں مجھے پانی میں ڈھکیل دیا میں تیرنا نہیں جانتا تھا اور ایک غوطہ کھا گیا اسوقت ایسا معلوم ہوا کہ کسی نے مجھ کو پانی کے اوپر کر دیا جسکی شکل میں نے نہیں دیکھی میں اب پانی میں کھڑے کھڑے ادھر ادھر دونوں ہاتھ مارنے لگا اور حضرت صاحب قبلہ کو یاد کر کے عرض کیا کہ "اور کس وقت آپ میرے کام آئیں گے" بس ایسا معلوم ہوا کہ بدن کے بیچ کے حصہ کو پکڑ کر کسی صاحب نے مجھے نہر کی سیڑھیوں کے پاس پہونچا دیا۔ پھر رمضان علی نے میرا ہاتھ پکڑ کر باہر کھینچ لیا اور میں بخیریت تمام پھر گھر چلا آیا

عبد القادر خاںؒ کا بیان

(۱۲۱) میرا ایک مدت سے کاکوری شریف حاضر ہوتا تھا مگر مرید نہیں ہوا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد مجھے

[1] میر حامد علی ۲ ذیقعدہ ۱۳۲۴ھ کو مرید ہوئے جب آپ کا سن شریف صرف چھبیس سال کا تھا۔

[2] عبد القادر خاں ولد میندو خاں ساکن اناؤ کو حضرت سلطان المجذوبین سے بیعت ہے۔ آخر کاکوری آکر تکیہ شریف پر رہتے ہیں۔ اوراد و وظائف اور ذکر سے شوق رکھتے ہیں ۔۔

خیال ہوا کہ کسی کا مرید ہونا چاہیئے چنانچہ پیر کی تلاش میں اجمیر شریف - الہ آباد دہلی اور اور کئی مقامات پر گیا مگر کہیں میرے حسب منشا کوئی پیر نہیں ملا - آخر سب کہیں سے واپس ہوکر لکھنؤ میں حضرت مخدوم شاہ مینا کے مزار پر حاضری دینا شروع کی - ایک بار رات کو میں وہیں ٹھہر گیا - رات کو خواب میں حضرت مخدوم صاحب کی زیارت ہوئی - اُنھوں نے مجھ سے فرمایا کہ کاکوری جاکر حضرت شاہ محمد حبیب حیدر قلندرؒ کے مرید ہو جاؤ - میں وہاں سے کاکوری شریف حاضر ہوا اور مرید ہوا اور حضور کی توجہ سے مجھ کو کئی بار حضرت شاہ مینا صاحبؒ کی زیارت ہوئی -

حشمت علی خاں ساکن کاکوری کا بیان

(۱۲۲) میرا قیام ضلع بارہ بنکی تحصیل فتحپور میں تھا - وہاں بڑا تکیہ مشہور جگہ ہے جہاں شاہ جوران میاںؒ کی قبر مبارک ہے - انکے علاوہ اور مزار بھی ہیں - اُن کا سلسلۂ خاندانی حضرت شاہ مدارؒ سے ہے - وہاں کے سجادہ نشین کا نام میاں نعیم شاہ عرف واجد علی تھا - آپکے مرید کرنیل گنج اور گونڈہ اور ضلع بستی وغیرہ میں زیادہ ہیں - جسوقت میں اُنکی خدمت میں حاضر ہوا اُسوقت انھوں نے مجھ کو ذکر اللہ ھو تبلایا اُسکے بعد کچھ اور بھی بتلایا جو اس وقت مجھ کو یاد نہیں - وہ نماز نہیں پڑھتے تھے - شاہ صاحب موصوف کی خدمت میں خاکسار کا زیادہ وقت صرف ہوتا تھا میں نے بھی عرصہ سے نماز ترک کردی تھی سنہ ۱۹۳۱ء میں حضرت مولانا شاہ حبیب حیدر قلندرؒ کو میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور فرماتے ہیں "اُٹھ اور نماز پڑھ - یہ صبح کی نماز کا وقت ہے" - میں جلدی سے اُٹھا اور اُسی وقت نہاکر نماز پڑھی اور واجد علی شاہ صاحب سے پاس آمد و رفت کم کردی - پہلے میں بھی یہ خیال کرتا تھا کہ ظاہری عبادت کوئی چیز نہیں - اس کے بعد کو توبہ کرتا رہا - یہ ہمارے قبلہ حضرت مولانا شاہ حبیب حیدر صاحبؒ کی عنایت ہے کہ میں نے نماز پڑھنا شروع کردی -

حضرت صاحب موصوف کی حیات میں مرید ہونے کی نوبت نہیں آئی۔ اب انکے چھوٹے بھائی اور خلیفہ حضرت حافظ شاہ علی حیدر صاحب قلندر کا مرید ہو گیا ہوں۔

عبد اللطیف خاں کا بیان

(۱۲۳) میں جناب چودھری نبی احمد صاحب کے ساتھ کاکوری آیا۔ انکے ایک بیٹے کا قرآن پاک ختم تھا اور درس کا شروع۔ اس تقریب میں جناب مولوی اکبر علی صاحب مرحوم کے مکان (قاضی گڑھی) میں حضرت مولانا شاہ حبیب حیدر صاحب تشریف لائے ہیں اُس زمانے میں شراب خواری وغیرہ کیا کرتا تھا۔ اپنے دل میں خیال کیا کہ ایسے بزرگ بہت آتے ہیں اور بہت دیکھے ہیں ویسے ہی یہ بھی ہونگے۔ اُسکے بعد میں آگرہ چلا گیا۔ وہاں ۱۹۲۰ء میں خواب دیکھا کہ حضرت مولانا شاہ حبیب حیدر قلندر بارہ دری کی چار دیواری پر بیٹھے ہوئے قرآن پاک کی تلاوت فرما رہے ہیں۔ آپنے مجھکو اشارہ سے بلایا۔ یہ مجھکو خیال نہیں کہ سرکار نے کیا ارشاد فرمایا اور کیا دیا۔ مگر خواب میں دیکھنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ شراب خواری وغیرہ سب چھوٹ گئی۔ اُسوقت مرید ہونے کی نوبت نہیں آئی۔ اب آپکے چھوٹے بھائی اور خلیفہ حضرت حافظ شاہ علی حیدر صاحب قلندر کا مرید ہو گیا ہوں۔

چھنگا ولد مولا ساکن شاہ آباد ضلع ہردوئی (ملازم جناب نواب صاحب بہادر) کا بیان

(۱۲۴) تین مہینہ ہوئے ہونگے کہ مجھکو سخت زکام ہوا تھا اور سینہ جکڑ گیا تھا بخار بھی آتا تھا۔ ایک روز شام سے سینہ میں سخت درد پیدا ہوا میں نے نواب صاحب سے درد کا حال بیان کیا۔ نواب صاحب نے کہا کہ تم مکان چلے جاؤ۔ سینہ میں درد ہونا اچھا نہیں ہے۔ نواب صاحب کے اس کہنے سے مجھکو خیال ہوا کہ مجھکو نمونیہ ہو گیا

---

۱ عبد اللطیف خاں اصل رہنے والے شیخ پور ضلع مونگیر کے ہیں۔ اب کاکوری میں رہتے ہیں۔ خان بہادر چودھری نبی احمد صاحب کے (جن کا ذکر صفحات ماقبل میں ہو چکا ہے) موٹر کے ڈرائیور ہیں ۱۲

اور اس کا مجھ کو بہت صدمہ ہوا۔ تیجہ اٹک سے باہر نکل کر میں نے حضرت صاحبؒ کو یاد کیا اور عرض کیا کہ
غریب آدمی ہوں کوئی ایسا عزیز بھی نہیں ہے جو دوا کر دے گا۔ نہ میرے پاس پیسہ ہے جو میں دوا کر دں
راستہ بھر میں یہی کہتا ہوا مکان پہونچ گیا۔ مکان پر پہونچکر میں چارپائی پر بیٹھ گیا۔ درد زیادہ ہونے لگا میں نے
پھر حضرت صاحبؒ کو یاد کیا۔ اور ایک بیڑی پی۔ اُس سے پھندا اکھڑ گیا اور کھانسی آنا شروع ہوئی۔ بلغم نکلنے
لگا اور ایک بجے رات تک بلغم نکلتا رہا۔ بہت سا بلغم نکلا اور درد کم ہو گیا۔ اسکے بعد مجھ کو نیند آگئی۔ میں نے
خواب میں دیکھا کہ میری چارپائی کے پاس حضرت صاحبؒ کھڑے ہیں اور مجھ سے ہنس کر پوچھتے ہیں "اب کیا
حال ہے"۔ میں گر بڑا کر سلام کرنے کو اٹھا۔ آنکھ کھلتے ہی کچھ نہیں معلوم ہوا۔ درد بالکل جاتا رہا۔ بخار بھی کم ہو گیا
صرف حرارت باقی تھی جو بعد کو جاتی رہی اور اب میں بالکل اچھا ہوں"۔ (مورخہ ۱۸ مارچ ۱۹۳۰ء)

اہلیہ[۱] منشی ایوب احمد صاحب (کاکوروی) وکیل کا بیان

(۱۲۵) نور چشم نذر احمد عرف غلام حبیب سلمہٗ کی ولادت کے بعد میں سخت علیل ہو گئی۔ علالت میں
چھ ماہ تک رہی جسم میں تمام جسم پر سیاہ سیاہ بٹے پڑ گئے تھے۔ مسوڑھوں میں اتنی خرابی تھی کہ سب بڑھے ہوئے
تھے اور کٹ کٹ کر گرتے تھے۔ دانت بالکل ہل گئے تھے۔ دونوں ہاتھ دونوں پیروں نیز چہرہ پر ورم بہت
سخت تھا۔ پیر بالکل پھیل نہیں سکتے تھے۔ چارپائی سے اٹھنا دشوار ہو گیا تھا۔ کاکوری اور لکھنؤ میں ہر طرح
کا علاج ہوا مگر کسی سے افاقہ نہیں ہوا بلکہ مرض بہت بڑھتا گیا۔ ساتھ ہی بخار بھی بہت تیز رہتا تھا۔ ایک دن
جب حالت بہت خراب تھی اور سخت تکلیف تھی حضور اقدس روحی فداہ تشریف لائے۔ میں نے قدم پکڑ لیے
اور روتے ہوئے عرض کیا کہ اب مجھ سے یہ تکلیف برداشت نہیں ہوتی۔ آپ نے پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ تم

[۱] اہلیہ منشی ایوب احمد بنت عمی منشی ارتضا علی صاحب علوی کاظمی کو حضرت سلطان المحبوبین سے بیعت ہے۔ ۱۲

نہ گھبراؤ اچھی ہو جاؤ گی" میں نے عرض کیا کہ اگر میں اچھی بھی ہو گئی تو کس مصرف کی۔ دانت میرے خراب ہو گئے ہیں۔ پیر میرے پھیل نہیں سکتے۔ اگر میں زندہ بھی رہ گئی تو لنجی اور اپاہج ہو کر جینے سے مرجانا ہی اچھا ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں تم گھبراؤ مت۔ تم انشاء اللہ بے لقص اچھی ہو جاؤ گی" ڈاکٹر عبد العلی کا علاج کرو چنانچہ ڈاکٹر صاحب کا نسخہ استعمال کیا گیا۔ آپ کے تشریف لانے کے تیسرے روز میں اس قابل ہو گئی کہ سہارا لیکر کھڑی ہونے لگی اور اسکے بعد جب آپ تشریف لائے تو تعظیم کیلئے از خود کھڑی ہو گئی۔ رفتہ رفتہ بالکل اچھی ہو گئی اور مرض کا کوئی نشان تک جسم پر باقی نہ رہا۔ دانت بھی بحمد اللہ اب تک مکمل اور اچھی حالت میں ہیں۔

اہلیہ منشی عبد الرحمٰن صاحب علوی کاکوروی کا بیان

(۱۲۶) میری عمر تقریباً بیس سال کی تھی جب میں مرید ہوئی۔ مرید ہونے سے قبل اکثر لوگوں کو دیکھتی تھی کہ حضرت صاحب قبلہ کے قدمبوس ہوتے ہیں تو میں اپنی نالائقی سے اسکو بناوٹ اور ظاہر داری پر محمول کرتی تھی اور اکثر سوچتی تھی کہ اگر میں مرید ہونگی تو قدم نہیں چوموں گی۔

۲۰ محرم کو میں حضرت حافظ شاہ علی انور قلندر صاحب قبلہ کے مزار پر حاضر ہوئی اور حضرت صاحب قبلہ سے اپنے مرید کئے جانے کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ "بندی کیا ہے۔ نماز پڑھا کرو اور قرآن شریف پڑھا کرو۔ پہلے اسکی پابندی کرو پھر مرید ہو جانا"۔ اس پر پھوپھی اماں نے کہا کہ یہ نماز اور قرآن شریف کی سختی سے پابند ہیں۔ آپنے فرمایا اچھا دیکھا جائیگا۔ میں نے پھر اصرار کیا تو آپنے فرمایا کہ بعد فاتحہ کے

۷ؔ اہلیہ منشی عبد الرحمٰن علوی نبیرہ جناب مولوی امجد علی صاحب مغفور کا دختر منشی امیر احمد صاحب علوی کاکوروی کی بیٹی ہیں۔ انکو حضرت سلطان المحبوبین سے بیعت ہے ۱۲

ؔ والدہ صاحبہ منشی عبد الرحمٰن صاحب حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندر کی نواسی ہیں اور حضرت والد ماجد کی مرید ہیں میرے والد کی حقیقی بھتیجی و ... اور ... والدہ کی حقیقی ماموں زاد بہن ہیں ۱۲

کسی دن چلی آتا۔ بعد ختم فاتحہ میں پھوپھی اماں کے ساتھ بڑی درگاہ پر مرید ہونے کیلئے گئی مگر راستہ بھر یہ خیال میرے دل میں رہا کہ میں ہر حکم اُن کا مانوں گی مگر میں قدم کبھی نہیں چوموں گی۔ مرید ہوئی۔ جا نماز ہی پر مجھ پر رقت طاری ہوئی اور بے اختیار دونوں قدموں کو پکڑ کر چومنے لگی۔ اُسوقت آپنے میرے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا کہ "تم بہت بڑے نصیبہ کی بی بی ہو گی" اور اپنا گیروا رومال جس سے مرید فرمایا تھا مجھ کو تبرکاً عنایت فرمایا یہ صرف آپ کا تصرف تھا کہ مرید ہوتے ہی میری قلب ماہیت ہی ہو گئی۔ اور جس بات پر میں دوسروں پر اعتراض کرتی تھی وہ میں خود بے ساختہ کرنے لگی۔

(۱۲۷) جناب مولانا شاہ تقی حیدر صاحبؒ قبلہ کی آنکھ کا اپریشن ہوا تھا جب وہ کاکوری تشریف لائے تو میں اُنکو دیکھنے گئی اور بھی لوگ تھے جب میں وہاں سے چلنے لگی تو حضرت صاحب قبلہؒ دالان کے در پر کھڑے تھے۔ آپنے فرمایا "میری عمر ابا کی عمر کے برابر آگئی" میں نے کچھ خیال نہ کیا۔ دوبارہ آپنے پھر فرمایا "بٹیا امینؒ ہماری عمر اباؒ کے برابر آگئی" میں نگاہ نیچی کرکے خاموش رہی۔ آپنے پھر فرمایا کہ "تمنے سُنا بٹیا امینؒ ہماری عمر اباؒ کی عمر کے برابر آگئی" تب میں نے کہا "جی ہاں" اس واقعہ کے دو ڈھائی ماہ کے بعد جب آپنے وصال فرمایا تب میری یہ سمجھ میں آیا کہ اُسوقت یہ آپنے اپنے وصال کی خبر دی تھی مگر افسوس میری غفلت پر کہ میں اُسوقت کچھ نہ سمجھی

اہلیہ منشی محمد اصغر مرحوم کاکوروی کا بیان [۱]

(۱۲۸) میرے یہاں ہمیشہ ربیع الاول میں میرے بھائی جمیل احمد صاحب مرحوم میلاد شریف کیا کرتے تھے اور حضرت صاحب قبلہ پڑھنے تشریف لایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور قریب شام تشریف لائے۔

[۱] اہلیہ منشی محمد اصغر مرحوم کو حضرت سلطان المحبوبین سے بیعت ہے۔ یہ منشی جمیل احمد مرحوم کی بہن کا حال آخر کتاب میں شامل ہے جو یوں بیان میں ہے ۱۲

میری والدہ مرحومہ نے عرض کیا کہ اب دن تو ختم ہو رہا ہے، حضور کیسے پڑھینگے۔ آپنے کچھ جواب نہیں دیا اور پڑھنا شروع کیا اور کافی دیر تک پڑھتے رہے جب میلاد شریف ختم ہوا اور ہم سب نے دھوپ کی طرف نگاہ کی تو جہانتک دیوار پر دھوپ پہلے تھی اُتنی ہی قائم تھی جیسے کسی نے اُسکو روک دیا تھا۔

(۱۲۹) میرے بھائی صاحب نے مجھ سے بادام کا بورہ کوٹھری سے منگوایا۔ میں نے جیسے ہی اُس میں ہاتھ لگایا بچھو نے کاٹ کھایا۔ شدید تکلیف میں مجھے سانپ کا شک ہوا۔ کوئی تدبیر سکون کارگر نہ ہوتے پر میں اُسی حالت کرب میں تکیہ شریف پر حاضر ہوئی۔ حضور اقدس تشریف لائے اور میری تکلیف دیکھکر میرا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے لیا اور اسپر پھونک ڈالی اور فرمایا کہ "روتی کیوں ہو اچھی ہو جاؤگی"۔ تھوڑی دیر میں حضور قبلہ اندر تشریف لیگئے۔ میرا درد اور کرب سب کافور ہوگیا اور میں بالکل اچھی گھر واپس ہوئی۔

(۱۳۰) میرا بڑا لڑکا محمد اشہر عرف غلام حضرت جو زراعت کے محکمہ میں ملازم ہے۔ لکھنؤ میں سرکاری کاغذات کا ایک پلندہ دفتر سے لیکر چلا اور کاکوری کے یکہ پر بیٹھتے وقت لکھنؤ کے یکہ سے اُتارنا بھول گیا۔ وہ یکہ والا اپنا یکہ لیکر چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد غلام حضرت کو کاغذات یاد آئے تو بدحواس ہوکر تلاش میں دوڑا مگر اُس یکہ کا کہیں پتہ نہ تھا۔ کاغذات ملنے سے بالکل مایوس ہوکر حضرت صاحب قبلہ کی طرف متوجہ ہوکر عرض کرنا شروع کیا کہ یا حضرت صاحب آپ ہی دستگیری فرمائیں بڑی مشکل کا سامنا ہے۔ اسکو تھوڑی دیر بھی نہ گذری تھی کہ وہ یکہ والا خود دوڑتا ہوا آیا اور کاغذات دیکر کہا کہ میں اپنی آباد کی سواریاں چھوڑکر آپکے کاغذات دینے آیا ہوں۔ یہ صرف حضور کا کرم تھا۔

اہلخانہ منشی ابوالحسن صاحب بجنوری کا بیان

(۱۳۱) میری لڑکی کو تین برس کی عمر میں میعادی بخار آیا اور سرسام ہوگیا۔ لکھنؤ کے ڈاکٹروں نے

جواب دیدیا۔ مگر حضرت صاحب برابر یہی فرماتے رہے کہ گھبراؤ نہیں لڑکی اچھی ہوجائیگی۔ چنانچہ تین ماہ مسلسل میعادی بخار کے بعد لڑکی اچھی ہوگئی۔ ماشاءاللہ اب وہ سِن شعور کو پہونچگئی ہے اور تندرست ہے۔

(۱۳۲) میرے دونوں لڑکوں مختار اور قمر سلمہ کا ختنہ ہوا۔ اتفاقیہ جو عورت تیمار داری کیلئے پاس لیٹی تھی اس کا گھٹنا مختار کے لگ گیا اور زخم سے خون جاری ہوگیا یہاں تک کہ تمام بچھونا اور نیچے کی زمین تر ہوگئی لڑکے میں اب اتنی بھی طاقت نہ رہی کہ وہ بول سکے۔ صرف آنکھیں کھولے دیکھتا تھا۔ معالج جراح نے جواب دیدیا کہ میرے اختیار کی جو تدابیر تھیں میں کرچکا اب کوئی صورت خون کے روکنے کی میں نہیں کرسکتا۔ میں مایوس ہوکر حضرت صاحب کی طرف متوجہ ہوئی اور لڑکے کے پلنگ پر سر رکھ کر سوگئی۔ دیکھا کہ آپ تشریف لائے۔ ایک ہاتھ میں آنولہ کا مربہ اور دوسرے میں انڈے کا حلوا۔ آپنے مجھ سے فرمایا "سل لاؤ" میں لے آئی۔ تب آپنے سل کو پلنگ پر رکھوایا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت صاحب میں پیس دوں۔ آپنے فرمایا "نہیں ہم خود پیسینگے"۔ اسکے بعد آپنے مربہ خود پیس کر چاندی کے ورق میں لپیٹ کر مجھ کو دیا کہ کھلا دو اور انڈے کا حلوا بھی کھلاؤ۔ میں نے تعمیل حکم کی۔ اسکے بعد میں جاگ پڑی اب جو لڑکے کو دیکھا تو وہ سوگیا تھا اور خون بند تھا۔ اسکے بعد بفضلہ وہ اچھا بھی بہت جلد ہوگیا۔

اہلیہ منشی لطیف حسن صاحب کاکوروی کا بیان

(۱۳۳) مجھ کو دق ہوگئی تھی اور لکھنؤ اور گونڈہ کے اطبا اور ڈاکٹروں نے جواب دیدیا تھا مجبوراً

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) لہ اہلخانہ منشی ابوالحسن ہمشیرزادہ مولوی محمد حسن صاحب علوی مرحوم محسن کاکوروی (مداح رسول اکرم صلعم) کو حضرت سلطان المحبوبین سے بیعت ہے اور آپ سے بہت عقیدت رکھتی ہیں ۱۲

لہ اہلیہ منشی لطیف حسن کاکوروی کو حضرت سلطان المحبوبین سے بیعت ہے ۱۲

میں کاکوری واپس آگئی اور زندگی سے بالکل مایوس تھی۔ حضرت صاحبؒ میری عیادت کیلئے تشریف لائے میرے چھوٹے بچے جوہیت صغیر السن تھے چارپائی پکڑے کھڑے تھے میں نے حضور سے ڈاکٹر اور حکیم کے جواب دیدینے کا حال عرض کیا اور یہ کہا کہ معلوم نہیں کہ ان بچوں کا میرے بعد کیا حال ہوگا۔ آپ نے مجھ کو اطمینان دلایا کہ تم اچھی ہوجاؤگی گھبراؤ نہیں اور ایک گلاس میں پانی لیا اور پھونک کر مجھ کو دیدیا اور فرمایا کہ ہم تعویذ بھیجدینگے انکو پہنو چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ اُسی وقت سے مجھ کو صحت ہونا شروع ہوگئی اور میں بالکل اچھی ہوگئی اور اب مرض قطعی باقی نہیں ہے میں نہایت تندرست ہوں۔

مسز سونابائی ایرانی ساکن بمبئی کا بیان

(۱۳۴) پہلی مرتبہ میری حاضری ہمراہی چند اپنی ہمقوم پارسی عورتوں کے منشی عبدالعزیز صاحب (خویش منشی شکور احمد صاحب) کے ساتھ ہوئی۔ اُنھیں کے ذریعہ سے مرشدنا و مولانا حضرت شاہ حبیب حیدر قلندر علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوتی رہی جب کبھی ہمارا آنا ہوتا تو منشی صاحب موصوف کے مکان پر پہلے بارہ بنکی جاتے اور اُنکو ساتھ لیکر کاکوری حاضر ہوتے اور انکے انتقال کے بعد بھی یہی معمول رہا کہ پہلے بارہ بنکی جاتی تھی اور موصوف کی اہلیہ صاحبہ کو ساتھ لیکر کاکوری آیا کرتی تھی اور موصوفہ کے والد جناب منشی شکور احمد صاحب مرحوم کے مکان پر کاکوری میں قیام ہوتا تھا۔ میں نے حضرت صاحبؒ سے عرض کیا کہ کوئی جگہ تکیہ شریف پر بتلادی جائے کہ جہاں ایک مختصر بنگلہ بنوالوں اور آکر ٹھہرا کروں۔ پہلے تو حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ جو مکانات مہمانوں کیلئے موجود ہیں وہ تمھارے ٹھہرنے کیلئے کافی ہیں لیکن میرے اصرار اور منت وسماجت پر درگاہ شریف سے پورب کی طرف جناب نواب عبدالکریم خاں صاحب کی کوٹھی کے قریب مجھ کو بنگلہ بنوانیکی اجازت مرحمت فرمادی۔ چنانچہ حضور ہی کے کرم سے وہاں بنگلہ بن گیا۔

(۱۳۵) ایک دفعہ بارہ بنکی میں دو تین مہینہ قیام کا اتفاق ہوا اور چند دیگر ہمقوم عورتوں کا ساتھ تھا۔ رمضان کا مہینہ تھا۔ اُنکو مجھ سے رشک پیدا ہوگیا کہ باوجودیکہ وہ عرصہ سے حاضری دیتی تھیں مگر حضرت صاحبؒ کی توجہ مجھ پر بہت زیادہ ہوئی۔ اس بات کو انھوں نے بشدت محسوس کیا اور مجھ کو طرح طرح کی تکلیفیں دینا شروع کیں۔ یہاں تک کہ کئی کئی روز مجھ کو کھانا نہ ملا اور سوائے دو اُبلے انڈے کے جو سیری آیا مجھ کو اُبال دیتی تھی میں نے کچھ نہ کھایا۔ رات کو برابر حضرت صاحب بجسمہٖ تشریف لا کر مجھ کو مختلف پھل (انگور، کیلا وغیرہ) عنایت کرتے جو میں کھالیتی تھی جس سے میری قوت میں نہ تو کوئی کمی محسوس ہوتی تھی اور نہ کوئی اضمحلال محسوس ہوتا تھا۔

(۱۳۶) بارہ بنکی کے قیام کے زمانہ میں ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ بہت لانبے قد کے بزرگ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ رہے ہیں۔ اُن کا تمام چہرہ کسی پٹی یا کپڑے سے ڈھکا ہوا ہے صرف آنکھیں کھلی ہیں۔ اس سے مجھ کو اسقدر ڈر معلوم ہوا کہ میں بیہوش ہوگئی۔ منشی عبدالعزیز صاحب نے پانی پر کچھ دم کرکے پلایا تو طبیعت ٹھیک ہوگئی کاکوری حاضر ہونے پر موصوف نے حضرت صاحبؒ سے بیان کیا تو ارشاد ہوا کہ "ہم تو اس طرح پر تمھارے ساتھ ہیں تم ڈروگی تو کیسے بنے گا۔"

(۱۳۷) ایک مرتبہ حضرت صاحبؒ سے مصافحہ کیا تو محسوس ہوا بلکہ مشہود ہوا کہ اُسوقت اُنکے اور نیز میرے ہاتھ بالکل جسمانیت سے مبرّا ہیں کہ جنکے آرپار صاف دکھلائی دیتا ہے اور قلب کے اندر مجھکو محسوس ہوا کہ کچھ نورانیت سی آرہی ہے۔ اس کا تذکرہ اہلیہ منشی عبدالعزیز صاحب نے حضرت صاحبؒ کے تشریف لیجانے پر کیا کہ آج یہ کیا کیفیت حضرت صاحبؒ کے ہاتھوں کی اور اسکے ساتھ تیرے ہاتھوں کی تھی۔ تو میں نے کہا کہ کیا آپنے بھی دیکھ لیا۔ اُنھوں نے کہا کہ اچھی طرح دیکھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صاحبؒ نے

تجھ کو کچھ فیض عطا کیا ہے"۔

افادۂ مفیدہ ۔ سوانح عمری حضرت مولانا رُوم مسمیٰ بہ مناقب العارفین صفحہ ۱۷۰ سے مندرجۂ ذیل واقعۂ فیض رسانی حضرت مولانا نقل کیا جاتا ہے جس سے اسکی تائید مقصود ہے کہ کس طرح ایک ذی استعداد اہل دل خاتون کو اعلیٰ کیفیت و حال کسی کامل بزرگ کی توجہ سے ہوتا ہے۔ وھوھذا

حکایت ۔ ہمچناں اصحاب نظر و اخوان عبر خبر چناں دادند کہ در زمانِ حضرت مولانا در شہر قونیہ زنے ولیہ و کاملہ کہ اورا معروف فخر النسا خواندندے قدس سرّہا و او خاتونے بود پارسا و صدیقہ و در عہد خود رابعۂ جہان بود و اکابر عالم و عارفانِ صاحبدل محبّ و معتقد مذکورہ بودند و اورا کرامات ظاہر از حد بیرون بود و او پیوستہ از صحبت حضرت مولانا خالی نبود و ایشاں نیز اوقات بدیدن او رفتندی۔ مگر محبان فخر النسا او را باعث شدہ باشند کہ البتہ بحج باید رفتن و او را ہم داعیہ باطن برد گفت تا بحضرت مولانا مشورت کنم کہ بے اجازت و اشارت او مرا مجال حرکت امکان نیست دہر چہ او فرماید آں کنم برخاست و بزیارتِ مولانا آمدہ پیش از انکہ بگفت آید مولانا فرمودہ کہ بغایت نیت نیکو است و سفر مبارکست امید ست کہ ماہم باشیم سر نہاد و ہیچ نگفت یاران متحیر ماندند کہ کیفیتِ حال و ماجرا اینہا چیست آں شب خدمت فخر النسا در خانۂ مولانا ماندہ صحبت کردند بعد از نیم شب خداوندگار بر بام مدرسہ رفتہ تہجد مشغول شدہ بعد از فراغ نماز نعرہائے عظیم میزد و شورہا میکرد ہمانا از روزن بام اشارت کرد کہ فخر النسا را بالا بیا چوں مذکورہ بر بام مدرسہ برآمد فرمود کہ بالا نگاہ کن کہ مقصود حاصل شدہ است ہمی بیند کہ کعبۂ معظم بر بالائے مولانا طواف میکند و چرخ میزد عیاناً و یقیناً لا ریباً و تخمیناً فخر النسا شہقہ بزد و در دلہ العجیب حالتے و حیرتے

طاری شد بعد از زمانے چوں بہوش آمد سر نہاد و ازاں خواست بکلی برخاست ہمانا کہ حضرت مولانا ایں غزل را از سر آغاز فرمود ؎

کعبہ طواف میکند بر سر کوئے یک بتے — ایں چہ بتاست اے خدا ایں چہ بلا و آفتے

ماہ درست پیش او قرص شکستہ بستہ — بر شکرش نباتہا چوں مگسے است ... (؟)

جملہ ملوک راہ دیں جملہ ملائک امیں — سجدہ کناں کہ اے صنم بہر خدائے رحمتے

اہل ہزار بحر و کف گوہر عشق را صدف — زاں سوئے عزت و شرف سخت بلند ہمتے

او ست بہشت و حور خود شادی عیش و سور خود — در غلبات نور خود آہ عظیم آیتے

نشنوی ایں خطاب اساختہ شو جواب ا — ذرہ مر آفتاب را گشت حریف ما بتے

اے تبریز زرحمت شمس ہزار مکرمت — گشتہ سخن مبدصفت پرنم بے نہایتے

(۱۳۸) کاکوری کی حاضری کے زمانہ میں روزانہ شام کو حضرت صاحب کے حضور میں حاضر ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ گئی تو آپ معمولی طور پر خالی ہاتھ بیٹھے ہوئے تھے اور کوئی چیز آپکے پاس نہ تھی معلوم نہیں کہاں سے ایک تسبیح مجھ کو عطا کی اور فرمایا کہ "یہ تسبیح پڑھا کرو"۔

(۱۳۹) حضرت صاحب کا مرید ہونے کے بعد مجھ کو خواب میں حضرت مشکلکشا علی علیہ السلام کی زیارت ہوئی جو بہت سفید لباس پہنے اور سبز رومال کاندھے پر ڈالے ہوئے تھے اور چہرہ اُن کا بہت ہی نورانی تھا۔ قریب آکر میرے سر پر ہاتھ رکھا جس سے میں خوف زدہ ہوئی۔ اُنھوں نے فرمایا کہ "ڈرو مت میرا نام حضرت علی ہے۔ تم مجھ کو یاد کرتی رہو اور ہر حال میں میں تمھارا مددگار رہوں گا اور تمھارے ساتھ رہوں گا"۔ خواب سے جاگنے پر خیال کیا کہ کس طرح یاد کیا کروں۔ پھر دوبارہ خواب میں

زیارت ہوئی تو ارشاد فرمایا کہ "یاد کرنیکی یہ صورت ہو کہ میرے نام کا چراغ اس طرح کا روشن رکھا کرو"
اور خود ایک چراغ روشن دکھلایا کہ "ایسا چراغ ہو اور جو حاجت ہو اسکے سامنے کہدینا ہم سُن لیں گے۔"
چند مہینے کے بعد جب حضرت صاحب کی خدمت میں کاکوری حاضر ہوئی اور یہ خواب بیان کیا تو
آپنے بھی حکم دیا کہ اپنے گھر میں ایک پاک مقام پر حضرت علیؑ کے نام کا چراغ ہمیشہ روشن کرتی رہو۔
اُسوقت سے پابندی سے وہ چراغ روشن کرتی ہوں اور جو حاجت اپنی یا اور کسی حاجتمند کی ہوتی
ہے وہ عرض کر دیتی ہوں اور کار برآری بھی ہو جاتی ہے۔

(۱۴۰) ایک روز بمبئی کے ملک التجار (جو خوجہ قوم کے ہیں) کے یہاں کی بیویاں میرے پاس
آئیں اور کہا کہ "سُنا ہے کہ تم کو حضرت علیؑ کی زیارت ہوتی ہے" میں نے اقرار کیا تو اُنھوں نے پوچھا کہ "ہمکو
کیسے یقین ہو کہ تمکو زیارت ہوتی ہے۔ آخر ہم بھی حضرت کے ماننے والے ہیں" اسپر میں نے کہا کہ دریافت
کرکے بتادونگی آپ کل پھر آویں جب چراغ جلایا تو یہ حال عرض کیا جس پر حکم ہوا کہ "کہدو کہ فلاں
شب کو تین بجے کے بعد تمھارے گھر میں ایسی خوشبو پھیلے گی کہ تم نے پہلے کبھی نہ سونگھی ہوگی تب تو
تمکو یقین ہوگا کہ مجھ کو زیارت ہوتی ہے" دوسرے روز جب وہ بیویاں آئیں تو میں نے یہی کہہ دیا۔
جس شب کیلئے کہا گیا تھا اسکی صبح کو بیویاں پھر آئیں اور بیان کیا کہ رات کو ہم سب معمولی طور پر سو رہے
تھے کہ ایکبارگی وقت مقررہ پر اس قدر زور کی خوشبو تمام مکان میں پھیلی کہ سب ہی جاگ پڑے
اور دیر تک اس سے محظوظ رہے اور یہ بھی بیان کیا کہ ہمارے مکان پر پہرا رہتا ہے اور کوئی غیر شخص آ نہیں
سکتا لہٰذا ہمکو یقین ہے کہ تمکو واقعی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زیارت ہوتی ہے اور تم سچ کہتی ہو۔

(۱۴۱) حضرت صاحب کی وفات سے چھ مہینے پہلے بحالت بیداری بچشم ظاہر میں نے بمبئی میں

دیکھا کہ حضرت صاحب بہت دُبلے اور کمزور ہیں۔ میں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ "ہم پریشان ہیں"۔ میں نے پریشانی
کی وجہ پوچھی تو جواب نہ دیا اور کہا کہ "ہمارا وقت آگیا ہے"۔ میں نے روکر آپکے پیر پکڑ لیئے اور عرض کی ایسا تو نہو
مجھ کو اپنے قدموں پر سے اٹھایا اور چارپائی پر بٹھلا کر غائب ہو گئے۔ اسکے بعد کاکوری آنا ہوا تو حضرت صاحب
کو بہت دبلا پایا اور میرے ہمراہ مہران بائی تھیں انھوں نے بھی ایسا ہی دیکھا۔ مگر دوران قیام کاکوری ہی صبح پچھلے
روز جو ہم دیکھتے ہیں تو حضرت صاحب ایسے توانا و تندرست ہیں کہ ہمکو حیرت کے ساتھ بہت خوشی ہوئی
گویا اس کیفیت کو دکھلا کر ہمارا خیال بدلوا گیا۔

(۱۴۲) ایک خاندان کے لوگ بمبئی میں کسی بزرگ کے مزار پر گئے۔ ان سے وہاں ایک بی بی سے
ملاقات ہوئی جنکو حال آیا اور اس حالت میں انھوں نے کہا کہ "تم لوگ یہاں کیوں آئے درحالیکہ ایک بہت
بہتر جگہ یہاں موجود ہے جس سے واقف بھی ہو۔ میری مراد سونا بائی سے ہے جو حضرت علیؑ کے نام کا چراغ
روشن کرتی ہیں۔ ہم لوگ تو غلام ہیں اور وہ ہمارے آقا ہیں۔ جو فائدہ وہاں جاکر ہو سکتا ہے وہ ہمارے
پاس کہاں"۔

(۱۴۳) حضرت صاحب کی بیماری جب بڑھ گئی اور میں دیکھ کر یہاں سے واپس گئی تو چراغ کے
سامنے عرض کیا کہ ہمارے حضرت صاحب اچھے ہو جائیں۔ تو حضرت علیؑ نے ارشاد فرمایا کہ "چونکہ تمھارے
حضرت صاحب اب اس عالم میں خود ہی رہنا نہیں چاہتے ہیں اس لیئے ہم کچھ نہیں کر سکتے کیونکہ اُن کو
خود ہی اب رہنا منظور نہیں ہے"۔

(۱۴۴) حضرت صاحبؒ کی وفات کے بعد میں بہ شدت غمگین رہتی اور اکثر رویا کرتی تھی۔ ایک
رات کو روتے روتے سوگئی تو دیکھا کہ حضرت صاحبؒ تکیہ شریف کے بالاخانہ پر کھڑے ہیں۔ میں بہت

خوش ہوئی کہ حضرت صاحب تو زندہ ہیں اور میں نے کہا کہ آپکے نہ ملنے سے بہت غم ہے اب تکیہ پر کس کے پاس
جاؤں۔ یکبارگی آپ صورت بدل کر حافظ شاہ علی حیدر صاحب ہوگئے اور پھر تبدیل ہوکر حضرت صاحب
ہوگئے۔ اسی طرح کئی مرتبہ ہوا پھر آپنے فرمایا کہ "ہم اور یہ ایک ہیں۔ ہم نہ ملیں تو انکے پاس آیا کرو"

(۱۴۵) مجھکو ذیابطیس کی شکایت ہوگئی جس سے بہت ضعف ہوگیا تھا۔ لوگوں نے ایک راج وید
کے علاج کا مشورہ دیا جو بہت فیس لیتے ہیں اور بڑی قیمتی دوائیں تجویز کرتے ہیں میں نے بابا صاحب
(حضرت مشکلکشا) سے رجوع کیا حکم ہوا کہ نہ تمکو ذیابطیس ہے اور نہ کوئی اور مرض صرف ضعف ہے۔
راج وید کا علاج کرو اور روپیہ کی فکر مت کرو جتنا درکار ہوگا ہم سب دینگے۔ چنانچہ راج وید کے پاس گئی
اور حال بیان کیا انھوں نے تجویز کیا کہ ذیابطیس تو نہیں ہے مگر کسی صدمہ کی وجہ سے ضعف قلب ہے۔
اسکے بعد مجھ سے پوچھا کہ کیا تمھارا کوئی عزیز قریب تم سے جدا ہوگیا جس کا تمکو صدمہ ہے۔ پھر کہا سونا بائی تم کو
کسی نے پہچانا نہیں اور نہ تم نے خود اپنے آپ کو پہچانا۔ تم پر تو پیروں کا سایہ ہے اور کسی بزرگ کی خاص
عنایت ہے۔ میں نے جواب دیا کہ مجھ پر میرے پیر کی خاص عنایت ہے۔ مگر ذیابطیس مجھ کو ڈاکٹر نے پیشاب کی
جانچ کرکے بتایا ہے اس پر وید نے کہا کہ اس مرض میں اکروزیں چھ فیصدی کا فرق نہیں ہوسکتا۔ تم کو
یہ صورت محض غم کی زیادتی کی وجہ سے ہے۔ میں نے کہا کہ ہمارے حضرت صاحب ہم سے جدا ہوگئے اسی کا
غم ہے۔ وید صاحب نے کہا جب پیروں کی اتنی عنایت ہے تو تم پریشان کیوں ہوتی ہو۔ تمھارے حضرت صاحب
کو میری [illegible] کہ تمہاری سونا بائی کا علاج اچھی طرح کر دینا اور اُن سے بہت ملینا اُس لیے میں تم سے
[illegible] سے زیادہ قیمت نہیں لوں گا۔ اسپر میں نے کہا کہ یہ سب ہمارے بابا صاحب کا کرم ہے۔ اسپر
وہ جوش میں [illegible] ٹہلنے لگا اور کہا کہ سونا بائی تم نے اپنے کو نہیں پہچانا۔ تم تو خود بابا صاحب ہو۔

اپنے پاس سے عطر و گلاب لاکر میرے ہاتھوں پر لگایا۔ پھر انھیں وید صاحب کی دوا ایک مہینہ کرتی رہی اور صحتیاب ہوگئی۔ انھوں نے خمیرہ مروارید وغیرہ بھی دیا مگر قیمت نہیں لی۔

(۱۴۶) بمبئی میں مجھ کو ایک ذی عزت شخص سے معلوم ہوا کہ مسٹر بوبر کر (جو بمبئی کے مشہور نجومی ہیں) کے پاس براگھورشی کی کنڈلی[1] ہے اور وہ ہر شخص کی جنم پتری[2] دیکھ کر اسکے حالات نہایت صحیح اور مکمل بتلاتے ہیں۔ اور موصوف نے مجھ کو بہت شوق دلایا کہ مسٹر بوبر کر سے ملاقات کرو۔ میں اسکو غیر ضروری سمجھکر برابر ٹالتی رہی اور ایک زمانہ گذر گیا۔ انکو اس پر برابر اصرار رہا۔ بالآخر میں نے چراغ کے سامنے عرض کیا کہ اس معاملہ میں مجھ کو کیا کرنا چاہیئے۔ جواباً ارشاد ہوا کہ اگرچہ تمکو ضرورت نہیں ہے تاہم تم جاکر دیکھو کہ مسٹر بوبر کر کیا بتلاتے ہیں اور اس طرح کی تحقیقات کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے چنانچہ ایک روز مسٹر بوبر کر کے قیام گاہ پر وقت مقرر کراکے میں گئی تو مسٹر بوبر کر دتاترایا دیوتا[3] کی پوجا میں مصروف تھے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ ایک گھنٹہ میں فارغ ہونگے۔ میں ٹھہری تو مگر دل گھبرایا اور میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اب پانچ منٹ سے زائد نہ ٹھہروں گی اگر اس درمیان میں نہ آئے تو بلا ملاقات کیئے ہوئے چلی جاؤں گی۔ صرف چار منٹ ہوئے تھے کہ مسٹر بوبر کر دھوتی پہنے اور شال ڈالے اور پیروں میں کھڑاؤں پہنے جلدی سے نکل آئے اور پوچھا کہ بتلاؤ کہ تم ہو کون۔ میں نے جواب دیا کہ ایک معمولی آدمی ہوں اور اپنی جنم پتری دے کر کہا کہ آپ سے اپنے متعلق دریافت کرنے آئی ہوں۔ انھوں نے بیان کیا کہ میں پوجا کرنے بیٹھا تھا کہ دتاترایا دیوتا نے مجھ سے کہا

[1] کنڈلی یعنی زائچہ ۱۲

[2] جنم پتری وہ زائچہ ہے جو بوقت ولادت بچہ کے گردش ستارگان وغیرہ کا حساب لگاکر نجومی یا پنڈت بنا دیتے ہیں اور اسمیں بچہ کی آئندہ زندگی کے حالات بحساب نجوم درج ہوتے ہیں ۱۲

[3] تین سر والا دیوتا جس کا کام خالقیت و ربوبیت اور ہلاکت ہے ۱۲

کہ تمھارے پاس اسوقت ایک اچھی آتما آئی ہوئی ہے اُسکو انتظار کی تکلیف نہ دینا چاہیئے بلکہ ہماری پوجا ملتوی کر کے چلے جاؤ۔ اس لیئے میں پوجا چھوڑکر چلا آیا اور تم سے دریافت کرتا ہوں کہ تم ہو کون کہ دیوتا تمپر یاد ہوجاتے۔ اسطرح مجھ سے فرمایا پھر اُنھوں نے جنم پتری ملاحظہ کرکے عجلت سے جواب دینا چاہا۔ مگر میں نے کہا مجھکو معلوم ہے کہ آپکے پاس براگھورشی کی کنڈلی ہے اس لیئے میری خواہش ہے کہ آپ اسکو دیکھکر اور اچھی طرح بچار کر جواب دیجیے۔ اول تو وہ ٹالتے رہے مگر جب میرا اسی پر اصرار ہوا تو وہ کنڈلی لے آئے اور اسکو تفصیل سے پڑھکر سنایا اور یہ کہا کہ تمھارے اوپر کسی بڑے بزرگ کی عنایت ہے جس سے تمھارا اگلا جنم بنا ہوا ہے۔ کنڈلی میں لکھا تھا کہ سونا پانی تمھارے پاس کیوں آئی اسکو تو خود سب کچھ حاصل ہے اور اسکے پیر و مرشد نہایت سچے گرو تھے اور بہت بڑے بزرگ تھے اور اچھی سی اچھی چیز اسکو عنایت کر گئے ہیں۔ ایسا اثر والا کلام اسکو گرو نے دیا ہے کہ وہ پانی پر پڑھکر دیتی ہے چاہے دیوانہ ہو یا اور کوئی بیمار سب اچھے ہو جاتے ہیں اور لکھا تھا کہ یہ ایک بہت بڑی نعمت ہے جو تمنے پائی ہے اسکی بہت قدر کرنا۔ یہ بھی اس طرح پر لکھا کہ تمھارے تعلقات دنیوی ہر طرح کے جاتے رہے۔ ماں باپ اور بہن جو بہت عزیز تھے وہ بھی نہ رہے تاکہ تمکو سوائے اس پاک ذات کے کسی طرف توجہ نہو۔ اور کہا کہ تمھارے پیر و مرشد کی اتنی مہربانی ہے کہ ایسی بخشش تمکو عطا کی۔ تمھارے دشمن بہت ہیں تم جانتی ہو میں نے کہا کہ ہاں ہیں تو۔ انھوں نے کہا کہ تمکو خبر ہو یا نہو تمھارے دشمنوں کو تمکو نقصان پہونچانے سے برابر روکتے ہیں اور انکو سزا بھی دیتے ہیں۔ اس لیئے کوئی دشمن تمھارا کچھ نہ کر سکے گا۔ اور یہ واقعہ ہے کہ اکثر دشمن شرمندہ ہوکر میرے پاس آکر معافی مانگتے ہیں۔ اور بھی سطر پوری کرنے براگھورشی کی کنڈلی سے پڑھکر حضرت صاحب کے بہت بڑے اوصاف بیان کیے کہ مجھکو بہت خوشی اور اطمینان ہوا کہ میرے پیر و مرشد ایسے برگزیدہ ہیں کہ جنکی خوبیوں کی شہادت سب اگلے اور پچھلے بزرگ دے رہے ہیں۔

اور سمجھ میں آیا کہ اسی لیے حضرت مشکلکشا علی علیہ السلام نے مجھ کو حکم دیا تھا کہ مسٹر لوبر کے ذریعہ سے مجھ کو وہ حالات معلوم ہو جائیں جو برگھو رشی دو ہزار برس پہلے اپنی کنڈلی بنا کر اسمیں لکھ گئے ہیں۔

(۱۴۷) حضرت مولانا حافظ شاہ علی حید قلندر مدظلہ نے مجھ کو تحریر فرمایا تھا کہ وہ حضرت پیر و مرشد برحق قدس سرہٗ کے حالات میں جو کتاب لکھ رہے ہیں اسمیں اُن واقعات کو بھی لکھنا چاہتے ہیں جو حضرت صاحب قبلہ کی عنایات و توجہات سے مجھ ناچیز پر وارد ہوئے ہیں۔ چونکہ میں ایک عرصہ سے علیل ہوں اس لئے میں نے تعمیل حکم سے فی الحال معذوری کا اظہار کیا تھا۔ اسکے بعد ہی چراغ روشن کرنے پر مجھ کو معلوم ہوا کہ حضرت مشکلکشا علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ تم اگرچہ بیمار ہو مگر صرف دو ہی روز کیلئے کاکوری چلی جاؤ اور تین میاں یعنی حضرت حافظ صاحب ممدوح الصدر جو واقعات لکھنے کو کہتے ہیں وہ لکھ کر دے آؤ اور انکو ناراض نہ کرو چنانچہ اسوقت (وسط رجب ۱۳۵۹ھ) میں خاص اسی ضرورت سے حاضر آستانہ شریفہ ہوئی اور جو واقعات یاد آئے وہ لکھوا دیئے۔ واقعات تو بہت زیادہ ہیں یہ جو کچھ لکھوائے محض نمونہ کے جا سکتے ہیں۔

بھجن میرا بائی

میرے[۱] تو اِک رام[۲] نام دُوسرا نہ کوئی	
آئی رہی میں بھگت[۳] جان جگت[۴] دیکھ موہی[۵]	تات پِتا بھائی بند سنگھ نا ہیں کوئی

[۱] مصرعہ اولی کے مضمون کو مولانا نے بھی اس شعر میں خوب ادا فرمایا ہے ؎

ما درون جہان غیر خدا یار نداریم ۔۔۔ جز یاد خدا با دگراں کار نداریم ۱۲

[۲] رام۔ محیط کل۔ وشنو (خداوند تعالے) کا ساتواں اوتار جو تریتا یگ کے اواخر میں بصورت رام چندر جی لنکا راجہ راون کو مارنے کیلئے ہوا تھا [۳] بھگت متقی۔ عابد معتقد ۱۲ [۴] جگت عالم دنیا ۱۲ [۵] موہ۔ رغبت دنیا و غفلت عقبیٰ ۱۲

سنتن ڈھگ بیٹھ بیٹھ، لوک لاج کھوئی — آب تو بات پھیل گئی۔ جانے سب کوئی
پریم کی مٹھائی کر۔ سرت سوں بلوئی — امرت گھرت کاڑھ لیو، چھاچھ پیے کوئی
جاکے سر مور مکٹ، میرو پت سوئی — سنکھ چکر گدا پدم، کنٹھ مال سوئی
آنسون جل سینچ سینچ پریم بیل بوئی — میرا پربھو لگن لاگی، ہونی ہوئی سو ہوئی

فائدہ۔ سونا بائی کے حالات دیکھ کر کہنے کو دل چاہتا ہے کہ ؎

برآرد خلیلے زبتخانہ — کند آشنائی بہ بیگانہ

تنبیہ و ایقاظ

اگر تارے ززلف یار از رخسار برخیزد — ہزاراں جان مشتاقاں زہر سو زار برخیزد

اس کتاب کو جب میں نے لکھنا شروع کیا تو اکثر اخوان طریقت میں ایک چونک پیدا ہوئی اور حضرت سلطان المحبوبین کے فیوض عامہ کی بدولت جسکو جیسا کچھ معلوم یا مشہود ہوا اُسنے ازراہ محبت و ارادت واقعات لکھ لکھ کر دینا شروع کیے ہیں ان لوگوں کا متشکر ہوں کہ انھوں نے اپنے اپنے

---

[۱] سنت۔ سادھو۔ عارف ۱۲ [۲] ڈھگ۔ نزدیک۔ پاس ۱۲ [۳] لوک۔ دنیا۔ جہان ۱۲ [۴] لاج۔ شرم وحیا ۱۲ [۵] پریم۔ عشق و محبت ۱۲ [۶] سرت۔ عقل۔ یادداشت۔ تفکر ۱۲ [۷] امرت۔ آب حیات ۱۲ [۸] گھرت۔ گھی ۱۲ [۹] کاڑھ لیو۔ نکال لیا ۱۲ [۱۰] مور مکٹ۔ مور کے پروں کا تاج بہ شکل تاج طاؤسی ۱۲ [۱۱] پت۔ مالک۔ آقا۔ شوہر ۱۲ [۱۲] سنکھ۔ ناقوس ۱۲ [۱۳] چکر۔ وشنو کا ایک ہتھیار ۱۲ [۱۴] گدا گرز ۱۲ [۱۵] پدم۔ کنول کا پھول ۱۲ [۱۶] کنٹھ مال۔ گلے کا ہار ۱۲ [۱۷] میرا۔ جو میرا بائی کے لقب سے مشہور ہیں ایک راجہ کی بیٹی اور دوسرے راجہ کے بیٹے کو بیاہی تھیں اور کمسنی میں بیوہ ہوگئیں اور بھگت ہوکر عارفہ ہوئیں اور بہتیرے سادھو انکے پاس بغرض حصول تعلیم باطنی حاضر ہوتے تھے۔ ان کا کلام پُر اثر ہوتا ہے ۱۲ [۱۸] پربھو۔ مالک۔ آقا۔ قادر مطلق ۱۲

تاثرات اور واردات کے ظاہر کر دینے میں دریغ کرنا روا نہ رکھا۔ موصولہ بیانات اور واقعات کی تعداد تو بہت زیادہ ہو گئی تھی لیکن میں نے بطور "مشتے نمونہ از خروارے" انہیں سے انتخاب کر کے چند چیدہ صدر واقعات شامل کتاب کیے ہیں۔

واقعات کے تنوع کو دیکھتے ہوئے حضرت مولانائے روم کی مثنوی کی ایک حکایت یاد آئی جو ہدیہ ناظرین کی جاتی ہے۔

اختلاف کردن در چگونگی و شکل پیل در شب تار

پیل اندر خانۂ تاریک بود	عرضہ را آوردہ بودندش ہنود
از برائے دیدنش مردم بسے	اندراں ظلمت ہمی شد ہر کسے
دیدنش با چشم چوں ممکن نبود	اندراں تاریکیش کف می بسود
آں یکے را کف بخرطوم اُفتاد	گفت ہمچوں ناودانست ایں نہاد
آں یکے را دست برگوشش رسید	آں برو چوں بادبیزن شد پدید
آں یکے را کف چو برپایش بسود	گفت شکل پیل دیدم چوں عمود
آں یکے بر پشت او بنہاد دست	گفت خود ایں پیل چوں تختی بدست
ہمچنیں ہر یک بجزوے کو رسید	فہم آں میکرد ہر جا می تنید
از نظر گہ گفتشاں شد مختلف	آں یکے دالش لقب داد ایں الف
در کفِ ہر یک اگر شمعے بدے	اختلاف از گفتشاں بیروں شدے
چشم حس ہمچوں کفِ دستست و بس	نیست کف را بر کلِ او دسترس

جسم دریا دیگرست و کف دگر / کف بهل وز دیدهٔ دریا نگر

جنبشِ کفها ز دریا روز و شب / کف همی بینی و دریا نے عجب

ما چو کشتیها بهم بر می زنیم / تیره چشمیم و در آب روشنیم

اے تو در کشتیِّ تن رفته بخواب / آب را دیدی نگر در آبِ آب

آب را آبیست کو میراندش / روح را روحی ست کو میخواندش

موسیٰ و عیسیٰ کجا بد کافتاب / کشتِ موجودات را میداد آب

آدم و حوّا کجا بُد آں زماں / که خدا افگند ایں زه در کماں

ایں سخن هم ناقص ست و ابترست / آں سخن که نیست ناقص آں سرست

گر بگویم زاں بلغزد پاے تو / ور نگویم هیچ ازاں اے واے تو

ور بگویم در مثالِ صورتی / بر هماں صورت بچسپی اے فتی

بسته پایی چوں گیاه اندر زمین / سر بجنبانی ببادے بی یقین

لیک پایت نیست تا نقلے کنی / یا مگر پا را ازیں گِل بر کنی

چوں کنی پا را حیاتت زین گل ست / ایں حیاتت را روش بس مشکل ست

چوں حیات از حق بگیری اے روی / پس غنی گردی ز گل در دل روی

فارغ و مستغنی از گل سوے دل / می روی بے قید و حر از اهلِ گل

شیرخواره چوں ز دایه بگسلد / لوت خواره شد مر او را می هلد

بستهٔ شیرِ زمینی چوں حبوب / جو فطامِ خویش از قوت القلوب

قوتِ حکمت خور که شد نورِ ستیر ... ای تو نور بے حجب را ناپذیر

تا پذیرا گردی اے جان نور را ... تا ببینی بے حجب مستور را

چوں ستارہ سیر بر گردوں کنی ... بلکہ بر گردوں سفر بے چوں کنی

آں چناں کز نیست در ہست آمدی ... ہیں بگو چوں آمدی مست آمدی

راہہائے آمدن یادت نماند ... لیک رمزی بر تو بر خواہیم خواند

ہوش را بگذار وانگہ ہوش دار ... گوش را بربند وانگہ گوش دار

نے بگویم زانکہ تو خامی ہنوز ... در بہاری و ندیدستی تموز

ایں جہاں ہمچوں درخت ست اے کرام ... ما برو چوں میوہائے نیم خام

سخت گیرد خامہا مر شاخ را ... زانکہ در خامی نشاید کاخ را

چوں کہ بپخت و گشت شیریں لب گزاں ... سست گیرد شاخہا را بعد ازاں

چوں ازاں اقبال شیریں شد دہاں ... سرد شد بر آدمی ملکِ جہاں

سخت گیری و تعصب خامی ست ... تا جنینی کار خون آشامی ست

چیز دیگر ماند اما گفتنش ... با تو روح القدس گوید بے منش

نے تو گوئی ہم بگوش خویشتن ... بے من و بے غیر من اے ہم تو من

ہمچو آں وقتے کہ خواب اندر روی ... تو ز پیش خود بہ پیش خود شوی

بشنوی از خویش و پنداری فلاں ... با تو اندر خواب گفتست آں نہاں

تو یکے تو نیستی اے خوش رفیق ... بلکہ گردونی و دریای عمیق

آں توئی زفتت کہ آں تہ صد توست ۔ قلزم ست و غرقہ گاہ صد توست

خود چہ جائے جد و بیداری و خواب ۔ دم مزن واللہ اعلم بالصواب

دم مزن تا بشنوی از دم زناں ۔ آنچہ نامد در بیان و در زبان

دم مزن تا بشنوی زاں آفتاب ۔ آنچہ نامد در کتاب و در خطاب

دم مزن تا بشنوی زاں مہ لقا ۔ الصلا اے پاکباز اں الصلا

دم مزن تا بشنوی اسرار حال ۔ از زبان بے زباں کہ قم تعال

حضرت سلطان المحبوبینؒ کے کرامات کا احصا اور انحصار ناممکن ہے کیونکہ آپ کا ہر فعل کرامت اور ہر قول اعجاز ہے۔ جیسا حضرت حافظ شیرازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

زعشق ناتمام ما جمال یار مستغنی است ۔ بہ آب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روی زیبا را

حبیب لیس یعدلہ حبیب

وما لسواہ فی قلبی نصیب

خلفائے حضرت سلطان المحبوبینؒ

یہ تو مسلمہ امر ہے کہ شیخ کامل بوجہ مرتبہ کمال پر فائز ہونے کے وابستگان دامن دولت کو ہر حالت اور ہر حیثیت میں درجۂ کمال تک پہونچا سکتا ہے لیکن علمائے صوفیہ نے چند اصول و شرائط مقرر کیے ہیں جن کا حامل ہونے پر کسی مرید یا مسترشد کو مجاز و خلیفہ بنانے کی شیخ وقت کو اجازت ہوتی ہے۔ یہ اصول و شرائط بحوالہ کتب معتبرہ صفحات ماقبل میں مذکور ہو چکے ہیں لیکن فی زمانہ ان کل شرائط کی پابندی کسی طالب میں مشکل پائی جاتی ہے اس لیے طالب کی صرف اہلیت و صلاحیت اور اتباع شریعت کو مد نظر رکھتے ہوئے اجازت و خلافت دیجاتی ہے چنانچہ حضرت والد ماجدؒ اپنا خلیفہ و مجاز بنانے میں بہت احتیاط فرماتے تھے اور انھوں نے معدودے چند اہل سلوک کو اجازت و خلافت عطا فرمائی۔ حضرت سلطان المحبوبین نے اس معاملہ میں بھی اُن کا پورا پورا اتباع کیا اور بہت محتاط رہے۔ البتہ چند اشخاص کو (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۸۶) صرف لباس فقر عطا فرمایا لیکن اجازت و خلافت نہیں عطا فرمائی اور اسی وجہ سے آپکے خلفا کی تعداد بہت کم ہوئی۔

مرشدنا حضرت شاہ تراب علی قلندرؒ کتاب مستطاب اُصول المقصود (صفحہ ۱۰۲) میں تحریر فرماتے ہیں

"بدانکہ ہر مریدے کہ تمام نعمت ظاہر و باطن از مرشد خود یافتہ و از کلمۃ الحق لقیمیکہ پیغمبر خدا از جبرئیل امین محرم مرشد وے از مرشد خود محرم مرشد و جمیع نتائج ترتیب و تعلیم پذیرفتہ ؛ از ...

سلاسل اجازت وخلافت یافتہ وے مختار است دریں کہ ہر کرا خواہد خلافت خود بخشد ومثال ہر سلسلہ نوشتہ دہد خواہ از دست خود خواہ از دست دیگرے نویسانیدہ دہد حکم وے بر سائر دلق پوشان رواں است یعنی ہر کرا دریں طائفہ گمراہ بیند دلق از وے بکشد واز سلسلہ بیروں کند گو آنکس از سلسلۂ دیگرے بودہ باشد اما محکوم وے باشد وآنکس را صاحب خلافت کبرےٰ گویند اگر فرزندان مرشد بایں کس بیعت کنند وآں ہمہ نعمت کہ وے از خاندان مرشد خود یافتہ است وہمہ از ذات وے جاری شدہ بود ومنسوب بوے گشتہ فرزندان مرشد از وے حاصل کنند وبہمہ نہج از وے تربیت وتعلیم پذیرفتہ اجازت وخلافت یافتہ شایان تربیت وتعلیم دیگرے شوند وبمرتبہ رسند کہ دیگرے را خلیفہ خود کنند پس آنکس را صاحب طبقہ وخلافت کبرےٰ گویند چنانچہ حضرت شاہ مجا قلندر قدس سرہٗ در خاندان مرشد خود بودند وحضرت شاہ فتح قلندرؒ در خاندان مرشد خود "

لہٰذا طریقتہً صاحب طبقہ ہونے کا مرتبہ بہت فضیلت رکھتا ہے۔ حضرت سلطان المحبوبینؒ صاحب طبقہ ہونے میں بھی ممتاز حیثیت رکھتے تھے کہ ہم دونوں بھائیوں کو اپنی خوش قسمتی سے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف نصیب ہوا اور آپ سے ہی تعلیم وتربیت حاصل کی۔ تحریری اجازت نامے جو آپ نے ہم دونوں کو عطا فرمائے تھے وہ کتاب تذکرۂ مشاہیر کاکوری (صفحات ۴۸۰ لغایتہ ۴۸۷ اور ۴۹۳ لغایتہ ۴۹۷) میں شایع ہو چکے ہیں اور ایک اور اجازت نامہ کی نقل آیندہ صفحات میں نظر آئے گی۔

ہمارے متعلق اپنی نسبت خاص کا اظہار اپنے بعض مخصوصین سے جس طرح آپ نے فرمایا

وہ مندرجہ ذیل دو بیانات سے واضح ہے۔

(۱) مولوی محمد ضیاء الدین حمید صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ ازروئے طریقت ہم اگر کسی کے سامنے نذر پیش کر سکتے ہیں تو اپنے دونوں بھائیوں کے سامنے ہی پیش کر سکتے ہیں کیوں کہ یہ ہمارے مرشد زادے ہیں۔

(۲) مولوی محمد عاصم صاحب کا بیان ہے کہ ایک بار تنہائی میں آپ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ "جو شخص ہمارے دونوں بھائیوں سے یا ان میں سے کسی ایک سے سوء ادب رکھتا ہے تو ہمکو اُس سے بہت بیزاری ہوتی ہے اور اگر ایسا شخص خود ہمارا مرید ہے تو ہمکو اُس سے نفرت ہوجاتی ہے یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ یہ دونوں ہمارے چھوٹے بھائی ہیں۔ ہم نے ہی انکو پرورش کیا ہے ہمارے شاگرد ہیں۔ مرید ہیں۔ خلیفہ ہیں۔ لیکن اس سب کے علاوہ خاص رابطہ یہ ہے کہ ان کو ایک نسبت ہمارے ساتھ اور بھی ہے کہ یہ دونوں بھائی ہمارے مرشد زادے بھی ہیں۔ تم ہی بتاؤ کہ ہم اگر اپنی نسبت حبی کے ساتھ آج اپنے پیر و مرشد کو اس عالم میں دیکھنا چاہیں تو ان دونوں بھائیوں کے سوا کس کو دیکھیں۔" آپنے یہ بھی فرمایا تھا کہ "ہماری زندگی میں ان دونوں سے نہ کہنا۔" چنانچہ میں نے اسوقت تک کسی سے ان ارشادات کا تذکرہ نہیں کیا۔

باایں ہمہ آپنے انتہائی شفقت و عطوفت کے سلوک اور برتاؤ کے ساتھ ہم دونوں بھائیوں پر کبھی اس نسبت مخصوصہ کا اظہار اس طرح پر نہ ہونے دیا کہ ہم میں مرشد زادگی اور پیرزادگی کا پندار پیدا ہوتا البتہ ایک بات خوب ملحوظ رکھی کہ خود بدولت نے یہ کبھی گوارا نہیں فرمایا کہ ہم کو کسی کے سامنے فروتنی کرنا پڑے بلکہ اگر کبھی یہ موقع پیش آگیا

تو ہماری طرف سے آپنے ہی فروتنی فرمائی اور کسی دوسرے آگے ہمارا سر نہ جھکنے دیا ؎

غلام نرگس مست تو تاجدارانند　　خراب بادۂ لعل تو ہوشیارانند

ترا صبا و مرا آب دیدہ شد غماز　　دگرنہ عاشق و معشوق رازدارانند

بزیر زلف دوتا چوں گزر کنی بنگر　　کہ از یمین و یسارت چہ سوگوارانند

گذار کن چو صبا بر بنفشہ زار ببیں　　کہ از تطاول زلفت چہ سوگوارانند

نصیب ماست بہشت اے خداشناس برو　　کہ مستحق کرامت گناہگارانند

برو بمیکدہ و چہرہ ارغوانی کن　　مرو بصومعہ کانجا سیاہکارانند

تو دستگیر شو اے خضر پے خجستہ کہ من　　پیادہ میروم و ہمرہاں سوارانند

نہ من برآں گل عارض غزل سرایم و بس　　کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزارانند

خلاص حافظ ازاں زلف تابدار مباد　　کہ بستگان کمند تو رستگارانند

میرے حافظہ میں آپکے خلفا کے جتنے نام محفوظ ہیں ان کا تذکرہ معہ مختصر حال کے درج کتاب کرتا ہوں۔ سب کے آخر میں اپنا نام بھی لے آؤں گا کہ آپ ہی کے جود و عطا کا پرورش یافتہ ہوں ؎

احب الصالحین ولست منھم　　لعل اللہ یرزقنی صلاحا

حبیب لیس یعدلہ حبیب　　وما لسواہ فی قلبی نصیب

سے میں نیکبختوں سے محبت کرتا ہوں اگرچہ میں انمیں نہیں ہوں۔ شاید اللہ تعالےٰ اسکے صلہ میں مجھ کو صلاحیت عطا کرے ۱۲

مولانا مولوی شاہ تقی حیدر قلندرؒ

اخی محترم جناب مولوی شاہ محمد تقی حیدر قلندر برادر اوسط حضرت سلطان المحبوبینؒ کی ولادت ۲۶ رماہ شوال المکرم روز پنجشنبہ ۱۳۰۸ھ کو ہوئی۔ مجھ سے صرف تین سال بڑے تھے۔ ان کا تاریخی نام **نظام الدین حیدر** ہے اور **غلام تقی** اور **شریف حیدر** بھی ان کے نام ہیں۔ انہیں ذکاوت اور ذہانت کے آثار ابتداء سے ہویدا تھے اور طبیعت میں سنجیدگی تھی۔ ابتدائی فارسی کتابیں مولوی منصب علی شاگرد حضرت والد ماجدؒ سے پڑھیں اور بقیہ فارسی کتابیں اور ابتدائی عربی کتابیں حضرت والد ماجد نے پڑھائیں۔ انکے وصال کے بعد جملہ درسیات و علوم و فقہ و حدیث و تفسیر و تصوف وغیرہ کا تکملہ حضرت سلطان المحبوبین سے کیا۔ ہر سبق بہت غور و خوض سے پڑھتے اور ہر علم بہت ذوق و شوق سے حاصل کرتے تھے نثر نویسی میں بہت مہارت تھی۔ انکے تصنیفات دیکھنے سے واضح ہوتا ہے کہ انکی استعداد اور قابلیت کتنی بلند تھی۔ حضرت سلطان المحبوبین اکثر فرماتے تھے کہ "انکی نثر نویسی میں ابّا کی نثّاری کی شان ہے"۔ ان کا خط بہت پاکیزہ تھا اور زود نویس بھی تھے۔ بہت سی کتابوں کے مسودات انکے قلم کے لکھے ہوئے کتب خانہ میں موجود ہیں جن میں سے اکثر کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں۔

ان کا عقد نکاح منشی عبد العلی علوی کاکوروی (از نبائر جناب ملا عبد القادر کاکوروی) کی چھوٹی بیٹی کے ساتھ ۲۲ رذی الحجہ ۱۳۲۹ھ کو ہوا۔ حضرت سلطان المحبوبین نے یہ تقریب بھی بہت سیر چشمی اور فراخدلی سے کی تھی۔ انکے دس اولاد ہوئیں چار فرزند اور چھ دختر جنمیں سے

دو فرزند نورچشمان محمد مصطفےٰ حیدر عرف اڈھن اور محمد مجتبیٰ حیدر عرف مجّن اور چار لڑکیاں سلمہم اللہ تعالےٰ موجود ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان سب کو صاحب عمر اور نصیبہ ور کرے۔ نورچشم اڈھن سلمہٗ کی ولادت بتاریخ ۱۹ محرم الحرام ۱۳۴۲ھ روزیکشنبہ ہوئی۔ فارسی اور عربی پڑھتے ہیں اور تصوف کے درسیات کی تعلیم بھی میں نے شروع کر دی ہے۔ نورچشم مجّن سلمہٗ کی ولادت ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ روز پنجشنبہ کو ہوئی۔ انھوں نے کلام اللہ شریف حفظ کر لیا ہے اور فارسی پڑھتے ہیں۔ دونوں کو اذکار و اشغال کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ اللہ تعالےٰ انکو عمر و علم و نعمات خاندانی عطا فرمائے۔

اخی محترم نے ۵ جمادی الاولےٰ ۱۳۲۹ھ یوم فاتحہ حضرت مرشدنا شاہ تراب علی قلندرؒ کو حضرت سلطان المحبوبین کے دست حق پرست پر سلسلۂ عالیہ قادریہ میں بیعت کی اور اجازت و خلافت سلاسل سبعہ سے سرفراز ہوئے۔ حضرت والد ماجدؒ نے بھی اپنے وصال سے قبل اجازت وخلافت عطا فرمائی تھی اور حضرت سلطان المحبوبین کو وصیت فرمائی تھی کہ بعد فراغ تحصیل علوم ظاہری و باطنی انکی طرف سے خرقہ پہنایا جائے۔ ۱۳۴۲ھ میں بعد ختم درس کتاب مستطاب فصوص الحکم حضرت سلطان المحبوبین نے اپنا گیر و اعمامہ بطور دستار فضیلت اپنے دست مبارک سے انکے سر پر باندھا اور اسی سال اجازہ لکھ کر مرحمت فرمایا جس کی نقل تذکرہ مشاہیر کاکوری (صفحات ۸۴ لغایت ۸۷) میں شایع ہو چکی ہے۔

انھوں نے فراغ علم حاصل کرنے کے قبل ہی سے تصنیف و تالیف کی ابتدا کر دی تھی اور بہت ذوق و شوق سے علمی خدمات میں ہمیشہ منہمک رہے۔ زمانہ کی حالت دیکھتے ہوئے زبان

عربی و فارسی کے جاننے اور سمجھنے والے کم ہوتے جاتے ہیں حضرت سلطان المحبوبین نے یہ انتظام فرمایا کہ حضرت والد ماجدؒ کے مصنفات جو قدیم دستور کے مطابق معمولاً فارسی زبان میں تھے مع اردو ترجمہ کے شایع کیے جائیں۔ چنانچہ ان ہی نے بیشتر رسائل کے ترجمے لکھے جو بہت قدر سے دیکھے گئے۔ انکے تصنیفات اور تالیف کی بہت معقول تعداد ہے جو درج ذیل ہے۔ انمیں سے اکثر زیور طبع سے آراستہ ہو چکے ہیں۔

(۱) کتاب انسان کامل ہر دو جلد مصنفۂ حضرت شیخ عبدالکریم جیلیؒ کا اردو زبان میں ترجمہ کیا۔ یہ غیر مطبوع ہے۔

(۲) کتاب الکہف والرقیم فی شرح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مصنفۂ حضرت شیخ عبدالکریم جیلیؒ کا اردو میں ترجمہ حسب فرمایش عموی منشی وہاج الدین صاحب کیا جو منشی صاحب موصوف کے مقدمہ اور شرح کے ساتھ طبع ہوا۔

(۳) رسالہ مناظر الشہود فی مراتب الوجود بزبان اردو تصنیف کیا جو طبع ہو گیا ہے۔

(۴) رسالہ من عرف مصنفۂ حضرت والد ماجدؒ کا اردو میں ترجمہ کر کے ھدیۃ الشرف فی ترجمۃ من عرف نام رکھا جو طبع ہوا۔

(۵) رسالہ فاتح الابصار مصنفۂ حضرت والد ماجدؒ کا اردو میں ترجمہ کیا جو اصل کتاب کیساتھ طبع ہوا

(۶) ״ کشف الدقائق عن رموز الحقائق ״ ״ ״ ״ ״

(۷) ״ الدر الیتیم فی بیان ایمان آباء نبی الکریم ״ ״ ״

(۸) ״ تنویر الجواہر الاذکار شرح جواہر الاسماء ״ ״ ״ ״

(۹) رسالہ تصفیہ شرح تسویہ مصنفہ حضرت والد ماجدؒ کا اردو میں ترجمہ کیا جو اصل کتاب کیساتھ شائع ہوا

(۱۰) ״ قول المختار فی مسئلۃ الجبر والاختیار ״ ״ ״ ״

(۱۱) ״ نخبۃ الصوارف فی شرح خطبۃ العوارف ״ ״ ״

(۱۲) ״ تنویر الافق فی شرح تبیین الطرق ״ ״ ״ ״

(۱۳) ״ واقعات رشیدی مصنفہ مولوی رشید الدین خاں کاکوروی ״ ״

(۱۴) ״ تحفہ نظامیہ مصنفہ حضرت مخدوم نظام الدین عرف شاہ بھیکہ کاکوروی ״ ״

(۱۵) ״ تنویر الظلمات فی تفسیر المقطعات بزبان عربی تصنیف کیا جو غیر مطبوع ہے۔

(۱۶) ״ انشاء نظامی بزبان فارسی تصنیف کیا جو غیر مطبوع ہے۔

(۱۷) کتاب فیوض العارفین یعنی مکاتیب فارسی بعض حضرات قلندران عظام جمع کیے جو طبع ہوئے۔

(۱۸) ״ جواہر المعارف یعنی حضرت والد ماجدؒ کے فارسی اور اردو مکتوبات جمع کیے جو طبع ہوئے۔

(۱۹) ״ تعلیمات قلندریہ یعنی مکاتیب فارسی حضرات قلندران عظام انتخاب کرکے جمع کیے جو طبع ہوئے۔

(۲۰) مجموعہ ہفت رسائل قلندریہ۔ اس میں قلندران عظام کے متفرق سات رسالوں کا ترجمہ ہے جنہیں سلوک وحقایق ومعارف کا بیان ہے۔ یہ کتاب بھی طبع ہو گئی ہے۔

(۲۱) نفحات العنبریہ من انفاس القلندریہ بزبان اردو تالیف کی حضرات قلندران عظام کے حالات میں بے نظیر کتاب ہے۔ اس کتاب کو بعد نظر ثانی و اضافہ حالات حضرت سلطان المحبوبین وچند دیگر بزرگان سلسلہ قلندریہ بہت محنت اور جانفشانی سے ترتیب دیا

اور اپنی وفات سے چند ماہ قبل اذکار الابرار کے تاریخی نام سے دوبارہ طبع کرایا۔

حضرت سلطان المحبوبین کی وفات کے بعد آپ کے سیوم کے روز ۲۰ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ کو آپ کے سجادہ نشین ہوئے۔ ایک سال تک کسی کو مرید نہیں کیا بلکہ جو شخص خواہش کرتا اس کو میرا مرید ہونے کی ہدایت کرتے تھے۔ اس کے بعد بعض لوگوں کے اصرار پر بیعت لینا اختیار کیا۔ اوراد و وظائف و مشاغل خاندانی اور ارشاد و ہدایت میں مصروف رہے۔ ان میں کظم عن الغیظ کی صفت خاص طور پر نمایاں رہی۔ بعض لوگ بدتہذیبی اور بدتمیزی سے پیش آئے لیکن انہوں نے ہمیشہ سکوت کیا اور غصہ کو اس طرح ضبط کیا کہ چہرہ پر شکن بھی نہ پڑی۔ اسی کے ساتھ کبھی انتقام لینے کے درپے نہیں ہوئے۔

حضرات پیران عظام کے عتبات عالیات کی زیارت کے لیے جونپور اور قلندرپور اور وگمگڈھ ضلع الہ آباد اور لاہرپور وہ اور میں ساتھ ساتھ چند مرتبہ حاضر ہوئے۔

جگر و طحال کی خرابی کی وجہ سے کم سنی سے مختلف عوارض و امراض میں مبتلا رہے اور صحت ہمیشہ بہت خراب رہی۔ باایں ہمہ مشغلہ تصنیف و تالیف اور فرائض سجادگی کے ادا کرنے میں برابر منہمک رہے۔ بیماریوں کے سلسلہ اور شدت کی وجہ سے بصارت کو سخت نقصان پہونچ گیا تھا اور دونوں آنکھیں یکے بعد دیگرے قدح کرانے کی نوبت آئی۔ علاج و معالجہ کی ضرورت سے حضرت سلطان المحبوبین کے زمانہ میں بنارس اور الہ آباد کے سفر کا بھی اتفاق ہوا اور خیرآباد ضلع سیتاپور میں اپنی سجادگی کے زمانہ میں آنکھوں کے علاج کی ضرورت سے دو مرتبہ قیام کرنا پڑا تھا۔

یوں تو متضاد امراض میں مبتلا رہے لیکن مرض الموت استسقا ہوا جس کی تکلیف بھی کم و بیش کئی ماہ رہی۔ ۱۸ ربیع الاول یوم فاتحہ حضرت سلطان المحبوبین کو مرض کی شدت اور کمزوری کی زیادتی کی وجہ سے جنبش دشوار ہوگئی تھی لیکن ہوش و حواس میں کوئی نقص نہیں تھا۔ بعد نماز عشا جب محفل سماع کا وقت آیا تو مجھ سے پوچھا کہ تبرک کی تقسیم بخوبی ہوگئی اور جواب شافی ملنے پر فرمایا کہ ہم تو معذور ہیں تم محفل منعقد کرو۔ ایک بجے کے قریب رات کو محفل ختم ہوئی تو پھر دریافت کیا کہ محفل ختم ہوگئی۔ اس کے بعد کچھ نیند آگئی۔ اس درمیان میں میں نے تمام مہمانان کے ساتھ کھانا کھایا اس کے بعد ہی دو بجے رات کو طبیعت دفعتاً بگڑی اور باوجود اطبائے حاضر الوقت کی انتہائی کوششوں کے کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی اور چار بجے صبح ۱۹ ربیع الاول ۱۳۷۹ھ روز یکشنبہ کو اس دار فانی سے رحلت کی۔ اسی روز بعد نماز ظہر حضرت والد ماجدؒ کے روضہ انور کے صدر دروازہ کی سہ دری کے مغرب جانب دفن ہوئے۔ صرف پچاس سال چند ماہ کی عمر ہوئی روح اللہ روحہ الاطہر

مولوی محمد ضیاء الدین حیدر صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت خداوند نعمت سیدی مولائی شاہ حبیب حیدر قلندر روحی فداہ کے وصال کے چند روز بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت مولانا شاہ تقی حیدر قلندر علیہ الرحمہ اپنے خرقہ پوشی کے لباس میں خانقاہ عالم پناہ سے حضرت پیر و مرشد برحق مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہ کی درگاہ شریف میں حاضری کا قصد کیے ہوئے باورچی خانہ تک تشریف لائے کہ میں اس کے شرقی دروازہ سے داخل ہوا تو آپ میری طرف ذرا سا پھر کر ٹھہر گئے۔ میں نے جو دیکھا تو آپ نہایت ہشاش بشاش تھے کہ آپ کی صورت دفعتاً تبدیل ہو کر حضرت سیدی و مولائی شاہ حبیب حیدر قلندر عظم اللہ ذکرہ کی صورت ہوگئی۔ اب

سماں بدل گیا اور وہاں پر کوئی اور نہ رہا اور میں آگے بڑھ کر خانقاہ شریف میں داخل ہوا تو دیکھتا ہوں کہ سجادہ کے پاس والے چبوترہ پر دیگیں رکھی ہیں اور ایک گھڑے کاسہ میں بہت سا آلو کا سالن بھرا ہوا رکھا ہے اور اس میں سے جرعہ نوش خمخانہ خم غدیر مرشد زادہ برحق مولا حافظ شاہ علی حیدر قلندر دام اللہ فیوضہ انگرکھی پہنے اور گیروی ٹوپی زیب سر کیے ایک مٹی کے پیالے سے اور پیالوں میں وہی سالن نکال نکال کر تقسیم فرما رہے ہیں۔ میں نے پہونچتے ہی اُسی کاسہ سے بے تکلف سالن لے لے کر کھانا شروع کر دیا۔ خواب ختم ہوتا ہے۔

اس سے میری سمجھ میں آیا کہ حضرت مرشد مرشدنا کلید عرفاں اسرار اللہ سید شاہ باسط علی قلندرؒ کی جو بشارت[۱] حضرت عارف باللہ صاحب سر شاہ محمد کاظم قلندرؒ کے حق میں ہوئی تھی کہ "اولاد عارف باللہ ہمچو اولاد انبیائی خواہد شد" وہ علی حالہ کار فرما ہے ؎

	ہست ساقی بہاں قرار کہ بود	ہست مطرب بداں ترانہ ہنوز	

لہٰذا دُعا ہے کہ ؎

	روح ما زد و چشم ساقی مست دیر خوردار باد	قبلۂ دل کعبۂ جاں خانۂ خمار باد	

مولوی محمد حسن کاکوروی بیان کرتے ہیں کہ حضرت مولانا شاہ تقی حیدر قلندرؒ نے اپنی علالت کی شدت کے سلسلہ میں صفر ۱۳۵۹ھ میں مجھ سے فرمایا تھا کہ "دیکھیے ربیع الاول جب گذر جائے"! اور لوگوں سے بھی فرماتے تھے کہ ہمارے لئے ربیع الاول مقرر ہے۔ تو اسی ربیع الاول ۱۳۵۹ھ میں اپنے پیر مرشد حضرت سلطان المحبوبینؒ کے فاتحہ کے روز ہی آپ کی وفات ہوئی۔ اس طرح اپنے فنافی الشیخ ہونے کا ایسا ثبوت دیا جیسا انکے جدامجد

[۱] ملاحظہ ہو کتاب اصول المقصود صفحہ ۲۸۹

حضرت مولانا شاہ علی اکبر قلندرؒ نے ثبوت دیا تھا کہ اپنے شفیق اور محبوب عم محترم حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندرؒ کے وصال کی تاریخ اور روز یعنی ۷ رجب روز چہار شنبہ کو رحلت فرمائی اور مزید برآں یہ کیا کہ اپنی صورت ہی بدل کر ان کی صورت بنا دی تھی؂

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

مولوی نظام الدین حیدر کاکوروی حیدرآباد سے لکھتے ہیں۔

(۱) پوری تفصیل خواب کی یاد نہیں۔ اصل بات جو یاد ہے یہ ہے۔ میں حضرت مولانا شاہ تقی حیدر قلندر کے پاس پہونچا۔ دیکھا کہ کھڑے ہیں۔ بیماری سے پوری طرح صحتیاب ہو چکے ہیں اور بالکل تندرست ہیں۔ جسم میں توانائی ہے۔ دوہرا بدن ہے۔ جوانی کا سا عالم ہے۔ بشاش ہیں۔ میں پہونچا تو مسرت کے ساتھ مجھ سے ملے۔ بیٹھ گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ اور ان کی تندرستی اور بشارت سے خوش ہوا۔ اب جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ مولانا حضرت پیر و مرشد مولانا شاہ حبیب حیدر قلندرؒ سے مشابہ ہوتے جا رہے ہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں اور مولانا کا چہرہ حضرت صاحب کے چہرے کا ایسا ہوتا جا رہا ہے۔ میں اس کیفیت کو دیکھ دیکھ کر مسرور ہو رہا ہوں (خط مورخہ ۹ اگست ۱۹۲۹ء)

(۲) کل میں نے یہ خواب دیکھا کہ مجلس سماع منعقد ہے۔ بہت مجمع ہے۔ حضرت شاہ حبیب حیدر قلندر قدس سرہ مجلس میں بلند مقام پر بیٹھے ہیں۔ قوال نے یہ شعر گایا؂

بخدا اگر زتنگم آمد بدو چشم روشن خود
اگر نظر دریغ باشد چنیں لطیف روئے

میں ذوق میں نذر لے کر حضرت صاحب کی طرف پیش کرنے کو گیا تو وہاں حضرت صاحب نہیں تھے بلکہ ذرا دور پر حضرت شاہ تقی حیدر صاحب کھڑے ہوئے تھے۔ میں شدت ذوق میں غالباً

آنکھیں بند کیے ہوئے تھا۔ ان کے قریب پہونچا۔ انھوں نے (غالبًا) برادرِ معظم مولوی ضیاء الدین حیدر صاحب سے میری طرف اشارہ کرکے کہا کہ ان کو اس قدر ذوق کیوں ہوتا ہے۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو مولانا صاحب نہایت تندرست اچھا دوہرا بدن چہرہ سُرخ و سفید تھے (جیسا کہ کبھی قبل از علالت بھی نہ تھے) لباس شاندار و چمکدار پہنے تھے۔ چہرہ پر پسینہ کے قطرے چمک رہے تھے مجھکو احساس ہوا کہ ذوق میں شدت اچھی بات نہیں ہے (خط مورخہ ۴ر فروری ۱۹۴۰ء)

(۴) تقریبًا ایک ہفتہ ہوا ہوگا کہ میں نے یہ خواب دیکھا کہ تکیہ شریف کی خانقاہ کے دالان میں لوگ بیٹھے ہیں برادرِ معظم مولوی محمد حسن صاحب حضرت شاہ محمد کاظم قلندرؒ کے مزار مبارک پر کچھ (غالبًا چادر) چڑھانے کو اُٹھے اور مسجد کی طرف والے راستہ سے درگاہ کو روانہ ہوئے۔ ان کے ساتھ ایک صاحب کوئی اور بھی گئے۔ میں بھی جانے کو اُٹھا مگر چونکہ وہ کچھ آگے نکل گئے تھے میں دوسرے زینہ والے راستہ سے درگاہ کو چلا۔ یہ راستہ اس مقام پر معلوم ہوا جہاں پر کتب خانہ ہے۔ چند سیڑھیاں چڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ راستہ درگاہ کا نہیں بلکہ اس سے متصل کسی گھر کا ہے۔ میں فورًا واپس ہوکر کنوئیں کے پاس والے زینہ دار راستہ سے درگاہ میں پہونچا۔ وہاں تنہائی تھی۔ سہ دری کی چوکھٹ کو بوسہ دے کر ذوق میں آگے بڑھا۔ دیکھا کہ جہاں پر مزار ہے وہاں حضرت شاہ محمد کاظم قلندرؒ ایک موٹی سفید میلی خوری سی چادر اوڑھے لیٹے ہیں۔ میرے قریب پہونچنے پر انھوں نے وائیں طرف کروٹ لی اور پھر چت لیٹ گئے۔ گھٹنے اُٹھا لیے یہ دیکھ کر شدت محبت و ہیبت کا مجھ پر غلبہ ہوا۔ اتنے میں پیچھے سے کسی کے آنے کی آہٹ ہوئی۔ حضرت صاحب نے ٹانگیں سیدھی کرکے پھیلا دیں۔ میں نے قدموں کو انتہائے ذوق میں بوسہ دیا۔ حضرت صاحب نے فرمایا کسی سے کہنا نہیں میں یہ خیال

کرتا ہوا چلا آیا کہ تین میاں (حضرت حافظ شاہ علی حیدر صاحب) سے تو کہہ ہی دوں۔ حافظ صاحب کمرہ میں سجادہ پر بیٹھے ہیں۔ وہاں پہونچا تو دیکھا کہ کمرہ بھرا ہوا ہے۔ سوچنے لگا کہ کدھر سے جاؤں کہ حافظ صاحب نے فرمایا کہ ادھر چلے آؤ۔ اتنے میں حافظ صاحب کمرہ اور برآمدہ کے درمیان بیچ والے دروازہ کے پاس پہونچ گئے وہاں تخت پر حافظ صاحب بیٹھے ہیں اور ان کے سامنے دروازہ میں مولوی محمد عاصم بیٹھے ہیں۔ دونوں کے بیچ میں قلمدان اور کاغذات رکھے ہیں جیسے حساب لکھا جا رہا ہے۔ میں وہیں پہونچا۔ حافظ صاحب نے اپنے قریب خالی جگہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہاں بیٹھو میں وہاں بیٹھ گیا۔ حافظ صاحب میری طرف رُخ کر کے بیٹھ گئے۔ اب دیکھتا ہوں تو حافظ صاحب کا چہرہ مولانا صاحب (حضرت شاہ تقی حیدر قلندر) کے چہرہ میں تبدیل ہو رہا ہے۔ یہاں تک کہ بالکل ویسا ہی ہو گیا۔ وہی لانبا چہرہ۔ وہی لانبی پتلی ڈاڑھی۔ مجھکو لطف آیا اور میں نے مسکراتے ہوئے مولوی محمد عاصم کو آنکھوں سے اشارہ کیا۔ انہوں نے بھی یہ تماشا دیکھا اور مسکرائے۔ اب میں نے اپنے بائیں طرف نگاہ کی تو دیکھا کہ حضرت مولانا صاحب بیٹھے ہیں اور اُن کا چہرہ حضرت حافظ صاحب (حضرت شاہ علی حیدر قلندر) کے چہرہ میں تبدیل ہو رہا ہے۔ ویسا ہی گول چہرہ۔ وہی گول بھری ہوئی ڈاڑھی (خط مورخہ ۱۲ر اگست سنہ ۱۹۴۲ء)

عزیزی محمد رضاء الدین[۵] احمد مرحوم خلف مولوی محمد ضیاء الدین حیدر کاکوروی کا بیان ہے

---

۵ محمد رضاء الدین احمد ابن مولوی ضیاء الدین حیدر عباسی کاکوروی کی ولادت ۱۳ر ماہ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۲۶ھ کو ہوئی۔ فارسی مجھ سے بھی پڑھی تھی علم ادب سے خاص ذوق تھا اور شعر گوئی میں خنجر تخلص کرتا تھا۔ اس کی مصنفہ چند نظمیں طبع ہو چکی ہیں اور اکثر رسالہ جات میں اس کے مضامین شائع ہوتے رہے۔ اس نے میری کتاب مصباح التعرف کا انگریزی زبان میں ترجمہ کرنا شروع کیا تھا۔ افسوس کہ اس کی عمر نے وفا نہ کی اور عرصہ تک علیل رہ کر بعمر اکتیس سال ۱۰ر رمضان المبارک سنہ ۱۳۵۵ھ کو داغ مفارقت دے گیا۔ سب سے پہلے اسی نے سنہ ۱۳۳۹ھ میں مجھ سے مرید ہونے کی درخواست کی تھی لیکن میں نے مرید نہیں کیا تھا اس کا تذکرہ ہونے پر حضرت سلطان المجذوبین رضہ نے بھی فرمایا تھا کہ اس کو کیوں نہیں (بقیہ صفحہ آئندہ پر ملاحظہ)

کہ ستمبر سنہ ۱۹۴۳ء میں ایک شب کو میں نے خواب میں دیکھا کہ جناب مولانا شاہ تقی حیدر صاحب ظلہ العالی نے حضرت صاحب قبلہ (حضرت مولانا شاہ حبیب حیدر قلندر) قدس سرہٗ کی شکل اختیار کی اور روضہ مبارک حضرت شاہ تراب علی قلندرؒ و روضہ مبارک حضرت حافظ شاہ انور علی قلندرؒ کے درمیانی راستہ پر پیدل تشریف لیے جا رہے ہیں اور آپ کی پشت پر جناب حضرت صاحب قبلہ کی صاحبزادی بہت صغر سنی کی حالت میں ہیں اور آپ مسکراتے ہوئے کمر جھکائے تشریف لیے جاتے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابق) مرید کر لیتے ہو۔ بالآخر سنہ اٹھارہ سال بعد وہ میرا ہی مرید ہوا۔ مولوی محمد ضیاء الدین حیدر صاحب بیان کرتے ہیں کہ "عشرۂ اولیٰ ماہ محرم الحرام سنہ ۱۳۵۰ھ میں اس نے یہ خواب بیان کیا کہ "میں نے دیکھا کہ تکیہ شریف کی مسجد میں لوگ صف در صف بیٹھے ہوئے ہیں اور صف اول میں میں بھی ہوں۔ یہ دیکھ کر کہ عالیجناب حضرت مولانا شاہ حبیب حیدر قلندرؒ محراب مسجد میں صفوں کی جانب رُخ کیے ہوئے تشریف فرما ہیں اور ان کے پاس ہی حضرت مولانا حافظ شاہ علی حیدر قلندر مدظلہ بیٹھے ہیں میں آداب بجا لانے کے لیے بڑھا تو جناب حضرت صاحب قبلہؒ نے فرمایا کہ ان کو (جناب حافظ صاحب مدظلہ) نذر دو۔ میری جیب میں پانچ روپے تھے وہ میں نے جناب ممدوح کی خدمت میں پیش کر دیے۔ اسی کے ساتھ ایک اور خواب بیان کیا جو اس سے قبل دیکھا تھا کہ میں ایک کوچہ میں چلا جا رہا ہوں کہ دفعتاً معلوم ہوا کہ آگے راستہ مسدود ہے۔ مجھکو پریشانی ہوئی کہ یکبارگی وہاں پر جناب حافظ صاحب قبلہ نمودار ہوئے اور مجھکو آگے جانے کا راستہ بتلا دیا۔ یہ دونوں خواب سن کر میں نے اس سے کہا کہ تمہاری ہدایت جناب حافظ صاحب قبلہ کے دست حق پرست پر ہے۔ پھر خانقاہ شریف کے سجادہ والے کمرہ میں حاضر ہو کر حضرت مولانا شاہ تقی حیدر قلندر و حضرت حافظ شاہ علی حیدر قلندر کے حضور میں جو یکجا تشریف فرما تھے میں نے کل واقعہ عرض کیا، تو حضرت مولانا صاحب قبلہ نے تعبیر پر اظہار پسندیدگی فرمایا اور حضرت حافظ صاحب قبلہ مسکرا کر خاموش رہے چنانچہ عاشورہ کے روز بعد مغرب وہ حضرت حافظ صاحب قبلہ کا مرید ہوا اور چند ماہ بعد اس عالم فانی سے رحلت کر گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وہی بیان کرتے ہیں کہ اس کی مفارقت سے کبیدہ خاطری لاحق تھی کہ اس کی وفات کے چند ہی ہفتہ بعد ایک روز شام کو جناب حافظ صاحب قبلہ مدظلہ العالی کی خدمت میں حاضر تھا اور شاید غنودگی سی تھی کہ دیکھا کہ نور چشم رضاء الدین عمدہ لباس پہنے اور نہایت تندرست اور ہشاش و بشاش میرے پاس آ کر بیٹھ گیا اور بار بار کہتا رہا کہ "ابا جان اب ہم اچھے ہیں"۔ میں نے یہ واقعہ جناب ممدوح کے حضور میں عرض کیا تو فرمایا کہ "اب وہ اچھی حالت میں تو ہے ہی یہ

منشی محمد قاسم صاحب الہ آبادی بیان کرتے ہیں کہ میں نے سترہ اٹھارہ اگست ۱۹۱۴ء کی درمیانی شب
میں خواب میں دیکھا کہ غالباً تکیہ شریفیہ کاظمیہ کا ایسا مکان ہے نیچے کے حصہ میں میں حاضر ہوں۔ وہاں
میں نے سنا کہ اگرچہ حضرت پیر و مرشد برحق مولانا شاہ تقی حیدر قلندرؒ کی وفات ہو چکی ہے مگر زندہ ہو کر
تشریف لایا کرتے ہیں۔ اس کو حضرت کی کرامت سمجھکر میں مسرور ہو رہا تھا۔ مکان کے نیچے کے حصہ میں
حضرت حافظ صاحب قبلہ مولانا شاہ علی حیدر قلندر مدظلہ اور راؤ حسن میاں اور محسن میاں (صاحبزادگان
حضرت پیر و مرشد برحق) موجود ہیں۔ مجھکو معلوم ہوا کہ بالاخانہ پر سے حضرت پیر و مرشد کی بی بی صاحبہ نے
مجھکو بلوا بھیجا۔ میں حاضر ہوا تو حضرت صاحب قبلہ کو موجود پایا مگر حضور کا قد اس قدر چھوٹا ہے جیسے
ایک شیر خوار بچہ کا ہوتا ہے۔ اشارہ پاکر میں نے حضور کو گود میں اُٹھالیا اور بار بار قدمبوس بھی ہوتا رہا۔
گود میں حضور نے میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ "آپ نے اتنا چھوٹا قطب نہ دیکھا ہوگا"۔ میں حضور کو گود
میں لئے اور کبھی کاندھے سے لگائے بالاخانہ کی کھلی چھت پر ٹہلتا رہا۔ چھت سے متصل ایک چھپر بہت ڈھالو
اور چکنا جیسے لکڑی کا ہو موجود تھا جو بوجہ بارش کے نم ہو رہا تھا۔ نہ معلوم کیسے حضور اس چھپر پر جا پہنچے اور
اس پر مثل ایک بچے کے لیٹے ہوئے ہیں مجھکو فکر ہوئی کہ حضور چھوٹے سے بچہ کے برابر تو ہو رہے ہیں اور چھپر
کے نیچے گہرائی پر میدان ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ نیچے گر جائیں۔ اسلئے میں چھپر پر چڑھ گیا کہ حضور تو بچہ کے برابر
ہیں خود اپنے پیروں چل نہیں سکتے میں ان کو اٹھا کر بالاخانہ کی چھت پر لے آؤں اور جب خود مجھکو چھپر
پر سے اُترنے میں ڈر معلوم ہوا تو اسی شیر خوار بچہ کے برابر حضور سے متوجہ ہوں کہ وہی بچائیں گے
غرضکہ بہ تمام گرا اور سنبھل کر چھپر پر سے اُترا اور حضور کو بالاخانہ کی چھت پر اُٹھا لایا اور گود میں لیکر
ٹہلنے لگا اور بہت خوش ہوں کہ اپنے پیر و مرشد کو اسقدر قریب پاتا ہوں کہ گود میں لئے ہوں۔

منشی محمد وہاج الدین صاحبؒ

منشی محمد وہاج الدین کاکوروی نواسۂ مولوی نقی یاور خاں متخلص بہ ہیبت خلیفۂ حضرت شاہ تراب علی قلندرؒ حضرت شاہ تقی علی قلندرؒ کے مرید تھے اور بظاہر دُنیادار (ڈپٹی کلکٹر) ہو کر بڑے باخدا شخص تھے ان کا میلان خاطر لڑکپن ہی سے تصوف اور خدا طلبی کی طرف تھا۔ حضرت والد ماجدؒ کے مخصوص مسترشدین میں تھے اور ان کی نظر توجہ نے ان کا مرتبہ ایسا بلند کر دیا تھا کہ حضرت والد ماجدؒ اپنے آخر زمانہ حیات میں ان کو آتا دیکھ کر ایک خاص لطف و انبساط سے فرمایا کرتے تھے کہ "خلیفہ آتا ہے"۔ مسائل تصوف پر ان کی تقریر ایسی دلپذیر ہوتی تھی کہ سامعین مدہوش اور مبہوط ہو جاتے تھے۔ ان کی تقریر کے متعلق حضرت والد ماجدؒ کا ارشاد تھا کہ "میری تحریر محمد قاسم (ان کے خالہ زاد بھائی) اور تقریر وہاج الدین لے گئے"۔ ان کے مفصل حالات ان کے بھانجے مولوی محمد عالم قیصری نے ان کے ملفوظ عیون المعارف میں تحریر کئے ہیں۔ اس کے صفحہ ۱۴ میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ "حضرت خداوند نعمت مرشدنا مولانا حافظ شاہ علی انور قلندرؒ کے وصال کے کچھ عرصہ بعد جب آپ جالون میں بعہدۂ ڈپٹی کلکٹری مامور تھے وہیں واقعہ میں دیکھا کہ حضور ممدوح الشان تشریف لائے اور آپ کا سر خوب دبایا اور فرماتے جاتے تھے کہ سر میں ابھی کسر باقی ہے آپ بیدار ہوئے تو لرزہ و بخار ہو آیا اور اس کے ساتھ ہی دفعتاً نزلہ کا انسیاب شدید ہوا جس کا اثر قوت سامعہ پر بہت زیادہ پڑا۔ مجبوراً رخصت لے کر وطن آئے۔ یہاں علاج کا سلسلہ بڑھا۔ اطبا و ڈاکٹر علاج سے عاجز ہو گئے۔ ورم جگر پیدا ہو گیا۔ غذا بالکل ترک ہو گئی نشست و برخاست میں مشکل ہو گئی۔ چند ماہ اسی حالت میں گذرے۔ مرض و ضعف بڑھتا ہی جاتا تھا۔ نزلہ بے انتہا دماغ سے

گر گیا۔ فرماتے تھے کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ دماغ بالکل خالی ہو گیا ہے۔ وہ کسر جو سر میں حضرت نے فرمائی تھی
نہ رہی تو اپنے بھائی منشی محمد تاج الدین صاحب کی پریشانی دیکھ کر آپ نے ارادہ کر لیا کہ میں خود اپنی ہمت
سے اس مرض کو دفع کر کے تندرست ہو جاؤں۔ چنانچہ اسی وقت سے دوا وغیرہ ترک کر دی اور کوئی
وقیقہ بہ اسباب ظاہر بد پرہیزی اور بے احتیاطی کا اٹھا نہیں رکھا اور محض اپنی ہمت مستقل قائم کی۔
دوسرے روز حکیم صاحب نے نبض دیکھ کر تعجب کیا کہ ورم جگر نصف رہ گیا۔ یہ کسی دوا کے اثر سے
ایک روز میں اس قدر کم نہیں ہو سکتا تھا۔ زائل شدہ قوت اس قدر عود کر آئی کہ اسی وقت آیہ کریمہ
یفعل اللہ مایشاء ویحکم مایرید پڑھکر اُٹھے۔ چھڑی ہاتھ میں لی اور پیادہ پا مکان سے چل کر تکیہ شریف
پر حاضر ہوئے۔ جاڑوں کا موسم، کان بالکل کھلے اور سر پر دوپلی ٹوپی تھی۔ سرد ہوا خوب سر میں لگ رہی
تھی۔ جس وقت آپ تکیہ شریف پر پہونچے تو حضرت خداوندنعمت مولانا شاہ حبیب حیدر قلندرؒ حسب معمول
اُس وقت بالاخانہ پر تشریف فرما تھے۔ میں نے بخیال آپ کے ضعف کے حضرت کے حضور میں حاضر ہو کر
آپ کی حاضری کی اطلاع کی تاکہ آپ کو زینہ پر چڑھنا نہ پڑے۔ حضرت نے فرمایا "ان کو نیچے ہی کمرہ میں بٹھلاؤ
اور کہو کہ میں ابھی آتا ہوں"۔ میں نیچے حکم لے کر نہ آ پایا تھا کہ آپ خود بالاخانہ پر پہونچ گئے اور حاضر
ہو کر سب قصہ عرض کیا اور کہا کہ اب میں نے خود اپنا علاج شروع کیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ آپ نے
بہت اچھا کیا۔ تب آپ نے عرض کیا کہ حضرت شاہ محمد کاظم قلندرؒ کے زمانہ کی فلاں کتاب جو حضور نے
مطالعہ کے لئے ایک بار مجھکو عطا فرمائی تھی نکلوائی جائے۔ چنانچہ وہ کتاب آئی۔ آپ نے اس کے اوراق اُلٹکر
ایک جگہ پر اُنگلی رکھی اور کہا "میں اپنے سلوک میں اس وقت اس بات کو چاہتا ہوں۔ اس کی کنجی کہاں ہے
(وہ بیان صفت ارادہ کے شہود کا تھا) حضرت نے ارشاد فرمایا کہ احادیث میں تلاش کیجئے وہیں ملیگی۔ آپ نے

تھوڑی دیر غور کیا۔ پھر حضرت صاحب کے قریب آئے اور عرض کیا کہ یہ مجھکو عطا فرمائیے۔ حضرت صاحب نے
کچھ دیر سکوت کے بعد ارشاد فرمایا "اچھا" آپ نے عرض کیا "اچھا نہیں۔ یہ فرمائیے کہ ہمنے تمکو دیا" حضرت
صاحب نے ذرا توقف کے بعد پھر فرمایا "اچھا دیدینگے" آپنے عرض کیا "دینگے نہیں۔ یہ فرمائیے کہ دیا۔
میں یہاں سے ابغیر اس شہود کو حاصل کیے ہوئے نہیں اُٹھونگا" بالآخر حضرت صاحب نے ارشاد فرمایا
"یہ مقام آپ کو ہمنے دیا" تب آپ سلام کرکے اُٹھے اور مکان واپس آئے"

نواب محمد عبدالکریم خاں صاحب نے ان کے متعلق دو واقعے بیان کیے جو درج کیے جاتے ہیں:۔

(۱) منشی وہاج الدین صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ میں حضرت (حضرت سلطان المحبوبین)
کی خدمت میں حاضر تھا میں نے دیکھا کہ حضرت کے قلب کے اندر جناب حافظ صاحب (حضرت مولانا
شاہ علی انور قلندر رح) انگلی کے برابر معہ تمام جسم کے لیٹے ہیں۔

(۲) ایک مرتبہ اپنی کوٹھی میں منشی وہاج الدین صاحب تخت پر لیٹے تھے اور میں پاس بیٹھا
تھا۔ دو مرتبہ میں نے ان کو پکارا مگر وہ نہ بولے میں نے چلا کر کہا کہ میں دو مرتبہ آپ کو پکار چکا ہوں
آپ بولتے کیوں نہیں۔ اس پر انہوں نے کہا "تم ہو کہاں جو تم سے بولیں۔ تمہارا کہیں وجود بھی ہے"
تب میں نے اُن سے پوچھا کہ "آپ حضرت صاحب سے فیضیاب ہیں اور ان ہی سے آپ نے پایا ہے
ان کی حالت ہم کبھی ایسی نہیں پاتے کہ وہ کسی سے نہ بولیں۔ تمام دن وہ لوگوں کا کام کرتے ہیں ہمکو
اُن کی حالت بتلائیے" اس کا جواب انہوں نے دیا کہ "دریا اور تلیا (بھوٹا تالاب) کا کیا مقابلہ۔ ہم اپنی حالت میں
ہر وقت سرور میں رہتے ہیں۔ ہمارا آنکھ کھولنے کو جی نہیں چاہتا اور حضرت صاحب عالم بناتے ہیں ایک
سکنڈ اس عالم میں ہوتے ہیں اور دوسرے سکنڈ اُس عالم میں ہر وقت انکی حالت یہی رہتی ہے"

ان واقعات سے واضح ہے کہ منشی صاحب حضرت سلطان المحبوبین سے ویسے ہی فیضیاب تھے جیسے حضرت والد ماجدؒ سے تھے اور اُن کی تکمیل آپ ہی کی نظر توجہ سے ہوئی۔ باوجود اس کے کہ حضرت سلطان المحبوبین ان کو چچا کہتے اور وہ عمر میں بھی حضرت والد ماجدؒ سے صرف دو سال چھوٹے تھے تاہم وہ آپ کی قدر و منزلت اور آپ کا ادب و احترام ویسا ہی کرتے جیسا مرشد برحق کا کیا جاتا ہے۔ آپ بھی ان کی بہت وقعت کرتے اور بہت تعریف فرماتے تھے۔ ان کے متعلق متفرق اوقات میں فرمایا ہے کہ "یہ آپ کے کمالِ ارشاد کا بہترین نمونہ ہیں" یا "یہ آجکل مقام صمدیت پر ہیں" یا "ان میں آجکل ایسا تفرد آیا ہے کہ سبحان اللہ"۔

آپ نے ان کے متعلق ایک یادداشت میں تحریر فرمایا ہے "عجیب باخدا شخص تھے اور نہایت عمدہ صفات کے علم و فقر و تصوّف میں نہایت ملکہ تھا۔ حضرت مرشدنا مولانا حافظ شاہ علی انور قلندرؒ کے مسترشدین خاص و خلفائے بااختصاص سے تھے اُن کی ایسی تقریر متعلق بہ مسائل تصوّف آج تک سننے میں نہیں آئی۔ اکثر منکرینِ علم تصوف نے ان کی تقریر سے ہدایت پائی۔ ایسی بااثر اور نفیس تقریر ہوتی کہ سبحان اللہ۔ ایک شخص بھی اِن کا ایسا جامع صفات و حالات و کمالات نہیں ملتا۔ غرضکہ ان کے اوصاف کہاں تک لکھے جائیں"۔

ان کی خلافت کے سلسلہ میں یہ واقعہ قابل ذکر ہے کہ مولوی محمد شفیع صاحب نے (جو تھوڑا عرصہ ہوا کلکٹری کے عہدہ سے پنشن یاب ہوے ہیں) جب ڈپٹی کلکٹر کے عہدہ پر مامور تھے اِن سے مرید ہونے کی درخواست کی تو انہوں نے فرمایا کہ "میں تم مرید کرتا نہیں۔ چلو تمکو حضرت صاحب کا مرید کرادوں"۔ چنانچہ کاکوری حاضر ہو کر کل واقعہ حضرت سلطان المحبوبین کی حضور میں عرض کیا اور

مولوی صاحب کو داخل سلسلہ کر لینے کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ "آپ خود کیوں نہیں مرید کر لیتے۔ حضرت والد ماجد سے آپ کو خلافت عطا ہو چکی ہے اور اب ہم بھی اجازت دیتے ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ آپ ہی ان کو مرید کر لیجئے کیونکہ دراصل ان کو عقیدت آپ سے ہے۔ آپ کے کہنے سے وہ مجھ سے بیعت کرنے پر آمادہ ہوئے ہیں۔ میں ایسی فرمائشی بیعت کو اچھا نہیں سمجھتا۔" کئی روز تک یہ گفتگو رہی۔ آخر میں آپ نے فرمایا کہ "اگر اب بھی آپ کو تامل ہے تو میں لباس پہنا کر مثال بھی لکھ دونگا۔" انہوں نے سلام کرتے ہوئے عرض کیا کہ "ویسی لمبی کلاہ والی ٹوپی" آپ نے فرمایا "جی ہاں" تو انہوں نے عرض کیا کہ "حضور مجھے حضرت (حضرت والد ماجدؒ) نے سب ہی کچھ عنایت فرمایا اور حضور نے جو کچھ عطا فرمایا اور بخشش کرتے ہیں وہ سب بسر و چشم قبول ہے لیکن۔ ع "بپیر سجادہ ترا دادہ زنا رمن"

ہمارا کام حضور کی خدمت کرنا ہے نہ کہ مشیخت کرنا۔ حضور کا کام عنایت فرمانا ہے۔ حضور ہمکو سب کچھ دیے جائیں مگر ہم سے اس کا عمل طلب نہ فرمائیں۔" چنانچہ انہوں نے مرید نہیں کیا۔ اور مولوی صاحب نے حضرت سلطان المحبوبین سے بیعت کی۔

یہ واقعہ ان کی قلندرانہ منش اور ادب و آداب کا ایک نمونہ ہے۔ اس سے بہت کچھ سبق حاصل کیا جاسکتا ہے۔

ان کا واقعہ وفات بھی ان کی باطنی حالت کے لحاظ سے قابل ذکر ہے جو کتاب مذکورۂ بالا (عیون المعارف) میں بالتفصیل درج ہو چکا ہے۔ بخوف طوالت مکرر بیان کرنا حذف کرتا ہوں۔ صرف اتنا لکھنے پر اکتفا کرتا ہوں کہ اپنے مرض الوصال میں انہوں نے اپنے پسندیدہ شعر۔

قطرۂ خونِ جگر سے کی تواضع عشق کی	سامنے مہمان کے جو تھا میسر رکھ دیا (داغ)

کو پیچ کر دکھایا اور خون تھوکتے ہوئے جاں بحق ہوئے۔ بعمر ساٹھ سال ۱۹ جمادی الاولی ۱۳۳۱ھ کو وفات پائی اور حضرت والد ماجدؒ کے روضہ کے مشرق جانب حریم کے اندر دفن ہوئے۔

بیش ازیں آشوب و خونریزی مجو	بیش ازیں از شمس تبریزی مجو

ان کے تصانیف الکبریت الاحمر اور الکھف والرقیم تصوف میں نادر اور قابل دید کتابیں ہیں۔ دونوں کتابیں زبان اردو میں ہیں اور طبع ہو چکی ہیں۔ اسی صوبہ بہار ملازمت کی اور عہدہ ڈپٹی کلکٹری پر عرصہ تک ممتاز رہے۔ افسوس کہ ان کی کوئی اولاد باقی نہیں رہی۔ آٹھ نو اولاد ہوئیں اور سب صغر سنی ہی میں فوت ہو گئیں۔

اپنے ذاتی اوصاف کی وجہ سے جہاں جہاں رہے حکام اور رعایا میں ہر دلعزیز اور نیکنام رہے اور صاحب دل اور صاحب باطن ہونے کی بدولت بکثرت لوگوں کے عقائد بنا دیے اور ان کو راہ راست پر لگا دیا۔

شاہ محمد یٰسین صاحبؒ

شاہ محمد یٰسین ابن شاہ راحت علی قلندر پوری (ضلع اعظمگڈھ) حسبًا و نسبًا حضرت شاہ فتح قلندرؒ کی اولاد میں تھے۔ ان کی ولادت ۲ اکتوبر ۱۸۶۰ء کو ہوئی۔ ابتدائی کتابیں وطن میں پڑھیں۔ پھر مولوی محمد فضل رب عرشی تاج پوری سے (جو ان کے خالہ زاد بھائی اور فارسی کے مشہور شاعر تھےؒ) کتب عربیہ متوسطات تک پڑھیں۔ ۱۸۸۲ء میں غازی پور کی عدالت دیوانی میں داخل ملازمت ہوئے اور اسی سال اعظم گڈھ تبدیل ہو کر آ گئے۔ پینتیس سال کی مدت ملازمت وہیں پوری کر کے ۱۹۱۸ء میں

پنشن یاب ہوئے اور تیئیس سال کی بقیہ عمر خانہ نشینی اور یاد الٰہی میں گذاری۔ زمانہ ملازمت کمال نیکنامی وسرخروئی میں گذرا۔

بچپن سے نماز روزہ کے سختی سے پابند تھے۔ آخر عمر میں بھی باوجود شیخ فانی ہو جانے کے سوائے آخری سال کے رمضان شریف کے روزے ترک نہیں ہوئے۔ اظہار امر حق اور امر بالمعروف میں کبھی کوتاہی یا تامل نہ کرتے۔ نہایت نیک سیرت حلیم الطبع اور منکسر مزاج تھے۔ سادہ مزاجی اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ بچہ بچہ اپنے کو ان سے زیادہ عقلمند سمجھتا تھا مگر در اصل یہ نہایت معاملہ فہم اور زیرک شخص تھے۔ ان کی خوش اخلاقی سے تمام ادنیٰ و اعلیٰ ان کے گرویدہ ہو جاتے۔ قصبہ بھر پر ان کا خاصہ اثر تھا اور بہت خاصی وجاہت رکھتے تھے۔ وقت پر لوگوں کی امداد کمال خلوص اور فراخدلی سے کرتے تھے غیبت سے بہت پرہیز کرتے تھے۔

منشی عبد الصمد قلندر پوری کے ہمراہ کاکوری حاضر ہوئے اور ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۲۹ھ یوم عرس حضرت عارف باللہ شاہ محمد کاظم قلندرؒ کو حضرت سلطان المحبوبین کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قلندریہ علیہ ملکیہ میں بیعت کی اور مجاز سلاسل سبعہ یعنی قلندریہ و قادریہ و چشتیہ و طیفوریہ و مداریہ و سہروردیہ و فردوسیہ ہوئے۔ بعد بیعت حضرت سلطان المحبوبین نے گیروی ٹوپی بھی ان کے زیب سر کی۔ اس عنایت اور کرم کی انہوں نے کماحقہ قدر کی اور اس سرفرازی کو اپنی عزت افزائی تسلیم کیا۔

ان کے بھائی حکیم مولوی محمد یوسف صاحب لکھتے ہیں کہ یہ بعض وظائف کے مرید ہونے کے پہلے سے پابند تھے۔ دعائے حزب البحر کی اجازت ان کے خسر حاجی شاہ احسان علی صاحب کی

تھی جس کے ورد کے پابند تھے۔ علیقاً ملیقاً کا حصار ان کو اپنے جدّ بزرگوار شاہ برکت علی (مرید حضرت غوث ملت شاہ تراب علی قلندرؒ) سے عطا ہوا تھا۔ بعض بزرگوں نے ان کو بعض اسما بھی خواب میں تعلیم کیے تھے۔ مرید ہونے کے بعد ان کے استغراق اور محویت میں بہت ترقی ہو گئی تھی اور ان کی دعا و تعویذ میں اس قدر اثر پیدا ہو گیا تھا کہ دور دور سے لوگ حاجتیں لے کر آتے اور بامراد جاتے تھے۔ ان کے دوسرے بھائی مولوی محمد شعیب صاحب لکھتے ہیں۔

ان میں قوت ایمانی بہت بڑھی ہوئی تھی۔ جس سال حج کرنے کا ارادہ کیا تھا ان کے ایک پھوڑا نکلا اور سخت بخار میں مبتلا رہے۔ بہت کمزور ہو گئے۔ اکثر اعزا نے سفر حج ملتوی کرنے پر اصرار کیا مگر یہ رضامند نہ ہوئے تو اس کی فکر اور تلاش ہوئی کہ کوئی ہمراہی مل جائے مگر یہ بھی نہ ہو سکا تاہم وہ تن تنہا روانہ ہو گئے اور واپسی پر معلوم ہوا کہ بفضلہ تعالیٰ سفر میں ان کو کوئی تکلیف نہیں ہوئی سچ ہے ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ۔

عموماً ان کی صحت جسمانی اچھی رہتی تھی مگر فریضہ حج سے واپسی پر ۱۳۵۶ھ میں ورم جگر ہو گیا جو بالآخر سوء القینہ ہوا اور اسی عارضہ میں ۲ر جمادی الاول ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۱ر جون ۱۹۳۹ء کو رات میں پچھلے پہر وفات پائی اور دوسرے روز سہ پہر کو اپنے حضرت جدّ امجدؒ کے روضۂ مقدسہ میں جانب جنوب و مغرب دفن ہوئے۔ عمر بحساب قمری سال اکیاسی برس کی ہوئی۔ ہوش و حواس اور سماعت و بصارت میں آخر وقت تک کوئی نقص نہیں آیا حتیٰ کہ دانت بھی بے عیب محفوظ و مامون رہے۔

بوقت غسل میت چہرہ پر مردنی کے کوئی آثار نہ تھے۔ قبر بھی نہایت فراخ اور درخشاں تھی آخر زمانۂ حیات میں یہ شعر اکثر پڑھا کرتے تھے ۵

احب الصالحین ولست منہم		لعل اللہ یرزقنی صلاحًا	

ان کی وفات کے بعد بعض لوگوں نے خواب میں ان کو سفید کپڑوں میں ملبوس دیکھا جو بھی
اُن کے ناجی ہونے کی دلیل ہے۔

مولوی وصی علی صاحبؒ علوی

مولوی حکیم وصی علی علوی کاکوروی خلعت اکبر مولوی حکیم حبیب علی صاحب علوی خلیفہ حضرت
جد امجد مولانا شاہ علی اکبر قلندرؒ ۲۶ ربیع الآخر ۱۲۸۷ھ روز شنبہ کو پیدا ہوئے۔ کل درسی کتابیں عربی
وفارسی وطب اپنے والد ماجد سے پڑھیں۔ عالم وفاضل وصاحب تصانیف ہوئے۔ عابد وزاہد و
تہجد گذار وذاکر وشاغل اور خوش اوقات بزرگ تھے۔ صغر سنی ہی میں حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندرؒ
کے مرید ہوئے تھے پھر بہت اصرار اور منت سماجت کرکے حضرت خداوند نعمت مولانا حافظ شاہ
علی انور قلندرؒ کے دست حق پرست پر تجدید بیعت کی۔ آنجناب سے تلمذ بھی تھا اور بہت عقیدت تھی
حضرت سلطان المحبوبین سے بھی بہت خلوص اور عقیدت رکھتے اور فیضیاب تھے۔ آپ بھی ان کا
بہت پاس ولحاظ اور ادب کرتے تھے۔

حضرت سلطان المحبوبین نے ۱۳۳۱ھ میں ان کو اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا اجازت نامہ
میں تحریر فرماتے ہیں: "وجدت ھذا المجاز صاحب الصلاح والتقوی عالمًا کاملًا بالشریعۃ العلیا
والطریقۃ الاذکی فاجیزہ کما اجازنی شیخی ومرشدی ومن الیہ فی جملۃ العلوم
استنادی مولانا الحافظ علی انور قلندرؒ فی طریقۃ البیعۃ والارشاد المعمولۃ لمشائخنا العظام

کثیر التقصیر بندہ درگاہ قلندران عظام حبیب حیدر نام کہ انچہ مرا از حضرت خداوند نعمت مرشدی و مولائی و من علیہ بعد اللہ و رسولہ اعتمادی وظیفۃ نومی و یقظتی حافظ شاہ علی انور قلندر و حضرت ایشانرا از حضرت شاہ علی اکبر قلندر و حضرت ایشانرا از حضرت شاہ حیدر علی قلندر و حضرت ایشانرا از حضرت شاہ تراب علی قلندر و حضرت ایشانرا از حضرت شاہ محمد کاظم قلندر و حضرت ایشانرا از حضرت شاہ باسط علی قلندر و حضرت ایشانرا از حضرت شاہ الہدیہ احمد قلندر و حضرت ایشانرا از حضرت شاہ فتح قلندر و حضرت ایشانرا از حضرت شاہ مجتبیٰ المعروف بہ شاہ مجا قلندر و حضرت ایشانرا از حضرت شاہ عبدالقدوس قلندر و حضرت ایشانرا از حضرت شاہ عبدالسلام قلندر و حضرت ایشانرا از حضرت شاہ محمد قطب قلندر و حضرت ایشانرا از حضرت شاہ قطب الدین بینا دل قلندر و حضرت ایشانرا از حضرت شاہ نجم الدین غوث الدہر قلندر و حضرت ایشانرا از حضرت سید خضر رومی قلندر و حضرت ایشانرا از حضرت شیخ عبدالعزیز مکی المعروف بہ عبداللہ علمبردار قلندر و حضرت ایشانرا از حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ و حضرت ایشانرا از حضرت رسالت پناہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت اجرائے سلسلۂ عالیہ قلندریہ علویہ تکیہ رسیدہ آنرا بہ شاہ صاحب مجمع محامد بیکراں اسیر اللہ شاہ عرف اسد اللہ شاہ صاحب حسب خواہش شان اجازت دادم باید کہ بر وقت خود از طالب راہ حق بشرط اہلیت و لیاقت وے بیعت گیرند کہ مجاز اند اللہم تعالیٰ از ذات ایشان سلسلہ عالیہ قلندریہ را رونق بخشد و عالمے را ہدایت فرماید و استقامت بر طریقۂ مرضیۂ حضرت بابرکات نور اللہ مراقدہم کرامت فرماید اُمید کہ من گنہگار را از دعائے حسن خاتمت و استقامت بر شریعت و سلامتی ایمان و حصول عرفان در خلوت و جلوت خویش فراموش نسازند و اٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا

ومولانا محمد وآلہ واصحابہ واولیاء امتہ اجمعین۔ فقط

تحریر تاریخ ۲۴ ربیع الثانی یوم الخمیس ۱۳۲۵ھ ہجری

انہوں نے خود اپنے حالات لکھکر بھیجے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کی ولادت یکم محرم الحرام ۱۲۷۵ھ کو ان کے نانہال موضع دوگا دلی ضلع اٹاوہ میں ہوئی اور حسب بشارت جناب شاہ امیر اللہ صاحب ان کا نام اُن ہی کے نام پر امیر اللہ رکھا گیا۔ فارسی اور عربی کے درسیات مختلف مقامات پر قیام کر کے مولوی الف خاں صاحب اور اپنے پھوپھی زاد بھائی مولوی عطا حسین صاحب اور مولوی عبدالواحد خاں صاحب اور مولوی عبدالسبحان صاحب اور مولوی ولایت علی صاحب صفی پوری اور مولانا عبدالصمد صاحب مودودی نزیل پھپھوند ضلع اٹاوہ سے ختم کیے اور حکیم مولوی حبیب علی صاحب علوی کاکوروی سے حدیث پڑھی اور اُن کے صاحبزادہ حکیم مولوی وصی علی صاحب خلیفہ حضرت سلطان المحبوبین سے طب پڑھی۔ جناب مولوی حبیب علی صاحب کی خدمت میں بہت خلوص و نیاز رہا۔

یہ صغر سنی میں اپنے چچا نجیب اللہ صاحب کی تربیت میں رہے۔ انہوں نے نمازہائے فرض کے علاوہ سنن مؤکدہ اشراق وچاشت وتہجد وغیرہ کا بھی عادی بنا دیا تھا۔ سات سال کی عمر بھی نہیں تھی کہ چچا صاحب موصوف کا انتقال ہوگیا۔ ان کی وظیفہ کی کتاب دیکھ کر انہوں نے لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین کا عمل پڑھا۔ اس کے اثر سے ان کے دل سے خود بخود اللہ اللہ نکلنے لگا۔

۱۲۸۴ھ یعنی نو برس کی عمر سے یہ جناب شاہ امیر اللہ صاحب کی خدمت میں صفی پور میں رہے اسی زمانہ میں ان کے بہت اصرار پر جناب شاہ صاحب نے ان کو مرید کر لیا اور نصیحت فرمائی کہ

گانا سننے اور ناچ دیکھنے سے باز رہنا۔ بعض لوگوں کے اعتراض پر جناب شاہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ "میری سجادہ نشینی میں یہ پہلا اتنا صغیر السن لڑکا مرید ہوا ہے۔ اس کے لیے اس پابندی کی خاص ضرورت ہے۔" پھر اُن سے اذکار و اشغال وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔

۱۳۱۲ھ میں جناب شاہ صاحب ممدوح نے خاندان قادریہ و چشتیہ و نقشبندیہ و سہروردیہ کی اجازت و خلافت عنایت فرمائی اور اسد اللہ شاہ نام رکھا۔ اسی کے ساتھ ہدایت فرمائی کہ "تمکو اجازت ہے کہ جناب مولانا فضل الرحمٰن صاحبؒ اور جناب حاجی وارث علی شاہ صاحبؒ اور جناب حافظ شاہ علی انور قلندرؒ صاحب کی خدمات میں حاضر ہونا کہ جو بڑے پایہ کے بزرگ ہیں اور اُن سے فیوض حاصل کرنا۔" یہ بھی فرمایا کہ "تم مولوی حبیب علی صاحب کے ذریعے کاکوری پہونچو گے اور وہاں حضرت حافظ شاہ علی انور قلندر صاحبؒ تمکو زبانی اجازت دینگے اور ان کے فرزند ارجمند جو مقبول نظر جملہ مشائخ قلندریہ و قادریہ ہیں اس کی تکمیل کرینگے۔"

حضرت حافظ شاہ علی انور قلندرؒ کی وفات کی خبر معلوم ہونے پر ان کو سخت صدمہ ہوا اور اسی غم میں روتے روتے سو گئے تو آپ کی زیارت ہوئی۔ آپنے ارشاد فرمایا کہ "اسد اللہ کیوں روتے ہو۔ حبیب حیدرؒ تو موجود ہیں۔" چنانچہ یہ حضرت سلطان المحبوبین کی خدمت فیضدرجت میں حاضر ہوئے اور ایسے فوائد حاصل کیے کہ اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔

ان کے والد کے پھوپھی زاد بھائی دیدار اللہ شاہ عرف دیدار حسین صاحب اور ان کے ماموں احسان اللہ شاہ عرف حسین علی صاحب نے بھی اپنی اپنی طرف سے ان کو اجازت و خلافت معہ شال عنایت فرمائیں۔

درس وتدریس اور یادالٰہی ان کا مشغلہ رہا۔ بہت عرصہ تک ریاست حیدرآباد دکن میں محکمہ تعلیمات میں ملازمت کرنے کے بعد پنشن یاب ہوئے۔ فی الحال وہیں قصبہ جیور ضلع آصف آباد میں قیام ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی یاد میں شاداں شاد رکھے۔

شاہ فضل علی صاحبؒ

شاہ فضل علی ابن شاہ غلام علی کاکوروی حضرت والد ماجدؒ کے مرید اور فقیر تھے۔ اُن سے ہی اذکار واشغال کی تعلیم پائی۔ مرشد برحق نے اپنا خرقہ عنایت فرماتے وقت ان کو ہدایت فرمائی تھی کہ "یہ مٹھی سوائے خدا کے کسی کے سامنے نہ کھلے" (یعنی دست سوال خلق اللہ کے سامنے دراز نہو) یہ مرتے دم تک بہت سختی سے اس حکم کے پابند رہے۔ ان کو طریق آزادیہ حضرت شاہ قلندر بخش صاحبؒ جبرآبادی سے ملا اور اخذ طریقہ کی اجازت بھی ملی۔ حضرت سلطان المحبوبین نے سلسلہ قادریہ قلندریہ مداریہ کی اجازت عطا فرمائی اور مندرجہ ذیل عبارت کا اجازت نامہ تحریر فرما کر مرحمت کیا۔

"میگوید بندہ احقر فقیر حبیب حیدر کہ آنچہ ایں فقیر را نعمت اجازت خلافت سلسلہ عالیہ قادریہ وقلندریہ ومداریہ از پیشگاہ خداوند نعمت ابی وسیدی مولانا حافظ شاہ علی انور قلندرؒ مرحمت شدہ آں را بہ برادر دینی وشفیق یقینی میاں فضل علی شاہ ابن غلام علی شاہ کہ از مریدین راسخین حضرت مرشدی ومولائی بودند دادم۔ باید کہ ہر کہ از ایشاں خواہش بیعت ودخول بسلسلہ فقرائے کاملین وعرفائے واصلین کند از وے دریں سلاسل بیعت گیرند وخرقہ وہند واہل را داخل ونااہل را خارج از طریق نمایند کہ مجاز وماذون اند بشرط چند وصیت۔

اوّل اینکہ حفظ صوم و صلوٰۃ جمعہ و جماعت و نماز چاشت و اشراق و تہجد و ادعیہ ماثورہ را حتی القدور
برخود لازم دانند و ہیچگاہ از یاد حق غافل نباشند۔ دوم۔ اینکہ بخدا پرستی و خوشنودی دلہائے فقرا
و مساکین و کسر نفسی و تحمل جفائے اخوان و اصحاب و خدام بقدر طاقت ہمت خود مصروف دارند
سوم۔ اینکہ از لوث قوت غضبی و ترشروئی و خشونت بیجا دامن دل خود را پاک دارند۔
چہارم۔ اینکہ صحبت صلحا و اتقیا و حق شناساں را غنیمت پندارند و از صحبت اغنیا و جہلا بپرہیزند مگر
بضرورت اسلامی و در امرے کہ نفع خلائق دراں متصور باشد سعی مؤثرہ بکار برند۔ پنجم اینکہ بدوستاں
و ہمنشیناں بتواضع و مدارات پیش آیند و بہ وعظ و نصائح ترغیب میکردہ باشند۔ ششم اینکہ در ہر امر
جزوی باشد یا کلی توکل برخدا کنند کہ ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ۔ اللہ تعالیٰ از ذات ایشاں
سلسلہ ہائے عالیہ را رونق و رواج تمام بخشد و از برکات عالیہ حضرات بہرہ یاب کند و توفیق خیر رفیق
گرداند۔ کتبہ خادم العلما والفقرا حبیب حیدر کاظمی۔ مورخہ ۲۹ ماہ ربیع الاول روز جمعہ ۱۳۳۹ھ

مذکورہ وصایا کی انہوں نے بہت خوب پابندی کی۔ اوراد و اشغال و وظائف اور خدمت
مرشد و مرشد زادگان اپنا شغلہ بنایا۔ اس کے صلہ میں آپ نے ان کو فقرائے آزاد کا سرگروہ بنا کر سرفراز
فرمایا یعنی یہاں عرس میں فقرائے آزاد جو مجتمع ہوتے ہیں اور جو اُن لوگوں کا چوک کہلاتا ہے
اُن کو ان کا متبع کیا۔ اس چوک کے لیے ایک خاص عمارت تعمیر کرائی اور اس کو قصر خاکساران آزاد
سے نامزد کیا۔

ان کے متعلق آپ نے ایک یادداشت میں تحریر فرمایا ہے "درویش حق آگاہ میاں فضل علی شاہ
کہ از مریدین معتبرین حضرت والدم قدس سرہ و در رفقائے فقیر حقیر بودند تقریباً سی و پنج سال بحاضری

آستانہ شریفیہ کاظمیہ بہرہ اندوز شدند۔"

صرف تین چار روز تپ سرسامی میں مبتلا رہ کر ۵ صفر روز شنبہ ۱۳۴۸ھ کو انتقال کیا۔ اسی روز اپنے مسکونہ مکان کے قریب محلہ ہمنانی گڈھی میں اپنے والد کے بائیں دفن ہوئے۔

باوجود اجازت و خلافت پانے کے انھوں نے اوًکسی کو اپنا مرید نہیں کیا بلکہ یہی کہتے رہے کہ جب حضرت سلطان المجوبین کا ایسا کامل موجود ہے تو مجھے اپنا مرید کرنا زیبا نہیں۔ البتہ اپنے فقیر بہت بڑی تعداد میں چھوڑے جن کو اصطلاح آزاد یہ میں بالکہ کہتے ہیں۔ اس میں بھی یہ التزام رکھا کہ جب کسی کو بالکہ بناتے تو اس کو بھی حضرت سلطان المجوبین ہی کا مرید کراتے تھے

ان کے بیٹے محمود علی شاہ نے حضرت سلطان المجوبین کے دست مبارک سے مرید ہونے کے بعد لباس آزادی پہنا۔

محمد علی حیدر غفرلہ

حضرت سلطان المجوبین روحی فداہ کے خلفا اور مسترشدین کے حالات داخل کتاب کرنے کے سلسلہ میں آپ کے دانشمندگان اور شیدائیان نے اصرار کیا کہ میں اپنا حال بھی لکھوں۔ بہت سوچتا رہا کہ اپنا حال کچھ ہو بھی تو لکھوں۔ پھر اگر دیکھا جائے تو جو کچھ برا بھلا میرا حال ہے وہ اسی کتاب مستطاب کے مطالعہ سے ناظرین کو معلوم ہو گیا ہو گا مگر بالآخر یہ خیال جما کہ جب آپ نے مجھکو پڑھانے لکھانے کے بعد اجازت و خلافت سے سرفرازی بخشی ہے تو خلفا میں اپنا نام نہ لکھنا ایک نوع کی ناشکری ہے لہذا

در ورقے کہ کردہ ام نام سگانت را رقم		زیر ترک نوشتہ ام از ہمہ نام خویش را	

میری ولادت یکم شعبان ۱۳۱۱ھ روز پنجشنبہ کو ہوئی۔ اُسوقت ہم بھائی بہنوں میں میری دو بہنیں جو سب میں بڑی تھیں جن کا تذکرہ حاشیہ صفحہ ۹ میں مذکور ہے اور دو بھائی یعنی حضرت سلطان المحبوبین اور جناب اخوی صاحب جن کے حال سے خلفا کی ابتدا کی گئی ہے موجود تھے۔ چونکہ میں سب میں چھوٹا تھا اس لیے خاندان بھر میں سب ہی مجھ پر شفقت کی نظر رکھتے تھے مگر حضرت والد ماجدؒ اور حضرت سلطان المحبوبینؒ کی جیسی شفقت اور عنایت اس ناچیز پر رہی اس کو دیکھنے والے خوب جانتے ہیں۔ واللہ علٰی ما نقول شہید۔

حضرت والد ماجدؒ کی وفات کے وقت میری عمر کا تیرھواں سال تھا اور جیسا مذکور ہو چکا ہے اُسوقت تک میں نے کلام اللہ شریف کے چند پارہ یاد کیے تھے اور فارسی پڑھنا شروع کیا تھا۔ اُس کے بعد حضرت خداوند نعمت سلطان المحبوبین روحی فداہ کی تعمیل ارشاد میں ہم دونوں نے تکیہ شریف پر ہی شبانہ روز قیام اختیار کیا۔ تعلیم ظاہری و باطنی اور تربیت آپ بذات خود ہی فرماتے تھے۔ میرے کلام اللہ شریف حفظ کرنے کا واقعہ درج کتاب ہو چکا ہے۔ علوم درسیہ فقہ و منطق و کلام و حدیث و تفسیر و تصوف سب آپ ہی نے مجھکو پڑھائے اور اس طرح پڑھائے کہ میرا ہی دل جانتا ہے اور مجھکو اس قابل بنا دیا کہ آج یہ کتاب علاوہ دیگر تصانیف کے جن کا تذکرہ آیندہ آئیگا ناظرین کے سامنے پیش ہے۔ درسیات معمولہ خاندانی کے علاوہ آپنے بالتخصیص حدیث و تصوف میں مجھکو چند کتابیں مثلاً سانت رس اور لوائح جامی اور ملہم الصواب بھی پڑھائیں اور تمام اذکار و اشغال وغیرہ بالاستیعاب تعلیم فرمائے۔ اذکار کی تعلیم محض زبانی نہیں ہوتی بلکہ آپ عملاً ذکر کر کے صحیح طریقہ سمجھاتے اور میرے ذکر کرنے کے دوران میں اکثر تشریف لاکر

ملاحظہ فرماتے کہ ارکان صحیح طور پر ادا ہوتے ہیں یا نہیں اور اگر ضرورت ہوتی تو اصلاح فرماتے۔

تکیہ شریف پر رہتے ہوئے غالبًا میرا دوسرا سال تھا کہ میں نے ایک شب کو خواب میں دیکھا کہ حضرت والد ماجدؒ تشریف لائے تو میں انکے لپٹ گیا اور عرض کیا کہ ہمکو مرید کر لیجئے۔ ارشاد فرمایا اچھا آؤ اور اسی وقت اس طرح پر مجھکو مرید کیا جس طرح بیعت صغیر ہوتی ہے۔ بعد اخذ بیعت فرمایا کہ اب جا کر حبیب کے ہاتھ پر تجدید بیعت کر لو۔ میں صبح سویرے ہی بالاخانہ پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا خواب بیان کر کے درخواست کی کہ اسی وقت تجدید بیعت کر لی جائے۔ آپ نے بکمال شفقت و مکرمت فرمایا کہ "تمہارا خواب ہم صحیح مانتے ہیں۔ تم جھوٹے نہیں ہو اور نہ یہ جھوٹ کہا ہے لیکن چونکہ متاخرین نے بوجہ جھوٹ کے بہت زیادہ شائع ہو جانے کے اویسی بیعت کو ناجائز قرار دیا ہے اگرچہ متقدمین کے نزدیک جائز تھا اور چونکہ تم ابھی درسیات پڑھ رہے ہو اسلیئے عجلت نہ کرو۔ ہم وقت مناسب پر تمکو ضرور مرید کرینگے"

اسی سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ میر عبدالواحد بلگرامی نے کتاب سبع سنابل میں صاف صاف لکھا ہے کہ "بیعت منعقد نہو گی جب تک کہ پیر زندہ کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دیا جائے" لہٰذا اس اویسی بیعت پر وثوق کامل نہ رکھنا۔ اس کے بعد میں وقتًا فوقتًا بیعت ظاہری کے لیے عرض کرتا رہا۔ بالآخر ۱۳۲۹ھ میں یوم وفات حضرت غوث ملت مرشد مرشدنا شاہ تراب علی قلندرؒ یعنی ۵ ماہ جمادی الاولیٰ روز جمعہ کو بعد نماز جمعہ آپ نے ہم دونوں بھائیوں کو سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں مرید کیا اور اسی وقت اجازت و خلافت عطا فرمائی اور ایک مختصر اجازت نامہ ہم دونوں بھائیوں کے نام کتاب ارمغان[1] ذات اللہ کے سرورق پر بایں عبارت تحریر فرمایا۔

---

[1] کتاب معارف ... [illegible] ... اور اسی طرح کے دیگر مسائل کا بیان ہے۔ اس کتاب کے متعلق ہدایت ہے کہ بصیغہ راز رہے

نقل اجازت نامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات وعلیٰ فضلہ وکرمہ المعول فی جمیع الحالات والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا ومولانا محمد اشرف البریات ومظہر المعجزات وعلیٰ آلہ واصحابہ الذین ہم مخازن الحسنات ومعادن البرکات امابعد میگوید بندہ احقر حبیب حیدر کہ ایں فقیر انتساب وارتباط ودر جمیع علوم ظاہری و باطنی از حضرت خداوند نعمت قدسی منزلت قطب الارشاد وفرد الافراد رئیس العارفین حجۃ الکاملین وصی حیدر الصفدر ابی وشیخی ومرشدی سیدی وسندی مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر نور اللہ ضریحہ الاطہر دارد واجازت جملہ امور فقر معہ رسائل معمولہ خاندانی ودیگر کتب تصوف نیز از خدمت ایشاں حاصل کردہ۔ ازاں جملہ یکے ایں رسالہ موسومہ بہ ارمغان آزادیہ نیز ہست پس بمقتضائے آیہ کریمہ ان تؤدوا الامانات الیٰ اھلھا اجازت جملہ رسائل خاندانی عموماً وایں رسالۂ شریفہ مذکورہ بالخصوص بہر دو برادران روح وروان من ناتوان عزیزان قلبی دھما مکان روحی من جسدی مولوی محمد تقی حیدر وحافظ علی حیدر سلمہما اللہ تعالیٰ الخالق القوی والقدس عن الشرور والخطر ولازال مغبوطاً بعنایاتہ الاوفر ورزقھما ما رزقہ لشیوخھما العظام الاشھر وابائھما الکرام الاکبر میدہم۔ باید کہ استقامت بر شریعت وطریقۂ مرضیہ آبائے کرام ومرشدان عالی مقام برخود لازم دانند وایں رسالۂ شریفہ را دستور العمل خود سازند ودر امور درویشی وآزادی ویرا سند گیرند وبر جملہ نصائح واعمال وادعیہ وامور فقر ایں رسالۂ شریفہ وہم دیگر کتب ورسائل معمولہ خاندانی حتی المقدور عامل مانند وبہر کسیکہ خواہند از فرزندان صوری ومعنوی اجازت دہند۔ لیکن

از نظر اغیار حسب الارشاد واجب الانقیا حضرت خداوند نعمت والد ماجد قدس سرہ ایں رسالہ را مستور دارند اللہ تعالیٰ توفیق خیر رفیق ایشاں گرداند و نور ظہور کاظمی بخشد و بہر وقت دریاو خود و شاد و ارشاد و داشتہ عالمے را از فیض ارشاد و ہدایت ایشاں فیضیاب گرداند آمین آمین آمین بحرمۃ النبی الامین والحمد للہ اولاً و آخراً والصلوٰۃ والسلام علےٰ سیدنا ومولانا محمد و آل و اصحابہ و اولیاء امتہ تسلیماً کثیراً کثیرا ۵

کتبہ الفقیر الحقیر حبیب حیدر العلوی الکاظمی عاملہ اللہ تعالیٰ بلطفہ الخفی والجلی فی اثنین و عشرین من شہر المفضل المعروف نبینا بالربیع الاول یوم الجمعۃ سنۃ الف وثلثمائۃ و تسعۃ و عشرین من الہجرۃ النبویۃ علیٰ صاحبہا افضل الصلوٰۃ واکمل التحیہ۔ ایں تحریر فقیر حقیر باتباع طریقۂ شریفہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی و مرشدنا و مرشد العالم مولانا شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہما و دیگر حضرات محققین معتبرین صوفیہ صافیہ کثرہم اللہ تعالیٰ فی البریہ واقع شدہ است فقط“

بعد ختم کتب درسیہ آپ نے اپنا گیروا دوپٹہ ہم دونوں بھائیوں کے سر پر باندھا اور خلافت سے سرفراز فرمایا ۵

کہ سایہ بر سرش انداخت چوں تو سلطانے	کلاہ گوشۂ احقر بآسماں برسید

اور علیٰحدہ علیٰحدہ اجازت نامے بزبان عربی تحریر فرما کر عطا فرمائے جن کا حوالہ صفحات ماسبق میں آ چکا ہے۔

آپ کی نظر توجہ کی بدولت اب سے بیس سال قبل سے متعدد اشخاص نے میرا مرید ہونے کی درخواست کی اور آپ نے مجھ سے ارشاد بھی فرمایا کہ جب تم مجاز ہو تو مرید کیوں نہیں کرتے

لیکن میں نے ادباً اس کو ناموزوں سمجھا اور کسی کو آپکے زمانۂ حیات میں مرید نہیں کیا۔

میں اپنے حق میں آپکے بعض ارشادات کو فال نیک سمجھتا ہوں مثلاً آپنے اخوی مکرمی مولوی سمی علی صاحب مرحوم سے فرمایا تھا کہ "اس کی (یعنی میری) طبیعت میری طبیعت سے میل کھاتی ہے"۔ اور اکثر فرماتے تھے کہ "یہ (یعنی میں) حضرت والد ماجدؒ سے بہت مشابہ ہے اسلئے مجھکو ان سے اور بھی زیادہ محبت ہے"۔ چنانچہ جو اجازہ مجھکو عطا فرمایا اس میں تحریر فرماتے ہیں "روح روح استادی و مذکر صورۃ شیخی اعز قلبی واحب فوادی النور الانور"

آپ ہی کی تشویق اور آپ ہی کے فیض سے مجھ میں اتنی استعداد پیدا ہوئی کہ تصنیف اور تالیف کی طرف توجہ ہوئی اور مندرجہ ذیل کتابیں میں نے آپ کے زمانۂ حیات میں لکھیں آپ بنفس نفیس مسودات ملاحظہ فرماکر مضامین اور عبارات پر اصلاح فرماتے اور میری ہمت افزائی فرماتے تھے۔

(۱) رسالہ در تشریح ابجد (غیر مطبوع)

(۲) حضرت والد ماجدؒ کے رسالہ الدر الملتقط فی شرح تحفۃ المرسلہ مصنفہ حضرت شیخ محب الدین فضل اللہ کا اردو ترجمہ کیا۔ اصل رسالہ معہ ترجمہ کے شائع ہوا۔ علم حقائق میں یہ بہت عمدہ رسالہ ہے۔

(۳) کتاب مراۃ الاعلام فی ماثر الکرام معروف بہ تذکرۂ مشاہیر کاکوری بزبان اردو اس کا نام ہی بتلاتا ہے کہ اس کتاب میں کیا ہے۔ یہ کتاب طبع ہوئی ہے۔

(۴) کتاب مصباح التعرف لارباب التصوف بزبان اردو۔ یہ گویا اصطلاحات تصوف

کی لغت ہے۔ یہ بھی چھپ گئی ہے۔

(۵) رسالہ تفریح الاحباب بزبان اُردو۔ اس میں حضرت شیر خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کی ولادت شریف کا بیان ہے یہ رسالہ بھی چھپ گیا ہے۔

(۶) کتاب السیرۃ العلویہ فی ذکر مآثر المرتضویہ بزبان اُردو۔ یہ کتاب چھ جلدوں میں لکھی ہے جن میں سے اوّل تین جلدیں طبع ہو چکی ہیں تفصیل یہ ہے۔

(الف) جلد اوّل موسومہ بہ احسن الانتخاب فی ذکر معیشۃ سیدنا ابی تراب۔ اس میں حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی مفصل سوانح عمری ہے۔

(ب) جلد دوم موسومہ بہ نفائس المنن فی فضائل ابی الحسن اس میں آنجناب علیہ السلام کے فضائل کا بیان ہے۔

(ج) جلد سوم موسومہ بہ مناقب المرتضیٰ من مواھب المصطفےٰ۔ اس میں آنجنابؑ کے مناقب کا بیان ہے۔

اس جلد کے چھپنے کے دوران میں حضرت سلطان المحبوبینؒ کا واقعہ ارتحال پیش آیا اور میرے ہوش وحواس اور ہاتھ پیر سب ہی معطل ہو گئے اور بقیہ تین جلدوں کے مسودات رکھے ہی رہ گئے۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے اور حضرت مشکلکشا علی مرتضیٰؑ سے التجا ہے کہ اپنے کرم اور توجہ سے مجھ میں اتنی قوت اور صلاحیت آجائے کہ ان مسودات پر نظر ثانی ہو جائے اور یہ بھی چھپ کر نذر ناظرین ہو جائیں۔ ان تین جلدوں کی تفصیل یہ ہے۔

(د) جلد چہارم المقصد الجلی فی مسند العلی۔ اس میں اُن تمام احادیث کو جمع کیا ہے

جو آنجناب سے مروی ہیں۔ ان احادیث کا اُردو ترجمہ کرنا بھی شروع کر دیا تھا۔

(۴) جلد پنجم میں آنجناب علیہ السلام کے خطبات اور ارشادات اور نصائح جمع کیے ہیں۔

(۵) جلد ششم میں آنجناب علیہ السلام کی ازواج مطہرات اور اولاد امجاد کی تفصیل بیان کی ہے

آپ کی مخصوص شفقت اور مکرمت میرے حال زار پر آپ کی حیات طیبہ کے زمانہ ہی میں مبذول نہیں رہی بلکہ آپ نے اپنی وفات کے بعد بھی اکثر لوگوں کو خواب میں اپنے کرم اور توجہ سے مطلع فرمایا۔ اس کو بجز موہبت اور کیا سمجھوں کیونکہ من آنم کہ من دانم۔ خود اپنا ایک اہم واقعہ خواب لکھتا ہوں جو یقینی میری اصلاح کے لیے واقع ہوا اور بیشک اس نے میری کایا پلٹ کر دی۔ واقعہ یہ ہے کہ آپ کی وفات کے سال ڈیڑھ سال بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت سلطان المحبوبینؒ کچے مکان کے صحن میں جو خانقاہ شریف سے ملحق ہے مولوی ضیاء الدین حیدر صاحب کے پاس تشریف فرما ہیں۔ مونڈھوں پر نشست ہے۔ آپ کا رُخ شمال جانب ہے اور آپ کے مشرق جانب مولوی صاحب موصوف بیٹھے ہیں کہ میں صدر دروازہ سے داخل ہوا۔ مجھے دیکھ کر آپ مسکرائے اور فرمایا آئیے۔ جب میں قریب پہونچا تو میرے دونوں ہاتھ اپنے ایک ہاتھ میں لے کر ہنسکر فرمایا "مارین تمکو۔ مارین تمکو" (جیسے چھوٹے بچوں سے شفقت اور مزاح میں کہا کرتے ہیں) اس کے بعد ہی میری آنکھ کھل گئی۔ اب تک اُس کی لذت اور سرور میرے قلب و دماغ میں موجود ہے۔ اسی کے بعد میں مرض فالج میں مبتلا ہوا اور ایک سال سے زائد بیمار رہا۔ اس سے مجھکو یہ فائدہ ہوا کہ میری طبیعت میں ایسا انقلاب ہوگیا اور آپ کی یاد دل میں ایسی جاگزین ہو گئی کہ اب نہ کسی چیز میں دلچسپی معلوم ہوتی ہے نہ کسی کام میں جی لگتا ہے بلکہ ہر شے عذاب اور بے حقیقت معلوم

ہوتی ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک ۵

دل پیش تست دولت من ایں قدر بس است	گر دورم از تو نقش توام در نظر بس است
الیک استنادی علیک اعتمادی	مرید توام نہ آنکہ جاں را مرادی
کہ صد خانماں را در آتش نہادی	عجب دلفروزی عجب خانہ سوزی
کہ جاں دادم از عشق و دادم نہ دادی	عجب کینہ جوئی عجب تند خوئی
کہ سلطان وادی و شاہ وادی	بہ داد تو نازم و داد تو ورزم
ز طےّ بیاباں و قطع بوادی	چو در کعبہ رویت نہ بینم چہ حاصل
زہے نا اُمیدی زہے نامرادی	جمال تو نا دیدہ جاں داد جامی

اسی سلسلہ میں یاد آیا کہ حضرت والد ماجدؒ کے بعض مریدین آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا خواب بیان کرتے کہ حضرت پیرو مرشد کی زیارت ہوئی اور انہوں نے لذیذ اور نفیس کھانے کی چیزیں عطا فرمائیں۔ ایک روز ایک صاحب سے جن سے گونہ بے تکلفی تھی ایسا خواب سننے پر آپ نے فرمایا کہ جب خواب دیکھتے ہو یہی دیکھتے ہو کہ حضرت پیرو مرشد نے مزہ مزہ کی چیزیں کھلائیں اور ایسا خواب کبھی نہیں دیکھتے کہ حضرت پیرو مرشد نے کوئی تھپڑ مارا۔ یہ سُن کر وہ صاحب حیرت سے منہ تکنے لگے تو آپ نے فرمایا کہ حضرت پیرو مرشد کا تھپڑ پڑے تو کچھ باطنی اصلاح ہو اور اچھی اچھی چیزیں کھلانے میں کہیں اصلاح ہوتی ہے کیونکہ یہ تو نفسانیت کی پرورش کا ذریعہ ہے۔ یہ واقعہ میرے سامنے ہی ہوا تھا لہذا مذکورۂ بالا خواب دیکھنے کے بعد یاد آیا اور سمجھ میں آیا کہ بوجہ شفقت محض میری اصلاح مدنظر تھی جو میں نے وہ خواب دیکھا۔ خدا کرے یہ معنی صحیح ہوں اور میری اصلاح ہو جائے

غرضکہ اس خواب کا یہ نتیجہ ہوا کہ جب مرض سے افاقہ ہوا اور دل و دماغ کا تعطل رفع ہوا تو یہ آرزو پیدا ہوئی کہ آپ کے حال میں کتاب لکھوں کیئے تو اس کو آپ کی کشش کا جاذبہ قرار دوں اور کیئے تو اس کو حضرت فاتح باب ولایت کی تنبیہ کہوں کہ السیرۃ العلویہ کا تکملہ کرنے سے پہلے اُن کا حال تو بیان ہو جائے جنہوں نے اس طرف رہنمائی فرمائی ہے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میری آرزو پوری ہوئی اور اس کتاب کا تکملہ ہو گیا۔

اندر آ در خانہ یارا ساعتے	تازہ کن ایں جان مارا ساعتے
ایں حریفاں را بخنداں لحظۂ	مجلس مارا بیارا ساعتے
تا بہ بیند آسماں در نیم شب	آفتاب آشکارا ساعتے
تا ز قونیہ بتابد نور عشق	تا سمرقند و بخارا ساعتے
روز کن شب را بیکدم ہمچو صبح	بیدرنگ و بے مدارا ساعتے
تا ز سینہ سر زند آں آفتاب	ہمچو آب از سنگ خارا ساعتے
تا ز دار الملک سر برہم زند	ملک نوشروان و دارا ساعتے
روئے خو و بنما بدیں شوریدگاں	شمس تبریزی خدارا ساعتے

آپ کے فاتحہ سیوم کے بعد ۲۰ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ کو میں نے بھی تبدیل لباس کیا اور ۲۱ ربیع الاول ۱۳۵۹ھ کو جناب اخوی صاحب کی وفات کے بعد سجادہ کاظمیہ پر بیٹھنا پڑا۔ میں اگرچہ اس کی اہلیت نہ پہلے رکھتا تھا نہ اب رکھتا ہوں لیکن چونکہ یہ بزرگوں کا سجادہ ہے اس لیے خیال ہوا کہ ممکن ہے کہ اس مصرعہ کا مصداق بن جاؤں ؎ بلبل ہمیں کہ قافیہ گل شود بس است

علاوہ بریں بڑی فکر یہ پڑی کہ نورِ چشمان سلمہما ابھی کم سن ہیں اور تعلیم پا رہے ہیں۔ ان کی پرورش و تعلیم و تربیت کرنے والا اور کوئی نہیں ہے۔ خدا کرے کہ مجھ ناکارہ کے ہاتھوں یہ ایسے ہو جائیں کہ حضرت سلطان المحبوبین کے قائم کردہ خاندانی اعزاز کو برقرار رکھیں اور فائز المرام ہوں۔ اگر یہ نہ کرتا تو کیا کرتا اور کہاں جاتا ؎

چو در میخانہ آئی ساغرے باید کشید اینجا	کہ نُقلِ بادہ باشد بہرِ قفلِ دل کلید اینجا
کسے دیوانہ باشد کز سر کوئش رود جائے	دل اینجا دوست اینجا مدعا اینجا اُمید اینجا

مسترشدین حضرت سلطان المحبوبین

باز گو از نجد و از یاران نجد	تا در و دیوار را آری بہ وجد

ان لوگوں کا کیا کہنا۔ درحقیقت مسترشدین حضرت سلطان المحبوبین حضرت مولانا روم کے اس ارشاد کے مصداق ہیں جو کتاب فیہ ما فیہ کے صفحہ ۱۲۶ میں بایں الفاظ درج ہے۔

"حکایت کرامات می فرمود گفت یکے از اینجا بروزے یا بلحظۂ بہ کعبہ رود چنداں عجب و کرامت نیست۔ باد سموم را نیز آں ہست کہ بیک لحظہ ہر جا کہ خواہد برود۔ کرامت آں باشد کہ ترا از حال دون بحال عالی آرد۔ از آنجا سفر کنی و از جہل بعقل و از جمادی بجیوۃ ہمچنانکہ اول خاکی بودی ترا بعالم نبات آورد و از عالم نبات سفر کردی بعالم علقہ و مضغہ آنگہ بعالم حیوانی و از آنجا بعالم انسانی سفر کردی۔ کرامات ایں باشد کہ حق تعالیٰ اینچنیں سفر را بر تو نزدیک گرداند دریں راہہا و منازل آمدی ہیچ در خاطر و وہم تو نبود کہ خواہی آمدن و از کدام راہ آمدی و چوں آمدی ترا

آورند و معین می بینی کہ آمدی ہمچنیں ترا باصد عالم دیگر گوناگوں خواہند بردن منکر مشو و اگر از آں اخبار کنند قبول کن" یعنی عارف کامل کی سب کرامتیں نظر انداز کر کے صرف یہ کرامت قابل قدر ولائق لحاظ ہے کہ وہ اپنے مسترشد کو نمونہ مہاجرین و انصار بنادے۔ حضرت سلطان المحبوبین کی نظر توجہ اور فیض صحبت سے آپ کے مسترشدین ایسے انسان بنے کہ ان کی مثال لی جائے اور ان کی روش اور طرز معاشرت نمونہ قرار دیا جائے۔ ان میں سے اکثر تو جام محبت سے لبریز ہو کر فائز المرام ہو گئے۔ جو رہ گئے ہیں وہ اپنے اوصاف و حالات میں نمونۂ اصحاب صفہ ہیں یہ شعر ان کا وظیفہ ہے ؎

ڈھونڈھتی ہیں تجھے او یار ستمگر آنکھیں
زندگی میری کیلئے دیتی ہیں دو بھر آنکھیں

اور حضرت شیخ سعدی کا مقولہ ان کی مشغولی ہے ؎

سعدیا دل را بیادش زندہ دار
ایں چنیں گنج است در ویرانہ

اللہ تعالیٰ ان باقیات الصالحات کو اپنی محبت میں شاد و بامراد اور اپنی یاد میں مست و سرشار رکھے ؎

غم عشاق تو آخر نہ شود
انزل اللہ علیہم برکات

خود جس حال میں ہوں اس کو کیا کہوں ؎

بہ کنج محنت واندوہ جامی جاں دہد آخر
چنیں کز درد ہجراں ہر زماں حالش بتر بینم

آپ کے مسترشدین کی تقسیم دو حصوں میں کی جا سکتی ہے۔ اول مسترشدین سابق یعنی وہ لوگ جن کے سلوک کی ابتدا حضرت والد ماجد کے وقت میں ہوئی مگر بالآخر آپ سے فیضیاب ہو کر فائز المرام ہوئے۔ دوم مسترشدین حال یعنی وہ لوگ جنہوں نے سلوک میں جو کچھ حاصل کیا تمام و کمال

آپ ہی ارکی کا فیض تھا۔

یہاں پر حضرت شیر خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا ارشاد درج کرنا باعث برکت ہے۔ جو زاذان سے مروی ہے کہ ایک دن ہم لوگ حضرت علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہ کے حضور میں حاضر تھے۔ سب نے عرض کیا کہ۔

حدثنا عن اصحابك يا امير المومنين قال عن اىّ اصحابي قالوا عن اصحاب النبيّ قال اصحاب النبي اصحابي فايهم تريدون۔

(ترجمہ) اے امیر المومنین آپ اپنے اصحاب کا حال بیان فرمائیے۔ آپ نے فرمایا میرے کون اصحاب سب نے عرض کیا کہ آنحضرتؐ کے اصحاب میں سے۔ آپ نے فرمایا کہ آنحضرتؐ کے کل اصحاب میرے اصحاب ہیں اُن میں سے جن کے متعلق دریافت کرنا چاہو دریافت کرو۔

یہ ارشاد مرقومہ بالا تقسیم سے مطابقت رکھتا ہے اسلیئے کہ آپکے مسترشدین میں زیادہ تعداد حضرت والد ماجدؒ کے مسترشدین و مریدین ہی کی ہے ؎

ترا اے نازنیں ہر سوز دلہا صد سپہ بادا	بہر جا بگذری صد جان باکت خاک رہ بادا
ہمی ترسم شود آزردہ آں تن ورنہ میگفتم	ترا ہر شب درونِ دیدۂ من جائگہ بادا
ز حکم عقل می بخشد فراغت عشق تو مارا	ہمیشہ عشق تو در کشور دل بادشہ بادا
طفیل دیگراں باشد کہ یابم لذت تیغت	ہمیشہ خوی تو خونریزی ہر بے گنہ بادا
کلہ کج کردہ میتازی سمند و خلق می گویند	خدا ہموارہ یارایں سوار کج کلہ بادا

دل جامی کہ شد بتخانہ از مہر بتے چوں تو
نہ در وے فکر مسجد نہ ہوائے خانقہ بادا

مسترشدین سابق
خان بہادر منشی محمد تاج الدین صاحب

منشی محمد تاج الدین (خان بہادر) برادر خورد منشی محمد وہاج الدین مسبوق الذکر حضرت شاہ تقی علی قلندرؒ کے مرید اور حضرت والد ماجدؒ کے تربیت یافتہ او رمسترشد خاص تھے۔ دُنیاوی وجاہت کے ساتھ کہ لکھنؤ میں جج عدالت خفیفہ رہکر پنشن یاب ہوے بہت باخدا اور خداترس شخص تھے اور ہمیشہ دل بیار و دست بکار رہ کر زندگی بسر کی۔

ان کے بھانجہ مولوی محمد عاصم قیس کاکوروی مقدمۂ جذبات جذب کے صفحہ ۲۰ میں خان بہادر صاحب کا بیان کردہ واقعہ لکھتے ہیں کہ "میں حضرت شاہ حبیب حیدر قلندر مدظلہ کو ہر وقت اپنے جملہ حرکات و سکنات کا ناظر اور اپنے ساتھ حاضر سمجھتا ہوں اور یہ محض بطور حسن ظن نہیں بلکہ منقولی و معقولی و عملی طریقوں سے آزما چکا ہوں۔ ورنہ میں ایسا کچا نہیں ہوں کہ باوجود دُنیا کا اتنا تجربہ ہونے کے اپنے دینی و دنیوی معاملات آنکھ بند کر کے کسی پر چھوڑ دیتا۔ آخر میں نے بھی دُنیا دیکھی ہے دھوپ میں بال سفید نہیں کئے"۔ چنانچہ کوئی کام بغیر پوچھے نہ کرتے اور اگر حضرت کوئی حکم ان کی رائے کے خلاف دیتے تو بھی اس کی تعمیل میں کبھی تامل نہ کرتے۔

فرماتے تھے "میں نے خواب میں حضرت پیر و مرشد مولانا شاہ تقی علی قلندرؒ کو دیکھا کہ حجرۂ روضۂ حضرت عارف باللہ میں چارپائی پر تشریف فرما ہیں اور اسی چارپائی پر پائیں میں حضرت شاہ حبیب حیدر قلندر تشریف رکھتے ہیں اور وہ بہت صغیر السن ہیں۔ ان کے سامنے ایک بڑی پرانی بوسیدہ کتاب کھلی رکھی ہے اور ان کو حضرت پیر و مرشد درس دے رہے ہیں۔" جب انہوں نے

یہ خواب حضرت والد ماجد سے بیان کیا تو ارشاد فرمایا کہ "حبیب کو تعلیم دیتے کیا دیکھا۔ ابھی تو ہم زندہ ہیں خیر۔ یہ ان کی عنایت ہے۔" آپ کو درس دینے کا یہ منشا تھا کہ ان کو کم سن نہ سمجھنا ہم ان کو سب کچھ پڑھائے دیتے ہیں۔ اس واقعہ کے بعد سے منشی صاحب فرماتے ہیں کہ "میں حضرت (سلطان المحبوبین) کے کمال کا پورا یقین رکھتا ہوں اور اُمید کرتا ہوں کہ ان کی عنایت سے اپنے مقصود پر ضرور فائز ہونگا" فرماتے تھے کہ "۱۳۲۵ھ میں جب میں کچہری میں سب جج تھا آپ (حضرت سلطان المحبوبین) نے مجھ سے خواب میں فرمایا تھا کہ تم قطب ولایت مقرر کیے گئے"۔ اور دیگر بزرگوں کے بشارات کی تصدیق آپ سے چاہا کرتے۔ بعد وفات حضرت والد ماجد جتنے منازل سلوک طے کرنے کو باقی تھے وہ سب آپ ہی کی نظر توجہ سے طے ہوے اور تکمیل نصیب ہوئی۔

جناب نواب محمد عبد الکریم خاں صاحب تعلقدار بیان کرتے ہیں کہ میں ایک وقت حاضر حضور تھا۔ منشی تاج الدین صاحب اُسی پلنگ پر پائیں میں بیٹھے تھے جس پر حضرت سلطان المحبوبین تشریف رکھتے تھے منشی صاحب نے اپنی باطنی کیفیت کے متعلق کچھ عرض کرتے ہوے آپکے قدم پکڑ لیے اور عرض کیا کہ "ہم پر ایسی عنایت کیجئے جیسی معراج[۵] پر ہے" اور اسی پر مصر ہوے۔ اُس وقت جواب میں جو آپنے ارشاد فرمایا مجھے بجنسہ یاد نہیں لیکن اتنا یاد ہے کہ فرمایا تھا "ہمنے جو ارادہ کرلیا ہے اُس سے ہٹیں گے نہیں"۔ اس کے دو ایک روز بعد لکھنؤ میں منشی صاحب سے دریافت کیا کہ اُس روز شام کو آپ کیا عرض کرتے تھے اور حضرت صاحب نے کیا فرمایا تھا۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ "جو میری خواہش تھی اُس کو تو نہیں مانا مگر یہ عنایت فرمائی کہ اُس وقت سے اس وقت تک مجھکو اپنی صورت ان کی صورت معلوم ہوتی ہے اور ہاتھ پیر بھی اُن کے ہی معلوم ہوتے ہیں"۔

---

[۵] مراد ان ہی کے بیٹے منشی معراج الدین خسرو ہیں۔ جن کا حال آیندہ صفحات میں آئیگا۔

شیخ عبدالکریم علوی کاکوروی بیان کرتے ہیں کہ خان بہادر صاحب کے زمانہ حیات میں ایک بار حضرت صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ ہم کو محفل سماع میں تاج الدین چچا کی طرف تمام محفل کی نصف توجّہ صرف کرنا پڑتی ہے کیونکہ جب اُن کو ذوق ہوتا ہے تو اُن کی روح کے پرواز کر جانے کا بہت اندیشہ پیدا ہو جاتا ہے۔

مذکورہ بالا واقعات سے ظاہر ہے کہ اُن کی نسبت حضرت سلطان المحبوبین کے ساتھ کس پایہ کی تھی۔ اُن کا کلام بھی اس بات کا شاہد ہے کہ وہ آپ سے علےٰ وجہ الکمال فیضیاب تھے۔ آخر زمانۂ حیات میں جو غزل آپ کی شان میں اُنھوں نے لکھی تھی وہ درج ذیل ہے۔ اس سے ناظرین ان کی ارادت اور حالت کا خوب اندازہ کر سکتے ہیں ؎

غریب ملجا حبیب حیدر امیر ماوی حبیب حیدر ۔۔۔ طبیب و لہا حبیب حیدر نصیب جانہا حبیب حیدر

حدیقۂ بوستان کاظم سلالۂ دودمان کاظم ۔۔۔ خجستہ شاہ جہان کاظم سریر آرا حبیب حیدر

جمال روی تقی وحیدر علی اکبر علی انور ۔۔۔ بمسند لامکاں قلندر تراب سیما حبیب حیدر

زسال و مہ نسبت ماہ دیدہ بہ شمسیت نفتاً رسیدہ ۔۔۔ شدہ زحق پیر برگزیدہ جوان عنا حبیب حیدر

شدہ است پیرو چو مصطفےٰ را رفیق رہ یافت مرتضیٰ را ۔۔۔ بکشت ناموس ما سوا را بہ تیشۂ لا حبیب حیدر

حسین و سجّاد و عبد قادر امام جعفر امام باقر ۔۔۔ بذات او جمع ایں جواہر چہ دُرِ یکتا حبیب حیدر

طریقت باسطی مجائی خودی ربائی خدا گرائی ۔۔۔ رواج ایں رسم کیمیائی دہ مسیحا حبیب حیدر

چہ آسمانی و چہ زمینی تو گر برآئی و گر براینی ۔۔۔ بچشم مشتاق چوں ببینی کنی تماشا حبیب حیدر

گزید فقر پیمبری را لگد بزد جاہ و سروری را ۔۔۔ کشید جام قلندری را نہان و پیدا حبیب حیدر

نصابِ حسن تو روز افزوں زکوٰۃ خواہ اے جذبِ محزوں ‏ ‏ ‏ کرم اے وارثِ شاہ بے سکوں کریم مولا حبیب حیدر

حضرت سلطان المحبوبین ان کو بھی چچا کہتے تھے اور ان کی بہت عزت کرتے تھے۔ انکے متعلق وقتاً فوقتاً فرمایا ہے کہ صدیقین میں تھے یا معاملت میں یہ ایک شخص فرد تھے اور ایک یادداشت میں تحریر فرمایا ہے کہ "ایسے محمود الصفات و مجمع الاوصاف لوگ کہاں پیدا ہوتے ہیں۔ عقیدت و خلوص و محبت میں تو وہ خود اپنے آپ ہی نظیر تھے"۔

۲۵ رجب روز چہارشنبہ ۱۳۲۳ھ کو بعمر ساٹھ سال دفعتاً انتقال کیا اور حضرت والد ماجدؒ کے روضہ کے مشرق جانب حریم کے اندر اپنے برادر معظم کے پہلو میں دفن ہوئے۔

ان کا دیوان جذباتِ جذب ان کی یادگار ہے۔

مولوی محمد وسیم الدین صاحب

مولوی محمد وسیم الدین علوی کاکوروی برادر خالہ زاد جناب منشی وہاج الدین مسبوق الذکر حضرت شاہ تقی علی قلندرؒ کے مرید اور حضرت والد ماجدؒ کے شاگرد رشید اور فیض یافتہ تھے۔ عربی اور فارسی میں بہت اچھی قابلیت رکھتے تھے۔ کتاب مستطاب روض الازہر کی تقریظ بزبان عربی بے نقط عبارت میں لکھی اور مثنوی مولانا روم کی شرح اُردو میں لکھ رہے تھے کہ وفات ہوگئی۔ شاعری کا مذاق بھی رکھتے تھے لیکن شعر گوئی بہت کم کرتے تھے۔ ان کی ایک مناجات "نظم احقر" کے نام سے طبع ہو چکی ہے یہ بڑے مجاہد، نفس کش، خوش اوقات، ذاکر و شاغل اور پیر پرست شخص تھے۔ حضرت والد ماجدؒ کے بہت مخلص خادم تھے۔ اُن کی حسن خدمت پر حضور ممدوح الشان فرمایا کرتے تھے کہ یہ حدیث شریف

ما نفعنی مال احد کما مال ابی بکر کے مصداق ہیں۔

مولوی محمد ضیاء الدین حیدر بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ وسیم الدین بھائی نے مجھ سے فرمایا کہ حضرت سے نہیں نے دُنیا کے متعلق کچھ طلب کی نہ دین کے متعلق مگر اُنہوں نے ازراہ کرم دین بھی عطا کیا اور دُنیا بھی۔

اُنہوں نے یہ بھی بیان کیا کہ ایک روز تکیہ شریف پر کمرہ میں منشی تاج الدین صاحب اور مولوی وسیم الدین صاحب بیٹھے تھے۔ منشی تاج الدین صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ اس پر تعجب کرتے ہو کہ باوجود سرکاری اور خانگی کاموں میں انہماک کے ہم کیونکر خدا کی یاد میں مصروف رہتے ہیں اور اس کے لئے وقت کہاں سے نکالتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم دین کو مقدم کرتے ہیں اور دُنیا بھی اسی کے طفیل میں ہو جاتی ہے۔ اتنا وہ کہنے پائے تھے کہ مولوی وسیم الدین صاحب نے آگے بڑھکر فرمایا کہ ضیاء الدین اس کو یوں سمجھو کہ جب تک اپنے گھر پر رہتے ہو دنیوی امور میں منہمک رہتے ہو ادھر تمکو حضرت کی خدمت میں حاضری کا خیال آیا کہ ناسوت سے نکل کر ملکوت میں آگئے اور علائق دنیوی سے ایک حد تک علیحدہ ہو گئے۔ جب گھر سے چلے اور راستہ طے کرنے کی جد و جہد کی تو یہی مجاہدہ ہو گیا۔ تکیہ شریف کے قریب ہو کر وہاں کے آثار نظر آنے لگے جس سے قلب میں لینت محسوس ہونے لگی یہی عالم جبروت ہو گیا جس میں علائق دنیوی اور بھی جاتے رہے۔ یہانتک کہ حضوری نصیب ہوئی بس یہی مقام لاہوت ہو گیا۔ اُن کے اس بیان پر اخوی منشی تاج الدین صاحب نے بہت محظوظ ہو کر فرمایا کہ وسیم الدین تمنے خوب پایا۔

اس واقعہ سے مولوی وسیم الدین صاحب کے مرقومہ بالا مقولہ کی تصدیق ہوتی ہے کہ بلا زبانی

طلب کے انہوں نے حضرت [illegible] جی بھر کر فیضیاب تھے۔ حضرت سلطان المحبوبین فرمایا کرتے تھے کہ معاملات باطن میں منشی تاج الدین صاحبؒ کی بعد ان ہی کا مرتبہ ہے۔

حضرت سلطان المحبوبین ان کو بھی چچا کہتے اور اپنے لڑکپن ہی سے ان سے بہت مانوس تھے ان کے ساتھ ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ فرماتے تھے کہ ان کی مملوکہ چیز کو ہم بغیر ان کی اجازت کے جس کو چاہیں دیدیں تو ان کو مسرت ہوتی ہے۔ فرماتے تھے کہ یہ کوہ تمکین ہیں اور جاذبات نسبت کے بار اٹھانے میں کوہ ہیں۔ ایک یادداشت میں تحریر فرمایا ہے کہ "یہ بہت قابل اور لائق شخص تھے صاحب اوصاف سنجیدہ و خصائل پسندیدہ اور با ذوق و شوق۔ ذاکر و شاغل تھے"

ایک مرتبہ حضرت سلطان المحبوبین نے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حاضرین سے فرمایا کہ انہوں نے لڑکپن میں ہمکو بہت کھلایا ہے۔ انہوں نے بفرط طلب فوراً عرض کیا کہ اب ہم بچے ہیں حضور ہمکو کھلائیں۔

۱۵ ماہ ذی الحجہ روز پنجشنبہ ۱۳۴۰ھ کو بعمر ۶۸ سال وفات پائی اور بیرون حریم روضۂ حضرت شاہ تراب علی قلندرؒ مشرق جانب اپنے والد ماجد کی قبر کے پاس دفن ہوئے۔ ریاست رامپور میں ملازمت کی اور عہدۂ صدر رجسٹراری اور مہتمم مطبع ریاست پر ممتاز رہے۔

مولوی محمد ہاشم صاحب

مولوی محمد ہاشم کاکوروی برادر خالہ زاد جناب منشی وہاج الدین مسبوق الذکر حضرت شاہ علی اکبر قلندرؒ کے مرید اور حضرت والد ماجدؒ کے شاگرد اور مسترشد تھے جن کا ارشاد تھا کہ "وہاج الدین

تاج الدین۔ وسیم الدین اور ہاشم اپنے ہیں۔ اگر بفرض محال ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں چلا گیا تو خدا کی قسم ایک بار ہم دوزخ میں پھاند پڑیں گے اور ان کو نکال لائینگے۔"

حضرت سلطان المحبوبین ان کو بھی چچا کہتے اور ان سے مانوس تھے۔ ان کے متعلق فرماتے تھے کہ مشاورت اور رازداری کے لیے یہ بہترین شخص ہیں۔ ان کا توکل قابل قدر ہے اور سلامت روی میں یہ فرد ہیں۔ ایک یادداشت میں ان کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ "یہ بہت قابل اور لائق اور بہت عمدہ صفات کے شخص تھے۔"

ان کے خلف رشید مولوی محمد عاصم قیس نے بیان کیا کہ جناب والد مغفور نے اپنے مرض وفات میں ایک روز حضرت سلطان المحبوبین سے عرض کیا کہ دنیا تو جیسی گذرنا تھی گزر چکی اور بحمداللہ اچھی گذری لیکن باطن کا معاملہ ابھی ٹھیک نہیں ہوا۔ آپ اُس کو درست کر دیجئے۔ حضور ہمکو چچا کہتے ہیں اور تعظیم بھی کرتے ہیں۔ اس تعظیم نے ہمکو کہیں کا نہ رکھا۔ ایسے شخص کو جیسے ہم محروم ہیں محروم نہ رہنا چاہیئے۔ غرضکہ اسی طرح کی باتیں عرض کرتے اور روتے جاتے تھے اور حضرت صاحبؒ متبسم نظر عنایت سے ان کی طرف متوجہ تھے۔ غرضکہ حضرت صاحب کے تشریف لے جانے کے بعد ہی سے یہ اپنی مشغولی میں مصروف ہو گئے۔ تقریباً دو ماہ بستر علالت پر رہے مگر یکسوئی اُسی طرح قائم رہی۔ وقت وفات بھی حضرت صاحب تشریف فرما تھے۔ اُن سے عرض کیا کہ بحمداللہ مجھے اولاد اور مال و متاع ہر چیز کی طرف سے استغنا ہے اور اس عالم کی بھی کوئی فکر نہیں کیونکہ حضرت شاہ علی انور قلندرؒ نے ایسا ہی اطمینان دلایا ہے۔

انہوں نے بعارضہ فالج ۲۲ شعبان ۱۳۴۰ھ روز جمعہ کو بعمر باسٹھ سال انتقال کیا اور اپنے

آبائی قبرستان میں دفن ہوئے۔ امتحان وکالت کی سند رکھتے تھے اور کچھ عرصہ تک قنوج میں وکالت کی بعدہ خانہ نشین رہے اور اپنی آبائی زمینداری پر بفراغت وخوشحالی بسر کی۔ بہت نیک طینت اور ہمدرد بزرگ تھے۔

منشی شکور احمد صاحب

منشی شکور احمد نسباً ملا سید عبدالسلام دیوی ضلع بارہ بنکی کی اولاد سے تھے نانہال امیٹھی ضلع لکھنؤ میں تھا۔ اس سلسلہ سے وہیں پرورش پائی بسلسلۂ ملازمت لکھنؤ میں زیادہ قیام رہا۔ آخر میں کاکوری میں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ ان کی والدہ حضرت شاہ علی اکبر قلندرؒ کی والدہ صاحبہ کی رشتہ دار تھیں۔ مگر اُنہوں نے کبھی اسکو فخریہ نہیں بیان کیا حضرت والد ماجدؒ کے مرید تھے اور راسخ الاعتقادی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے حضرت والد ماجدؒ ان کے متعلق فرماتے تھے کہ "حضرت سلطان نظام الدین اولیا کے وہ امیر خسرو تھے اور منشی جی ہمارے خسرو ہیں"

بہت راستباز۔ پابند اصول منکسر مزاج۔ شاہ خرچ اور سخی شخص تھے مولوی محمد ضیاالدین حیدر ان کا ایک مقولہ بیان کرتے ہیں کہ کہتے تھے کہ "عام طور پر لوگ مجھے مسرف سمجھتے ہیں لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ راہِ خدا میں خرچ کرنا اسراف نہیں ہے کیونکہ حق تعالٰے کا ارشاد ہے اقرضوا اللّٰہ قرضاً حسناً یعنی قرض دو تم اللہ کو قرض حسنہ اور دوسری جگہ فرماتا ہے وَفِی السَّمَاءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوعَدُونَ یعنی اور آسمان میں تمہارا رزق ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ تو جب ہم اہل دُنیا کے وعدہ پر اعتماد کر لیتے ہیں تو حق تعالٰے کا وعدہ بطریق اولیٰ قابل اعتماد و وثوق ہے۔"

حضرت سلطان المحبوبین نے اپنی متفرق یادداشتوں میں ان کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ "یہ حضرت والد ماجدؒ کے مرید خاص اور بہت بڑے مخلص ارادتمند ہیں۔ حضرت کی خاص طور پر توجہ وعنایت ان کے حال پر رہتی تھی۔ ان کو ایک خاص نسبت حُبّی حاصل ہے بتصوف میں بھی خاص شغف اور ذوق ہے مسائل تصوف جو کبھی کبھی بیان کرتے ہیں تو بہت عمدگی اور نفاست سے بیان کرتے ہیں۔ عجیب باصفات اور باخدا شخص ہیں"۔ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ "از مریدین خاص و فدائیان با اخلاص حضرت والد ماجد بودند و از شفقت فرمایان مخصوص فقیر حقیر"۔ ان کی وفات ہونے پر آپ نے فرمایا کہ "ایسا مخلص مرید نہ اس زمانہ میں دیکھنے میں آیا نہ اب ایسا سچا مرید کہیں ملیگا کہ بڑی بڑی مصیبتیں پڑیں مگر اپنی جگہ سے نہ ہٹے"۔

حضرت والد ماجدؒ کی وفات کے بعد چھبیس سال زندہ رہے اور خدمت اور خلوص اور طلب میں ویسے ہی پکے اور سچے بنے رہے جیسے ابتدا میں تھے۔ باطنی امور میں حضرت سلطان المحبوبینؒ سے ایسا کچھ حاصل کیا کہ اپنی تکمیل کرکے دُنیا سے رخصت ہوئے۔

چلتے چلاتے اپنی پیر پرستی کا یہ ثبوت دیا کہ اپنے پیر و مرشد برحقؒ کے وصال کی تاریخ ۲۰ محرم (۱۳۵۰ھ) کو انتقال کیا اور روضۂ انور کے پیش دروازہ کے باہر مشرق جانب دفن ہوئے (یعنی اُسی طرح پائیں میں رہے جس طرح حضرت امیر خسرو دہلوی نے کیا) تقریباً زائد از ستر سال عمر پائی۔ محکمہ کورٹ آف وارڈس میں اعلیٰ عہدوں پر ملازمت کرتے رہے۔

بابو اودھ بہاری لال صاحب

بابو اودھ بہاری لال نگم کایستھ اٹاوہ کے رہنے والے اور حضرت والد ماجدؒ کے مرید اور

نہایت مخلص خادم تھے بسلسلۂ ملازمت یہ اور منشی شکور احمد صاحب لکھیم پور میں دفتر کورٹ میں
متعین تھے لیکن آپس میں کچھ اتحاد و اتفاق نہیں تھا بلکہ وہ منشی جی کی کاکوری کی آمد و رفت پر
معترض تھے۔ ایک مدت کے بعد منشی جی کے ساتھ بابو جی بھی حضرت والد ماجدؒ کے حضور میں حاضر ہوئے
تو ایسے متاثر ہوئے کہ دونوں صاحب یک جان و دو قالب ہو گئے۔

ان کے سلوک کی ابتدا حضرت والد ماجدؒ کے وقت سے ہوئی۔ عبادت ظاہری میں بطریق اسلام
صرف روزۂ رمضان کے پابند تھے اور بطریق اہل ہنود کسی مخصوص عبادت کے عادی نہ تھے البتہ
کھانا پینا ہمیشہ اپنے قدیم طریقہ پر رکھا۔ ان کا سلوک بالکل تفکر رہا۔ ان کی راہ محبت کی راہ تھی ایک
سچے موحد کی طرح دل بیار دست بکار رہتے تھے۔ بہت صاحب ذوق تھے۔ کہتے تھے کہ میرا سلوک
ان کرنی قرار دیا گیا ہے جس کے متعلق فیضی نے بھاگوت گیتا کے ترجمہ میں لکھا ہے ؎

نہ ترک عمل کار ہر کس بود
نہ فضل خدا یار ہر کس بود

حضرت سلطان المحبوبین کی ایسی والہانہ طور پر خدمت کرتے کہ دیکھنے والوں کو غبطہ ہوتا تھا۔

جب جناب بھاوج صاحبہ مدظلہا کا علاج لکھنؤ میں ہوتا تھا تب منشی وہاج الدین صاحب نے حضرت
والد ماجدؒ کو خواب میں دیکھا کہ مسرت سے فرماتے ہیں کہ "دیکھتے ہو بابو جی کیسی مستعدی سے
خدمت کر رہے ہیں"

بعد درس علم تصوف خاندانی جب حضرت سلطان المحبوبین نے مجھے حضرت عارف باللہ
شاہ محمد کاظم قلندر کی ٹھمریاں جن کا نام نغمات الاسرار معروف بہ سانت رس ہے پڑھائیں
تو یہ میرے شریک درس رہے

آخر زمانہ حیات میں کئی سال تکیہ شریف ہی پر سکونت پذیر رہے اور یہیں وفات ہوئی
ان کی وفات کا واقعہ بھی خوب ہے۔ ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۴۰ھ کو لکھنؤ سے انکے دونوں بیٹے منشی
کرپا شنکر اور منشی لکشمی شنکر ان کے حقیقی بھتیجے ڈاکٹر نگم کو (جو لکھنؤ میڈیکل کالج میں متعین ہیں اور
اسی زمانہ میں ولایت سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے واپس آئے تھے) ساتھ لے کر ان کی ملاقات کو
آئے۔ ڈاکٹر صاحب نے ان کو دیکھ کر تشخیص کیا کہ ایسے تندرست ہیں جیسا اس عمر میں ہونا چاہیئے
ڈاکٹر صاحب کے جانے کے بعد ان کو اختلاجی کیفیت پیدا ہوئی۔ حضرت سلطان المحبوبین ان کے
پاس تشریف لائے تو انہوں نے عرض کیا "چل چلاؤ ہے۔ خبر لیجیئے" اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے
کرتے کے بٹن کھول کر سینہ پر رکھدیا تو آپنے دیکھا کہ بہت ٹھنڈا پسینہ جاری تھا۔ آپنے فرمایا
لیٹ جائیے" تو بابو جی لیٹ گئے اور پاس انفاس کرتے ہوے ہو پر سانس چھوڑ دی اور خاتمہ بالخیر ہوگیا۔

ان کے متعلق آپنے ایک یادداشت میں تحریر فرمایا ہے "منشی اودھ بہاری لال یکے از مخلصین
با اختصاص حضرت والدم بودند و از چند سال (بر تکیہ شریفہ کاظمیہ) اقامت داشتند و نہایت شفقت
فرمائے حال فقیر بودند و در عرصہ دو چار ساعت بعارضہ بند شدن حرکت قلب انتقال کردند"

انہوں نے اسی صوبہ میں محکمہ کورٹ میں ملازمت کی اور دیانتداری اور صفائی معاملت
میں نیکنام رہے۔ تقریباً ستر سال کی عمر پائی۔

حکیم عبدالرحیم خاں صاحب

حکیم عبدالرحیم خاں ابن ولی محمد خاں رامپوری حضرت والد ماجدؒ کے مرید اور نظر یافتہ تھے

اُن ہی نے ان کے سلوک کی ابتدا فرمائی اور اذکار و اشغال تعلیم کیے سلسلۂ قلندریہ میں بیعت تھی اور اذکار قلندریہ کا خصوصیت کے ساتھ ان کو ذوق تھا حضرت سلطان المحبوبین کے ساتھ میں بھی انہوں نے بعض اذکار کیئے تھے۔

ان کی حاضر باشی آپ کی صغر سنی میں شروع ہوئی تھی اس لیے آپ ان سے بہت مانوس اور بے تکلف تھے۔ آپ ان کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ "بڑا سچا خادم ہے اور ہمت اور جاں نثاری میں بھی یہ پٹھان ہے" آپ نے ایک یادداشت میں تحریر فرمایا ہے "محبی حکیم عبدالرحیم خاں صاحب رامپوری کہ از مریدان خاص و مخلصین با اخلاص حضرت خداوند نعمت مرشد برحق قدس سرہ بودند از رفقاء مخصوص فقیر حقیر بودند" ان ہی نے حضرت والد ماجدؒ کے زمانہ حیات میں آپ کو مولانا کہنا شروع کیا تھا اور بہت خلوص و نیاز سے پیش آتے تھے۔

یہ بڑے صادق القول، خالص العمل، مستقل مزاج اور دلیر شخص تھے۔ جو خدمت سپرد کی جاتی اس کو بہت تندہی اور جاں نثاری سے انجام دیتے تھے۔ حضرت والد ماجدؒ کا روضۂ انور تمام و کمال ان ہی کی نگرانی میں تعمیر ہوا۔ عرس شریف کے میلہ میں وسعت اور ترقی حضرت والد ماجدؒ کے زمانہ میں شروع ہوگئی تھی۔ انہوں نے میلہ کا انتظام اپنے ذمہ لیا تھا اور فی الواقع میلہ کی خوب ترتیب کی۔

ان کو من حیث السلوک جو چیز نوادر روزگار سے حاصل ہوگئی تھی وہ یہ تھی کہ مشغولی میں خطرات ان کو نہیں آتے تھے۔ ان کے سلوک کی تکمیل حضرت سلطان المحبوبین کی توجہ سے ہوئی۔ یہ منشی وہاج الدین صاحب سے بھی فیضیاب تھے۔ ان کا حال مولوی محمد عالم قیصری نے کتاب عیون المعارف میں بھی لکھا ہے۔

۴ر ماہ محرم ۱۳۴۴ھ روز شنبہ کو بوقت عشا مردانہ وار لا الٰہ اللہ کی ایک ضرب اپنے قلب پر لگائی اور جاں بحق ہوے۔ دوسرے روز حریم درگاہ حضرت والد ماجدؒ کے باہر مشرق جانب پڑیوا سپرد زمین ہوے۔

۶ عرصہ دراز تک ضلع لبستی میں مطب کرتے رہے۔ آخر عمر میں تکیہ شریف پر مستقل طور پر رہتے تھے اور آپ کی خدمت گذاری اپنا نصب العین بنا لیا تھا۔ تقریباً ساٹھ سال کی عمر پائی۔

مسترشدین حال
منشی معراج الدین صاحب

منشی معراج الدین خسرو المخاطب بہ نواب حسین نواز جنگ بہادر ابن خان بہادر منشی محمد تاج الدین مسبوق الذکر حضرت سلطان المحبوبین کے بچپن کے احباب میں تھے جیسی بے تکلفی عمر بھر ان سے رہی ویسی کسی دوسرے سے نہیں ہوئی۔ آپنے اکثر اپنی زبان مبارک سے فرمایا ہے کہ "معراج ہمارا دوست ہے"۔ ان کے ساتھ بے مثل خصوصیت یہ تھی کہ حضرت والد ماجد نے فرمایا تھا کہ "بیٹے معراج اور حبیب کی روح ایک کر دی ہے"۔ اس جملہ کو حضرت سلطان المحبوبین نے ان کے وفات کے بعد بھی آبدیدہ ہو کر فرمایا تھا اور بعض حاضرین کو اسی وقت اس خیال سے کہ روح میں مفارقت کہاں اندیشہ پیدا ہوا کہ خود بدولت کا اشارہ اپنی رحلت کی طرف ہے۔ بالآخر یہی واقع ہوا کہ ایک ماہ بھی نہیں گذرا تھا کہ آپنے بھی اس دار فانی سے سفر اختیار فرمایا اور دکھلا دیا کہ حق دوستی یوں ادا ہوتا ہے۔

حضرت سلطان المحبوبین سے بلحاظ دوستی و محبت اور خلوص و نیاز عجیب طرح کی معاملت تھی

کبھی کبھی انقباض باطنی کی شدت میں یا افکارِ دنیاوی کے ترددات میں اتنے ناراض ہوجاتے تھے
کہ ہفتے اور مہینے گذر جاتے تھے اور یہ نہ حضرت سلطان المحبوبین کی خدمت میں حاضر ہوتے نہ اتفاقیہ
سامنا ہونے پر بات چیت کرتے بلکہ بعض اوقات آپ کی طرف سے سخت اظہار ناراضگی کرتے اور
برا بھلا کہتے۔ ایسا اظہار چند ایسے ہی شخصوں کے سامنے ہوتا تھا جن سے یگانگت رکھتے تھے۔ مگر
پھر بھی یہ گوارا نہیں تھا کہ اُن کی خوشامد میں کوئی دوسرا کسی طرح کے نازیبا الفاظ آپ کی شان
میں کہے۔ اگر کوئی آپ سے ان کے غصہ اور خفگی کے الفاظ آکر بیان کرتا تو آپ ہنس دیتے اور فرماتے
کہ ان کی حالت کا اقتضا ہی یہ ہے۔ ہم ان کے کہنے کو بُرا نہیں مانتے۔

یہ حضرت والد ماجد کے محبوب مرید اور شاگرد تھے اور چند سبق آپ سے بھی پڑھے تھے۔ اُردو
اور فارسی کی بہت اچھی قابلیت رکھتے تھے اور بہت ذہین وطباع اور خوش مزاج و خوش مذاق
شخص تھے۔ شاعری کا شوق تھا اور جذبات کا اظہار اشعار میں اچھے پیرایہ میں کرتے تھے۔
بذلہ سنجی اور ظرافت بھی خاص جوہر تھے۔ ذہانت ونفاست وسخاوت وفیاضی بے مثل رکھتے تھے۔ زر و
پیسہ کی وقعت مطلقاً دل میں نہ تھی۔

مولوی محمد عالم قیصری نے اپنی کتاب عیون المعارف صفحہ ۳۹۲ میں لکھا ہے کہ "میں نے
جناب ڈپٹی صاحب قبلہ (منشی وہاج الدین صاحب) کے ہمراہ آپ کو بارہا طیرانِ انبساط کی حالت میں
بچشم خود عالم ارواح میں مشاہدہ کیا ہے۔ آپ نے اکثر معاملات ذوقی میں امداد فرمائی ہے۔ درحقیقت
جو خصوصیت آپ نے نسبت حبّی میں عملاً حاصل کی وہ اہل سلوک کے لیے قابل غبطہ ضرور ہے سلوک
میں بلا نسبت حبّی کے ہرگز راہ نہیں ہے۔ خود بیان کرتے تھے کہ چچا جان (منشی محمد وہاج الدین صاحب)

نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ "معراج جو نسبت عشقی تمکو حضرت کے یہاں سے ملی ہے یہ بہت بڑی دولت ہے اس کو بڑھاؤ اور بالکل دال روٹی کر دو یعنی اس قدر مزاولت کرو کہ ملکہ ہو جائے اور شب روز اسی دُھن میں رہا کرو۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور بالآخر اسی نسبت حبی کے ذریعہ سے تنزیہی طیران تک رسائی ہوئی"۔

سماع سے بہت ذوق تھا اور گانا سننے سے کبھی سیری نہیں ہوتی تھی۔ حبِ اہلبیت اطہار میں گونہ شغف تھا حضرت شہید کربلا علیہ السلام کی زیارت سے بچشم ظاہر مشرف ہوئے تھے۔ ان کی غزل حضرت والد ماجدؒ کے فاتحہ کی محفل میں گائی گئی۔ خود نہایت سکون اور اطمینان سے اُس وقت سُنتے رہے اور اگلے ہی ماہ صفر میں اس دُنیا سے رخصت ہو گئے اور ایسے گئے کہ کہنے کو جی چاہتا ہے ؎

سبک روحی یاروں کو دکھلاؤں میں — کہ بُو ہو کے غنچہ سے اُڑ جاؤں میں

غزل

کچھ جو شانِ نگہ لطف دکھائیں شبیرؑ — چاہیں جس خاک کو اکسیر بنائیں شبیرؑ

صبح خنداں کی طرح دِل مرا نورانی ہو — مسکراتے ہوئے گر سامنے آئیں شبیرؑ

بجلیاں کوندتی ہیں کیا میں کسی کو دیکھوں — آنکھ سے دل میں مرے اُبترآئیں شبیرؑ

نکلی جاتی ہیں اِن آنکھوں سے نگاہیں میری — آپ کے حسن کی لینے کو بلائیں شبیرؑ

موجزن دل میں ہے دریائے محبت اُن کا — آج کشتی کو مری پار لگائیں شبیرؑ

آپ کے در پہ جو آئے ہیں تو جانے کے نہیں — زندگی اپنی کہاں جا کے گنوائیں شبیرؑ

چشمِ رحمت سے نظر کر کے گنہگاروں پر — لیجئے آپ غریبوں کی دُعائیں شبیرؑ

ان ہی نے ان کے سلوک کی ابتدا فرمائی اور اذکار و اشغال تعلیم کیے سلسلۂ قلندریہ میں بیعت تھی اور اذکار قلندریہ کا خصوصیت کے ساتھ ان کو ذوق تھا حضرت سلطان المحبوبین کے ساتھ میں بھی انہوں نے بعض اذکار کیے تھے۔

ان کی حاضرباشی آپ کی صغر سنی میں شروع ہوئی تھی اس لیے آپ ان سے بہت مانوس اور بے تکلف تھے۔ آپ ان کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ "بڑا سچا خادم ہے اور ہمت اور جاں نثاری میں بھی یہ پٹھان ہے" آپ نے ایک یادداشت میں تحریر فرمایا ہے "محبی حکیم عبدالرحیم خاں صاحب رامپوری کہ از مریدان خاص و مخلصین با اخلاص حضرت خداوند نعمت مرشد برحق قدس سرہ بودند از رفقاء مخصوص فقیر حقیر بودند" ان ہی نے حضرت والد ماجدؒ کے زمانہ حیات میں آپ کو مولانا کہنا شروع کیا تھا اور بہت خلوص و نیاز سے پیش آتے تھے۔

یہ بڑے صادق القول، خالص العمل، مستقل مزاج اور دلیر شخص تھے۔ جو خدمت سپرد کی جاتی اس کو بہت تندہی اور جاں نثاری سے انجام دیتے تھے۔ حضرت والد ماجدؒ کا روضۂ انور تمام و کمال ان ہی کی نگرانی میں تعمیر ہوا۔ عرس شریف کے میلہ میں وسعت اور ترقی حضرت والد ماجدؒ کے زمانہ میں شروع ہو گئی تھی۔ انہوں نے میلہ کا انتظام اپنے ذمہ لے لیا تھا اور فی الواقع میلہ کی خوب ترتیب کی۔

ان کو من حیث السلوک جو چیز نوادر روزگار سے حاصل ہو گئی تھی وہ یہ تھی کہ مشغولی میں خطرات ان کو نہیں آتے تھے۔ ان کے سلوک کی تکمیل حضرت سلطان المحبوبین کی توجہ سے ہوئی۔ یہ منشی وہاج الدین صاحب سے بھی فیضیاب تھے۔ ان کا حال مولوی محمد عالم قیصری نے کتاب عیون المعارف میں بھی لکھا ہے۔

۴ر ماہ محرم ۱۳۴۲ھ روز شنبہ کو بوقت عشا مردانہ وار الا اللہ کی ایک ضرب اپنے قلب پر لگائی اور جاں بحق ہوئے۔ دوسرے روز حریم درگاہ حضرت والد ماجدؒ کے باہر مشرق جانب پردیوار سپرد زمین ہوئے۔

عرصہ دراز تک ضلع لبستی میں مطب کرتے رہے۔ آخر عمر میں تکیہ شریف پہ مستقل طور پر رہتے تھے اور آپ کی خدمت گذاری اپنا نصب العین بنالیا تھا۔ تقریباً ساٹھ سال کی عمر پائی۔

مسترشدین حال
منشی معراج الدین صاحب

منشی معراج الدین خسرو المخاطب بہ نواب حسین نواز جنگ بہادر ابن خان بہادر منشی محمد تاج الدین مسبوق الذکر حضرت سلطان المجوبین کے بچپن کے احباب میں تھے جیسی بے تکلفی عمر بھر ان سے رہی ویسی کسی دوسرے سے نہیں ہوئی۔ آپنے اکثر اپنی زبان مبارک سے فرمایا ہے کہ "معراج ہمارا دوست ہے"۔ ان کے ساتھ بے مثل خصوصیت یہ تھی کہ حضرت والد ماجد نے فرمایا تھا کہ "ہمنے معراج اور حبیب کی روح ایک کردی ہے"۔ اس جملہ کو حضرت سلطان المجوبین نے ان کے وفات کے بعد بھی آبدیدہ ہوکر فرمایا تھا اور بعض حاضرین کو اسی وقت اس خیال سے کہ روح میں مفارقت کہاں اندیشہ پیدا ہوا کہ خود بدولت کا اشارہ اپنی رحلت کی طرف ہے۔ بالآخر یہی واقع ہوا کہ ایک ماہ بھی نہیں گذرا تھا کہ آپنے بھی اس دار فانی سے سفر اختیار فرمایا اور دکھلا دیا کہ حق دوستی یوں ادا ہوتا ہے۔

حضرت سلطان المجوبین سے بلحاظ دوستی و محبت اور خلوص و نیاز عجیب طرح کی معاملت تھی

کبھی کبھی انقباض باطنی کی شدت میں یا افکار دنیاوی کے ترددات میں اتنے ناراض ہو جاتے تھے کہ ہفتے اور مہینے گذر جاتے تھے اور یہ نہ حضرت سلطان المحبوبین کی خدمت میں حاضر ہوتے نہ اتفاقیہ سامنا ہونے پر بات چیت کرتے بلکہ بعض اوقات آپ کی طرف سے سخت اظہار ناراضگی کرتے اور برا بھلا کہتے۔ ایسا اظہار چند ایسے ہی شخصوں کے سامنے ہوتا تھا جن سے یگانگت رکھتے تھے۔ مگر پھر بھی یہ گوارا نہیں تھا کہ اُن کی خوشامد میں کوئی دوسرا کسی طرح کے نازیبا الفاظ آپ کی شان میں کہے۔ اگر کوئی آپ سے ان کے غصہ اور خفگی کے الفاظ آکر بیان کرتا تو آپ ہنس دیتے اور فرماتے کہ ان کی حالت کا اقتضا ہی یہی ہے۔ ہم ان کے کہنے کو برا نہیں مانتے۔

یہ حضرت والد ماجد کے محبوب مرید اور شاگرد تھے اور چند سبق آپ سے بھی پڑھے تھے۔ اُردو اور فارسی کی بہت اچھی قابلیت رکھتے تھے اور بہت ذہین و طباع اور خوش مزاج و خوش مذاق شخص تھے۔ شاعری کا شوق تھا اور جذبات کا اظہار اشعار میں اچھے پیرایہ میں کرتے تھے۔ بذلہ سنجی اور ظرافت بھی خاص جوہر تھے۔ ذہانت و نفاست و سخاوت و فیاضی میں مثیل رکھتے تھے۔ زر و پیسہ کی وقعت مطلقاً دل میں نہ تھی۔

مولوی محمد عالم قیصری نے اپنی کتاب عیون المعارف ص۳۹۳ میں لکھا ہے کہ "میں نے جناب ڈپٹی صاحب قبلہ (منشی وہاج الدین صاحب) کے ہمراہ آپ کو بارہا طیران انبساط کی حالت میں بچشم خود عالم ارواح میں مشاہدہ کیا ہے۔ آپ نے اکثر معاملات ذوقی میں امداد فرمائی ہے۔ درحقیقت جو خصوصیت آپ نے نسبت جنی میں عملاً حاصل کی وہ اہل سلوک کے لیے قابل غبطہ ضرور ہے سلوک میں بلا نسبت جنی کے ہرگز راہ نہیں ہے۔ خود بیان کرتے تھے کہ چچا جان (منشی محمد وہاج الدین صاحبؒ)

نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ" معراج جو نسبت عشقی تمکو حضرت کے یہاں سے ملی ہے یہ بہت بڑی دولت ہے اس کو بڑھاؤ اور بالکل دال روٹی کر دو یعنی اس قدر مزاولت کرو کہ ملکہ ہو جائے اور شب روز اسی دُھن میں رہا کرو۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور بالآخر اسی نسبت حبی کے ذریعہ سے تنزیہی طیران تک رسائی ہوئی "۔

سماع سے بہت ذوق تھا اور گانا سننے سے کبھی سیری نہیں ہوتی تھی۔ حب اہلبیت اطہار میں گونہ شغف تھا حضرت شہید کربلا علیہ السلام کی زیارت سے بچشم ظاہر مشرف ہوئے تھے۔ ان کی غزل حضرت والد ماجدؒ کے فاتحہ کی محفل میں گائی گئی۔ خود نہایت سکون اور اطمینان سے اُس وقت سُنتے رہے اور اگلے ہی ماہ صفر میں اس دُنیا سے رخصت ہو گئے اور ایسے گئے کہ کہنے کو جی چاہتا ہے ؎

سبک روحی یاروں کو دکھلاؤں میں	کہ بُو ہو کے غنچہ سے اُڑ جاؤں میں

غزل

کچھ جو شانِ نگہ لطف دکھائیں شبیرؑ	چاہیں جس خاک کو اکسیر بنائیں شبیرؑ
صبح خنداں کی طرح دل مرا نورانی ہو	مسکراتے ہوئے گر سامنے آئیں شبیرؑ
بجلیاں کوندتی ہیں کیا میں کسی کو دیکھوں	آنکھ سے دل میں مرے اب اُتر آئیں شبیرؑ
نکلی جاتی ہیں ان آنکھوں سے نگاہیں میری	آپ کے حسن کی لینے کو بلائیں شبیرؑ
موجزن دل میں ہے دریائے محبت اُن کا	آج کشتی کو مری پار لگائیں شبیرؑ
آپ کے در پہ جو آئے ہیں تو جانے کے نہیں	زندگی اپنی کہاں جا کے گنوائیں شبیرؑ
چشم رحمت سے نظر کر کے گنہگاروں پر	لیجئے آپ غریبوں کی دعائیں شبیرؑ

دیکھ لیں مست نظر سے جو سرِ بزم مجھے — کر دیں مدہوش مرے ہوش اڑا دیں شبیرؑ
نازِ خسرو کو محبت پہ ہے قسمت پہ نہیں — روٹھا بیٹھا ہے اسے آکے منائیں شبیرؑ

مولوی محمد ضیاء الدین حیدر کا بیان ہے کہ ۱۹ صفر ۱۳۵۴ھ کو قبل دوپہر حضرت سلطان المحبوبین ان کے دفعتاً علیل ہوجانے کی خبر پاتے ہی ان کے مکان واقع محلہ ولی نگر تشریف لے گئے تو ان کو بیہوش پایا۔ اطباء نے دیکھ کر کہا کہ ان کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ آپ پر شدت سے گریہ طاری ہوا اور آپنے مجھ سے مخاطب ہو کر ان کی نعش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر ہم سے یہ کہے تو کیا بیجا ہے کہ ؎

ہمنے مانا کہ تغافل نہ کروگے لیکن — خاک ہوجائینگے ہم تمکو خبر ہونے تک

۱۹ صفر ۱۳۵۴ھ کو بعمر ۵۴ سال حرکت قلب بند ہو جانے سے دفعتاً انتقال کیا اور حضرت والد ماجدؒ کے روضہ منورہ کے پیش دروازہ کے باہر مشرق جانب منشی شکور احمد صاحب کے برابر دفن ہوئے ریاست حیدرآباد میں ملازمت کی اور عہدۂ اول تعلقداری (حاکم ضلع یا کلکٹر) سے پنشن یاب ہوئے کوئی اولاد نہیں چھوڑ گئے لیکن ان کا فارسی اور اردو کلام ان کی یادگار ہے جو ان کے ہمشیر زادہ عزیزی محمد حیدر حسن نشتر نے جمع کیا اور قابل اشاعت ہے۔ ان کے خلوص اور عقیدت کی تمثیل میں ان کی ایک غزل درج کی جاتی ہے ؎

اے باصل و نسل فخرِ خاندانِ بوترابؑ — قرۃ العین نبی روحِ روانِ بوترابؑ
جلوہ گر از روی تو فرِّ جمالِ مصطفےٰؐ — ہم ز سیمائے تو پیدا عز و شانِ بوترابؑ
گوہرِ درجِ صدفِ در قلزمِ سرِّ نبیؐ — اخترِ برجِ شرف بر آسمانِ بوترابؑ

از فروغِ وجہِ پاکت شہرۂ آفاق باد — ہمچو خورشید فلک نام و نشانِ بوتراب

سالہا شد تا بحسن تازگی و رنگ و بو — چوں تو نشگفتہ گلے در گلستانِ بوتراب

جنت الماویٰ چہ باشد عتبۂ پاک تو باد — قبلۂ حاجات ما چوں آستانِ بوتراب

سوئے خسرو یک نگاہ مرحمت شاہا فگن — اے حبیبِ حیدر جان و جہانِ بوتراب

دیگر

کیا جہیز ساتھ لائے ہیں کوئی حبیب سے — ہاتھ آ گئی ہے درد کی دولت نصیب سے

آئینہ پر نگاہ جو کی دل تڑپ گیا — کیا ہوا اگر وہ آنکھ ملائے رقیب سے

صورت بدل گئی ہے کہ پہچانتے نہیں — جھک جھک کے مجھکو دیکھتے ہیں قریب سے

دل لے رہا ہے ہجر میں لذت وصال کی — باتیں تمام شب ہیں خیال حبیب سے

ملنے میں اجتناب ہے کھنچنے میں اتحاد — بہتر ہے دور آپ کا رہنا قریب سے

جسنے دیا ہے درد دوا اُسکے ہاتھ ہے — یہ وہ مرض نہیں ہے شفا ہو طبیب سے

آتی نہیں کسی کی شکایت زبان پر — خسرو مگر گلہ ہے تو اپنے نصیب سے

فائدہ۔ انکی اہلیہ انکے عم معظم منشی حافظ سراج الدین صاحب کی بیٹی تھیں جو حضرت والد ماجد کے ہمعمر اور بے تکلف دوست تھے یہ بی بی حضرت والد ماجدؒ کی مریدہ اور حضرت سلطان المجذوبین کی مسترشدہ تھیں۔ آپنے مثنوی وغیرہ کی تعلیم پائی تھی حافظ قرآن مجید اور خوش اوقات اور فرشتہ صفت بی بی تھیں۔ اپنی دادی صاحبہ بی بی عابدہ بنت مولوی لقی یاور خاں صاحب کے ذوق و شوق و سلوک میں سے ورثہ پایا تھا۔ وہ حضرت شاہ تراب علی قلندرؒ کی مریدہ اور حضرت شاہ تقی علی قلندرؒ اور حضرت والد ماجدؒ کی مسترشدہ تھیں وہ ایسی برگزیدہ اور درویش نصیب تھیں کہ انکے عقد کے بعد جب فہرست سامان جہیز تیار ہوئی تو انکے پیر و مرشدؒ نے یہ جملہ فرمایا کہ حقا کہ الحمد و پیر ہم اندر جہیز۔ اس سے بڑھکر انکی مقبولیت کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے۔ انکی وفات ۱۹ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ یوم عرس حضرت سلطان المجذوبین کو ہوئی اور اپنے شوہر مرحوم کے پائیں حضرت والد ماجدؒ کی درگاہ کے پائیں دفن ہوئیں ۱۲

دیکھ لیں مست نظر سے جو سرِ بزم مجھے
کر دیں مدہوش مرے ہوش اُڑا دیں شبیرؑ

نازِ خسرو کو محبت پہ ہے قسمت پہ نہیں
روٹھا بیٹھا ہے اُسے آ کے منائیں شبیرؑ

مولوی محمد ضیاء الدین حیدر کا بیان ہے کہ ۱۹ صفر ۱۳۵۱ھ کو قبل دوپہر حضرت سلطان المحبوبین ان کے دفعتاً علیل ہو جانے کی خبر پاتے ہی ان کے مکان واقع محلہ دولی گمر تشریف لے گئے تو ان کو بیہوش پایا۔ اطباء نے دیکھ کر کہا کہ ان کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ آپ پر شدت سے گریہ طاری ہوا اور آپ نے مجھ سے مخاطب ہو کر ان کی نعش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر ہم سے یہ کہے تو کیا بیجا ہے کہ ؎

ہمنے مانا کہ تغافل نہ کروگے لیکن
خاک ہو جائینگے ہم تمکو خبر ہونے تک

۱۹ صفر ۱۳۵۴ھ کو بعمر چوّن سال حرکت قلب بند ہو جانے سے دفعتاً انتقال کیا اور حضرت والد ماجدؒ کے روضۂ منورہ کے پیش دروازہ کے باہر مشرق جانب منشی شکور احمد صاحب کے برابر دفن ہوئے ریاست حیدر آباد میں ملازمت کی اور عہدۂ اوّل تعلقداری (حاکم ضلع یا کلکٹر) سے پنشن یاب ہوئے کوئی اولاد نہیں چھوڑ گئے لیکن ان کا فارسی اور اُردو کلام ان کی یادگار ہے جو ان کے ہمشیر زادہ عزیزی محمد حیدر حسن نشتر نے جمع کیا اور قابل اشاعت ہے۔ ان کے خلوص اور عقیدت کی تمثیل میں ان کی ایک غزل درج کی جاتی ہے ؎

اے باصل و نسل فخرِ خاندانِ بوترابؑ
قرۃ العین نبی روحِ روانِ بوترابؑ

جلوہ گر از روی تو فرّ و جمالِ مصطفےؐ
ہم ز سیمائے تو پیدا عزّ و شانِ بوترابؑ

گوہرِ درجِ صدف در قلزمِ سرِّ نبیؐ
اختر برجِ شرف بر آسمانِ بوترابؑ

از فروغ وجہ پاکت شہرۂ آفاق باد — ہمچو خورشید فلک نام ونشان بوتراب

سالہا شد تا بحسن تازگی ورنگ وبو — چوں تو شگفتہ گلے ور گلستان بوتراب

جنت الماوی چہ باشد عتبۂ پاک تو باد — قبلۂ حاجات ما چوں آستان بوتراب

سوئے خسرو یک نگاہ مرحمت شاہا فگن — اے حبیب حیدر رجان وجہان بوتراب

دیگر

کیا چیز ساتھ لائے ہیں کوئی حبیب سے — ہاتھ آگئی ہے درد کی دولت نصیب سے

آئینہ پر نگاہ جو کی دل تڑپ گیا — کیا ہو اگر وہ آنکھ ملائے رقیب سے

صورت بدل گئی ہے کہ پہچانتے نہیں — جھک جھک کے مجھکو دیکھ رہے ہیں قریب سے

دل لے رہا ہے ہجر میں لذت وصال کی — باتیں تمام شب ہیں خیال حبیب سے

ملنے میں اجتناب ہے کھنچنے میں اتحاد — بہتر ہے دور آپ کا رہنا قریب سے

جسنے دیا ہے درد دوا اُسکے ہاتھ ہے — یہ وہ مرض نہیں ہے شفا ہو طبیب سے

آتی نہیں کسی کی شکایت زبان پر — خسرو مگر گلہ ہے تو اپنے نصیب سے

فائدہ - انکی اہلیہ انکے عم معظم منشی حافظ سراج الدین صاحب کی بیٹی تھیں جو حضرت والد ماجد کے ہمعمر اور بے تکلف دوست تھے یہ بی بی حضرت والد ماجدؒ کی مریدہ اور حضرت سلطان المحبوبین کی مسترشدہ تھیں۔ آپ سے مشغولی وغیرہ کی تعلیم پائی تھی حافظہ قرآن مجید اور خوش اوقات اور فرشتہ صفت بی بی تھیں۔ اپنی دادی صاحبہ بی بی عابدہ بنت مولوی نقی یاور خاں صاحب کے ذوق وشوق وسلوک میں سے ورثہ پایا تھا۔ وہ حضرت شاہ تراب علی قلندرؒ کی مریدہ اور حضرت شاہ تقی علی قلندرؒ اور حضرت والد ماجدؒ کی مسترشدہ تھیں اور ایسی برگزیدہ اور خوش نصیب تھیں کہ انکے عقد کے بعد جب فہرست سامان جہیز تیار ہوئی تو انکے پیر ومرشدؒ نے یہ جملہ فرمادیا تھا [illegible] لکھدو پیرہا اندر جہیز۔ اس سے بڑھکر انکی مقبولیت کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے۔ انکی وفات ۱۹ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ یوم عرس حضرت سلطان المحبوبین کو ہوئی اور اپنے شوہر مرحوم کے پہلو میں حضرت والد ماجدؒ کی درگاہ کے بائیں دفن ہوئیں ۱۲

نواب محمد عبدالکریم خاں صاحب

نواب محمد عبدالکریم خاں تعلقدار شاہ آباد ضلع ہردوئی حضرت والد ماجدؒ کے مرید ہیں۔ انہوں نے اپنی آخری علالت کے زمانہ میں ان کے متعلق فرمایا تھا کہ "یا اللہ میں نے اس کو قبول کیا تو بھی قبول کر" یہ جملہ سُن کر منشی وہاج الدین صاحب بہت متاثر اور محظوظ ہوئے اور آبدیدہ ہو کر کہہ اُٹھے کہ "عبدالکریم خاں بالا مارے گئے۔"

ان کی باطنی نشوونما حضرت سلطان المحبوبین سے ہوئی۔ ابتدا یوں ہوئی کہ انہوں نے منشی وہاج الدین صاحب کی کوٹھی میں ایک خواب دیکھا کہ حضرت سلطان المحبوبین نے ان کو بہت زور سے دبوچا۔ اس کے بعد ہی ان کے اخلاق وعادات میں تبدیلی واقع ہوئی اور مذاق تصوف پیدا ہو گیا۔ انہوں نے اپنے واقعات وواردات خود قلمبند کر کے دیے ہیں جو اسی کتاب میں داخل ہیں۔ ابتدا میں انھوں نے اپنے شبہات متعلق بہ تصوف منشی صاحب موصوف سے بھی حل کیے اور ان سے بھی فیض حاصل کیا۔ حضرت سلطان المحبوبین نے ان کو فنا کی شغولی تعلیم فرمائی جس سے ان کو بہت فائدہ ہوا۔

حضرت سلطان المحبوبین فرماتے تھے کہ "یہ ہمارے دوست ہیں۔ ہمت اور عزم اور برداشت میں پٹھان ہیں۔"

نہایت مستقل مزاج۔ راسخ الاعتقاد۔ پیر پرست۔ اپنے نفس پر جابر۔ صاحب مجاہدہ اور توحید میں پکے ہیں تشیّن اور اظہار امارت سے جو نند الطلبی اور سلوک اسلئے اللہ میں حجاب اکبر

قرار پائے ہیں بالکل پاک ہیں۔ سخاوت اور ہمدردی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ عمارات تکیہ شریف کے اضافہ اور اصلاح میں اپنی عقیدت اور ارادت اور خلوص کا جیسا ثبوت انہوں نے دیا ہے کوئی کیا کرے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اللہ جب کسی بندہ کو قبول کرتا ہے تو اس کو دُنیاوی بلاؤں میں مبتلا کرتا ہے یہ اسلیے ہوتا ہے کہ دُنیاوی خواہشات وغیرہ سے علیحدہ ہوکر توحید افعالی کو سمجھ لے اور فنائے حقیقی میں فانی ہو جائے۔ انہوں نے دُنیاوی افکار و تردوات میں مبتلا ہوکر اپنے کو خوب علیحدہ کیا اور سخت سے سخت مصائب پڑنے پر بھی اپنے خیال سے نہ ہٹے نہ ذوق خدا طلبی میں رمقے فرق ہوا۔

آپ نے خود ایک مرتبہ ان سے فرمایا کہ "نواب صاحب آپ کی پریشانی کی حالت دیکھ دیکھکر سخت قلق ہوتا ہے لیکن کیا کیا جائے۔ آپ نے عنایت ہی ایسی مانگی جس کا یہی اقتضا ہے"۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ میرے نکاح کے روز جب حضرت سلطان المحبوبین بہت مسرور تھے نواب صاحب نے حاضر خدمت فیضدرجت ہوکر اس شعر کے ذریعہ سے عرض حال کیا اور طالب عنایت و بخشش ہوئے:

"آمدہ ام با ہمہ آلائشے		منتظر بخشش و بخشائشے"

تو آپ نے ہنسکر فرمایا "بہت اچھا عنایت کرینگے"۔

حضرت سلطان المحبوبین کی خدمت میں آپ کے کرم اور توجہ کی بدولت میں کسی قدر گستاخ تھا اور نواب صاحب کے خلوص اور طلب کی وجہ سے ان سے ہمدردی تھی۔ اسلیئے میں اکثر ان کی رفع پریشانی وغیرہ کے لیے عرض کیا کرتا تھا تو کبھی تو آپ صرف ہنس دیتے اور کبھی فرماتے

ہم کو ان کی اصلاح کے لئے جو کرنا ہے وہی کرینگے اُس سے ایک انچ بھی نہ ہٹینگے۔ آپ بھی ان کے مرشدزادہ ہیں آپ ہی توجہ کیجئے" اور یہ بھی فرمایا کہ قبولیت الٰہی کا یہی نتیجہ ہے۔"

نواب صاحب کی خوش عقیدگی اور مستقل مزاجی کا ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ عرس شریف کی اور تاریخ کو گورنر صاحب بہادر صوبہ متحدہ کا دربار لکھنؤ میں ہوا۔ نواب صاحب بھی حسب معمول بحیثیت تعلقدار ہونے کے مدعو تھے مگر نواب صاحب دربار میں نہیں گئے اور کوئی عذر کر دیا۔ حضرت سلطان المحبوبین نے ان سے فرمایا کہ "کیا حرج ہے دربار میں ہو آئیے۔ ایک صبح کی محفل ناغہ ہوگی سہ پہر کو قل کے فاتحہ کی محفل میں شریک ہو لیجئے گا" انہوں نے عرض کیا کہ "صبح کی محفل حضور کے دربار کی محفل ہے۔ حضور کا دربار گورنر کے دربار پر بدرجہا مقدم ہے۔" اور نہیں گئے۔

مولوی عمران احمد صاحب

مولوی عمران احمد صدیقی اعیان قصبہ زمانیہ ضلع غازیپور سے تھے۔ ان کا شمار تعلقداران اودھ میں تھا اور اس علاقہ کی وجہ سے سیتاپور میں قیام پذیر تھے۔ حضرت حاجی شاہ وارث علی دیویؒ کے مرید تھے۔ اوائل میں جناب منشی وہاج الدین صاحب کے معتقد ہوئے۔ پھر اُن کے ساتھ حضرت والد ماجدؒ کے حضور میں حاضر ہوئے اور اُن کے عنایات سے مستفید ہوئے۔ اُن کے وصال کے بعد حضرت سلطان المحبوبین کی خدمت میں تاحین حیات بہت پابندی سے حاضر ہوتے اور فیوض باطنی حاصل کرتے رہے۔ آپ بھی ان کی خوش عقیدگی اور شوق سلوک کی وجہ سے ان کا بہت پاس و لحاظ کرتے تھے۔

نہایت راسخ الاعتقاد وصابر وشاکر شخص تھے۔ پانچ چھ جوان العمر لڑکے اور لڑکیاں علیل ہو ہو کر گذر گئے مگر انھوں نے اُف تک نہ کی اور راضی برضائے الٰہی رہے۔ ایک لڑکی کی علالت میں بمقام سیتاپور ایک دن صبح کو اپنے لڑکوں سے بیان کیا کہ آج شب کو حضرت سلطان المجذوبین بجسمہ کاکوری سے اس لڑکی کی عیادت کو تشریف لائے تھے اور دیر تک اس کے پلنگ کے پاس تشریف فرما رہے۔ ان کے بیٹے مولوی نیاز احمد نے بوقت حاضری حضرت صاحب سے اس واقعہ کی تصدیق چاہی تو آپ نے مسکرا کر صرف اتنا فرمایا کہ "وہ تو ہمارے پُرانے جہان ہیں" (یعنی ایسا واقعہ ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں)۔

اُنھوں نے جناب منشی وہاج الدین صاحب سے مثنوی شریف کا درس لیا تھا اور اُن سے مستفیض بھی تھے۔ مثنوی شریف کی شرح لکھتے تھے لیکن وہ غیر مکمل رہی۔ اُنکا حال مولوی عالم قیصری نے اپنی کتاب عیون المعارف میں بھی لکھا ہے۔

سیتاپور میں ۷ ربیع الاول ۱۳۴۵ھ کو بعمر تقریباً ساٹھ سال وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے اسی صوبہ میں سرکاری ملازمت میں تحصیلداری کے عہدہ پر مامور رہے۔

ان کو جب کوئی فقرائے عصر کوئی بشارت دیتے تو یہ اپنے لڑکوں سے نقل کرکے کہتے کہ فلاں بزرگ نے ایسا ایسا کہا ہے مگر جب تک حضرت شاہ حبیب حیدر صاحب اس پر مہر تصدیق نہ فرما دیں ہمکو تو اطمینان نہیں۔ چنانچہ بوقت حاضری عرض کرکے تصدیق چاہتے۔ اگر آپ تصدیق فرماتے تو مطمئن ہو جاتے تھے۔

ان کے بیٹے مولوی نیاز احمد کا بیان ہے کہ "ایک دن جناب والد صاحب نے فرمایا کہ میں نے

رات کو دیکھا کہ مرشدی حضرت جناب حاجی وارث علی شاہ صاحبؒ نے مجھکو خلافت عطا فرمائی اور مجھکو یقین ہے کہ میرا خواب سچا ہے مگر میں چاہتا ہوں کہ اس کی تصدیق حضرت شاہ حبیب حیدر قلندرؒ بھی فرما دیں کیونکہ وہ اسوقت صدر ایوان ولایت ہیں "

منشی محمّد نذیر صاحب

منشی محمد نذیر صدیقی ساکن شہزادپور ضلع فیض آباد جناب شاہ علی بہادر صاحب گورکھپوری کے سلسلہ چشتیہ میں مرید تھے بسلسلہ ملازمت جناب منشی وہاج الدین صاحب کا ضلع سلطانپور میں ۱۹۰۵ء یا ۱۹۰۶ء میں ساتھ ہوا اور اُن کے ساتھ کاکوری آئے۔ اُسی زمانہ میں منشی صاحب موصوف سے اپنا ایک خواب بیان کیا جس کی تعبیر میں اُنھوں نے بشارت دی کہ تمکو حضرت شاہ محمد حبیب حیدر قلندرؒ سے استفاضہ ہوگا چنانچہ اُس زمانہ سے تاحین حیات بہت پابندی سے تقریباً پچیس سال حضرت سلطان المحبوبین کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔

حقائق و معارف میں بہت اچھی واقفیت رکھتے تھے اور بہت زود فہم اور صاحب استعداد شخص تھے۔ کتاب گلشن راز کی بہت بسیط شرح موسومہ مشہد ناز اُردو میں لکھی جو اُن کی قابلیت اور طباعی پر دال ہے۔ اس کے سبب تالیف میں لکھتے ہیں کہ "اما بعد عاصی پُر معاصی محمد نذیر غفرلہ المولی القدیر بخدمت ارباب صدق و صفا و اصحاب جود و عطا بکمال عجز ملتمس ہے کہ اس ذرہ بے مقدار کو شرف غلامی حلقہ بگوشی مرکز دائرہ قطبیت وارشاد محور نقطۂ ولایت و رشاد شمس الوارفین بدر الکاملین مرا قضہ رموز طریقت عارف کنوز حقیقت مہر سپہر برج انور حضرت قدر قدرت

مولانا شاہ محمد حبیب حیدر قلندر سجادہ نشین خانقاہ عالم پناہ کاظمیہ دامت فیوضہم و برکاتہم سے حاصل ہے
اسی وجہ سے حضرات فضیلت مآب والاجناب بندگان پرور کرم گستر مولانا مولوی محمد تقی حیدر و مولانا
مولوی حافظ محمد علی حیدر صاحبان جو درج ولایت کے لعل و گہر اور برج سعادت کے شمس و قمر
اور حضور ممدوح الصدر کے برادر اصغر ہیں بکمال شفقت نظر عنایت فرماتے ہیں۔ والا گہر حقائق و معارف
مظہر مولانا مولوی محمد تقی حیدر صاحب نے اس خاکسار سے متواتر ارشاد فرمایا کہ حقائق و معارف میں کچھ
لکھو۔ ہر چند میں نے اپنی کم لیاقتی و بے بضاعتی کا اظہار کیا مگر کسی طرح قبول نہ ہوا۔ ناچار بحکم
الامر فوق الادب اپنے فہم ناقص کے موافق ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں کچھ مضامین تحریر کیے تھے کہ
اسی زمانہ میں شاہزادگان ممدوح الشان کا ارشاد نسخہ گلشن راز کی شرح اردو لکھنے کے لیے ہوا
جو بحمد اللہ ڈیڑھ سال کی محنت میں انجام کو پہونچی۔ یہ محض موہبت الٰہی و ممدوحین کی شفقت علی الخصوص
مولانا مولوی محمد تقی حیدر مدظلہ کی توجہ و عنایت تھی ورنہ مجھ میں یہ قابلیت نہ تھی کہ ایسی ادق اور
پر معنی کتاب کی شرح لکھتا جس کے ناظم و شارح عارف باللہ اور صاحب مرتبہ حق الیقین تھے۔
اس میں عارف باللہ حقیقت آگاہ خرابات مکین صاحب مراتب تمکین و یقین مخدومنا
مولانا محمد وارث الدین اسکنہ اللہ تعالیٰ فی اعلیٰ علیین کے بھی تصرفات ہیں جن کے فیض صحبت سے
یہ خاکسار عرصہ تک شرف اندوز رہا اور اس نسخہ کا درس بھی لیتا رہا ہے۔

اگرچہ من گلے ناچیز ہستم	ولیکن مدتے با گل نشستم
جمال ہمنشیں در من اثر کرد	وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

حکیم تاج محمد خاں کا واقعہ حاضری بھی جو اسی کتاب میں مذکور ہو چکا ہے۔ ان کی عقیدت

محبت اور فیضیاب ہونے کا کافی ثبوت ہے۔

حضرت سلطان المحبوبین انکے ذوق وشوق خداطلبی کی وجہ سے ان کی بہت قدر کرتے تھے ان کی خواہش اور اصرار پر آپ انکے مکان پر شہزادپور ایک دفعہ تشریف لیگئے۔ وہاں سے واپسی پر جونپور میں حضرت شاہ قطب الدین بینا دل قلندرؒ کے مزار پر حاضری ہوئی تو آپنے مزارات کے چبوترہ کو غیر محاط اور غیر محفوظ دیکھکر بذریعہ اپنے مریدین خان بہادر مولوی محمد مثنیٰ اور شاہ فخر عالم جو اس ضلع میں بعہدۂ ڈپٹی کلکٹری رہے تھے خطیرہ کی تعمیر کا انتظام فرمایا۔ خطیرۂ آہنی کی تیاری کے ساتھ ساتھ مزارات پیران سلسلہ پر تاریخی کتبے بھی نصب ہوگئے۔

انکا انتقال اپنے وطن شہزادپور میں ۲۰ ماہ جمادی الآخر ۱۳۵۰ھ کو بعمر تقریباً باسٹھ سال ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔ انکا حال مولوی محمد عالم قیصری نے اپنی کتاب عیون المعارف میں بھی لکھا ہے۔ محکمہ پولیس میں اسی صوبہ میں ملازم رہے اور عہدۂ انسپکٹر پولیس سے پنشن یاب ہوئے۔ زمانۂ ملازمت میں جہاں بھی رہے حکام اور رعایا میں ممدوح رہے۔

حکیم مولوی مسعود احمد صاحب

مولوی حکیم حافظ مسعود احمد کاکوروی ابن منشی محمد احمد (دیوی الاصل) جناب مولانا حامد علی صاحب مرحوم کے شاگرد تھے۔ جناب حاجی شاہ وارث علی صاحب دیویؒ سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت تھی اور انکے فیض یافتہ اور محبوب ترین مریدین میں تھے۔ حکیم محمد علی عرف حکیم ننا لکھنوی سے علم طب حاصل کیا۔ علمی قابلیت بہت اعلیٰ تھی اور ریاض طبیب اور بہت مرتاض اور باخدا شخص تھے۔ کہتے تھے کہ ایک مرتبہ میں لاہر لوبر

شریف حضرت شاہ مجا قلندرؒ کے مزار پر حاضری کے لیے گیا۔ وہاں سے واپسی میں ایک بزرگ ملے اور انھوں نے نبض بذریعہ اشراق دیکھنا مجھے تعلیم کیا۔ تب سے نبض دیکھنے کے ساتھ مریض کا سارا حال بغیر اس کے بیان کے مجھے منکشف ہونے لگا۔

یہ مذاق تصوف کے دلدادہ اور درویش صفت بزرگ تھے۔ حضرت سلطان المحبوبین کے بہت معتقد تھے اور آپ سے بہت عقیدت و ارادت رکھتے تھے۔ زمانہ قیام کاکوری میں آپکی خدمت اقدس میں برابر حاضر ہوتے اور فیضیاب ہوتے رہے۔

منشی محمد جواد خلف اکبر عمی منشی ارتضا علی علوی کاظمی شہیرؔ کاکوروی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حکیم صاحب موصوف کہتے تھے کہ تم لوگ حضرت صاحب (حضرت سلطان المحبوبین) کے ہاتھ پیر محض تبرکاً چومتے ہو اور میں یہ دیکھکر کہ آپ کی انگلیوں کے پوروں سے نور جاری رہتا ہے قدم چومتا ہوں۔

منشی محمد جواد کے منجھلے بھائی منشی اصطفا علی کا بیان ہے کہ حکیم صاحب موصوف کہتے تھے کہ اسوقت حضرت صاحب کے مرتبہ کا کوئی بزرگ اس عالم میں نہیں ہے اور آپ کا فیض سب پر حسب استعداد ہوتا ہے یہاں تک کہ مخالفین پر بھی ہوتا ہے ؎

دوستاں را کجا کنی محروم	تو کہ با دشمناں نظر داری

یہ ایک مدت تک اناؤ میں مطب کرتے رہے۔ پھر کاکوری آکر مستقل طور پر مقیم رہے یہیں ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ کو وفات پائی اور اپنے آبائی قبرستان تکیہ بنو اشاہ میں اپنے والدین کے پاس دفن ہوئے۔ زائد از ستر سال کی عمر ہوئی۔

مولوی رضی علی صاحب علوی

مولوی رضی علی علوی خلف دوم حکیم مولوی حبیب علی صاحب ۹ رمضان المبارک ۱۲۹۰ھ کو پیدا ہوئے۔ عربی و فارسی اور طب اپنے والد حکیم مولوی حبیب علی صاحب خلیفہ حضرت جدامجد مولانا شاہ علی اکبر قلندرؒ سے پڑھی۔ عربی اور فارسی کی بہت اچھی قابلیت رکھتے تھے اور شاعری میں رضیؔ اور اخگرؔ تخلص کرتے تھے ان کی ایک نظم تضمین رضی العتیق علی مناجات ابی بکرن الصدیقؓ بزبان عربی اور دوسری نظم بلند پروازی رضی بزبان اردو طبع ہو چکی ہیں مؤخرالذکر جناب محسنؔ کاکوروی کی نعتیہ مثنوی موسومہ بہ نظم دل افروز پر تضمین ہے۔

صغر سنی میں حضرت جدامجدؒ کے مرید ہوئے تھے پھر حضرت سلطان المجدبین کے دست حق پرست پر تجدید بیعت کی آپ سے اور حضرت والد ماجدؒ سے اذکار و اشغال کی تعلیم حاصل کی اور فیضیاب ہوئے۔ بہت متقی۔ پرہیزگار اور خوش اوقات شخص تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ "محفل سماع میں ان کو سنبھالنا بہت مشکل ہوتا ہے کیونکہ ان کی تعلیم نقشبندی ہے اور وجد و حال چشتی نسبت سے آتا ہے اسلیے مہلک انقباض کا اندیشہ رہتا ہے۔"

ریاست رامپور میں ملازم رہے۔ وہاں اپنے اخلاق اور اپنی قابلیت کی بدولت بہت قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے اور بہت نیکنام تھے۔ وہیں بعارضہ وجع الفواد ۱۲ محرم الحرام ۱۳۴۶ھ روز چہارشنبہ کو دفعتاً انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے۔

آخر زمانۂ حیات میں یہ غیر معمولی طور پر قرضدار ہو گئے تھے اور پریشان تھے۔ رخصت لے کر

وطن آئے اور آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوکر اپنی پریشانی بیان کی۔ ارشاد ہوا کہ قرضہ جلد ادا ہوجائیگا۔ خوش عقیدہ آدمی تھے۔ اس ارشاد سے مطمئن ہوکر رامپور واپس گئے۔ وہاں ایک موضع مستاجری میں مل گیا جس کو چند روز بعد ہی ایک اور مستاجر کے ہاتھ بعوض معقول منافع کے منتقل کر دیا اور اسی رقم منافع سے اپنا کل قرضہ ادا کر دیا اور بہت مطمئن اور مسرور ہوے۔ دوسرے ہی روز کچہری جاتے ہوے درد اُٹھا اور دفعتاً انتقال کیا۔

مولوی سمی علی صاحب علوی

مولوی سمی علی علوی خلف سوم حکیم مولوی حبیب علی صاحب ۸ر شوال ۱۲۹۲ھ کو پیدا ہوے عربی اور فارسی اپنے والد سے پڑھی اور اچھی قابلیت رکھتے تھے صغر سنی میں حضرت شاہ علی اکبر قلندر کے مرید ہوے تھے پھر حضرت سلطان المحبوبین کے دست حق پرست پر تجدید بیعت کی۔ آپ سے اور حضرت والد ماجد سے مشغولی وغیرہ سیکھی اور فیوض باطنی حاصل کیے۔ بہت متورع اور پرہیزگار اور ذاکر و شاغل شخص تھے اور مسکین طبیعت اور مرنجان مرنج آدمی تھے۔

انکی مولفہ کتاب نفحات النسیم فی تحقیق احوال اولاد ملا عبد الکریم ان کی یادگار ہے۔ اس کتاب کو انھوں نے بہت محنت اور جانفشانی سے مرتب کیا تھا۔ فی الواقع بہت فائدہ بخش اور کارآمد کتاب ہے۔ یہ کتاب بطور تتمہ کتاب مستطاب کشف المتواری فی حال نظام الدین القاری مولفہ حضرت شاہ تراب علی قلندر ۱۳۲۰ھ میں انھوں نے لکھی تھی جو دوسرے ہی سال طبع ہوگئی۔ اس کے بعد سے حضرت سلطان المحبوبین کی اتباع میں یہ بھی اپنے نسخہ کتاب میں جو تغیرات اولاد ملا صاحب

میں ہوتے رہے اپنی زندگی بھر درج کرتے رہے۔

لکھنؤ میں بسلسلۂ ملازمت قیام رہا اور وہیں حکیم مولوی عبدالحی رائے بریلوی سے جو لکھنؤ میں مطب کرتے تھے طب پڑھی اور سند حاصل کی۔ وہاں بھی اپنے احباب میں ہر دلعزیز رہے اور اپنے کام سے کام رکھا۔

۲۳ رجمادی الاولیٰ روز پنجشنبہ ۱۳۴۱ھ کو انتقال کیا اور تکیہ شریف کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ اللھم عامله معه باللطف والرحمة والکرم۔

منشی جمیل احمد صاحب

منشی جمیل احمد ابن منشی مقصود احمد مطلق کاکوروی دیوی الاصل تھے لیکن کئی پشت سے کاکوری مسکن ہو گیا تھا۔ ابتدا میں یہ پیری مریدی کے قائل نہ تھے۔ اپنا قصہ بیان کرتے تھے کہ میرا تمام دادھیالی اور ناہنالی خاندان تکیہ شریف کے بزرگوں کا مرید تھا چنانچہ میری والدہ صاحبہ نے میری بہنوں کو حافظ شاہ علی انور صاحب کا مرید کرانے کا ارادہ کیا اور مجھ سے بھی کہا کہ مرید ہو جاؤ مگر میں نے نہ مانا اور کہا کہ میں فرمائشی مریدی کو اچھا نہیں سمجھتا۔ ایک جمعہ کو بعد نماز جمعہ میری والدہ صاحبہ کی درخواست پر غریب خانہ پر حضرت حافظ صاحب قبلہ تشریف لائے تو والدہ صاحبہ نے میرے متعلق عرض کیا کہ یہ مرید ہونے کو نہیں مانتا ہے۔ آنجناب ہنسکر خاموش رہے البتہ میری طرف دیکھ لیا اب میری بہنیں مرید ہوئیں۔ نہ معلوم وہ نظر کیا تھی کہ خود بخود میرے دل میں مرید ہونے کی خواہش پیدا ہوئی اور میں نے عرض کیا کہ مجھے بھی مرید کر لیجئے پہلے تو انکار فرمایا پھر عرض و معروض

کرنے پر قبول فرمایا اور اپنے جد امجد حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندر کے نام نامی سے مرید کرلیا۔

یہ نہایت صالح اور خوش اوقات متقی اور متورع ظاہر با شریعت آراستہ و باطن با طریقت پیراستہ شخص تھے۔ مولوی محمد حسن کلینپوری کی تحریک پر حضرت سلطان المحبوبین کی خدمت میں حاضری شروع کی اور سچے اور پکے عقیدتمند ہوگئے اور تعلیم باطنی حاصل کی۔ اخلاق و تصوف کی کتابوں کے سبق میں شریک درس ہوتے تھے۔

ایک مرتبہ منشی تقی احمد کاکوروی مرید حضرت سلطان المحبوبین نے ان سے پوچھا کہ "جمیل حجا یہ بتائیے کہ اگر حضرت صاحب سے اچھا کوئی اور بزرگ آپ کو ملے تو کیا آپ اس کے پاس چلے جائیں گے؟" انہوں نے ترشرو ہو کر جواب دیا کہ "میں حضرت صاحب کا طالب نہیں ہوں۔ حق کا طالب ہوں لیکن ان سے بہتر مجھکو کوئی نظر ہی نہیں آتا"

کہتے تھے کہ ایک بار تکیہ شریف کی مسجد میں ایک بزرگ کہیں باہر سے آئے ہوئے ایک در میں بیٹھے تھے۔ میں مسجد کے اندر کے درجہ سے باہر نکل رہا تھا کہ انہوں نے مجھپر توجہ ڈالنا چاہی جس کو میں نے محسوس کیا۔ مجھکو سخت ناگوار ہوا اور میرے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر انہوں نے مجھ سے معذرت کی۔

حافظ عنایت احمد ابن حافظ غلام محمد کا بیان ہے کہ ایسا ہی ایک واقعہ اور بھی پیش آیا تھا میں ان کے ساتھ سیتاپور جا رہا تھا۔ راستہ میں ایک ہندو فقیر سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے ان پر توجہ ڈالی۔ ان کو محسوس ہوا تو انہوں نے ناگواری کا اظہار کیا تو وہ بولے "تم سچے گرو کے چیلے ہو"

منشی علی احمد صاحب کا بیان ہے کہ مجھکو خطرات آیا کرتے تھے کہ جناب حضرت صاحب قبلہ

توکسی بات پر روکتے ٹوکتے نہیں ہیں جمیل بھائی بات بات پر بہت زیادہ اعتراض کیوں کیا کرتے ہیں کہ ایک صبح کو مشغولی میں میں نے دیکھا کہ حضرت صاحب قبلہ تشریف لائے اور تھوڑی دیر میں جمیل بھائی کی صورت میں بدل گئے اور کچھ دیر بعد پھر اپنی اصلی صورت میں آگئے۔ اس سے میری سمجھ میں آیا کہ جمیل بھائی کا تنبیہ کرنا خود حضرت صاحب قبلہ کا فہمائش کرنا ہے۔

خود کہتے تھے کہ ایک مرتبہ میں نے ترک غذا شروع کی۔ دن و رات میں صرف ایک لقمہ تک پہونچائی تھی کہ حضرت صاحب نے اس رہبانیت کی ممانعت فرمادی اور کہتے تھے کہ جس طرح آدمی آفتاب سے زیادہ دیر تک آنکھ نہیں ملا سکتا اسی طرح میں بھی حضرت صاحب کے حضور میں دیر تک نہیں حاضر رہ سکتا۔ اصل چیز قربت قلبی ہے اور ظاہری نزدیکی ہر وقت کی کوئی چیز نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو یہاں کے ملازمین وغیرہ سب ہی کامل ہوتے۔ یہ بھی کہتے تھے کہ حضرت پیر و مرشد نے ایک چنگاری رکھدی تھی جس کو دھونک دھونک کر میں نے بھٹی بنایا ہے۔

معمولاً سہ پہر کو عصر و مغرب کے درمیان میں میں انکے مکان پر جایا کرتا تھا اور وہ بعد مغرب سے دس بجے رات تک تکیہ شریف پر ہم لوگوں کے پاس ٹھہرتے۔ اخلاق و عادات و آداب میں میں نے بھی اُن سے فوائد حاصل کیے۔

کہتے تھے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت سلطان المحبوبین کے حضور میں نذر پیش کی۔ اس زمانہ میں میں بہت پریشان تھا۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ آج کل آپ کو پریشانی زیادہ ہے لینے دیجئے میں نے عرض کیا کہ اس کو قبول فرمالیجئے گھر کے لیے حضور کافی ہیں۔

ان کی وفات دفعتاً واقع ہوئی۔ یوم وفات سہ پہر کے وقت کچھ ایسی بات چیت ہوئی جس سے

معلوم ہوا کہ آج ان کو وحشت اور الجھن ہے اور اپنی نایافت پر پریشان ہیں۔ رات کو حسب معمول اپنے مکان میں بالاخانہ پر تھے کہ دفعتاً برآمدہ سے نیچے گر پڑے اور ایسی سخت چوٹ کھائی کہ جانبر نہوئے۔ ناک اور منھ سے دفن کے وقت تک خون نہیں بند ہوا۔ اسی شب میں انتقال ہوا۔ اور ۲۵ صفر سنہ ۱۳۵۱ھ روز یکشنبہ کو اپنے خاندانی قبرستان میں دفن ہوئے۔ تقریباً پچاس سال کی عمر پائی۔

حضرت سلطان المحبوبین نے ایک یادداشت میں ان کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ "نہایت صالح وخوش اخلاق و دیندار و تہجد گذار اور بڑے بامروت شخص تھے اور ذاکر و شاغل بھی تھے"۔

ہمیشہ خانہ نشین رہے اور اپنی آبائی جائداد پر بہت فراغ بالی سے بسر کی۔

مولوی محمد ضیاء الدین حیدر صاحب

مولوی محمد ضیاء الدین حیدر ابن مولوی محمد بہاء الدین حیدر عباسی کاکوروی کا سال ولادت سنہ ۱۲۹۶ھ ہے حضرت والد ماجد کے شاگرد اور مرید اور نظر یافتہ ہیں۔ انکی نظر توجہ سے انکو عنفوان شباب سے تصوف کا مذاق پیدا ہوا اور روزانہ حاضر باش رہنے اور فیضیاب ہونے لگے۔ اگرچہ عمر میں حضرت سلطان المحبوبین سے دو سال بڑے ہیں لیکن اوائل زمانہ سے ہی آپ سے خلوص اور ارادت میں ترقی ہوتی رہی اور آپکے احباب میں ممتاز خصوصیت نصیب ہوئی جو بعض خطوط سے جو انکے نام گئے تھے اور جو مندرجہ سابق مکتوبات میں شامل ہیں۔ واضح ہوتی ہے۔ بسلسلۂ ملازمت تیس بتیس سال کاکوری سے باہر رہے لیکن جب کبھی وطن آتے اور حاضر خدمت ہوتے تو آپ بہت مسرور ہوتے آپ فرماتے تھے کہ "ان میں تمسک کی استعداد بہت اچھی ہے اور ان کی افتادگی ہمکو پسند ہے"۔

آپ نے ان کو نسبت چشتی بھی عطا فرمائی تھی۔

یہ فارسی میں اچھی قابلیت رکھتے ہیں اور آپ کی فیض صحبت سے عربی اور بھاشا میں بھی واقفیت حاصل کر لی ہے۔ حضرت عارف باللہ شاہ محمد کاظم قلندرؒ کی ٹھمریوں کی کتاب سانت رس کا رس جب حضرت سلطان المحبوبین نے مجھکو پڑھایا تو میں ہر سبق پر حواشی بطور یادداشت لکھتا رہا تھا۔ یہ اُن حواشی کو صاف کر رہے ہیں اور نفع بخش فوائد کے ساتھ ان کو بطور شرح لکھ رہے ہیں اللہ تعالیٰ مکمل کرائے کہ کتاب لاجواب حقائق و معارف کے بیانات سے بھری ہوئی ہے۔ اور بلا مبالغہ بھاشا زبان میں وہ حیثیت رکھتی ہے جو فارسی زبان میں مثنوی مولانا روم کی ہے۔

انہوں نے آپ سے اذکار و اشغال کی تعلیم پائی اور ہمیشہ تذکرا اور تفکر میں مشغول رہے اور ابتک مصروف ہیں۔ عبادات ظاہری یعنی نماز و روزہ وغیرہ کے بہت سختی سے پابند رہے۔ مختصرہ کہ ہمیشہ دل بیار و دست بکار اپنا شعار رکھا۔ علم تصوف کی کئی کتابیں آپ سے پڑھیں اور فی زمانہ اس علم کے اچھے جاننے والوں میں ہیں۔ اپنے نفس پر بہت جابر۔ عقیدت اور خلوص میں نہایت پختہ۔ اتباع اور پیروی میں فرد اور صبر و ضبط میں یکتا ہیں۔

زمانہ ملازمت میں دور دراز مقامات پر بھی رہے۔ جہاں رہے نیکنام اور ہر دلعزیز رہے اور محض برادران وطن نہیں بلکہ برادران اسلام کو اپنے آبا و اجداد کے اصول کی متابعت میں نفع پہونچاتے رہے۔ علاوہ بریں اپنے مذاق تصوف سے بہت لوگوں کو متمتع کرتے رہے۔

انکو حُبّ حضرات اہلبیت اطہار رضی اللہ عنہم میں خاصہ شغف ہے۔ ان کی ہی خواہش پر حضرت سلطان المحبوبین نے تیرہ رجب (یوم ولادت حضرت علی مشکلکشا کرم اللہ وجہہ) کو حضرت جناب امیر

اور حضرات امامین علیہما السلام کے موئے شریف کی زیارت کی بنیاد ڈالی جو بفضلہ تعالیٰ اب بھی ہر سال ہوتی ہے
حضرت سلطان المحبوبین نے اپنی وفات سے دو سال قبل ان سے فرمایا تھا کہ "اب پنشن لیکر یہیں آکر رہیئے۔ طبیعت بہت گھبرایا کرتی ہے۔ دلبستگی رہیگی" چنانچہ اُنہوں نے قبل از وقت پنشن کی درخواست کردی اور رجب ۱۹۲۳ء میں ملازمت سرکاری سے پنشن یاب ہوکر وطن آئے تو تکیہ شریف پر مستقل قیام اختیار کیا اور ہمہ وقت آپ کی صحبت اور خدمت اپنا نصب العین بنایا۔ آپنے بھی التزام فرمایا کہ روزانہ صبح و شام ان کی فرودگاہ پر ضرور تشریف لاتے اور دیر دیر تک نشست فرماتے اور مسائل تصوف پر گفتگو رہتی یا سماع سنتے تھے۔ افسوس کہ یہ سلسلہ دو سال بعد ہی ختم ہوگیا۔ ان کا قول ہے کہ "میری حالت حضرت امام ابو حنیفہؓ کے مقولہ کے مطابق ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے "لولا السنتان هلك النعمان" یعنی اگر یہ دو برس نہ ہوتے تو نعمان (امام ابو حنیفہؒ) ہلاک ہو جاتا۔ یہ وہ دو سال تھے جو آنجناب نے حضرتین امامین سیدنا محمد باقر و سیدنا جعفر صادق علیہما السلام کی شاگردی اور خدمتگذاری میں بسر کیے تھے۔ تو جو دو برس پنشن لینے کے بعد مجھکو حضرت سلطان المحبوبینؒ کی خدمت بابرکت میں بسر کرنا نصیب ہوے وہی حاصل زندگانی ہیں اور سوا اس کے ہیچ ہیں اور بس"

سعدیا دل را بیاد وصش زنده دار	اینچنیں گنج است در ویرانہ

یہ بزرگ حال پر بھی بہت شفقت اور عنایت کرتے ہیں۔ اس کتاب کی تیاری میں جیسی امداد کی ہے اس کو میں ہی جانتا ہوں۔ ان کی موجودگی سے مجھکو گونہ تقویت رہتی ہے کہ بزرگوں کے دیکھنے والوں میں ہیں اور اُن سے فیضیاب ہیں۔

اپنی وفات سے کچھ دنوں پہلے محرم الحرام ۱۳۵۹ھ میں [illegible] حضرت والد ماجدؒ اخوی صاحب

مکرم نے صبح کو بالاخانہ سے اُترنے کے بعد اِن کو اور اِن کے منجھلے بھائی مولوی محمد حسن کو طلب کرکے فرمایا کہ "میں نے رات کو بھائی صاحب (حضرت سلطان المحبوبین) کو خواب میں دیکھا۔ اُنھوں نے ارشاد فرمایا کہ "مولوی صاحب (مولوی ضیاءالدین حیدر) اور ممّو (مولوی محمد حسن) سے پوچھو کہ اُن کو قل ھو اللہ احد بھی یاد ہے۔ ہمنے ان کا سلوک اسی میں رکھا ہے"۔ یہ ارشاد اس سلسلہ میں ہوا کہ ان کا اکلوتا جوان بیٹا محمد رضاءالدین احمد خنجر جس کی عمر تیئیس ۲۳ سال تھی اور جو پڑھا لکھا اور ہوشمند نوجوان تھا۔ رمضان المبارک ۱۳۵۷ھ میں قضا کر گیا اور ان کا بھتیجا اور داماد محمد حیدر حسن نشتر جو مولوی محمد حسن کا اکلوتا بیٹا اور خان بہادر منشی تاج الدین کا نواسا اور منشی معراج الدین خسرو کا بھانجا اور تربیت یافتہ اور کئی خاندانوں کا چشم و چراغ تھا ذیقعدہ ۱۳۵۸ھ میں انتقال کر گیا۔ اوّل الذکر میرا مرید تھا اور آخر الذکر حضرت سلطان المحبوبین کے آخری مریدین میں سے تھا۔ ان صدمات نے ان دونوں بھائیوں اور ان کے چھوٹے بھائی مولوی نظام الدین حیدر پر (جن کے بھی اب تک کوئی اولاد نہیں ہے اور جنھوں نے ان دونوں لڑکوں کی تعلیم و تربیت کی تھی) جو اثر کیا ہے وہ ناقابل بیان ہے لیکن حضرت سلطان المحبوبین کے فیض و تصرف کے قربان جائیے کہ یہ لوگ نہایت درجہ صبر و تحمل کے ساتھ راضی برضائے الٰہی ہیں۔ مذکورہ بالا خواب سے یہ بھی واضح ہے کہ حضرت سلطان المحبوبین کی نظر توجہ اب بھی ان کے شامل حال ہے"۔

مولوی محمد حسن صاحب

مولوی محمد حسن برادر اوسط مولوی محمد ضیاءالدین حیدر کا سال ولادت ۱۳۱۰ھ ہے۔

اس طرح حضرت سلطان المحبوبین سے دو سال چھوٹے ہیں۔ حضرت والد ماجدؒ کے شاگرد اور مرید ہیں لیکن زیادہ تر حضرت سلطان المحبوبین سے پڑھتے رہے۔ آپ نے دو ایک تصوف کی کتابیں بھی پڑھیں علاوہ بریں اپنے ننہال (فرنگی محل) میں مولانا عبد الباقی صاحب مہاجر اور مولانا عبد الباری صاحب سے بھی عربی اور فارسی پڑھی اور جناب منشی وہاج الدین صاحب سے کتاب گلشن راز پڑھی۔

حضرت والد ماجدؒ ان پر بھی شفقت فرماتے تھے چنانچہ آنجناب کے ارشاد پر کہ تم بھی مرید ہو جاؤ یہ مرید ہوئے۔ یہ آنجناب ہی کا فیض و تصرف تھا کہ ان کے سیوم کے روز ان کو حضرت سلطان المحبوبین کی صورت مبارک میں اپنے پیر و مرشد کا مشاہدہ ہوا جس سے متاثر ہو کر انہوں نے اسی روز اپنے چھوٹے بھائی مولوی نظام الدین حیدر کو آپ کا مرید کرایا۔ اور آپ کو اپنے صلاح و فلاح دینی و دنیوی میں اپنا ہادی اور مرشد گردان لیا اور آپ سے ذکر و شغول اور تفکر کی تعلیم حاصل کی اور نسبت جنی سے مستفیض ہوئے۔

یہ آپ کے لڑکپن کے بے تکلف دوستوں میں ہیں اور آپ ان پر بہت شفقت فرماتے تھے نواب عبد الکریم خاں صاحب کہتے ہیں کہ آپ نے ان کے متعلق فرمایا کہ "ہم ان کو چاہتے ہیں"

جس شب میں حضرت سلطان المحبوبین کا وصال ہوا یہ گھبرا کر اپنے مستقر کروی ضلع باندہ سے قبلا رخصت کی منظوری آئے ہوئے روانہ ہو گئے اور صبح کو کاکوری پہونچتے ہوئے راستہ میں خبر وحشت اثر سنی۔ تجہیز و تدفین وغیرہ کے بعد کسی نے ان سے پوچھا کہ تم دفعتاً بلا اطلاع پائے ہوئے کیسے آگئے تو انہوں نے گریہ کرتے ہوئے جواب دیا ؎

تا کہ نشد از و طلب طالب او کسے نشد		ایں ہمہ جستجوے ما ہست ز جستجوئے او	

یہ بھی خلوص وعقیدت میں اپنے برادر معظم کے قدم بقدم ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ "ہم ساختہ و پرداختہ حضرت صاحب ہی کے ہیں اور ہمکو تمیز اور انسانیت جو کچھ آئی ہے وہ سب آپ ہی کی جوتیوں کا تصدق ہے"۔

حضرت والد ماجدؒ کے وقت سے آپ کے اور حکیم عبدالرحیم خاں کے ساتھ یہ عرس اور میلہ کے انتظامات میں شرکت کرتے تھے۔ حکیم صاحب کے بعد آپ نے کل فرائض جو حکیم صاحب سے متعلق تھے ان کو تفویض فرمائے۔ انہوں نے میلہ وغیرہ کو رونق دینے میں بہت تندہی سے کام کیا اور اب بھی حتی المقدور خدمت کرنے میں قصور نہیں کرتے ہیں۔ تعمیرات تکیہ شریف اور اکثر دیگر انتظامی امور میں آپ ان کو شریک مشورہ کیا کرتے تھے۔

میں اپنے بچپن کے زمانہ سے ان سے مانوس رہا۔ یہ مجھ سے بھی خلوص اور محبت کا برتاؤ کرتے ہیں۔ اس کتاب کی تحریر و ترتیب و تہذیب میں مجھے بہت مدد دی ہے۔ اپنی سرکاری ملازمت پوری کرنے کے بعد ذیقعدہ ۱۳۵۸ھ میں پنشن لے کر وطن آئے تو انکے ہونہار بیٹے محمد حمید حسن کی وفات کا صدمہ جانکاہ پیش آیا۔ اس کو بہت صبر و استقلال سے برداشت کیا اور ہمہ تن اس کتاب کی تکمیل کرنے میں منہمک ہو گئے۔ میں حد درجہ ان کا مشکور ہوں۔ اظہار شکر نہ کرنا تحت نا انصافی ہے من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ (یعنی جو انسان کی عنایت و مہربانی کا شکر گذار نہوگا وہ اللہ تعالیٰ کا شکر بھی نہ کریگا) اللہ تعالیٰ ان کو بھی اپنی یاد میں شاد و بامراد رکھے اور مدارج باطنی عطا کرے۔ یہ لوگ آیہ کریمہ یؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ (یعنی ایثار کرتے ہیں اپنی ذاتوں پر اور یہ ان کی مخصوص صفت ہے) کے مصداق ہیں۔

ان کا ایک مقولہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ان کے جوان اور لائق بیٹے کی موت کی تعزیت میں ایک صاحب سے جو ہمدردانہ الفاظ کہہ رہے تھے انہوں نے کہا کہ جب حضرت صاحب قبلہ کی وفات پر رونے دھونے سے کچھ نہ ملا جن سے دین و دنیا دونوں وابستہ تھے تو اس لڑکے سے تو صرف دُنیاوی علاقہ تھا۔

مولوی محمّد نظام الدین حیدر صاحب

مولوی محمد نظام الدین حیدر برادر اصغر مولوی ضیاء الدین حیدر ۱۳۰۲ھ میں پیدا ہوئے سب سے پہلے یہی حضرت سلطان المحبوبین کے مرید ہوئے جس کا واقعہ انہوں نے لکھ کر دیا ہے جو واردات کے تحت میں مذکور ہے۔

یہ آپ کے شاگرد بھی ہیں اور آپ ہی سے مشغولی اور تفکر کی تعلیم حاصل کی نسبت عشقی سے خوب فیضیاب ہوئے اور ایک زمانہ میں عرصہ تک مست و سرشار پھرتے رہے۔ خوش عقیدگی اور اخلاص میں بہتوں سے فوقیت رکھتے ہیں۔

سرکاری ملازمت میں بہت دور دراز مقامات پر رہے اور اپنے خاندان میں ظاہری وجاہت سب سے زیادہ حاصل کی۔ فی الحال ریاست حیدرآباد دکن میں عہدۂ ناظم زراعت پر مامور ہیں۔ اپنی دیانتداری وجانفشانی وقابلیت وخوش اخلاقی کی وجہ سے جہاں کہیں رہے بہت ممدوح رہے۔

خادم مخلص (اور) [illegible] اللہ تعالیٰ زندہ وخوش رکھے اور مقاصد

دینی و دنیوی میں کامیاب و بامراد رکھے۔ یہ شاعر تو نہیں ہیں لیکن طبیعت موزوں ضرور رکھتے ہیں
اپنی عقیدت اور خلوص کے جوش میں چند اشعار کہے تھے جو درج ذیل ہیں ۔

عالم حسنِ بتاں آباد باد	چشم ما روشن دل ما شاد باد
دل بقید اندر بدام زلف تو	زیں جہاں زاں جہاں آزاد باد
ز آتش عشقت مرا اے شعلہ رو	خانۂ دل سربسر برباد باد
بر سر عاشق برائے مشق ناز	ہر زماں جورِ دگر ایجاد باد
آنکہ ویراں خانۂ عشاق کرد	یاالٰہی خانہ اش آباد باد
چوں پسند و خاطرش خوش خاطری	شاد ہر دم ایں دلِ ناشاد باد
ہستی من در رہِ عشق حبیب	خاک باد و خاک ہم برباد باد

مولوی محمد عاصم صاحب

مولوی محمد عاصم ابن مولوی محمد ہاشم کاکوروی حضرت والد ماجدؒ کے مرید اور حضرت سلطان المحبوبین کے محبوب شاگرد اور مسترشد ہیں۔ فارسی اور عربی کی اچھی قابلیت ہے اور شاعری کا ذوق ہے۔ قیس تخلص کرتے ہیں۔ ان کی استعداد اور مذاق کا اندازہ اُس قطعۂ تاریخ سے ہو سکتا ہے جو حضرت سلطان المحبوبین کے لوح مزار پر کندہ ہے اور جو صفحات ماسبق میں مذکور ہو چکی ہے۔ اُسی سے ان کے خلوص اور ارادتمندی کا بھی پتہ چلتا ہے۔ بہت باذوق و شوق شخص ہیں۔ ان کی مندرجہ ذیل غزل ان کی خوش کلامی کا نمونہ ہے۔

یہ بہت نیک اور صالح ہیں اور اپنے والد کے اوصاف کے حامل ہیں اور خاص منش کے آدمی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو انکے مقاصد دلی مین کامیاب کرے ۔

انہوں نے اپنے ماموں خان بہادر منشی تاج الدین جذب کا کلام فارسی و اردو ترتیب دیتے کے ساتھ اُن کے مختصر حالات بھی لکھے ہیں۔ یہ کتاب موسومہ بہ جذبات جذب طبع ہو چکی ہے۔ میری مؤلفہ کتاب احسن الانتخاب پر بعض لوگوں نے اعتراضات شائع کیے تھے اُن کی تردید میں انہوں نے دو رسالے لکھے جو چھپ گئے ہیں۔

یہ آغوی صاحب مکرّم کے ہم عمر ہیں۔ اُنکے ہم سبق رہے اور اُنکے خاص اور بے تکلف احباب میں ہیں۔

غزل

همه خوبی و ستار العیوبی — همه جانی و جاسوس القلوبی
توئی خورشید لاشرقی و غربی — که فارغ از طلوع و از غروبی
بگو باد بهاری از کجائی — که رقصان در شمال و در جنوبی
مریض درد و هم درمان فدایت — جزاک اللہ چہ کشاف الکروبی
همه غیب و شهادت را محیطی — که عبد خاص علاّم الغیوبی
جمیلی و ز سرتا پا جمالی — حبیبی و سراپا حسن و خوبی
حبیب حیدر جان محبّت — تجلی ریز بر طور قلوبی
گنا هم عشق و عاشق در پناہت — خدا داند که غفار الذنوبی
بیا اے قیس جان و دل فدا کن — بهر نقش و نگار حُسن خوبی

مولوی محمد عالم صاحب

مولوی محمد عالم برادر اوسط مولوی محمد عاصم حضرت والد ماجدؒ کے مرید اور حضرت سلطان المحبوبین کے شاگرد رشید اور مسترشد تھے۔ فارسی اور عربی میں بہت اچھی قابلیت رکھتے تھے۔ شاعری کا اعلیٰ مذاق تھا۔ قیصری تخلص تھا۔ اپنے منجھلے ماموں جناب منشی وہاج الدین صاحب کی خدمت اور تربیت میں انکی علمی قابلیت میں چار چاند لگ گئے تھے اور اُن کی فیض صحبت سے مسائل سلوک تصوف میں بہت اچھی واقفیت ہوگئی تھی۔ منشی صاحب موصوف کی وفات کے بعد کل الکل حضرت سلطان المحبوبین سے فیضیاب ہوئے۔

ان کی مرتبہ کتاب عیون المعارف یعنی ملفوظ جناب منشی محمد وہاج الدین اور کتاب رموز الغیب ترجمہ فتوح الغیب ان کی قابلیت پر دال ہیں۔ مؤخر الذکر کتاب کی شرح لکھ رہے تھے مگر ناتمام رہگئی اور خمسہ قلندریہ یعنی ترجمہ شہود المقربین وغیرہ اور اور بھی کئی رسالے انکی تالیف و تصنیف سے ہیں۔ اور اُردو و فارسی کلام کے دیوان ہیں۔ ان کی دو غزلیں درج ذیل ہیں جس سے انکی استعداد اور ذوق کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

حضرت سلطان المحبوبین ان کے متعلق ایک یادداشت میں تحریر فرماتے ہیں کہ "محمد عالم بہت قابل اور لائق تھے شعر بھی اچھا کہتے تھے۔ افسوس کہ انکی عمر نے وفا نہ کی اور بحالت شباب مدقوق ہوکر بتاریخ ۱۷ رجب روز چہارشنبہ ۱۳۳۳ھ انتقال کرگئے" حضرت والد ماجدؒ کے روضہ مبارک کی حریم کے باہر جانب مشرق دفن ہوئے۔ صرف انتالیس سال کی عمر ہوئی۔

غزل

دیوانه ام قهقهه زنم یار مرا قهقهه پسند
با درد دست و سرخوشم کس نیست چون من دردمند

ای زاهد بیچاره رو تو در خور محفل نهٔ
غلطیدن مستانه را هم تتنه باید بلند

جام شراب ما نگر وین آب و تاب ما نگر
وان آفتاب ما نگر کان نور بارد چند و چند

دیوانهٔ اطلاقیم مے خوردهٔ آفاقیم
از فیض لطف ساقیم خوش فارغم در قید و بند

ای ساقی فرخ نظر یک دور جام کرّ و فر
تا دین و دل سازد بدر هر زیرک و هر هوشمند

تو سبزه و گل آمدی تو ساغر و مل آمدی
تو غنچهٔ دل آمدی بیساخته چون گل بخند

ای قیصری سینه مشق برخیز و بگذر این قلق
روی حبیبم شمس حق لعل لبش سر تا سر قند و قند

دیگر

اے که ترا همی سزد جلوهٔ نو بهر طرف
رخ بمن خراب کن ساغر باده بکف

درد مرا تو بیش کن وین دل سینه ریش کن
محرم سرّ خویش کن تا برسم به من عرف

مستی و سرخوشی و ناز صاحب این مقام را
سجده کنان ملائکه خیل بخیل صف بصف

ای لب لعل نوش تو زندگی جدید من
ای مے عیب پوش تو ماحی فعل ناسلف

خیز و بیا و جام ده کام دلم تمام ده
مقصد این غلام ده ای ملکوتها بکف

این دلِ نامراد را آئینهٔ مراد کن
تا نشود به هرزگی عمر عزیز من تلف

بستیٔ قیصری ببین هستیٔ خویش را نگر
مستیٔ کیمیائیت لعل بسازد این خزف

منشی محمد جواد صاحب علوی

منشی محمد[1] جواد خلف اکبر عمی منشی ارتضا علی صاحب باشترہ کاکوروی ابن مولوی حافظ عطا علی صاحب ابن مولوی رضا علی[2] صاحب ابن جناب مولانا شاہ حمایت علی قلندر خلف دوم و خلیفہ حضرت مولانا و مرشدنا عارف باللہ شاہ محمد کاظم قلندرؒ نے حضرت سلطان المحبوبین سے ۲۵ ماہ شعبان ۱۳۳۲ھ کو سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کی اور آپ نے اسی وقت کتاب منتخب[3] الاسماء کے تمام تعویذات وغیرہ کی اجازت عطا فرمائی۔

ان کی تعلیم باطنی کے متعلق اُن کا ایک خواب جو خود انہوں نے لکھ کر دیا ہے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ وھو ھذا۔

"میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت پیر و مرشد تشریف فرما ہیں اور قریب ہی ایک مزار ہے جس میں حضرت حافظ صاحب قبلہ قدس سرہ العزیز (یعنی حضرت والد ماجدؒ) ایک چھینٹ کا لحاف اوڑھے ہوئے بیٹھے ہیں۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر کچھ باتیں حقائق و معارف کی بیان فرمائیں جو مجھے یاد نہیں ہیں۔ یہ بیان اسی قسم کا تھا جیسا کہ رسالہ خمسہ قلندریہ میں تحریر فرمایا گیا ہے۔ بوقت حاضری میں نے یہ خواب حضرت صاحب کے حضور میں عرض کیا۔ سہ پہر کا وقت تھا اور میں تنہا حاضر تھا تو آپ نے مجھکو اللہ ھو کا ذکر خفی تعلیم فرمایا اور خود بنفس نفیس اس ذکر کو عملاً ضرب لگا کر مجھکو

---

[1] انکی والدہ [illegible] شاہ [illegible] قلندر [illegible] حضرت عارف باللہ کی [illegible] ۱۲ [illegible] صاحب حضرت والد ماجدؒ کے نانا تھے [illegible] تھے۔ جناب شاہ [illegible] حضرت [illegible] قلندر اور اپنے والد ماجد [illegible] شاہ [illegible] حضرت عارف باللہ [illegible] رکھتے تھے۔ [illegible] کتاب تذکرہ مشاہیر کاکوری میں ملاحظہ ہوں ۱۲

سمجھایا اور تین سو بار یہ ذکر کرنے کی ہدایت فرمائی۔ اس کے علاوہ بعض اوراد کی بھی سُنوفت تعلیم فرمائی۔
یہ آپکے بہت مخلص اور جاں نثار مریدین میں ہیں۔ آپ بھی ان پر بہت مخصوص شفقت اور مکرمت
کی نظر رکھتے تھے۔

فارسی میں بھی استعداد رکھتے ہیں اور شاعری کی طرف خاص میلان طبیعت ہے۔ تپش تخلص
کرتے ہیں۔ بہت نیک نیت۔ کنبہ پرور۔ خوش مزاج۔ متواضع اور فقیر دوست ہونے کے اوصاف سے
متصف ہیں۔ سخاوت میں اسم با مسمیٰ ہیں۔ خوش اوقات شخص ہیں اور دل بیار دوست بکار کے
مصداق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو شاد کام و بامراد کرے۔

میرے ہم عمر اور بے تکلف دوست ہیں اور مجھ سے بھی بہت خلوص اور محبت رکھتے ہیں۔
اسی صوبہ میں سرکاری ملازمت میں بعہدۂ انسپکٹر آبکاری مامور ہیں۔

مولوی مرتضےٰ علی صاحب علوی

مولوی مرتضےٰ علی علوی ابن مولوی مصطفےٰ علی سندیلی درحقیقت کاکوروی الاصل ہیں۔ انکے
پردادا مولوی شفاعت علی کا ننھال سندیلہ میں تھا اور اس سلسلہ سے انھوں نے سندیلہ کی سکونت
اختیار کر لی۔

یہ حضرت والد ماجد کے مرید اور حضرت سلطان المحبوبین کے نظر یافتہ ہیں۔ آپسے ذکر و شغل
و تفکر کی تعلیم حاصل کی اور اس پر عامل ہیں۔ آپکے مخلصین و شیدائیان میں انکا شمار ہے۔

اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کو اپنا کرتا ہے تو اس کو بلاؤں میں مبتلا کرتا ہے تاکہ دنیاوی تعلقات

منقطع ہوں اور وہ حق ہی کا ہو رہے۔ ان پر مصائب اور حوادث پڑے اور اب بھی پڑتے ہیں لیکن جادۂ اعتدال سے نہ ہٹے اور ثابت قدم رہے طالب محبت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی محبت میں خوش رکھے اور شاد کام کرے۔

ملازمت سرکاری انکا مشغلہ ہے اور اپنی قابلیت اور حسن کارگذاری کی بدولت افسران بالا کی نظر میں بہت قدر و مقبولیت رکھتے ہیں۔

شیخ امام الدین حیدر صاحب

شیخ امام الدین حیدر ابن شیخ اشرف حسین ساکن امیٹھی ضلع لکھنؤ حضرت سلطان المحبوبین کے مرید اور مسترشد ہیں۔ اخلاص و عقیدت و سخاوت و مروت اور اخلاق میں نمایاں ہیں۔ انکے خلوص و محبت کی وجہ سے حضرت سلطان المحبوبین انکو عزیز رکھتے تھے۔ آپ سے مشغولی اور تفکر کی تعلیم حاصل کی اور اُس پر کاربند ہیں اور فوائد حاصل کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انکے خلوص و محبت میں ترقیاں عطا فرمائے اور دو نہاں میں کامیاب کرے۔

ان کی سچائی اور صاف دلی کی بدولت حاجی شاہ سلیمان حسن صاحب مجذوب سیر ٹھی بھی انپر بہت مہربان ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ حاجی صاحب موصوف نے کئی مرتبہ مجھپر توجہ کی کہ اُنکی ایسی کیفیت مجھ میں پیدا ہو جائے لیکن میرے مرشد برحق نے مجھکو بچا لیا۔ انہوں نے اپنے واردات لکھ کر دئیے ہیں جو اپنی جگہ پر داخل کتاب ہیں۔

اسی صوبہ میں بعہدۂ ڈپٹی کلکٹری ممتاز ہیں۔ خوش اخلاقی اور نیک طبیعت اور قابلیت کی وجہ سے حکام اور رعایا میں مقبولیت رکھتے ہیں۔

حضرت سلطان المحبوبین کا بیش بہا ارشاد اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ "ہم اپنے طالب کو فقیر سیرت بنانا چاہتے ہیں نہ کہ فقیر صورت"۔ اب ناظرین اس ارشاد کو دماغ میں لیئے ہوئے حضرت حافظ شیراز علیہ الرحمۃ کی یہ غزل غور سے پڑھیں ؎

شراب بیغش و ساقیِ خوش دو دام رہند	کہ زیرکان جہاں از کمندشان نہ رہند
من ارچہ عاشقم و رند و مست و نامہ سیہ	ہزار شکر کہ یاران شہر بے گنہند
مبین حقیر گدایان عشق را کین قوم	شہان بے کمر و خسروان بے کلہند
جفا نہ شیوۂ درویشی است و راہروی	بیار بادہ کہ ایں سالکان نہ مرد رہند
مکن کہ کوکبۂ دلبری شکستہ شود	چو چاکران بگریزند و بندگان بجہند
غلام ہمت دردی کشاں یکرنگم	نہ آں گروہ کہ ازرق لباس و دل سیہند
قدم منہ بخرابات جز بشرط ادب	کہ ساکنان درش محرمان پادشہند
بہوش باش کہ ہنگام باد استغنا	ہزار خرمن طاعت بہ نیم جو ندہند
جناب عشق بلندست ہمتے حافظ	کہ عاشقان رہ بے ہمتاں بخود ندہند

حبیبٌ لیس یعدلہ حبیبٌ

وما لسواہ فی قلبی نصیبٌ

معاصرین کی رائے

حضرت سلطان المحبوبین کے بارہ میں معاصر بزرگوں کے مقولے جو بوسائط مجھے معلوم ہوئے انکا لکھنا بھی خالی از لطف نہیں چونکہ یہ متحلف الکیفیت والحال بزرگوں کے اقوال ہیں جو آپکے کمال ذاتی اور مقبولیت الٰہی ومتابعت نبوی ونسبت مرتضوی پر دال ہیں لہٰذا درج کرتا ہوں ناظرین ملاحظہ کریں۔

جناب مولانا شاہ محمد عبد العلیم صاحب[1] آسی جونپوری رحمۃ اللہ علیہ

شاہ ضمیر عالم وکیل غازیپوری کا بیان

میرے ہموطن اور ہم مدرسہ اور دور کے رشتہ دار معین الدین صاحب قانون گو ہیں۔ یہ حضرت

[1] جناب مولانا شاہ عبد العلیم آسی رشیدی خانقاہ رشیدیہ جونپور کے صاحب سجادہ تھے اور عالم باعمل اور عارف بے بدل تھے۔ شاعری سے بھی ذوق رکھتے تھے۔ اُن کا کلام موسومہ بہ عین المعارف انکے سجادہ نشین جناب سید شاہ شاہد علی صاحب سبزپوش رشیدی نے بہت خوبی کے ساتھ حال میں دوسری مرتبہ چھپوایا ہے جس میں مولانا آسیؒ کی تاریخ ولادت ۱۹ شعبان سنہ ۱۲۵۰ھ اور تاریخ وفات ۲ جمادی الاولےٰ سنہ ۱۳۳۵ھ درج ہے۔

خاندان عالیہ قلندریہ سے خاص واسطہ یہ ہے کہ جناب دیوان عبد الرشید صاحبؒ کو حضرت مرشد نا شاہ عبد القدوس قلندرؒ سے اجازت وخلافت تھی جو بعد اخذ اذکار قلندریہ وغیرہ انکو عطا ہوئی تھی اور جسکا تذکرہ مفصلاً اصول المقصود اور اذکار ابرار وغیرہ میں قابل ملاحظہ ہے ۱۲

مولانا عبدالعلیم صاحب آسی کے مرید ہیں اور رشتہ میں اُنکے بھانجے یا بھتیجے ہوتے ہیں - ایک مرتبہ میں کاکوری کے عرس شریف کی حاضری کی غرض سے آرہا تھا - لکھنؤ یا پرتاب گڈھ کے اسٹیشن پر اُن سے ملاقات ہوئی - اُنھوں نے مجھ سے پوچھا کہ کہاں جارہے ہو - میں نے جواب دیا کہ میں کاکوری شریف جارہا ہوں - وہاں عرس ہے - چونکہ میری وضع قطع اکثر انگریزی رہا کرتی تھی اُن کو تعجب ہوا اور کہنے لگے کہ عرس سے تم کو کیا واسطہ - اس پر میں نے کہا کہ جناب سجادہ نشین صاحبؒ کے حلقہ بگوشوں میں ہوں - اُنکو حضرت صاحب کے دیکھنے کا شوق ہوا اور میرے ساتھ ہولیئے - جب میں کاکوری شریف پہونچا تو حسب معمول سلام کے لیئے کوٹھے پر (جہاں جناب حضرت صاحبؒ زمانہ عرس میں صبح کو تشریف رکھا کرتے تھے) حاضر ہوا معین الدین صاحب بھی میرے ساتھ تھے - بعد سلام عرض کرنے کے جناب حضرت صاحب نے حسب دستور مجھے لپٹا لیا - اُسکے بعد معین الدین صاحب کو پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں - میں نے عرض کیا کہ یہ میرے ساتھ آئے ہیں اور میرے دوستوں میں ہیں - اُنھوں نے بھی سلام کیا اور حضرت صاحب سے مصافحہ کیا - ہم لوگ بیٹھے رہے - کچھ دیر بعد ہم دونوں اُٹھے اور نیچے آنے لگے معین الدین صاحب کو میں نے دیکھا کہ اُن پر حیرت طاری تھی - میں نے سبب پوچھا تو اُنھوں نے بیان کیا کہ جب میں نے حضرت صاحبؒ کو پہلے پہل دروازہ سے دیکھا تو میرے دل میں یہ خیال گذرا کہ حضرت صاحب بہت کم سن ہیں لیکن سلام و مصافحہ کے بعد میں دوسری طرف دیکھ رہا تھا - یکبارگی جو نظر حضرت صاحبؒ کی طرف گئی تو دیکھا کہ مولانا عبدالعلیم صاحب آسی تشریف رکھتے ہیں - تھوڑی دیر بعد پھر حضرت صاحب کا اصلی چہرہ مبارک دکھائی پڑا

اور اسوقت حضرت صاحب مسکرا رہے تھے۔ چلتے وقت حضرت صاحب نے اُن سے پوچھا کہ آپ ٹھہرینگے یا جائیں گے۔ انھوں نے کچھ معذرت کی اور رخصت ہوکر چلے گئے۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ مولانا آسی صاحب سے میرا سلام کہئیے گا۔ کچھ روز بعد مولانا آسی صاحب کی خدمت میں وہ حاضر ہوے تو مولانا صاحب نے بغیر اُنکے کچھ عرض کیئے ہوئے اُن سے فرمایا کہ "اچھا کیا تم کاکوری شریف ہو آئے وہ بہت بڑا دربار ہے"

جناب مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب قادری چشتی پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ

مولوی محمد عاصم کاکوروی کا بیان

ایکبار عرس شریف میں جناب شاہ سلیمان صاحب پھلواروی شریک ہوئے تھے۔ اُنکے تشریف لیجانیکے بعد جناب حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے غلام سے تذکرہ فرمایا کہ شاہ صاحب موصوف جب

ف مولانا شاہ سلیمان صاحب کو مولانا عبدالحی فرنگی محلی سے تلمذ تھا اور حضرت شاہ علی حبیب صاحب پھلواروی سے بیعت و اجازت تھی اور بھی اکثر بزرگوں سے اجازت خلافت حاصل تھی جیسا کہ انکے ملفوظ مرتبہ شاہ غلام حسنین صاحب ندوی پھلواروی میں درج ہے ولادت ۱۱ محرم ۱۲۷۶ھ کو ہوئی اور وفات ۲۷ صفر روز جمعہ ۱۳۵۴ھ کو ہوئی اور پھلواری شریف میں دفن ہوئے۔ اپنے زمانہ کے مشاہیر علما صوفیہ میں سے تھے۔ انکے مواعظ کی بڑی شہرت تھی اور مثنوی مولانائے روم کے ساتھ انکے بیانات نہایت پُرلطف ہوتے تھے۔ مولانا نے بہت سفر کیئے اور انکے مواعظ سے ہر طبقہ کے لوگ متمتع ہوتے تھے۔

حضرت والد ماجدؒ کے زمانہ میں کاکوری آئے اور حضرت سلطان المحبوبین کے زمانہ میں بھی آتے تھے۔ اور فقیر حقیر کے حال پر بھی بہت عنایت فرماتے تھے۔

رخصت ہونے لگے تو ہمکو بہت مبارکباد دی اور فرمایا کہ آپکے یہاں محفلوں میں شریک ہوکر بہت مسرت ہوئی۔ ماشاء اللہ بہت صاف ستھری اور نکھری ہوئی محفلیں ہوتی ہیں۔ میں آپکے والد صاحب کے زمانہ میں بھی شریک عرس شریف ہوا ہوں۔ بحمد اللہ جو بات اُنکے زمانہ میں تھی وہی آپکے زمانہ میں بھی موجود ہے۔ ہم نے جواب میں یہ مصرعہ پڑھ دیا۔ ؎ پروردۂ دستِ می فروشیم۔ وہ بہت خوش ہوئے اور آبدیدہ اور متاثر ہوئے۔

مولوی اصطفےٰ علی علوی کاکوروی کا بیان

۱۳۵۵ھ میں حضرت مولانا شاہ سلیمان صاحبؒ پھلواروی کانپور میں حلیم مسلم ہائی اسکول کے ہیڈ ماسٹر کے مکان پر تشریف فرما تھے۔ ایک روز حضرت شاہ صاحب نے ایک ماسٹر صاحب سے سب مدرسین کے نام پوچھے میرا نام بھی آیا۔ پوچھا یہ کون ہیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ یہ کاکوری کے ہیں۔ شاہ صاحب نے دریافت فرمایا کہ کیا تکیہ شریف کے مرید بھی ہیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ جی ہاں۔ شاہ صاحب نے فرمایا تب ہی اُنکو میرے پاس آنکی ضرورت نہیں ہوئی۔ اسکے بعد بعض لوگوں کے اصرار سے میں بھی شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا میرے ساتھ منشی یونس حسن کاکوروی مدرس ہائی اسکول کانپور اور منشی اجتبیٰ علی سندیلی سب رجسٹرار باندہ بھی تھے۔ بڑی شفقت فرمائی اور باوجود مجمع ہونے کے خاص طور پر ہم لوگوں سے جبتک کہ ہم وہاں بیٹھے رہے زیادہ مخاطب رہے اور مجھ سے فرمایا "آپکو تو سب سے پہلے مجھ سے ملنا چاہیئے تھا کیونکہ میں آپ کا کوئی غیر نہیں ہوں۔ شاہ حبیب حیدرؒ صاحب میرے مخدوم و مکرم ہیں" یہ جناب حضرت صاحبؒ کا ذکر فرماتے رہے اور تکیہ شریف کے حالات پوچھتے رہے۔ کتاب مستطاب احسن الانتخاب فی ذکر معیشۃ سیدنا ابی تراب کی مخالفت میں جو ہنگامہ آرائی اُسوقت تھی اسکے متعلق یہ فرمایا میری سمجھ میں نہیں آتا کہ لوگ اس کتاب کی مذمت کیوں کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے میرے سامنے بھی اس کتاب کی بُرائی کی تو میں نے کہا کہ تمھارا جو جی چاہے کہو جب میں دیکھ رہا ہوں کہ حضرت علی

کرم اللہ وجہہ کا فیض مجھ پر ہو رہا ہے تو میں کیوں نہ اُن کا تفضیلی بنوں"

اسکے بعد دو مرتبہ اور جناب شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ آخری مرتبہ بکھنیا بازار کے ایک مکان میں ملاقات ہوئی۔ رات کا وقت تھا اور بہت کم لوگ حاضر تھے حسب معمول بہت شفقت فرمائی اور چلتے وقت مجھے قریب بلاکر آہستہ سے فرمایا "شاہ حبیب حیدر صاحب سے میرا سلام کہدیجئیگا اور یہ عرض کر دیجئے گا کہ اب میرا آخری وقت قریب آگیا ہے۔ براہ مہربانی میرے خاتمہ بخیر ہونے کیلئے دعا فرمائیے" جب میں حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو جناب شاہ صاحب سے ملاقات کا مفصل حال عرض کیا اور شاہ صاحب کے الفاظ احسن الانتخاب کے بارے میں عرض کئے جس پر حضور نے یہ ارشاد فرمایا "یہ بات شاہ سلیمان صاحب کا ایسا صاحب دل ہی کہہ سکتا ہے" اس واقعہ کے چند مہینہ کے اندر ہی شاہ صاحب کا وصال ہوا۔

جناب مولانا حاجی حافظ شاہ محمد قیام الدین عبدالباری صاحب[1] فرنگی محلی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

مولوی ضیاء الدین حیدر کا بیان

یہ تو بارہا جناب اخوی مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی نے فرمایا کہ فی زمانہ جیسی جامع شریعت و طریقت

---

[1] مولانا مولوی محمد قیام الدین عبدالباری صاحب بن جناب مولانا عبدالوہاب صاحب بن جناب مولانا عبدالرزاق صاحب قادری فرنگی محلی کو اپنے جد امجد سے بیعت اور اجازت و خلافت تھی اور اپنے والد ماجد سے بھی اجازت و خلافت تھی اور حضرت پیر مصطفیٰ صاحب گیلانی کلید بردار روضۂ قادریہ اور حضرت پیر عبدالرحمٰن صاحب گیلانی نقیب الاشراف سے سلسلۂ قادریہ کی اجازت بھی تھی انکی ولادت ۱۰ ربیع الآخر ۱۲۹۵ھ کو اور وفات ۴ رجب ۱۳۴۴ھ کو ہوئی۔ انکے اور ہمارے خاندان میں قدیم الایام سے مراسم یگانگت و خصوصیت رہی مگر انکو حضرت سلطان المحبوبین سے خاص طور پر خلوص اور اتحاد رہا۔ انکی فرمائش پر آپ نے کتاب شجرات المشائخ تحریر فرمائی اور مدینہ طیبہ سے حضرت سید علی ظاہر صاحب وتری نے انکے ہاتھ آپکو سند بھیجی تھی جس کا تذکرہ حصہ اول میں کیا گیا ہے متاخرین علماء و مشائخ میں مولوی صاحب بہت بلند شخصیت کے بزرگ تھے ۱۲

حضرت شاہ حبیب حیدر قلندر کی ذات ہے ایسا اور کوئی علما و مشایخ میں نہیں دیکھنے میں آیا اور سختی کے ساتھ اوضاع خاندانی کی پابندی تو انپر ختم ہے۔ لیکن دو موقع مجھے خاص طور پر معہ انکے الفاظ کے یاد ہیں جو حسب ذیل تھے

فرنگی محل کی مسجد میں مغرب کی نماز کیلئے میں پہونچا تو اذان میں کچھ دیر تھی۔ اخوی صاحب موصوف کھڑے ہوے تھے اور جناب مولوی عبد العزیز صاحب مغفور اور اور بھی کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ مولانا عبد الباری صاحب نے یکبارگی فرمایا کہ کاکوری کے کچھ لوگ تکیہ کے حضرت کے خلاف ہیں اسکی بابت جو میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ وہ لوگ اسی طرح خدا اور رسول کے بھی مخالف ہیں۔ پھر مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تمکو خوش کرنے کیلئے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ یہی امر واقعہ ہے۔

اخوی صاحب موصوف کے بعض خاندانی مریدین ایک دوسرے شیخ کے یہاں آنے جانے لگے تھے۔ اُنکا تذکرہ کرکے جناب موصوف نے مجھ سے فرمایا کہ اگر کچھ باطنی تعلیم حاصل کرنیکا شوق ہمارے یہاں کے مرید کو ہو تو میں کہوں گا کہ وہ حضرت شاہ حبیب حیدر صاحب کے پاس جائے کیونکہ اُن کا اور ہمارا مشرب ایک ہی مگر دوسری جگہ جانا ہمکو ہرگز پسند نہیں۔

آپنے بعض خاندانی مریدین کا تذکرہ فرمایا کہ سماع کے ذوق میں وہ اکثر اعراس میں جایا کرتے ہیں تو اگر انکو واقعی ذوقِ سماع ہے تو کاکوری کے عرس میں جائیں کہ کچھ فائدہ بھی ہو۔

حضرت صاحب قبلہ روحی فداہ کو سال وصال سے کوئی دس برس پہلے مرض میعادی بخار ہوا تھا جس سے کئی روز غشی طاری رہی اور بہت نحیف و لاغر ہو گئے تھے اُس زمانہ میں میرا لکھنؤ جانا ہوا جناب مولانا ممدوح نے حضرت صاحب کا حال پوچھا۔ مرض کے شدائد کی کیفیت بیان کرکے میں نے دعائے صحتیابی کی استدعا کی۔ اس پر مولانا نے نہایت متاثر اور آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ وہ تو ہمارے بھائی ہیں اُنکے لیے تو ہم ہر وقت

دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ انکو جلد صحت عطا فرمائے۔

مولوی نظام الدین حیدر کا بیان

جس زمانہ میں کہ محبت مجازی کی شورش تھی مجھ پر ایک وحشت طاری رہتی تھی جو میرے چہرے اور میری حالت سے ظاہر تھی۔ اُسی زمانہ میں میں ایک مرتبہ لکھنؤ گیا ہوا تھا جناب مولانا عبدالباری صاحب کے گھر میں انکی ہمشیرہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں مولوی عبدالباری صاحب آگئے اور وہیں بیٹھ گئے۔ انکی ہمشیرہ نے ان سے کہا "بھیا منے" (یعنی میں) کا یہ کیا حال ہے"۔ مولوی صاحب نے پوچھا کہ کیا حال ہے۔ اُنکی ہمشیرہ نے کہا کہ تم دیکھتے نہیں ہو انکی یہ کیا حالت ہوگئی ہے۔ یہ ا نپر وحشت کیسی سوار ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ انکو اختلاج قلب کی بیماری ہوگئی ہے۔ کوئی کچھ کہتا ہے۔ کوئی کچھ کہتا ہے (اس کچھ کہنے سے اُنکی مراد لوگوں کی رائے زنی تھی جو گویا میری بدنامی تھی) مولوی صاحب یہ سنکر مسکرائے اور کچھ دیر تک خاموش مسکراتے رہے۔ اُسکے بعد اُن سے کہا کہ اُنکو کچھ بھی نہیں ہوگیا ہے۔ اچھے خاصے ہیں۔ پھر میری طرف مخاطب ہوکر کہا کہ ہماری رائے یہ ہے کہ آپ اپنا وقت شاہ حبیب حیدر صاحب کے پاس گزارا کیجئے۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ اس سے ظاہر ہے کہ مولوی صاحب کی رائے حضرت صاحب کے بارہ میں کیا تھی۔

جناب سید شاہ ممتاز احمد صاحب[1] رزاقی قادری بانسوی رحمۃ اللہ علیہ

مولوی ضیاء الدین حیدر کا بیان

حضرت صاحب قبلہ روحی فداہ کے وصال کے بعد میں لکھنؤ گیا تو معلوم ہوا کہ جناب سید شاہ ممتاز احمد صاحب

[1] جناب سید شاہ ممتاز احمد صاحبؒ کو بیعت و اجازت و خلافت اپنے عم محترم جناب شاہ غلام جیلانی سجادہ نشین حضرت سید شاہ عبدالرزاق صاحبؒ بانسوی سے تھی اور انکے ہی جانشین ہوئے۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ آیندہ ملاحظہ ہو)

رزاقی صاحب سجادہ نشین بانسہ شریف اپنے علاج کیلئے محلسرا فرنگی محل میں مقیم ہیں۔ عیادت کیلئے حاضر ہوا تو مجھ کو دیکھتے ہی اُنپر شدت سے گریہ طاری ہوا جو اُنکے خلوص خالصہ پر دال تھا اور بہت دیر تک یہی حالت رہی۔ فرماتے تھے کہ "اب کوئی ہستی نہیں کہ جس پر تکیہ کیا جا سکتا وغیرہ وغیرہ۔" یہ بھی فرمایا کہ "ہمکو لوگ پیرزادہ کہتے ہیں مگر اصل میں پیرزادے حضرت شاہ حبیب حیدر صاحب کے بھائی صاحبان ہیں کہ جنکی وہ ہرطرح پر تعلیم و تربیت کر گئے ہیں۔"

جناب شاہ حیات احمد صاحب[۵] چشتی صابری ردولوی متع اللہ المسلمین بطول حیاتہ

مولوی ضیاء الدین حیدر کا بیان

جناب سید شاہ ممتاز احمد صاحب کے پاس سے اُٹھ کر جناب شاہ حیات احمد صاحب سجادہ نشین ردولی شریف سے ملاقات ہوئی۔ وہ بھی اُسی مکان کے دوسرے حصہ میں مقیم تھے۔ وہ فرمانے لگے کہ فرقۂ صوفیہ میں اسوقت کوئی حضرت شاہ حبیب حیدر صاحبؒ کے پایہ کا نہیں رہا ہے اور کبھی ایسے ہی کلمات کہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) حضرت سلطان المحبوبین سے خاص ارتباط رکھتے اور یہاں کے عرس میں اور یوں کبھی کبھی آیا کرتے تھے۔ بہت منکسر مزاج اور نیک طبیعت تھے۔ مولانا عبد الباری صاحب سے بہت خلوص و محبت رکھتے تھے۔ ۱۳ر رمضان ۱۳۵۵ھ کو انتقال کیا اور حضرت سید صاحب کے روضہ کے متصل مشرقی سہ دری میں دفن ہوئے ۱۲

[۵] جناب شاہ حیات احمد صاحب اپنے والد ماجد جناب شاہ التفات احمد صاحبؒ سجادہ نشین حضرت شیخ عبد الحق چشتی صابریؒ ردولوی کے جانشین ہیں۔

حضرت شاہ محمد کاظم قلندرؒ کو انکے جد اعلےٰ حضرت شاہ احمد زمانؒ سے بہت ارتباط تھا اور ادھ حضرت شاہ تراب علی قلندر ابن حضرت شاہ محمد کاظم قلندر نے انکے بیٹے شاہ فقیر احمد صاحب سے اخذ کیے ۱۲

جناب مولوی شاہ نعیم عطا صاحب متع اللہ المسلمین بطول بقائہ سجادہ نشین

خانقاہ سلون ضلع رائے بریلی

جناب شاہ صاحب کو کاکوری آنے کا پہلے اتفاق نہیں ہوا تھا۔ حضرت سلطان المحبوبین کے وصال کی خبر لکھنؤ میں سُنکر اسی روز بغرض شرکت تدفین کاکوری آئے اور بعد دفن واپس تشریف لے گئے۔ اپنی واپسی کے قبل یہ تاریخ کہہ کر دے گئے سے

عارف حق حبیب حیدر بود	یافت آرامگاہ باغ بہشت	
خامہ ام بہر سال رحلتش	حقت اے ولے در لحد بنوشت	
	۱۳۵۴ھ	

سے جناب مولوی شاہ نعیم عطا صاحب اپنے والد ماجد حضرت شاہ مہدی عطا صاحب کے خلیفہ اور خانقاہ حضرت شاہ کریم عطا صاحب رح کے سجادہ نشین ہیں۔ بہت قابل اور فاضل اور صاحب تصانیف ہیں۔ حب اہل بیت اطہار ع میں خاصہ شغف رکھتے ہیں۔ حضرت سلطان المحبوبین رح انکی اکثر تعریف فرماتے تھے۔ ہمارے خاندان اور اس خاندان سے قدیم روابط ہیں۔ حضرت عارف باللہ شاہ محمد کاظم قلندر رح جب اپنے پیر و مرشد حضرت مرشدنا شاہ باسط علی قلندر رح کی خدمت میں حاضری کے لیئے الہ آباد کی طرف تشریف لیجاتے تو راستہ میں سلون میں ٹھہر کر حضرت شاہ کریم عطا صاحب رح سے ملاقات کرتے اور راز و نیاز فقر و درویشی کے امور درمیان آتے۔ دونوں حضرات میں مخصوص مراسم تھے چنانچہ حضرت عارف باللہ نے اپنے کلام یعنی ٹھمریوں میں انکی تعریف فرمائی ہے۔ جس سے مترشح ہوتا ہے کہ آپ اُن سے فیضیاب بھی تھے۔ علاوہ بریں حضرت والد ماجد رح اور حضرت شاہ مہدی عطا صاحب میں بھی خاصی یگانگت تھی۔ اگرچہ دونوں حضرات میں ظاہری ملاقات نہ تھی لیکن بعض مسائل درویشی کے متعلق خط و کتابت ہوئی تھی ۱۲

جناب سید شاہ محمد ابراہیم صاحب وارثی نواسہ حضرت حاجی وارث علی شاہ صاحب رحمہما اللہ تعالےٰ

جناب سید صاحب دو مرتبہ کاکوری تشریف لائے اور یہاں تکیہ شریفیہ پر آکر حضرت سلطان المحبوبین سے ملاقات کرکے بہت محظوظ ہوئے صفت خاکساری میں مخصوص طور پر ممتاز تھے اور باوجود ایک بہت بڑی جماعت کے پیشوا ہونیکے حضرت سلطان المحبوبین سے ملاقات کرنے پر اپنے کو نیاز مندانہ طریقہ پر ہی پیش کیا اور طالب توجہ و عنایات رہا کیئے حضرت سلطان المحبوبین ایک مرتبہ دیوہ جدی مولوی سید محمد حسین صاحب کی تعزیت میں تشریف لیگئے تھے اور اس زمانہ میں سید صاحب کا قیام دیوہ میں تھا۔ وقت ملاقات اُنھوں نے دعوت کیلئے اصرار بلیغ کیا جو آپ بوجہ قلت وقت منظور نہ فرماسکے تو اس رباعی کے ساتھ ناشتہ بھیجا۔ چونکہ رباعی اُنکے خلوص و محبت پر دال ہے اس لیئے یہاں درج کی جاتی ہے۔

ایں ہدیہ محقر بہ پذیر از کرم خویش	از فرط خلوص دل خود ساختہ ام پیش
دلدادۂ اشفاق تو ام محسن اخلاق	کن شفقت مخصوص بحال من درویش

جناب حاجی سلیمان شاہ صاحب مجذوب[1] عرف گھوڑا شاہ مقیم میرٹھ ادام اللہ مجدہٗ

شیخ امام الدین حیدر ڈپٹی کلکٹر کا بیان

حاجی سلیمان شاہ صاحب کے پاس اکثر لوگ آتے اور مرید ہونا چاہتے تو وہ کہتے تھے کہ میں مرید نہیں کرتا

---

[1] حاجی سلیمان شاہ صاحب مجذوب سے منشی وہاج الدین صاحب سے میرٹھ میں ملاقات رہی جبکہ وہ وہاں ڈپٹی کلکٹر تھے اور اُنکے ساتھ حاجی صاحب کاکوری آئے اور حضرت سلطان المحبوبین سے ملکر اور تکیہ شریفیہ کاظمیہ کے بزرگوں کے مزارات پر حاضری سے بہت متاثر ہوئے جسکو وہ اپنے انداز میں اکثر سراہا کیئے۔ بعد کو منشی معراج الدین صاحب کے ساتھ بھی آئے اور یہاں کے جن مریدین سے ملاقات ہوئی ہے تو بہت اچھی طرح پیش آتے رہتے ہیں ۱۲

جب وہ پوچھتے کہ پھر کسکے مرید ہوں تو فرماتے کہ بھیا میری مان تو کاکوری میں مرید ہو جا۔ میں نے بہت سی گدیاں دیکھی ہیں ایسی گدی میں نے نہیں دیکھی جیسی کہ کاکوری کی ہے۔

میں ایک مرتبہ بڑے دن کی تعطیل میں میرٹھ سے کاکوری حاضر ہوا تو شاہ صاحب بھی ساتھ آئے۔ آستانہ شریف پر حاضر ہو کر حضرت صاحبؒ کی زیارت ہوئی۔ شاہ صاحب ایک گھنٹہ بھر کے قریب بیٹھے ہونگے کہ ایکبارگی حضرت صاحب کی گود میں لیٹ گئے اور ہنسنے لگے۔ حضرت صاحب قبلہ نے اپنا دست مبارک اُنپر رکھدیا اور مسکراتے رہے۔ کچھ دیر بعد ہملوگ وہاں سے چلے آئے۔ منشی معراج الدین صاحب مرحوم سے باتیں کرتے رہے۔ جب رخصت ہونے کا وقت آیا تو میں نے کہا کہ چلیئے رخصت ہو آویں۔ مگر رخصت ہونے شاہ صاحب نہیں گئے اور بلا رخصت ہوئے روانہ ہو گئے۔ مجھ کو تعجب تھا کہ رخصت ہونے کیوں نہیں گئے جب شاہ صاحب میرٹھ پہونچے تو نئی بات یہ ہوئی کہ دو مہینہ تک پلنگ سے نہیں اُٹھے بس لیٹے رہتے تھے چونکہ اُنکی عادت یہ تھی کہ دوڑے دوڑے پھرا کرتے تھے یا کبھی تانگہ پر گھومتے تھے۔ اسلیئے جب اتنے دنوں تک لیٹنے کی نوبت آئی تو بہت گھبرائے اور مجھ سے کہا کہ بھیا یہ کیا بات ہے۔ میری عادت تو گھومنے کی تھی اور میں اُٹھ نہیں پاتا ہوں۔ میں واقف نہیں تھا کیا جواب دیتا۔ آخر اُنھوں نے ایکدن فرمایا کہ بھیا اپنے پیر کو میری حالت لکھو۔ میری اُسوقت سمجھ میں آیا کہ شاہ صاحب جو اُٹھنے نہیں پاتے ہیں وہ اُس فیض کا بوجھ تھا جو اُنکو حضرت صاحبؒ سے پہونچا تھا۔ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں عریضہ روانہ کیا گیا۔ جس روز جواب آیا بس جواب ملتے ہی کھڑے ہو گئے۔ میرے یہاں اُسی وقت پیدل تشریف لائے اور خط دکھلایا۔ اُسمیں لکھا تھا کہ محبت کی تیزی کی وجہ سے یہ صورت ہوئی ہوگی اب کم ہو جائیگی۔ (والا نامہ کا ادب یہ کیا کہ چونکہ اسمیں مجھ کو سلام لکھا تھا خط ملتے ہی اُٹھ کھڑے ہوئے اور مجھ کو سلام پہونچانیکے لیئے

خود آئے) اکثر فرماتے کہ تمھارے پیر بہت بھولے بھالے ہیں۔ کبھی کہتے کہ میرے اردلی بھی خراب ہیں اور اُنکے اردلی بھی خراب ہیں۔ کوئی نہیں سنتا۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد مجھ سے فرمایا کہ آپکے پیر صاحب بہت اچھے اور بھولے بھالے آدمی تھے اور مرتبہ میں بہت بزرگ تھے۔ اکثر مرتبہ میں نے خود بہت لوگوں کو کاکوری مرید ہونیکو بھیجا ہے۔ یہاں تک کہ جو میرا خاص خادم محمد اسمٰعیل ہے کئی دفعہ ارادہ کیا کہ کاکوری میں مرید کرا دوں جس سال پیر صاحب کا وصال ہوا ہے اسی سال میں محمد اسمٰعیل کو پیر صاحب کی خدمت کے واسطے روانہ کر رہا تھا مگر اللہ کو منظور ہی نہ تھا۔ انکی روحانیت بہت تیز تھی۔ خود میں اُن سے محبت کرتا تھا۔

جناب مولانا پیر سید عباس علی صاحب عرف بخاری شاہ صاحب ادام اللہ مجدہٗ

چودہری فتح علی صاحب کا بیان

مجھ کو حضرت مخدوم شاہ مینا صاحب کے مزار شریف پر حاضری کا لکھنؤ میں ایکروز اتفاق ہوا۔ مسجد میں جناب مولانا عباس علی صاحب بخاری مقیم تھے۔ موصوف کو جناب والد ماجد صاحب مرحوم کے زمانہ سے جانتا تھا اور بزرگ سمجھتا تھا لہذا اُن سے ملتا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت شاہ حبیب حیدر قلندر قدس سرہٗ کا ذکر آیا جناب شاہ صاحب کاکوری مزار شریف پر حاضر ہو چکے تھے۔ نہایت افسوس فرماتے رہے اور فرمایا کہ ممدوح الصدر قطب الاقطاب تھے افسوس صد ہزار افسوس کہ حضرت صاحب کا جو مرتبہ تھا اُس سے یہ خادم ناواقف رہا اور قدر نہ کی

جناب مولوی شاہ عبدالکریم صاحب جیپوری ادام اللہ مجدہٗ

حکیم مرزا عبدالشکور کاکوروی کا بیان

مولوی شاہ عبدالکریم صاحب جیپوری کہ سید المجذوبین حضرت بابا شاہ تاج الدین صاحب

ناگپوری کے مسترشدین خاص میں سے ہیں۔ مجھ سے بیان کرتے تھے کہ ایک صاحب کو شوق زیارت وقدم بوسی حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندرؒ کا پیدا ہوا۔ اُسی ذوق میں وہ اپنے مستقر سے روانہ ہوئے۔ راستہ میں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ اُنھوں نے فرمایا کہ حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو چکا اب کہاں جاتے ہو۔ اس خبر کے سننے سے بہت مضطر اور اپنی نارسائی بخت پر بہت متاسف ہوئے۔ مگر لکھنؤ میں اُنکو کچھ اور ضرورت بھی تھی اسلئے بعد قطع منازل لکھنؤ پہونچے۔ یہاں پر حسب استفسار متعدد اصحاب معتبر سے دریافت ہوا کہ حضرت حافظ صاحب قبلہ تشریف فرما ہیں اور حسب عادت مستمرہ خود افاضہ فیوضات میں مصروف ہیں۔ یہ معلوم ہونے سے نہایت درجہ انشراح قلبی ہوا اور اُسی وقت عازم کاکوری شریف ہو گیا اور آستانہ عالیہ تکیہ شریفیہ کاظمیہ پر حاضر ہو کر اپنے مدعائے قلبی پر فائز ہوا۔ لیکن اس پر سخت متعجب و متحیر تھا کہ بزرگ موصوف نے حضرت کی خبر وصال کیسے بیان کر دی۔ پھر میں حضرت میاں محمد شیر صاحب پیلی بھیتی کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ حضرت موصوف سے میں نے یہ سب ماجرا عرض کر کے استفسار کیا کہ ایسی خبر اُن بزرگ نے کیسے اور کس لیئے مجھ سے بیان کی ہوگی۔ حضرت موصوف نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ انھوں نے بالکل صحیح کہا تھا۔ حضرت حافظ صاحبؒ قبلہ کی عمر مقدرہ گذر چکی تھی اور اس کا علم انکو تھا۔ وہی اُنھوں نے تم سے کہدیا۔ لیکن بامر الٰہی حضرت حافظ صاحب اپنے صاحبزادہ مولانا شاہ حبیب حیدر قلندرؒ کی تعلیم و تربیت کیلئے برائے چندے اس عالم کے قیام پر مامور ہیں اس لیئے اب تک قیام فرما ہیں۔ اسکے بعد آپنے فرمایا کہ جسکی تعلیم پر

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) لہ شاہ صاحب موصوف حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب چشتی لکھنوی کے سلسلہ سے جو شاہ طالب حسین صاحب فرخ آبادی کے واسطہ سے جاری ہے وابستہ ہیں حضرت بابا تاج الدین صاحب مجذوب ناگپوری کی خدمت میں پندرہ بیس سال تک حاضر رہے۔ انکی وفات کے بعد سے اجمیر شریف میں قیام ہے ۱۲

بزرگان دین بامراللہ مامور ہوں اسکے درجات عالیہ کا کیا کہنا۔

باباجگموہن داس جی صاحب

مرزا سلیم بیگ کا بیان

قصبہ بلندہ میں ایک مشہور فقیر باباجگموہن نامی عرصہ سے وہاں کی سرائے میں مقیم تھے۔ مجھ کو اپنے بھتیجے کی شادی میں وہاں جانیکا اتفاق ہوا۔ غیر معمولی شہرت سنکر انکی خدمت میں حاضر ہوا۔ باباجی نے ادہر اُدہر کی باتیں پوچھنے کے بعد مجھ کو نصیحت فرمائی کہ فقیروں کی خدمت میں حاضری ضرور اچھی ہے مگر بہتر یہ ہے کہ کسی ایک کا ہو رہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں جناب حافظ شاہ محمد علی حیدر قلندر عرف پتن میاں صاحب کا مرید ہوں۔ باباجی نے کچھ غور کے بعد کہا کہ اچھا وہ کاکوری والے حضرت میاں حبیب حیدر شاہ صاحب کے بھائی۔ وہ تو ہمارے ناخدا تھے۔ میں نے باباجی سے اسکے بعد دریافت کیا کہ کیا آپ کا وطن کاکوری ہے۔ اُنھوں نے فرمایا کہ نہیں اور پھر اسی سلسلہ میں بیان کیا کہ میں نے ایک واقعہ میں ایک بزرگ کو اپنی آنکھوں سے بڑے بڑے فقیروں کی رہبری کرتے دیکھا تھا۔ اسکے بعد میں نے اُن بزرگ کی تلاش میں تین سال تک خاک چھانی اور شہر بہ شہر پھرتا رہا تھا مگر وہ ملے کہاں۔ کاکوری کے تکیہ شریف میں۔ یہ باتیں ختم کرتے ہی باباجی مجھ سے رخصت ہو کر اپنی کوٹھری میں اُٹھ کر چلے گئے۔

یہ سب اپنی جگہ پر ہے اور میں یہ کہتا ہوں۔

اے کہ ہر صبحے کہ از مشرق بتافت	ہمچو چشمہ مشرقت در جوش یافت
اے جہان کہنہ را تو جان نو	از تن بے جان و دل افغان شنو
از ملال یار خامش گشتئے	اگر ہمو مہلت بہ دادے یکدمے

ناگپوری کے مسترشدین خاص میں سے ہیں مجھ سے بیان کرتے تھے کہ ایک صاحب کو شوق زیارت و قدمبوسی
حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندرؒ کا پیدا ہوا۔ اُسی ذوق میں وہ اپنے مستقر سے روانہ ہوئے۔ راستہ میں ایک
بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ اُنھوں نے فرمایا کہ حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو چکا اب کہاں جاتے
ہو۔ اس خبر کے سننے سے بہت مضطر اور اپنی نارسائی بخت پر بہت متاسف ہوئے۔ مگر لکھنؤ میں اُنکو کچھ اور
ضرورت بھی تھی اسلیئے بعد قطع منازل لکھنؤ پہونچے۔ یہاں حسب استفسار متعدد اصحاب معتبر سے دریافت ہوا
کہ حضرت حافظ صاحب قبلہ تشریف فرما ہیں اور حسب عادت مستمرہ خود افاضہ فیوضات میں مصروف ہیں۔ یہ
معلوم ہونے سے نہایت درجہ انشراح قلبی ہوا اور اُسی وقت عازم کاکوری شریف ہو گیا اور آستانہ عالیہ
تکیہ شریفیہ کاظمیہ پر حاضر ہو کر اپنے مدعائے قلبی پر فائز ہوا۔ لیکن اس پر سخت متعجب و متحیر تھا کہ بزرگ موصوف نے
حضرت کی خبر وصال کیسے بیان کر دی۔ پھر میں حضرت میاں محمد شیر صاحب پیلی بھیتی کی خدمت اقدس میں
حاضر ہوا حضرت موصوف سے میں نے یہ سب ماجرا عرض کرکے استفسار کیا کہ ایسی خبر اُن بزرگ نے کیسے
اور کس لیئے مجھ سے بیان کی ہوگی۔ حضرت موصوف نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ انھوں نے بالکل صحیح کہا تھا۔
حضرت حافظ صاحبؒ قبلہ کی عمر مقدرہ گذر چکی تھی اور اس کا علم انکو تھا۔ وہی اُنھوں نے تم سے کہدیا۔
لیکن بامر الٰہی حضرت حافظ صاحب اپنے صاحبزادہ مولانا شاہ حبیب حیدر قلندرؒ کی تعلیم و تربیت کیلئے
برائے چندے اس عالم کے قیام پر مامور ہیں اس لیئے ابتک قیام فرما ہیں۔ اسکے بعد آپنے فرمایا کہ جسکی تعلیم پر

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) لہ شاہ صاحب موصوف حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب چشتی لکھنوی کے سلسلہ سے جو شاہ طالب حسین صاحب فرخ آبادی
کے واسطہ سے جاری ہے وابستہ ہیں حضرت بابا تاج الدین صاحب مجذوب ناگپوری کی خدمت میں پندرہ بیس سال تک حاضر رہے۔
انکی وفات کے بعد سے اجمیر شریف میں قیام ہے ۱۲

بزرگان دین بامراللہ مامور ہوں اسکے درجات عالیہ کا کیا کہنا۔

بابا جگموہن داس جی صاحب

مرزا سلیم بیگ کا بیان

قصبہ بلندہ میں ایک مشہور فقیر بابا جگموہن نامی عرصہ سے وہاں کی سرائے میں مقیم تھے۔ مجھ کو اپنے بھتیجے کی شادی میں وہاں جانیکا اتفاق ہوا۔ غیر معمولی شہرت سنکر اُنکی خدمت میں حاضر ہوا۔ بابا جی نے اِدہر اُدہر کی باتیں پوچھنے کے بعد مجھ کو نصیحت فرمائی کہ فقیروں کی خدمت میں حاضری ضرور اچھی ہے مگر بہتر یہ ہے کہ کسی ایک کا ہو رہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں جناب حافظ شاہ محمد علی حیدر قلندر عرف بتن میاں صاحب کا مرید ہوں۔ بابا جی نے کچھ غور کے بعد کہا کہ اچھا وہ کاکوری والے حضرت میاں حبیب حیدر شاہ صاحب کے بھائی۔ وہ تو ہمارے ناخدا تھے۔ میں نے بابا جی سے اسکے بعد دریافت کیا کہ کیا آپ کا وطن کاکوری ہے۔ اُنھوں نے فرمایا کہ نہیں اور پھر اسی سلسلہ میں بیان کیا کہ میں نے ایک واقعہ میں ایک بزرگ کو اپنی آنکھوں سے بڑے بڑے فقیروں کی رہبری کرتے دیکھا تھا۔ اسکے بعد میں نے اُن بزرگ کی تلاش میں تین سال تک خاک چھانی اور شہر بشہر پھرتا رہا تھا مگر وہ ملے کہاں۔ کاکوری کے تکیہ شریف میں۔ یہ باتیں ختم کرتے ہی بابا جی مجھ سے رخصت ہو کر اپنی کوٹھری میں اُٹھ کر چلے گئے۔

یہ سب اپنی جگہ پر ہے اور میں یہ کہتا ہوں۔

اے کہ ہر صبحے کہ از مشرق بتافت	ہمچو چشمہ مشرقت در جوش یافت
اے جہان کہنہ را تو جان نو	از تن بے جان و دل افغان شنو
از ملال بار خامش گشتئے	اگر ہمو مہلت بہ داد سے یکدمے

لیک می گوید بگو ہیں عیب نیست — جز تقاضائے قضائے غیب نیست

من زجان جان شکایت میکنم — من نیم شاکی حکایت میکنم

یا جواب من بدہ یا داد دہ — یا مرا زاسباب شادی[1] یاد دہ

یاد آرید اے مہاں[2] ایں مرغزار — یک صبوحی[3] درمیان مرغزار

یاد آرید از محبت ہائے ما — حق مجلس ہا و صحبت ہائے ما

یا بیاراں یار را میموں بود — یاد اگر باشد چرا محزوں بود

یک قدح مے نوش کن بر یاد من — گر ہمی خواہی کہ بدہی داد من

یا بیاد ایں فتادہ خاک بیز — چونکہ خوردی جرعۂ بر خاک ریز

گر فراق بندہ از بدبندگی است — چوں تو با بد بد کنی پس فرق چیست

چوں قبول حق بود آں مرد راست — دست تو در کارہا دست خداست

ایں ہمہ گفتیم لیک اندر بسیچ[4] — بے عنایات شما ہیچیم ہیچ

حبیبٌ لیس یعدلہ حبیبٌ

وما لسواہ فی قلبی نصیبٌ

[1] یعنی عیش و خوشی ۱۲

[2] یعنی بلند مرتبہ لوگ ۱۲

[3] یعنی وقت صبح کی شراب [4] یعنی آخر نتیجہ ۱۲

ترجمہ رسالہ[1] معمور داشتن اوقات مؤلفہ حضرت عارف باللہ شاہ محمد کاظم قلندر کاکوروی

(مندرجہ کتاب مستطاب اصول المقصود صفحہ ۵۰۵ لغایتہ ۵۱۰ و تذکرہ کتاب تذکرہ حبیبی صفحہ ۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

الحمد[2] للہ رب العالمین والصلوٰۃ علیٰ رسولہ محمد وآلہ اجمعین۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کھیل کود کیلئے پیدا نہیں کیا بلکہ اپنی بندگی اور عبادت کے واسطے پیدا کیا جیسا کہ ارشاد فرماتا ہے مَا[3] خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ پس آدمی کو لازم ہے کہ اپنی زندگی عبادت الٰہی میں صرف کرے اور دن اور رات کے اوقات کو اس طرح گذارے جس طرح کہ بتلایا گیا ہے ورنہ سخت نقصان میں رہیگا۔

اوقات کے ترتیب دینے کا طریقہ یہ ہے کہ صبح کو جب نیند سے جاگے تو کہے اَلْحَمْدُ[4] لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ الْبَعْثُ وَالنُّشُوْرُ۔ اور دس بار اَعُوْذُ[5] بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ کہے۔ اور اگر ہو سکے تو کلمہ شہادت یعنی اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اور کلمہ تمجید یعنی سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

---

[1] حسب فرمایش حضرت جد امجد اس فارسی رسالہ کا ترجمہ اردو زبان میں مولوی محی الدین خاں ذوق کاکوروی نے (جنکا حال کتاب تذکرہ مشاہیر کاکوری میں ہے) کیا اور چند فوائد وغیرہ کے ساتھ توثیق المقاصد کے نام سے ۱۲۸۳ھ میں چھپوایا تھا جو اب نایاب ہے ۱۲

[2] یعنی تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو تمام عوالم کا پروردگار ہے اور درود اُسکے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُنکی تمام اولاد پر ہے ۱۲

[3] یعنی نہیں پیدا کیا میں نے جنات اور انسان کو مگر اس لیئے کہ میری بندگی کریں ۱۲

[4] یعنی سب تعریف اُس اللہ تعالےٰ کیلئے ہے جسنے جِلایا ہمکو بعد مارنے کے اور اُسی کی طرف زندہ ہو کر قیامت میں جانا ہے ۱۲

[5] یعنی اللہ تعالےٰ کی پناہ مانگتا ہوں میں شیطان مردود سے ۱۲

اور استغفار یعنی أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّأَتُوْبُ إِلَيْهِ ایک ایک بار پڑھے[۱۵] اسکے بعد وضو کرے اور اسکے دوران میں وضو کی دعائیں[۱۶] پڑھے۔ اگر وضو کی دعائیں یاد نہ ہوں تو ہر عضو بدن دھوتے

---

[۱۵] اگر ناپاکی کی حالت میں جاگے تو یہ دعائیں پڑھے اور اگر غسل کی حاجت ہو تو کوئی دعا زبان سے نہ پڑھے لیکن اگر کلمہ وغیرہ دل میں پڑھے کہ الفاظ زبان سے نہ ادا ہوں تو جائز اور درست ہے ۱۲ [۱۶] وضو کی دعائیں یہ ہیں کہ جب ہاتھوں پر پانی ڈالے تو بِسْمِ اللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى دِيْنِ الْإِسْلَامِ پڑھے بعضوں کے نزدیک بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کہنا افضل ہے اور جمہور کے نزدیک سنت موکدہ ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مستحب ہے جیسا کہ کتاب ہدایہ میں مسطور ہے اور امام احمد حنبلؒ کے مذہب میں فرض ہے۔ بہرحال اسکو ترک نہ کرنا چاہیئے۔ حدیث شریف میں ہے کہ بسم اللہ کے بعد کہے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ وَوَسِّعْ لِيْ فِيْ دَارِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْ رِزْقِيْ (یعنی اے اللہ بخشدے تو میرے لیے میرے گناہ اور وسعت دے میرے گھر میں یعنی دنیا اور قبر اور آخرت میں اور برکت دے میرے رزق میں) اور بعض علما نے لکھا ہے کہ بعد بسم اللہ کے یہ دعائیں پڑھنا مستحب ہیں۔ وضو کی نیت کے وقت اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ الْمَاءَ طَهُوْرًا اور کلی کرتے وقت اَللّٰهُمَّ اسْقِنِيْ مِنْ حَوْضِ نَبِيِّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأْسًا لَا أَظْمَأُ بَعْدَهٗ أَبَدًا اَللّٰهُمَّ أَعِنِّيْ عَلٰى تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ وَذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ اور ناک میں پانی ڈالتے وقت اَللّٰهُمَّ لَا تُحَرِّمْنِيْ رَائِحَةَ نَعِيْمِكَ وَجَنَّاتِكَ اور منہ پر پانی ڈالتے وقت اَللّٰهُمَّ بَيِّضْ وَجْهِيْ بِنُوْرِكَ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهُ أَوْلِيَائِكَ وَلَا تُسَوِّدْ وَجْهِيْ يَوْمَ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ اور داہنے ہاتھ پر پانی ڈالتے وقت اَللّٰهُمَّ أَعْطِنِيْ كِتَابِيْ بِيَمِيْنِيْ وَحَاسِبْنِيْ حِسَابًا يَّسِيْرًا اور بائیں ہاتھ پر پانی ڈالتے وقت اَللّٰهُمَّ لَا تُعْطِنِيْ كِتَابِيْ بِشِمَالِيْ وَلَا مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِيْ اور سر کا مسح کرتے وقت اَللّٰهُمَّ حَرِّمْ شَعْرِيْ وَبَشَرِيْ عَلَى النَّارِ وَأَظِلَّنِيْ تَحْتَ عَرْشِكَ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّكَ اور کانوں کا مسح کرتے وقت اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ أَحْسَنَهٗ اور گردن کا مسح کرتے وقت اَللّٰهُمَّ أَعْتِقْ رَقَبَتِيْ مِنَ النَّارِ اور داہنے پیر کو دھوتے وقت اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِيْ عَلَى الصِّرَاطِ يَوْمَ تَزِلُّ الْأَقْدَامُ اور بائیں پیر کو دھوتے وقت اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ ذَنْبِيْ مَغْفُوْرًا وَسَعْيِيْ مَشْكُوْرًا وَتِجَارَتِيْ لَنْ تَبُوْرَ پڑھے ۱۲

کلمۂ شہادت اور درود شریف پڑھے۔ وضو سے فراغت کے بعد قبلہ کی طرف مُنہ کرے اور تین بار کلمۂ شہادت پڑھے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اسکے پڑھنے والے کیلئے بہشت کے آٹھ دروازے کھولے جاتے ہیں۔ اگر سورہ قدر یعنی انا انزلناہ في ليلة القدر الخ پڑھے تو پچاس برس کی عبادت اسکے نامۂ اعمال میں لکھی جائے اور اگر تین بار پڑھے تو بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخل ہو۔ اگر ایکبار آیۃ الکرسي پڑھے تو بہت ثواب ہے اگر دس بار درود شریف پڑھے تو حضرت رسول اللہ محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت واجب ہوجائے

اگر رات باقی ہو تو نماز تہجد کی آٹھ یا بارہ رکعت اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں بعد الحمد کے تین بار سورۂ اخلاص یعنی قل ھو اللہ الخ پڑھے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص نماز تہجد کی پابندی کرے تو ہر رکعت کے بدلے پچاس برس کی عبادت اسکے لیئے لکھی جاتی ہے اور دوزخ کی آگ اس پر حرام ہوجاتی ہے

اگر صبح ہوگئی ہو تو نماز فجر کی سنت پڑھے۔ اسکے بعد سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ سو بار کہے۔ منقول ہو کہ اس وظیفہ کے پڑھنے والے پر شیطان کا ہاتھ نہیں پہونچتا اور اس کا بہت ثواب ہے۔ شیخ اکبر یعنی حضرت محی الدین ابن عربی نے نیک بختی کے طلب کرنیوالوں کے لیئے وصیت کی ہے کہ اس وظیفہ کو ہرگز ترک نہ کرنا چاہیئے اور وہی فرماتے ہیں کہ اس تسبیح کے ہر ایک لفظ کے عوض میں بہشت میں ایک درخت اُگتا ہے کہ اسکی ہر پتی پر ایک فرشتہ ہوتا ہے کہ تسبیح کہتا ہے اور اس کا ثواب بھی پڑھنے والے کو ملتا ہے۔

اسکے بعد نماز فجر کے فرض پڑھنے کیلئے گھر سے مسجد میں جانا چاہیئے۔ گھر سے نکلتے وقت آیۃ الکرسی پڑھے کہ حدیث شریف میں ہے کہ اسکے پڑھنے والے کیلئے ستر ہزار فرشتے پیدا ہوتے ہیں جو اسکے لیئے استغفار اور

لہ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ بَارِكْ وَسَلِّمْ یا جو درود شریف یاد ہو ۱۲

دعا کرتے ہیں۔ اور فجر کی سنت کا گھر میں اور فرض کا مسجد میں پڑھنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا جو کوئی ایسا کرے بہت ثواب ہے۔ ورنہ گھر ہی میں سنت اور فرض ادا کرے اور بعد سلام کے اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ تین بار کہے تو اسکے گناہوں کا کفارہ ہو جائے چاہے وہ کف دریا کے برابر ہوں۔ اور تینتیس بار سُبْحَانَ اللّٰہِ اور تینتیس بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور چونتیس بار اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور ایک بار کلمۂ توحید یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ پڑھے تو اس کا بھی بہت ثواب ہے۔

اور چاہیئے کہ آفتاب کے نکلنے تک اپنی جگہ سے نہ ہٹے اور امکان بھر عبادت میں مشغول رہے خواہ وظیفہ پڑھے یا قرآن شریف پڑھے یا ذکر یا فکر کرے کہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ دس چیزیں عطا فرماتا ہے جو یہ ہیں۔

(۱) مرنے سے پہلے توبہ (۲) رزق میں برکت (۳) لوگوں میں مقبولیت (۴) قبر کی تاریکی سے نجات (۵) پل صراط سے گذرنے میں آسانی (۶) قبر کی کشادگی (۷) بدن کی سلامتی (۸) نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں پاوے (۹) صلح یعنی نیک اور برگزیدہ لوگوں کے ساتھ حشر ہو (۱۰) بہشت میں جاوے۔

ان چند چیزوں کا روزمرہ پڑھنا لازم کر لینا چاہیئے اور ہر نماز فرض کے بعد پہلے تین بار استغفار پڑھے اسکے بعد ایک بار اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ وَاِلَیْکَ یَرْجِعُ السَّلَامُ حَیِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَاَدْخِلْنَا دَارَ السَّلَامِ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔ اسکے بعد ایک بار سورہ فاتحہ اسکے بعد ایک بار اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ اسکے بعد ایک بار اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُقَدِّمُ اِلَیْکَ بَیْنَ یَدَیْ کُلِّ نَفَسٍ وَّلَمْحَۃٍ وَّلَحْظَۃٍ وَّطَرْفَۃٍ یَطْرِفُ بِھَا اَھْلُ السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضِ وَمِنْ کُلِّ شَیْءٍ ھُوَ کَائِنٌ فِیْ عِلْمِكَ اَوْقَدْ کَانَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُقَدِّمُ اِلَیْكَ بَیْنَ یَدَیْ ذٰلِكَ کُلِّہٖ اور ایک بار اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ تا عظیم اور ایک بار اٰمَنَ الرَّسُوْلُ تا آخر اور ایک بار شَھِدَ اللّٰہُ تا الاسلام اور ایک بار قُلِ اللّٰھُمَّ مالک الملک تا بغیر حساب اور تینتیس بار سبحان اللہ اور تینتیس بار الحمد للہ اور چونتیس بار اللہ اکبر اور دس دس بار کلمہ توحید اور کلمہ تمجید پڑھے۔ اور ہر نماز کے بعد درود شریف دس بار اور سورہ اخلاص یعنی قل ھو اللہ دس بار ایک ایک بار معوذتین یعنی قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھا کرے۔ اسکا ثواب بطریق مجمل یہ ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کی وصیت میں لکھی ہے اور حضرت خضر علیہ السلام وغیرہ سے مروی ہے کہ جو کوئی ان کو سب کو پڑھتا رہے ہرگز اس کا ایمان نہ جائیگا اور حق سبحانہ وتعالیٰ اس بندہ پر ہر روز ستر بار نظر ڈالے اور خطیرۃ القدس میں داخل کرے گا اور جس طرح بھی ہو اسکو جنت میں جگہ ملے گی اور آگ یعنی دوزخ سے محفوظ رہے گا اور اسکے دشمن تباہ ہونگے اور صور پھونکے جانے یعنی قیامت تک دن اور رات کی ہر گھڑی میں ستر ہزار نیکیاں اسکے لیئے آسمان پر جائینگی۔

اسکے بعد جبتک آفتاب نکلے مسبعات عشر پڑھے جو مشہور وظیفہ ہے۔

۱؎ یعنی آیۃ الکرسی ۱۲ ۲؎ پارہ تیسرا۔ سورہ بقر۔ رکوع آخر ۱۲ ۳؎ پارہ تیسرا۔ سورہ آل عمران۔ رکوع دوسرا ۱۲ ۴؎ پارہ تیسرا۔ سورہ آل عمران۔ رکوع تیسرا ۱۲ ۵؎ مسبعات عشر میں مندرجہ ذیل دس چیزیں ہیں جنمیں سے ہر ایک سات سات بار پڑھی جاتی ہے (۱) سورہ الحمد (۲) سورہ قل اعوذ برب الفلق (۳) سورہ قل اعوذ برب الناس (۴) سورہ قل ھو اللہ (۵) سورہ قل یاایھا الکافرون (۶) آیۃ الکرسی (۷) سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ (۸) درود شریف اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

پہلی رکعت میں قل یاایہا الکافرون اور دوسری میں قل ھو اللہ

آفتاب نکلنے کے بعد نماز اشراق کی دو رکعت پڑھے اور نماز استخارہ[1] کی بھی دو رکعت پڑھے کہ ان دو رکعت کا بہت ثواب لکھا ہے اور ایک ایک بار سورہ والشمس اور والضحیٰ پڑھنے کا بھی بہت ثواب ہے اگر ہو سکے پڑھے۔

الغرض میں نے اسکے لیئے بہت ثواب لکھا دیکھا ہے جو صبح کی نماز پڑھ کر اسی جگہ ٹھہرا رہے اور ذکر اور تسبیح میں اور جو کچھ جانتا ہو اُسمیں مشغول رہے تاوقتیکہ آفتاب برآمد ہو۔ پھر نماز اشراق پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اس کی سفارش سے ہزار گنہگاروں کو بخشدے گا اور دوزخ کی آگ سے خلاصی دے گا۔

اگر بعد نماز اشراق سو بار آیۃ الکرسی اور رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ پڑھے تو ایمان سلامت رہے اور اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہو اور فراق کے عذاب سے محفوظ رہے۔

اسکے بعد جب پہر بھر دن چڑھ آوے تو نماز چاشت پڑھے۔ اسکی چار یا آٹھ یا بارہ رکعت ہیں

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ یا اور کوئی اسی قسم کا درود شریف (۹) اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ الْاَحْیَاءِ مِنْھُمْ وَالْاَمْوَاتِ اِنَّکَ سَمِیْعٌ مُّجِیْبُ الدَّعْوَاتِ (۱۰) اَللّٰھُمَّ افْعَلْ بِیْ وَبِھِمْ عَاجِلًا وَّاٰجِلًا فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ مَا اَنْتَ لَہٗ اَھْلٌ وَّلَا تَفْعَلْ بِنَا یَا مَوْلَانَا مَا نَحْنُ لَہٗ اَھْلٌ اِنَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۱۲

[1] نماز استخارہ کا طریقہ یہ ہے کہ دو رکعت نماز نفل استخارہ پڑھنے کے بعد یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَدُنْیَایَ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ فَاقْدِرْہُ لِیْ وَیَسِّرْہُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَدُنْیَایَ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْہُ وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ رَضِّنِیْ بِہٖ ۱۲

کہتے ہیں کہ آسمان سے تیس ہزار بلائیں اُترتی ہیں جنکو نماز چاشت اپنے پڑھنے والے پر نہیں آنے دیتی اور اور بھی بہت ثواب ہے۔ اسکے بعد اگر ممکن ہو بوقت زوال یعنی دو پہر کے وقت چار رکعت اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں (الحمد کے بعد) آیۃ الکرسي ایک بار اور قل ھو اللہ تین بار پڑھے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اس نماز کے پڑھنے والے سے دوزخ چار ہزار برس کی راہ پر بھاگ جاتی ہے اور وہ جبتک اپنی جگہ بہشت میں نہیں دیکھ لیتا ہے نہیں مرتا ہے اور اس سے بھی زیادہ ثواب ہے لیکن میں اختصار سے لکھتا ہوں

اسکے بعد نماز ظہر پڑھے اور بعد نماز اگر سو بار درود شریف اور سو بار قل ھو اللہ پڑھے تو اُس کا حشر برگزیدہ اور خدا رسیدہ لوگوں کے ساتھ ہو اور کبھی قرض دار نہ ہو اور نہ کسی نعمت کا اس سے حساب لیا جائیگا اور نہ کسی قصور پر اسپر عتاب کیا جائے گا اور اسکا ایمان زائل نہو گا۔

اسکے بعد نماز عصر پڑھے جو شخص قبل از فرض نماز عصر چار رکعت سنت اس طرح پڑھے کہ الحمد کے بعد پہلی رکعت میں سورہ اذا زلزلت الارض اور دوسری میں سورہ والعادیات اور تیسری میں سورہ القارعۃ اور چوتھی میں سورہ الھکم التکاثر پڑھے تو دوزخ کی آگ اسپر حرام ہو جائے۔ منقول ہے کہ قیامت کے دن سوائے روزہ اور عصر کے وقت کی سنتوں کے تمام عبادتیں دعویدار کو دیجائیں گی۔ ایک روایت ہے کہ ہر رکعت میں سورہ والعصر گیارہ بار پڑھے۔ راقم الحروف کے نزدیک بشرط فرصت دونوں طریقے جمع کردے ورنہ جو کچھ ممکن ہو پڑھے۔ بعد نماز عصر سو بار استغفار ضرور پڑھنا چاہیئے کہ تمام گناہ بخشدیئے جاتے ہیں اگر سورہ عم یتساء لون اور والنازعات اور سورہ واللیل پڑھے تو آخرت میں بہت فوائد پاوے۔

اسکے بعد نماز مغرب پڑھے۔ اسکے بعد نماز اوّابین کی چھ رکعت اس طرح پڑھے کہ اول دو رکعت ایمان کی حفاظت کی نیت سے پڑھے جنکی ہر رکعت میں بعد الحمد کے سورہ اخلاص چھ بار اور معوذتین

ایک بار پڑھے اور بعد سلام کے کہے اَللّٰھُمَّ سَدِّدْنِیْ بِالْاِیْمَانِ وَاحْفَظْہُ عَلَیَّ فِیْ حَیَاتِیْ وَبَعْدَ مَمَاتِیْ۔
اسکے بعد دو رکعت اور پڑھے جسکی پہلی رکعت میں سورہ کافرون یعنی قل یا تین بار اور سورہ اخلاص
چھ بار اور دوسری رکعت میں سورہ نصر یعنی اذا جاء تین بار اور سورہ اخلاص پانچ بار پڑھے۔ جو
شخص یہ دوگانہ پڑھے اللہ اُسکو اور اُسکے گھر والوں کو اور اُسکی اولاد کو حرام سے محفوظ رکھے اور اُسکی جان
نکلنا آسان کرے اور وہ ملک الموت کو اچھی صورت میں ماں اور باپ سے زیادہ مہربان دیکھے اور اُسکی
قبر پر رحمت کے دروازے کھُلیں اور قیامت کے روز صدیقوں (یعنی اللہ تعالےٰ کے دوستوں) کے ساتھ اٹھے
اور اور بھی بہت ثواب لکھا ہے۔ اسکے بعد اور دو رکعت پڑھے اور انکی ہر رکعت میں بعد الحمد کے سورہ
اخلاص پندرہ بار پڑھے۔ ان کا بہت ثواب لکھا ہے۔

اور دو رکعت نماز استخارہ پڑھے اسکی پہلی رکعت میں بعد الحمد کے قل یا اور دوسری میں قل
ھو اللہ اور سلام کے بعد دعائے استخارہ پڑھے۔ اسکے بعد نماز عشا تک بیٹھا رہے کہ بہت ثواب ہی۔

اسکے بعد نماز عشا پڑھے اور وتر کے پہلے دو رکعت نفل کی پڑھے جسکی ہر رکعت میں بعد الحمد
کے تین بار قل ھو اللہ پڑھے اور بعد سلام کے دس بار درود شریف پڑھے۔ اسکے پڑھنے والے کو اللہ تعالےٰ
منکر و نکیر کے سوال اور قبر کی تاریکی اور ضغطہ (تنگی) سے محفوظ رکھے۔ اسکے بعد وتر پڑھے اور سلام کے بعد
سجدہ میں جائے اور پانچ بار سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰٓئِکَۃِ وَالرُّوْحِ کہے اور سر اٹھائے اور
ہاتھ اُسی طرح جائے نماز پر رکھے اور آیۃ الکرسی پڑھے اور پھر سجدہ میں جائے اور وہی تسبیح پانچ بار
کہے۔ جب سر اٹھائے اُسکے سب گناہ بخشے جائیں اور سو حج اور عمرہ کا ثواب عطا ہو اور اُسکی سفارش
سے ساٹھ ہزار آدمی بخشے جائیں اور معاف کیئے جائیں اُسکے گناہ اگرچہ درختوں کی پتیوں سے اور

بارش کے قطروں سے زیادہ ہوں اور بھی بہت ثواب لکھا ہے۔ عشا کے بعد کلمہ تمجید سو بار پڑھے۔ اس کا بھی بہت ثواب ہے۔

اور آیۃ الکرسی کو ہر سلام کے بعد کیا فرض کیا سنت اور کیا نفل ایک بار پڑھنا ہمیشہ لازم رکھے یہ عمل اُسکے سوائے ہے جو آمن الرسول وغیرہ کے ساتھ لکھا گیا کہ وہاں وہی کافی ہے۔

اور جو شخص ہر نماز کے بعد سات بار کہے ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ اور اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ بِعِزَّتِکَ دوزخ کی آگ اُسپر حرام ہو جائے۔

صلوٰۃ التسبیح اگر رات کو پڑھے تو دو سلام سے پڑھے اور اگر دن میں پڑھے تو ایک سلام سے پڑھے اس کا طریقہ یہ ہے کہ جب نیت باندھے خواہ چار رکعت کی ہو خواہ دو رکعت کی ہو سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ تا آخر پڑھکر پندرہ بار کلمہ تمجید کہے اُسکے بعد ایکبار الحمد تا آخر اور قل ھو اللہ تا آخر دس بار پڑھے اور پھر دس بار وہی کلمہ تمجید کہے تب رکوع میں جائے اور سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ کہکر دس بار وہی کلمہ تمجید کہے۔ تب سر اٹھائے اور سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہکر اسیطرح کھڑے کھڑے دس بار وہی کلمہ تمجید کہے۔ اسکے بعد سجدہ میں جائے اور سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہہ کر دس بار وہی کلمہ تمجید کہے اور سر اٹھا کر بیٹھے اور دس بار وہی کلمہ تمجید کہے۔ پھر دوسرا سجدہ کرے اور اُسمیں بھی اُسی طرح دس بار وہی کلمہ تمجید کہے۔ اسکے بعد اٹھ کھڑا ہو اور اسی ترتیب سے دوسری رکعت پڑھے۔

سوتے وقت ایک بار سورہ فاتحہ یعنی الحمد تا آخر اور تین بار سورہ اخلاص یعنی قل ھو اللہ پڑھے اللہ تعالیٰ اس وظیفہ کے ہر حرف کے عوض میں ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو قیامت تک تسبیح کرتا ہے اور سوائے بہشت جانے والے مسلمان بندہ کے کسی کو اسکے پڑھنے کی توفیق نہیں ہوتی ہے۔ اگر چاروں قل پڑھے تو شیطان کی شرارتوں سے محفوظ رہے اور اسی وقت کہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ

وَلَهُ الْحَمْدُ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ تو تمام گناہوں سے پاک ہوجائے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو کوئی سوتے میں کروٹ بدلتے وقت کہے یَا حَيُّ یَا قَیُّوْمُ یَا کَرِیْمُ یَا رَحْمٰنُ اور اللہ تعالیٰ کے اور ناموں میں جو نام یاد ہو کہے تو فرشتوں کو حکم ہوتا ہے کہ گواہ رہو کہ اس بندہ کو بخشدیا میں نے کہ مجھ کو خواب میں بھی نہیں بھولتا ہے اور اگر یا اللہ کہے تو اللہ تعالیٰ جواب میں فرماتا ہے لَبَّيْكَ عَبْدِيْ مانگ جو کچھ مانگتا ہے کہ تجھ کو عطا کروں۔ اور اگر رات میں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہے تو اس کا حشر برگزیدہ لوگوں کے ساتھ ہو اور جاگتے وقت بھی کہے کہ چار ہزار نیکیاں ملتی ہیں۔

نماز اور دعاؤں کا بیان جو چاند دیکھکر پڑھی جاتی ہیں

جب نیا چاند دیکھے رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ تین بار کہے اور ایک بار پڑھے اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ وَخَلَقَكَ وَصَوَّرَنِيْ وَصَوَّرَكَ وَقَدَّرَكَ مَنَازِلَ وَجَعَلَكَ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ وَالتَّوْفِيْقِ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا شَهْرَ بَرَكَةٍ وَّاَجْرٍ وَّنُوْرٍ وَّرُوْحٍ وَّعَافَاتٍ اَللّٰهُمَّ قَاسِمَ الْخَيْرِ بَيْنَ عِبَادِكَ اَقْسِمْ لَنَا فِيْهِ مِنْ خَيْرِ مَا تُقَسِّمُ بَيْنَ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ تو تمام مہینہ آرام سے گزرے اور نیک کام کی توفیق عطا ہو اور تینتیس بار سورہ فاتحہ پڑھے تو سو برس کی عبادت لکھی جائے اور اگر سورہ یٰسین پڑھے تو سو مقبول حج اور بارہ ختم قرآن کا ثواب اسکے نامہ اعمال میں لکھا جائے۔ اور اگر سورہ فجر پڑھے تو دوزخ سے آزاد ہو۔

اگر چاند رات میں چھ رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں بعد الحمد کے ایک بار آیۃ الکرسی اور پندرہ بار قل ھو اللہ پڑھے اور سلام کے بعد تین بار سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ

کوالگ روح کیے تو بہت ثواب ہی۔

ہر مہینہ کی نمازیں وغیرہ

ماہ محرم۔ اگر چاندرات میں چار رکعت اس طرح پڑہے کہ ہر رکعت میں الحمد کے بعد تین بار قل ھو اللہ پڑہے تو اُسکے نامہ اعمال میں چار ہزار سال کی عبادت لکھی جائے۔ اور اگر تین روزے پہلی اور دسویں اور آخری تاریخ کو رکھے تو بہت ثواب لکھا ہی اور اگر دس روزے رکھے تو گویا اُس نے اللہ تعالے کی عبادت دس ہزار سال کی اور اُسپر دوزخ حرام ہو جائے۔ اگر محرم کی پہلی تاریخ کو بارہ رکعت نماز پڑہے اور ہر رکعت میں الحمد کے بعد سات بار قل ھو اللہ پڑہے دس ہزار سال کا ثواب پاوے۔ اگر سورہ فتح پڑہے تو تمام سال فراغت سے گذرے۔ اور دسویں تاریخ کو چار رکعت نماز پڑہے اور ہر رکعت میں الحمد کے بعد سورہ اذا زلزلت الارض ایک بار اور قل ھو اللہ تین بار پڑہے تو اللہ تعالے وہ ثواب عطا فرمائے جو روزہ دار کو دیتا ہے اور پچاس سال کے گناہ بخشدے اور بھی اگر دسویں تاریخ کو حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی ارواح پاک کیلئے چار رکعت نماز پڑہے اور ہر رکعت میں الحمد کے بعد پندرہ بار قل ھو اللہ پڑہے تو اُن حضرات کے ساتھ بہشت میں جاوے۔ اور جس کسی کی روح کیلئے پڑہے اس کو ثواب پہونچے۔

ماہ صفر۔ چاندرات میں چار رکعت پڑہے اور ہر رکعت میں الحمد کے بعد قل ھو اللہ پانچ بار پڑہے تو ہر بلا سے نجات پاوے۔ اور اگر ہر رات میں دو رکعت پڑہے اور ہر رکعت میں بعد الحمد کے قل ھو اللہ تین بار پڑہے تو اُسکے نامہ اعمال میں دس ختم قرآن شریف کا ثواب لکھا جائے اور بلاؤں سے محفوظ ہو جائے۔

ماہ ربیع الاول۔ چاندرات میں اور پہلی تاریخ کو چار رکعت نماز پڑہے اور ہر رکعت میں الحمد کے بعد قل ھو اللہ سات بار پڑہے تو سات سو برس کی عبادت کا ثواب پاوے۔ اگر بارہویں اور بارہویں

سولھویں اور چھبیسویں کو روزہ رکھے تو پچاس ہزار سال کی عبادت کا ثواب ملے۔ اور روز عرس مبارک یعنی بارہ وفات کے روزہ رکھے یا خیرات کرے یا بیس رکعت نماز پڑھے کہ ہر رکعت میں الحمد کے بعد اکیس بار قل ھو اللہ پڑھے اور بعد نماز سو مرتبہ درود شریف کے یا تین مرتبہ سورہ یٰس پڑھے اور اس کا ثواب روح پاک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجے تو بہت بہت ثواب ہی۔ کہتے ہیں کہ ایک بزرگ یہ نماز پڑھتے تھے۔ ایک روز حضرت سرور عالم صلعم کی زیارت سے مشرف ہوئے اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے فلاں شخص مجھ کو تجھ سے شرم آتی ہے تیرے لیئے اور اس شخص کیلئے جو یہ نماز پڑھے خوشخبری ہے کہ قیامت کے روز بہشت میں نہ جاؤں گا جبتک کہ اس نماز کے پڑھنے والے کو اپنے ساتھ نہ لیلوں گا۔ راقم الحروف کہتا ہے کہ طالب کو چاہیئے کہ روزہ اور نماز ہو جو کچھ میسر آوے کھانا ہو یا کپڑا ہو عرس مبارک کے روز خیرات کرے لیکن نماز ضرور ضرور پڑھے۔

ماہ ربیع الآخر۔ چاندرات میں اور پہلی تاریخ کو چار رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد نوبار اور قل ھو اللہ نوبار پڑھے تو بہت بہت ثواب ہی۔ دسویں اور بیسویں اور آخری تاریخ کو روزہ رکھنے کا بھی بہت ثواب ہے۔

ماہ جمادی الاول۔ چاندرات میں اور پہلی تاریخ کو چار رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد کے بعد پندرہ بار قل ھو اللہ پڑھے تو اللہ تعالےٰ نوے ہزار سال کے گناہ بخشدے اور اسکے نامۂ اعمال میں تیس سال کی عبادت کا ثواب لکھا جاوے۔

ماہ جمادی الآخر۔ چاندرات میں اور پہلی تاریخ کو چار رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد کے بعد قل ھو اللہ تیرہ بار پڑھے تو بہت ثواب ہی۔

ماہ رجب۔ چاندرات میں اور پہلی تاریخ کو چار رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد کے بعد

قل ھو اللہ پندرہ بار پڑھے تو اسکے نامۂ اعمال میں پچاس ہزار سال کا ثواب لکھا جاوے اور اسی قدر گناہ معاف ہوں اور اُس کا حشر صالحین کے ساتھ میں ہو۔ اور اگر عصر اور مغرب کے درمیان میں تین بار اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ تَوْبَۃَ عَبْدٍ ظَالِمٍ لَّا یَمْلِکُ لِنَفْسِہٖ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا مَوْتًا وَّلَا حَیٰوۃً وَّلَا نُشُوْرًا کہے تو فرشتوں کو حکم ہوتا ہے کہ اُسکی برائیوں کی فہرست کو چاک کر دیں کہ اُسکو میں نے (اللہ قادر مطلق نے) بخش دیا۔ اگر اس مہینہ میں ہزار بار کہے اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ مِنْ جَمِیْعِ الذُّنُوْبِ وَالْاٰثَامِ تو حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اگر میں اس بندہ کو نہ بخشوں تو اس کا پروردگار نہیں ہوں۔ اگر اس مہینہ کے آخری تین روز میں سو مرتبہ سورہ اخلاص اور تین مرتبہ سورہ یٰس پڑھے تو بہت بہت ثواب ہے۔ اگر پہلی اور پندرھویں اور انتیسویں تاریخ کو دس دس رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد کے بعد قل یا اور قل ھو اللہ تین تین بار پڑھے تو بہت ثواب ہے۔

ماہ شعبان۔ چاند رات میں اور پہلی تاریخ کو بارہ رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد کے بعد قل ھو اللہ پندرہ بار پڑھے اور رکوع اور سجدہ میں کہے سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰٓئِکَۃِ وَالرُّوْحِ سُبْحَانَ خَالِقِ النُّوْرِ قَآئِمٌ عَلٰی کُلِّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ تو گناہوں سے اس طرح پاک ہو جس طرح ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا اور اسی روز اسکے گناہ نہ لکھے جائیں اور بارہ ہزار شہیدوں کا ثواب عطا ہو۔ اگر ہر رات میں سورہ والضحیٰ اور سورہ الم نشرح تین بار پڑھے تو اسکے اور بہشت کے درمیان میں سوائے موت کے کوئی پردہ نہ باقی رہے۔ پندرھویں شب میں جو شب برات کے نام سے مشہور ہے سو رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں بعد الحمد کے قل ھو اللہ دس بار پڑھے۔ اس کا ثواب مشہور ہے اور اس رات کو زندہ رکھنے کا (یعنی جاگتے رہنے اور عبادت کرنے کا) بہت ثواب ہے۔ اگر کوئی شخص اس رات کو

عبادت میں گزارے تو اُسکے نامۂ اعمال میں اُسکی موت کے بعد بھی وہ عبادتیں لکھی جائینگی جو وہ زندگی میں کرتا تھا

ماہ رمضان - نماز تراویح اور قرآن شریف کی تلاوت کرنے کا بہت ثواب ہے۔ ستائیسویں تاریخ کی رات میں غسل کرے اور چاول اور دہی کھاوے تو بہت ثواب ہے۔

ماہ شوال - چاندرات میں چار رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد کے بعد قل ھواللہ اور معوذتین یعنی سورہ فلق اور سورہ ناس ایک بار پڑھے اور ختم نماز کے بعد کلمہ تمجید ستر بار کہے تو بہت ثواب ہے۔

ماہ ذیقعدہ - چاندرات میں سورہ طٰہٰ پڑھنے کا بہت ثواب ہے۔ اگر اس مہینے کے ہر جمعہ کو چار رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد کے بعد قل ھواللہ اکیس بار پڑھے تو اُسکے نامۂ اعمال میں اکیس حج مقبول کا ثواب لکھا جاوے۔

ماہ ذی الحجہ - اگر شروع کے دس روز سورہ فجر پڑھے تو عذاب قبر نہ ہو۔ اگر چاندرات میں چار رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد کے بعد سورہ اخلاص پچیس بار پڑھے تو بہت ثواب پاوے۔ اگر عرفہ کے روز یعنی نویں تاریخ کو دو رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ معہ بسم اللہ کے ایک بار اور سورہ قل یا معہ بسم اللہ کے پانچ بار اور سورہ اخلاص معہ بسم اللہ کے سو بار پڑھے تو اس کا ثواب اللہ تعالےٰ ہی جانتا ہے۔ اگر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَحَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ سو بار پڑھے تو اسپر دوزخ کی آگ حرام ہو جائے

ہر ہفتہ کے دن کی نمازیں

روز شنبہ - حضرت ابی ہریرہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جو کوئی سنیچر کے دن چار رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد کے بعد تین بار قل یا پڑھے اور

نماز ختم کرنیکے بعد ایک بار آیۃ الکرسی پڑہے اللہ تعالےٰ اُسکے لیئے ہر حرف کے عوض میں حج اور عمرہ کا ثواب لکھے اور اُسکے ثواب کے درجہ کو ایسے شخص کے ثواب کے مثل بلند کرے جسنے ایکسال روزے رکھے ہوں اور رات میں قیام کیا ہو (یعنی رات میں جاگتا رہا ہو اور عبادت کی ہو) اور ہر حرف کی عوض میں شہید کا ثواب بخشے اور اسکو عرش کے سایہ میں نبیوں اور شہیدوں کے ساتھ میں رکھے۔

روز یکشنبہ۔ حضرت سعید حضرت ابی ہریرہ اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جو کوئی اتوار کے روز چار رکعت نماز پڑہے اور ہر رکعت میں الحمد اور آمن الرسول تا آخر ایک بار پڑہے اللہ تعالےٰ اُسکے واسطے ہر عیسائی عورت و مرد کی گنتی کے برابر دس نیکیاں لکھے اور پیغمبری کا ثواب بخشے اور اُسکے لیئے حج اور عمرہ لکھے اور ہر رکعت کے عوض میں ہزار نماز کا ثواب عطا کرے اور ہر حرف کے بدلے جنت میں مشک کا شہر بخشے۔

روز دوشنبہ۔ ثابت البنانی حضرت انس بن مالک سے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص دوشنبہ کے دن بارہ رکعت نماز پڑہے اور ہر رکعت میں الحمد کے بعد آیۃ الکرسی ایک بار پڑہے اور بعد نماز بارہ مرتبہ قل ھو اللہ اور بارہ مرتبہ استغفار پڑہے تو قیامت کے دن پکارا جائے کہ اے فلان بن فلان اپنا ثواب اللہ تعالیٰ سے لے کہ تقسیم ہو رہا ہے تو پہلی چیز جو ثواب میں ملیگی وہ ہزار حُلّہ و تاج ہیں اور اُس سے کہا جائیگا کہ بہشت میں داخل ہو اُس عبادت کی بدولت جو تونے کی ہے پس ایک لاکھ فرشتے تحفوں کے ساتھ اُس کا استقبال کرینگے یہانتک کہ نور کے ہزار مکانوں پر سے گزریگا اور حضرت جابر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص دوشنبہ کے روز اشراق کے وقت دو رکعت نماز پڑہے اور ہر رکعت میں الحمد کے بعد آیۃ الکرسی ایک بار اور سورہ اخلاص

اور معوذتین ایک ایک بار پڑہے اور ختم نماز کے بعد دس بار استغفار اور دس بار درود شریف کہے تو اللہ تعالے اُسکے گناہ بخش دے گا۔

روز سہ شنبہ۔ حضرت انس ابن مالک روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ منگل کے دن جو شخص دس رکعت نماز وقت چاشت کے بعد دوپہر کے قریب اور ایک روایت میں ہے کہ اشراق کے وقت پڑہے اور ہر رکعت میں الحمد کے بعد آیۃ الکرسی ایک بار اور سورہ اخلاص تین بار تو ستر روز تک اُس کا کوئی گناہ نہ لکھا جاوے اور اگر ستر روز کے درمیان میں مرے تو شہید مرے گا اور ستر سال کے گناہ بخشے جائینگے۔

روز چہار شنبہ۔ ابو ادریس خولانی حضرت معاذ بن جبل سے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص بدہ کے دن اشراق کے وقت بارہ رکعت نماز پڑہے اور ہر رکعت میں الحمد کے بعد سورہ اخلاص اور معوذتین تین تین بار پڑہے تو اُس کو ایک فرشتہ عرش کے نزدیک پکارے گا کہ اے اللہ کے بندے تازہ کر اپنے عمل کو کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے پچھلے گناہ بخشدیئے اور دور کر دیا تجھ سے قبر کے عذاب اور اس کی تنگی اور تاریکی کو اور قیامت کی سختیوں کو اور عطا فرمایا تجھ کو اس عمل کے روز سے پیغمبری کا ثواب۔

روز پنجشنبہ۔ عکرمہ حضرت ابن عباس سے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص جمعرات کے دن ظہر اور عصر کے درمیان میں دو رکعت نماز پڑہے اور پہلی رکعت میں الحمد کے بعد آیۃ الکرسی سو بار اور دوسری رکعت میں الحمد کے بعد سورہ اخلاص سو بار اور نماز کے ختم کے بعد سو بار درود شریف پڑہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اُس شخص کی برابر ثواب بخشے جسنے ماہ رجب اور شعبان اور رمضان کے روزے رکھے ہوں اور اُسکی برابر ثواب جسنے حج کیا اور لکھا جائے اُسکے لیے ان نیکیوں کا ثواب جو ہر نکوکار مومن

اور متوکل کی گنتی کے برابر ہو ۔۔۔ دیگر حضرت علی (امام زین العابدین) ابن حضرت امام حسین ابن حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم اپنے والد ماجد اور اپنے جد امجد سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی چاشت کے وقت تازہ اور پورا وضو کرے اور دو رکعت نماز پڑھے اللہ تعالیٰ اسکے لیئے دو سو نیکی لکھے اور دو سو برائی میٹ دے اور جو کوئی چار رکعت نماز پڑھے اللہ تعالیٰ اسکے لیئے جنت میں چار سو درجہ بلند کرے اور جو کوئی آٹھ رکعت پڑھے اسکے لیئے آٹھ سو درجہ بلند ہوں اور جو کوئی بارہ رکعت پڑھے اسکے لیئے بارہ سو نیکی لکھی جائیں اور بارہ سو برائی مٹائی جائیں اور جنت میں بارہ سو درجہ بلند کیئے جائیں۔

روز جمعہ۔ نماز جمعہ ختم کرنے کے بعد دو رکعت نماز پڑھے اور پہلی رکعت میں الحمد کے بعد آیۃ الکرسی ایک بار اور سورہ فلق پچیس بار اور دوسری رکعت میں الحمد کے بعد سورہ اخلاص ایک بار اور سورہ ناس پچیس بار پڑھے اور نماز ختم ہونے پر درود شریف پڑھے اور پچاس مرتبہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ کہے تو نہ مریگا جبتک اللہ تعالیٰ کو خواب میں نہ دیکھ لیگا اور جنت میں اپنا مقام نہ دیکھ لے یا کوئی اور اسکے بجائے دیکھ لے۔

ہر ہفتہ کی رات کی نمازیں

شب یکشنبہ۔ مختار بن فلفل حضرت انس ابن مالک سے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص اتوار کی رات میں بیس رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد کے بعد سورہ اخلاص پانچ بار پڑھے اور اسکے بعد اپنے لیئے اور اپنے والدین کیلئے سو سو بار استغفار کرے اور سو بار درود شریف پڑھے اور ایک بار اَتَبَرَّءُ مِنْ حَوْلِیْ وَقُوَّتِیْ وَالْتَجَاءُ اِلٰی حَوْلِ اللّٰہِ وَقُوَّتِہٖ اور ایک بار اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ آدَمَ صَفْوَۃُ اللّٰہِ وَفِطْرَتُہٗ وَاِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلُ اللّٰہِ وَمُوْسٰے

كَلِيْمُ اللهِ وَعِيْسٰى رُوْحُ اللهِ وَمُحَمَّدٌ حَبِيْبُ اللهِ کہے تو بہت ثواب ہی اور اللہ تعالی پر حق ہے کہ اسکو جنت میں لیجاوے۔

شب دوشنبہ ۔ عبدالرحمن حضرت ابی اُمامہ سے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص دوشنبہ کی رات میں دو رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد کے بعد سورہ اخلاص اور معوذتین پندرہ پندرہ بار پڑھے اور بعد نماز آیۃ الکرسی اور استغفار پندرہ پندرہ بار کہے تو اللہ تعالی اسکے نام کو اصحاب بہشت میں داخل کرے اگرچہ وہ اصحاب دوزخ میں سے ہو اور اسکے ظاہری گناہ بخشدے اور اسکے لیے حج اور عمرہ ہر آیت کے عوض میں لکھے اور اگر وہ دو دوشنبوں کے درمیان میں مرے تو شہید مرے۔

شب سہ شنبہ ۔ ابو صالح حضرت ابی ہریرہ سے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے کہ جو کوئی منگل کی رات میں بارہ رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد کے بعد سورہ نصر یعنی اذا جاء نصر اللہ پانچ بار پڑھے اسکے لیے بہشت میں سات دنیا کے برابر گھر بنایا جاوے۔

شب چہار شنبہ ۔ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ جو کوئی بدھ کی رات میں دو رکعت نماز پڑھے اور پہلی رکعت میں الحمد کے بعد سورہ فلق دس بار اور دوسری میں سورہ ناس دس بار تو آسمان سے ستر ہزار فرشتے اُترتے ہیں اور قیامت تک اسکے لیے ثواب لکھتے ہیں۔

شب پنجشنبہ ۔ ابو صالح حضرت ابی ہریرہ سے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جو کوئی جمعرات کی رات میں مغرب اور عشا کے درمیان میں دو رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد کے بعد آیۃ الکرسی اور سورہ اخلاص اور معوذتین پندرہ پندرہ بار پڑھے اور اسکے ختم کے بعد پندرہ بار استغفار کہے اور اس کا ثواب اپنے والدین کو بھیجے تو گویا اُن کا حق ادا کر دیا چاہے وہ عاق بھی کیا گیا ہو اور اللہ تعالے اسکو صدیقوں اور

شہیدوں کا ثواب عطا فرمائے۔

شب جمعہ۔ حضرت محمد ابن ابی جعفرؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جو شخص جمعہ کی رات میں مغرب اور عشا کے درمیان میں بارہ رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد کے بعد قل ھو اللہ دس بار پڑھے تو گویا بارہ سال اللہ تعالیٰ کی عبادت رات میں جاگ کر اور دن میں روزہ رکھ کر کی۔ اور بھی اگر جمعہ کی رات میں دو رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد کے بعد سورہ اخلاص ستر بار اور ختم کرنے کے بعد ستر بار استغفار کرے تو آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تمام امت گناہ کبیرہ کے ساتھ مرے تو اس شخص کی دعا سے جنت میں جاوے اور بھی اگر دو رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد کے بعد آیۃ الکرسی ایک بار اور سورہ اخلاص پچپن بار پڑھے اور نماز کے ختم کے بعد لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ستر بار کہے تو دنیا سے اُسوقت تک نہ جائے جبتک جنت میں اپنی جگہ نہ دیکھ لے۔

بس اس قدر دن اور رات کی نمازوں میں سے کافی ہے۔ بندہ کو چاہیئے کہ انمیں سے جس قدر ممکن ہو اختیار کرے کہ دنیا اور آخرت میں بڑی برکت ہی جب طالب صادق بعد عقائد صحیح کرنے اور اپنے اعضا کو گناہوں سے بچانے اور اپنے دل کو غرور اور خود بینی اور فریب اور ریا اور حسد اور کینہ اور لالچ اور دنیا کی محبت اور بخل وغیرہ سے پاک کرنے اور ظاہری عادات کو تباہ و برباد کرنیوالی باتوں سے از روئے شریعت بچائے اور اپنے باطن کو توحید کے حقایق سے آراستہ کرے تو وہ کچھ دیکھے گا جو دیکھنا چاہیئے کہ زبان اور عقل اسکے بیان کرنے اور ادراک کرنے سے قاصر ہیں اور اگر بغیر ان امور کی پابندیوں کی توحید اور اسکے حاصل کرنے میں مشغول ہو تو کفر اور گمراہی میں پڑے کہ اس سے نجات ملنا ممکن نہو۔ ہمارے زمانہ کے لوگوں کی گمراہی کی جو اپنے کو موحّد کہتے ہیں کوئی حد و انتہا نہیں ہے۔

تمت

خاتمہ مشکیں ختامہ

شکر کایں نامہ بعنوان رسید	گم نشد نقد و باخوانے رسید
نزبادن آسمان است ایں کلام	ہر کہ ازایں بر رود آید بیام
نے ببام چرخ کاں اخضر بود	بل ببامے کز فلک برتر بود
باقی ایں گفتہ آید بے زباں	در دل آنکس کہ دارد زندہ جاں
گفتگو آخر رسید و عمر ہم	مژدہ آمد وقت آں کز تن رہم
رنج او ہر لحظہ بدتر می شود	ہر دمے او زشت و ابتر میشود
پائے ہمت برخورد بر ماہ نہ	سر برآں ایوان و آں درگاہ نہ
آب جاں را ریز اندر بحر جاں	تا شوی دریائے بیحد و کراں

للہ الحمد والمنت کہ یہ کتاب ختم ہو گئی۔ تذکرہ مشائخ میں آپکے حال میں میں نے اپنی دلی خواہش ایں الفاظ ظاہر کی تھی کہ "آپکے حالات و واقعات و کرامات تفصیلی علیحدہ بصورت کتاب جمع کرنے کا ارادہ ہے اگر توفیق الٰہی شامل حال ہوئی تو نذر ناظرین ہونگے" (صفحہ ۱۲۱) اللہ نے اس کو پورا کیا۔ بعد وصال حضرت خداوند نعمت کے مصائب مفارقت پر طرہ یہ ہوا کہ میں مرض فالج میں مبتلا ہوا جس سے میرا قلب و دماغ بہت کمزور ہو گیا۔ اس امر کی ضرور حسرت ہے کہ اس کتاب کی ترتیب کیلئے میں نے بیماری سے قبل کیوں نہ قلم اٹھایا ممکن تھا کہ اس سے بہتر لکھ سکتا۔ اب جو کچھ حافظہ نے کام دیا یا جو واقعات وغیرہ لوگوں نے لکھ کر دیئے وہ نذر ناظرین ہیں اس کتاب کا سب سے پہلا محرک میرا قلبی ذوق ہے اسکے بعد میری اہلخانہ کا اصرار جنکو بھی حضرت سلطان المحبوبین سے بیعت ہے علالت کے بعد سے میں اپنے حکیم معالج (مولوی حکیم عبدالحلیم لکھنوی) کو نبض دکھانے قریب قریب

ہر مہینہ جاتا تھا اور مکرمی مولوی رشید[1] اعلیٰ صاحب مرحوم کے یہاں دوپہر کو قیام ہوتا تھا۔ اُنھوں نے بھی
دو مرتبہ کہا کہ حضرت کا حال آپ لکھیں۔ میں نے متوکلاً علی اللہ ہاتھ میں قلم لیا اور لکھنا شروع کر دیا اور بصدق
دل حضرت سلطان المحبوبین کے حضور میں عارض مدعا ہوا کہ ؎

اے مرا تو مصطفیٰ من چوں عمرؓ	از برائے خدمتت بندم کمر

لکھا جاتا تھا اور اپنے شفقت فرما بزرگوں اور اخوان طریقت کو دکھاتا جاتا جو بعد مطالعہ میری ہمت افزائی
کرتے رہتے تھے۔ اور اب بعد تکمیل بھی پسندیدہ نظروں سے دیکھتے ہیں۔ اکثر ارباب دول مخلصین نے اپنی
ہمت و محبت سے مصارف طبع کیلئے کہا کہ یہ سعادت مجھ کو ملے اور اُسکی طباعت کیلئے روپیہ جمع کر لیا جائے
میں نے انکار کیا اور کہا کہ کتاب کے مکمل ہو چکنے کے بعد اختیار ہے۔ ابھی تو یہ امر قبل از وقت معلوم ہوتا ہے
فی الحال مناسب یہ ہے کہ مالی امداد کے بجائے قلمی امداد مجھے دیجئے۔ چنانچہ اکثر احباب نے اپنے معلومات سے
تحریری امداد دی۔ ان اخوان طریقت بزرگ اور احباب میں سب سے مقدم مکرم الاخوان مولوی ضیاء الدین حمید
صاحب ہیں۔ جتنا لکھا جاتا انکو دکھلاتا رہتا وہ پڑھ کر مسرور ہوتے اور قلمی امداد دیتے۔ اسی طرح انکے بھائی
مکرم الاخوان مولوی محمد حسن صاحب نے میرا ہاتھ بٹانا شروع کر دیا تھا۔ بہت زائد حصہ جب ہو چکا تو پنشن لیکر
آئے اور آتے ہی سخت ناگہانی مصیبت میں گرفتار ہو گئے کہ انکے اکلوتے بیٹے حمید حسن نے چند ماہ علیل رہکر
انتقال کیا جو حضرت سلطان المحبوبین کے مرید اور میرے بہت عزیز شاگرد تھے مجھ کو اُن سے دلی اُنس تھا۔ باوجود
اس پریشانی اور صدمہ کے مولوی صاحب موصوف نے بوجہ حبّ خاص اس کتاب کے اپنا غم غلط کیا اور ترتیب و
اضافہ مضامین و صفائی میں اب تک سرگرم ہیں۔ واقعی وہ اگر ایسی مستعدی نہ ظاہر کرتے تو مجھ سے بوجہ افکار
و مصائب و نیز خلقی تلون مزاجی کے یہ نتیجہ نہ ہوتا [illegible] ان کا بہت متشکر گذار ہوں۔ اگر اللہ نے مجھے کبھی قابل کیا

[1] یہ کتاب انکے خلف دوم منشی عبد الرؤف عباسی کے ہی مطبع میں چھپ رہی ہے۔ اُنکو بھی حضرت سلطان المحبوبینؒ سے بیعت ہے ۱۲

تو اُنکی خدمت باطنی سے دریغ نہ کروں گا۔ اللہ انکو اپنی محبت میں شاد و بامراد رکھے۔

عزیز از جان منشی تقی احمد[1] سلمہ نے بھی اس کتاب سے بہت دلچسپی لی اور اسکی ترتیب میں مدد دی۔ ان کا بھی شکر گزار ہوں اللہ تعالیٰ مدارج دینی و دنیوی سے بہرہ یاب کرے ؎

بحسن اہتمامش کار جامی	طفیل دیگراں یابد تمامی

میں اس کتاب میں جا بجا مثنوی مولانا روم اور کلیات شمس تبریز کے اشعار اپنے ذوق سے لے آیا ہوں۔ مولانا کا کلام مجھ کو بہت مرغوب ہے۔ نفاست و سلاست اور اظہار محبت میں مجھ کو اُن کا ہم پلہ کوئی نظر نہیں آتا۔ خود حضرت سلطان المحبوبین کو بھی اُن کا کلام بہت پسند تھا۔ بوجہ حُبّ انکی صورت پر مولانا رومی کی زیارت بھی لوگوں نے کی۔ اس سے بڑھکر اور مناسبت کیا ہوسکتی ہے۔ ناظرین کو اگر بے موقع معلوم ہوں تو نظر انداز فرمائیں اگر فائدہ اٹھانا چاہتے ہوں تو ضرور اٹھائیں۔ ہر شخص کا ذوق ایک دوسرے سے ملتا نہیں۔ اگر ملتا ہو تو وہ ذوق نہیں کہا جائیگا۔ ذوق میں انسان مجبور ہو جاتا ہے جس طرح شرابی اپنی حالت میں۔ السکاریٰ معذورون پر خیال کرکے چشم پوشی زائد اچھی ہے اگر کیجائے۔ اسکے لئے آماجگاہ مطاعن بنانا مناسب نہیں۔ طالبین صادقین و دیگر منتسبین سے میری گذارش ہے ؎

ایں چہ مجلس چہ بہشت و چہ مقام است اینجا	عمر باقی رخ ساقی لب جام است اینجا
چوں در آئی بہ نظر خانۂ ما باعثم دل	ہمہ گویند مخور غم کہ حرام است اینجا
نیست در مجلس ما پیش کہ وصف نوال	شاہ و درویش ندانند کہ کدام است اینجا

[1] منشی تقی احمد ابن منشی حسن احمد مرحوم کاکوری کو حضرت سلطان المحبوبین سے بیعت ہے اور آپکے سچے خادم اور پیر پرست مریدین سر رشتۂ تعلیمات میں ملازم اور علم دوست شخص ہیں۔ مجھ سے بھی بہت خلوص سے ملتے ہیں ۱۲

چند پرسی چہ مقام است کمال آنکہ تراست	این مقامے کہ نہ منزل نہ مقام است اینجا

۱۱ محرم الحرام روز دوشنبہ ۱۳۵۹ھ کو بوقت صبح میں نے یہ خواب دیکھا کہ جیسے عرس شریف ہے اور بہت مجمع ہے حضرت سلطان المحبوبین بالاخانہ پر ہیں میں معہ مکرم الاخوان مولوی محمد حسن صاحب کے حاضر ہوا۔ اوپر دالان میں زمینی فرش بچھا ہوا ہے۔ کونے والے حصہ میں حضرت خداوند نعمت تکیہ لگائے تشریف فرما ہیں مولوی محمد حسن صاحب کے ہاتھ میں میری کتاب ہے۔ مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ "آئیے" اور مسکرائے۔ پھر انسے پوچھا "یہ کیا ہے" عرض کیا "یہ کتاب میاں لکھ رہے ہیں" فرمایا "پڑھو"۔ انھوں نے شروع کی عبارت پڑھی سنکر آثار مسرت چہرہ سے ظاہر ہوئے اور فرمایا کہ "عبارت بہت اچھی ہے"۔ پھر فرمایا کہ "لاؤ دیکھیں"۔ انھوں نے دستی جس میں مسودہ کے اجزا تھے پیش کردی۔ اسکو الٹ پلٹ کر ملاحظہ فرماتے رہے۔ ایک جگہ پر ورق الٹ کر تبسم کے ساتھ فرمایا "خوب"۔ یہ وہ وقت تھا کہ صبح ہو چکی تھی مولوی محمد حسن صاحب نے آکر کمرہ کا دروازہ کھولا میں جاگ پڑا۔ اٹھ کر وضو کیا۔ نماز پڑھی پھر میں نے یہ خواب مولوی ضیاء الدین اور مولوی محمد حسن صاحبان سے بیان کیا اور ضبط تحریر میں لے آیا۔

اسکے بعد برخوردار رشید احمد خلف مولوی امیر احمد علوی کاکوروی آئے۔ انھوں نے یہ بیان کیا کہ

"عرصہ سے مجھے دہلی شریف حاضر ہونے کا خیال تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس مرتبہ حضرت کلید عرفان شاہ باسط علی قلندر قدس سرہٗ کے مزار مبارک پر میری حاضری ہو گئی۔ واقعی بہت بابرکت درگاہ ہے۔ اس کتاب کے متعلق ارشاد ہوا کہ یہ کتاب بہت عمدہ ہے اور اس سے بیحد فائدہ ہوگا۔"

اسکے بعد بہت تفصیلی خواب حال میں مولوی حکیم حافظ محمد احمد صاحب علوی نے دیکھا جس سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت سلطان المحبوبین نے کتاب بہت پسند فرمائی جو بجنسہ درج کیا جاتا ہے۔

مولوی مکرم احمد عرف میر نذر علی صاحب عادی درد کاکوروی کا بیان ہے۔

تو اُنکی خدمت باطنی سے دریغ نہ کرونگا۔ اللہ اُنکو اپنی محبت میں شاد و بامراد رکھے۔

عزیز از جان منشی تقی احمد سلمہ نے بھی اس کتاب سے بہت دلچسپی لی اور اسکی ترتیب میں مدد دی۔ ان کا بھی شکر گزار ہوں اللہ تعالیٰ مدارج دینی و دنیوی سے بہرہ یاب کرے ؎

بحسن اہتمامش کار جامی ... طفیل دیگراں یابد تمامی

میں اس کتاب میں جابجا مثنوی مولانا روم اور کلیات شمس تبریز کے اشعار اپنے ذوق سے لے آیا ہوں۔ مولانا کا کلام مجھکو بہت مرغوب ہے۔ نفاست و سلاست اور اظہار محبت میں مجھکو اُن کا ہم پلہ کوئی نظر نہیں آتا۔ خود حضرت سلطان المحبوبین کو بھی اُن کا کلام بہت پسند تھا۔ بوجہ حُبّ اُنکی صورت پر مولانا رومی کی زیارت بھی لوگوں نے کی۔ اس سے بڑھکر اور مناسبت کیا ہوسکتی ہے۔ ناظرین کو اگر بے موقع معلوم ہوں تو نظر انداز فرمائیں اگر فائدہ اٹھانا چاہتے ہوں تو ضرور اٹھائیں۔ ہر شخص کا ذوق ایک دوسرے سے ملتا نہیں۔ اگر ملتا ہو تو وہ ذوق نہیں کہا جائیگا۔ ذوق میں انسان مجبور ہوجاتا ہے جس طرح شرابی اپنی حالتیں۔ السکاری معذور سرور پر خیال کرکے چشم پوشی زائد اچھی ہے اگر کیجائے۔ اسکے لئے آماجگاہ مطاعن بنانا مناسب نہیں۔ طالبین صادقین و دیگر منتسبین سے میری گذارش ہے ؎

ایں چہ مجلس چہ بہشت و چہ مقام است اینجا	عمر باقی رخ ساقی لب جام است اینجا
چوں در آئی بنظر خانۂ ما باغم دل	ہمہ گویند مخور غم کہ حرام است اینجا
نیست در مجلس ما پیش گہ و صفّ نعال	شاہ و درویش ندانند کہ کدام است اینجا

لہ منشی تقی احمد ابن منشی حسن احمد مرحوم کاکوری کو حضرت سلطان المحبوبین سے بیعت ہے اور آپکے سچے خادم اور پیر پرست مرید ہیں سررشتۂ تعلیمات میں ملازم اور علم دوست شخص ہیں۔ مجھ سے بھی بہت خلوص سے ملتے ہیں ۱۲

	این مقامے کہ نہ منزل نہ مقام است اینجا		چند پرسی چہ مقام است کمال آنکہ حیرت	

۱۱ محرم الحرام روز دوشنبہ ۱۳۵۹ھ کو بوقت صبح میں نے یہ خواب دیکھا کہ جیسے عرس شریف ہو اور بہت مجمع ہے۔ حضرت سلطان المحبوبین بالاخانہ پر ہیں میں معہ مکرم الاخوان مولوی محمد حسن صاحب کے حاضر ہوا۔ اوپر دالان میں زمینی فرش بچھا ہوا ہے۔ کونے والے حصہ میں حضرت خداوند نعمت تکیہ لگائے تشریف فرما ہیں مولوی محمد حسن صاحب کے ہاتھ میں کتاب ہے۔ مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ "آئیے" اور مسکرائے۔ پھر اُنسے پوچھا "یہ کیا ہے" عرض کیا۔ "یہ کتاب میاں لکھ رہے ہیں" فرمایا "پڑھو" انھوں نے شروع کی عبارت پڑھی۔ سنکر آثار مسرت چہرہ سے ظاہر ہوئے اور فرمایا کہ "عبارت بہت اچھی ہے"۔ پھر فرمایا کہ "لاؤ دیکھیں"۔ انھوں نے دفتی جسمیں مسودہ کے اجزا تھے پیش کردی۔ اسکو الٹ پلٹ کر ملاحظہ فرماتے رہے۔ ایک جگہ پر ورق الٹ کو تبسم کے ساتھ فرمایا "خوب"۔ یہ وہ وقت تھا کہ صبح ہوچکی تھی۔ مولوی محمد حسن صاحب نے آکر کمرہ کا دروازہ کھولا۔ میں جاگ پڑا۔ اُٹھ کر وضو کیا۔ نماز پڑھی پھر میں نے یہ خواب مولوی ضیاءالدین اور مولوی محمد حسن صاحبان سے بیان کیا اور ضبط تحریر میں لے آیا۔

اسکے بعد برخوردار رشید احمد خلف مولوی امیر احمد علوی کاکوروی آئے۔ انھوں نے یہ بیان کیا کہ

"عرصہ سے مجھے دیگڈہ شریف حاضر ہونے کا خیال تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس مرتبہ حضرت کلید عرفان شاہ باسط علی قلندر قدس سرہٗ کے مزار مبارک پر میری حاضری ہوگئی۔ واقعی بہت بابرکت درگاہ ہے۔ اس کتاب کے متعلق ارشاد ہوا "کہ یہ کتاب بہت عمدہ ہے اور اس سے بیحد فائدہ ہوگا"۔

اسکے بعد بہت تفصیلی خواب حال میں مولوی حکیم حافظ محمد احمد صاحب علوی نے دیکھا جس سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت سلطان المحبوبین نے کتاب بہت پسند فرمائی جو بجنسہٖ درج کیا جاتا ہے۔

مولوی مکرم احمد عرف میر نذر علی صاحب علوی درد کاکوروی کا بیان ہے۔

"۲۲ رصفر ۱۳۶۱ھ کو بعد عشا مین پوری میں میں نے اپنے برادر مکرم حکیم مولوی حافظ محمد احمد صاحب کو مثنوی شریف کے اشعار اور حضرت بایزید والا قصہ سنائے۔ صبح کو برادر صاحب موصوف نے بیان کیا "رات کو میں حضرات پیران شجرہ اور حضرت مولانا روم کا فاتحہ پڑھکر سویا تو ایک دلچسپ خواب دیکھا کہ تکیہ شریفہ کے بالاخانہ پر حضرت مولانا و سیدنا شاہ حبیب حیدر قلندر تشریف فرما ہیں اور حضرت حافظ شاہ علی حیدر صاحب قبلہ مدظلہ بھی موجود ہیں اور تم مثنوی شریف سے حضرت بایزید کا قصہ اسی طرح سنا رہے ہو جس طرح بعد عشا سنایا تھا۔ مولوی ضیاء الدین حیدر اور مولوی محمد حسن صاحبان بھی حاضر ہیں۔ سب لوگ محظوظ ہو رہے ہیں اور حضرت حافظ صاحب قبلہ خاص طور پر مسرور ہیں۔ اس جلسہ کے ختم پر حضرت حافظ صاحب قبلہ نے حاضرین سے فرمایا کہ "مجلس میں چلو دیر ہوتی ہے۔" اور خود بدولت بہت عجلت کے ساتھ روانہ ہوئے کہ حضرت صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ "جاؤ۔ جاؤ۔ لیکو۔ جانے نہ پائیں" میں نے اسی خواب میں اس کا یہ مطلب سمجھا کہ حضرت حافظ صاحب قبلہ ہی سے فیض حاصل کرو۔ اسوقت مولوی محمد حسن صاحب نے حضرت صاحب روحی فداہ سے سوال کیا کہ حضور یہاں کیسے تشریف لائے تو ارشاد ہوا "میاں ہتن (حضرت حافظ صاحب قبلہ مدظلہ) کا ذوق ہکولے آتا ہے" اب میں حضرت پیر و مرشد برحق حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہٗ کی درگاہ میں جہاں محفل سماع ہوا کرتی ہے پہونچا تو دیکھا کہ حضرت صاحب قبلہ روحی فداہ صدر میں رونق افروز ہیں۔ اور آپکے داہنی جانب حضرت مولانا شاہ تقی حیدر قلندر اور بائیں جانب حضرت حافظ شاہ علی حیدر قلندر مدظلہ تشریف فرما ہیں۔ وہاں پہلے بھائی صاحب مغفور (مولوی وصی علی صاحب) اور انکے بعد میں پہونچا۔ مولوی ضیاء الدین حیدر۔ اور مولوی

محمد حسن اور مولوی محمد عاصم اور منشی محمد قاسم صاحبان پہلے ہی سے موجود ہیں میں رومال میں لپٹی ہوئی ایک کتاب اپنی بغل میں لیے ہوں جسکو دیکھ کر حضرت صاحب روحی فداہ نے تبسم کرتے ہوئے فرمایا "کیا آپ کسمنڈی سے آتے ہیں" (اس طرح آپ کبھی کبھی مزاحًا فرمایا کرتے تھے) یہ سنکر سب لوگ ہنسنے لگے۔ بھائی صاحب نے وہ کتاب مجھ سے لیکر اپنے پاس رکھ لی تو آپنے دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے بھائی صاحب نے عرض کیا کہ "یہ وہی کتاب ہے جو نئی چھپی ہے یعنی تذکرہ حبیبی"۔ آپنے اپنے دست مبارک میں وہ کتاب لیکر ملاحظہ کرنا شروع کیا اور چند ورق الٹ پلٹ کر دیکھے اور مولوی ضیاء الدین حید صاحب اور بھائی صاحب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا "میاں مُتن نے ہمکو خوب سراہا ہے"۔ میں نے اندازہ کیا کہ کتاب کی بعض بعض سطروں کو ملاحظہ فرماتے ہی رونے اور پر مسرت کی لہر دوڑ جاتی تھی۔ اسی اثنا میں قوالوں کی چوکی آگئی تو آپنے بھائی صاحب کو کتاب دیتے ہوئے فرمایا "بڑی محنت اور عرق ریزی کی ہے۔ ہم بہت خوش ہیں۔ لوگ یہاں کی کتابوں سے کچھ اکتا سے گئے تھے مگر اس کتاب نے انمیں ذوق اور بیداری کی ایک لہر سی دوڑ گئی ہے مخلصین کے واسطے یہ خاص چیز ہے بشرطیکہ اسپر کاربند ہوں"۔ مولوی ضیاء الدین حید صاحب نے کہا کہ بیشک یہ بالکل سچ ہے۔ اسکے بعد ایسا معلوم ہوا کہ حضرت حافظ صاحب مدظلہ کی ایما سے افضل حسین قوال نے یہ رباعی گائی ؎

قیمت گل برود چوں تو بہ گلزار آئی	آب حیواں بچکد چوں تو بہ گفتار آئی
دوست دارم کہ کسے دست ندارد بخزیں	حیف باشد کہ تو در خاطر اغیار آئی

اب حاضرین پر ایک خاص کیفیت طاری تھی اور ہر شخص سرمست ہو رہا تھا اور مجھ پر اسقدر

اثر تھا کہ (خواب ہی میں) آپکے قدموں پر گر کر بے خبر ہوگیا تو آپنے اپنا دست شفقت میری پشت پر رکھدیا (محفل میں جب کوئی شخص بحالت گریہ آپکے قدموں پر گرتا تھا تو آپ اکثر اُس کی پُشت پر سکون قلب کیلئے ایک خاص انداز سے دست شفقت رکھا کرتے تھے) تو میں ہوش میں آگیا اب جو دیکھا تو تمام محفل کھڑی ہوئی ہے اور میاں افضل حسین اس مصرعہ کی تکرار کر رہے ہیں۔

	شاداں شود خنداں شود گلشن شمس الدین	۶

اس کیفیت میں جو خاص بات نظر آئی اور جس کا اب تک لطف و سرور مجھے حاصل ہے وہ یہ ہو کہ حضرت حافظ صاحب بھی کھڑے کھڑے اسی مصرعہ کو ہر ایک کے پاس جاجا کر زبان مبارک ہی دُہراتے ہیں کہ

	شاداں شود خنداں شود گلشن شمس الدین	۶

اور ہر شخص اسکو سنکر ایک تازہ مستی میں آجاتا ہے۔ اسکے ساتھ ہی اُنکی آنکھوں میں ایک خاص طرح کی برقی چمک ہو جب میری طرف تشریف لائے تو وہی مصرعہ فرمانے کے بعد میرے سر کو پکڑ اپنی بائیں بغل میں زور سے دبالیا اور دیر کے بعد مجھے چھوڑ دیا۔ بس میری آنکھ کھل گئی"

اسکو میں بجز موہبت الٰہی اور کیا سمجھوں کیونکہ میرا تو جو حال ہے وہ ظاہر ہے ۔

وہ ننگ خلق ہوں کہ یہ کہتی ہے میری خاک	اسکو بنا کے کیوں مری مٹی خراب کی	

علوم میں بجز حسرت نایافت اور کچھ حاصل نہیں رہا عمل وہ بھی بوجہ بداعمالی بد سے بدتر ہے ۔

مرا دلیست بکفر آشنا کہ چندیں بار	بکعبہ بردم و بازش برہمن آوردم	
کوڑی تڑ تاگھوڑے پر کی سب تیر تھ کرآئی	جگنا تھ گئی بدری ناتھ گئی تیہوں نہ گئی کڑوائی	

علم و عمل کی جب یہ کیفیت ہی تو حال کا کیا پوچھنا کہ دنیادی جنجال میں گرفتاری ہے۔ جتنا وقت اس کتاب کی تحریر میں یا تذکرہ میں گذرتا ہو وہ تو ٹھیک گذرتا اسکے سوا جو کچھ پیش آتا ہے وہ ابتلا ہی ابتلا معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالے مجھے حضرت سلطان المحبوبین پیر و مرشد برحق کی محبت میں فنا کرے اور صرف یہی میرا مقصود اصلی رہے۔ الٰہی آسے عطا کن چوں برآید کار آید ہر دو عالم برآید ؎

خیالک فی عینی واسمک فی فمی
وذکرک فی قلبی الی این اکتب

خیال تو مقیم چشم است و نام تو بر زبان و ذکر تو در صمیم جان پس تا کجا نویسم۔ اللّٰھم ارزقنی حبہ وحب من یحبہ واجعلنا من المحبین ولا تجعلنا من القانتین۔ قلم شکست و کاغذ بدرید۔ ایں سخن را پایاں نیست و اگر پایاں باشد چوں سخنہائے دیگر نباشد ؎

شب رفت و حدیث ما بپایاں نرسید
شب را چہ گنہ حدیث ما بود دراز

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں		بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی	

بصارت دیدار ظاہری سے محروم ہو رہی ہے ؎

خون می خورم و تو بادہ می پنداری		جاں میبری و تو دادہ می پنداری	

حرام دارم و با مردماں سخن گفتن
و چوں حدیث تو آید سخن دراز کنم

تا اب اپنا احوال کس سے کہیں ہم		رہے گی سدا یہ کہانی ہماری	

هذا اذا بلغ الكلام بحسن الختام فاسئل الله الحي القيوم ان يجعل المعرفة راس مالي والعقل اصل ديني والحب اساسي والشوق مركبي وذكر الله انيسي والثقة كنزي والحزن رفيقي والعلم سلاحي والصبر ردائي والرضاء غنيمتي والفقر فخري والزهد حرفتي واليقين قوتي والصدق شفيعي والطاعة حسبي والجهاد خلقي والسكينة لباسي والبر شعاري والحكمة معقولتي والوفاء طبيعتي والمعروف جبلتي والعدل سيرتي والهدى امامي والاسلام ملتي وعند احتضار الموت صورة شيخي يوسفي الجمال قرة عيني وسبب انشراح صدري ونجاتي وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله ونبيه وحبيبه وصفيه نور السموات والارضين الى يوم الدين في كل آن وحين۔

حبيبٌ ليس يعدله حبيبُ	وما لسواه في قلبي نصيبُ
حبيبٌ غاب عن عيني وجسمي	وعن قلبي حبيبي لا يغيبُ

تمت بالخير

تقاریظ :

از تلمیذ سعید حضرت سلطان المحبوبین مولوی محمد عاصم قیس کاکوروی عطاہ اللہ الصدق والیقین

(بشنو از نے چوں حکایت میکند)[1] — در میاں جان سرایت میکند

نے کہ از نائی روایت میکند — عشقبازی را ہدایت میکند

عاشقی مغز است باقی پوست است — عشق دیدن آنکہ دید دوست است

کفر و دیں فیصل درین میدان عشق — نغمہ سنج حسن آں سلطان عشق

باز گو از عشق و از اسرار عشق — یار ما ئے سراپا یار عشق

(ایہا القوم الذی فی المدرسہ) — (کل ما حصلتموہ وسوسہ)

(ذکر کم ان کان فی غیر الحبیب) — (ما لکم من نشاۃ الاخریٰ نصیب)

(فاغسلوا یا قوم عن لوح الفواد) — (کل حرف لیس ینجی فی المعاد)

(باز گو از نجد و از یاران نجد) — (تا در و دیوار را آری بوجد)

باز گو از حسن آں سلطان عشق — باز گو از عشق آں جانان عشق

حسن عریاں را در آراند لباس — تا در آید در عیون جن و ناس

نازنینا دلبرا غارت گرا — اندکے در دیدہ ہائے ما بیا

دیدۂ ما بے تو آمد کور کور — تو بیا تا جملہ گردد نور نور

جان تو از جان ما بنواختی — عالم جان خانۂ خود ساختی

دلنوازی کن کہ ہستی دلنواز — دل سراسر گشت آئینہ جلوہ ساز

چوں ز جان در دل تجلی کردۂ — دیدۂ ما را تو موسیٰ کردۂ

دیدۂ ما سرایت آرنی میزند — لیک جان از لن ترانی میکند

لن ترانی را ز انی کن خطاب — خر موسیٰ صاعقاً گرد و شتاب

ہستی وہمی ما آمد جبل — کن تجلی تا بسوزد بر محل

گرچہ با ہوشے مقامے نادر است — بے ہشی ہم درجۂ معتبر است

گرچہ موسیٰ را سراپا ہوش شد — لیک اندر بے ہشی با ہوش شد

دیدہ را بیہوش کن با ہوش کن — خانۂ خود کن سراپا ہوش کن

دیدہ را از خود سراپا نور کن — در ہر آنچہ غیر باشد کور کن

یاد ایامیکہ بودی بے حجاب — بار دیگر دور کن از رخ نقاب

نے غلط گفتم تو ہستی بے نقاب — ہیچ چیزے نیست جز ستر ما حجاب

دیدۂ ما از تو خود محجوب شد — وائے بدبختی کہ خود منکوب شد

---

[1] ابیات القوسین کلام متقدمین کے کلام سے اخذ کیا گیا ہے ۱۲

دیدۂ ما ہست محجوب و کثیف
کے تواند دید آن حسن لطیف

لیک تو محجوب ما او استی
قیس صحرا گر دو لیلا ستی

تو لطیف اندر لطیفی اے حبیب
از تو پر جیا بعید ہم قریب

در حروف لفظ و در معنی بیا
چشم را تا حرف گردد طوطیا

گوش را یک لفظ تا صد جاں شود
تا بدل معنی ہمہ جاناں شود

جان جانی جان جانی جان جاں
می نہ گنجی در مکان و لامکاں

بارک اللہ اے کہ تو جان حقی
جان جانی اے کہ جانان حقی

حق نہ گنجد در زمین و آسمان
لیک میگنجد بقلب مومنان

حق نہ گنجد در ظہور و در حجاب
لیک میگنجد بقرآن و کتاب

ہاں بیا اندر دل ما جلوہ کن
تا شود پر از تو معنی و سخن

ہاں بیا و جلوہ کن اندر کتاب
پر شود تا حرف حرف و جلوہ تاب

نقطہ نقطہ سر روحانی شود
یک بیک خورشید نورانی شود

سر جان در جان در آید جاں شود
جان جاں گردد ہمہ جاناں شود

سر جان از جاں بر آید بر سما
خلق شد انجم و کواکب ہم فضا

سر جان از جاں در آید بر فلک
خلق گشتہ حور و غلمان و ملک

سر جان از جاں بر آید در ہوا
ابر باد و برق و رعد آمد بجا

سر جان از جان در آید بر زمین
خلق شد سنگ و نبات و آن این

سر جان از جاں در آید بر سریر
تا شدہ صاحبقران کشور ضمیر

سر جان ما زجاں در آید در کتاب
تا شدہ لفظ و حروف آب و تاب

سر جانی اے کہ جان جاں توئی
جملہ حرف و لفظ را سلطاں توئی

سر جانی اے تو سلطان سریر
سوئے تو راجع معانی و ضمیر

مبتدا ہر لفظ و مرجع ہم توئی
از تو لن ہم از تو حکم ترجعی

اے حبیب حیدر سلطان جاں
جان حق جانان حق سبحانیاں

اے تو سیمرغ بقاف قدس حق
دادہ سی سال[1] مرغان را سبق

چوں علی یعسوب و قوت مومنین
کرد حتی سی سال شہد انگبیں

چشتیاں را اے فرید مفتخر
ہم بما خواں ہمچو گنج شکر

اے زہی پیر کہ مولا زادۂ
ہفت ارکان و صلوا دادۂ

تند شیر شہد شیریں جوئے شیر
گرد تو اطفال ہم برنا و پیر

میکشاں را جام اطہر دادۂ
تا بسی سال آب کوثر دادۂ

باغ مرشد را چہ خوش پروردۂ
ز آب کوثر آبیاری کردۂ

ہر شجر ہر سرو و ہر شاخ و ثمر
میدہد از جنت الماویٰ خبر

شاخ ہر گل در نمود دیگر است
زہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

---

[1] حضور کا زمانہ سجادگی تیس سال تھا۔۱۲

بست سر تو بادۂ نور سشہ | خوش قلم از شاخ طوبیٰ بستہ
تا مرا حب نور ہموارہ کند | موسی باید کہ نظارہ کند
ہر چراغے در شجر زاں نار و نور | میکشد ہر موسی را سوے طور
باغ مرشد را چو بزم آراستی | ہر چراغے مہر و ماہے ساختی
رومی از نورش حکایت میکند | (وز جدائیہا شکایت میکند)
آه ازاں نورے کہ عالم تار کرد | آه ازاں نورے کہ مارا زار کرد
آه ازاں قندے کہ شیریں تر بود | آه ازاں زہرے کہ در شکر بود
زہر شیریں کار ما کردہ تمام | السلام اے زہر شیریں السلام
خواب نوشینت ترا بزم وصال | ما ہمہ اندوہ و رنج و ملال
بر کنار ما چہ خوش خندیدۂ | خود کنار عافیت بگزیدۂ
اے خنک خوابے کہ بگزیدی تنہا | در حریم خلوت انی انا
اے خنک خوابے کہ بیداری بخواب | در زاے ابن ابن بوتراب
تو مرا یا زندہ و ما مردہ ایم | خویشتن را دست در دست تو سپردہ ایم
ما ہمہ یا شکر نعمتہاے تو | فدیۂ گنج غناہاے تو
آنچنانکہ چوں علم افراشتی | شمس و مشعل بیا بگذاشتی
ہر دو آں دو قرۃ العینین تو | تو علی و ہر دو آں حسنین تو
ہر دو آں شہد آیات را امیں | ہر دو آں یعسوب ملت مومنین

ہر شجر چوں شجرۂ صحرای طور | میدہد ما را محبت را ظہور
کوہ را ایں نور از جا بر کند | موسی باید کہ بیہوش افگند
اختر و شمس و قمر آوردۂ | بزم گلشن خوش چراغاں کردۂ
میکشد ایں بزم طالب را ز دور | ہر کہ آمد گشت نور و فیض و نور
آه ازاں نورے کہ از دور فراق | (احرق قلبی بنار الاشتیاق)
آه از نور سواد اعظمے | آه از رحیل ابن مریمے
آه ازاں زہرے کہ در حلوی بود | آه ازاں قہرے کہ در سلمیٰ بود
خواب نوشین تو بار از ہر رشد | بر تو رحمت باد ما را قہر شد
بزم در گلشن مہیا کردۂ | خود ز بزم خود کنارہ کردۂ
خواب نوشین تو پہلوے یار | ما ہمہ سریان آں شیریں کنار
اے خنک خوابے کہ بگزیدی شہا | در حریم خلوت بزم بقا
خواب نوشینت خوش آغوش یار | صد صلوٰۃ از ما و ہر بنا دیر
ما ہمہ با شرح درد اشتیاق | بر تو قرباں با ہمہ درد فراق
ما ہمہ با اینہمہ زنگ ظلام | فیضیاب از پرتو تو رست مدام
ہر دو آں چوں خال در چون باختر | نور یا شیدند ہر شام و سحر
ہر دو آں بر مسلک و بر راه تو | بعد تو ہر مسند تو شاه تو
ہر دو آں تاج ولایت را نگیں | ہر دو آں از فد لتے بر آں و یں

هر دو آن سلطان معنی بی فتور	غوطه زن در بحر وهم خود بحر نور
گنج قند و شهد شیرین و لبن	کرده وقف تشنگان بی ثمن
جمع کرده حرف و حرف در کتاب	با همه عنوان طرز با صواب
دیگر اجمال را تفصیل کرد	بحث از هر وصف هر تفصیل کرد
هست در تفصیل لیکن زیب و زین	حسن چون اندر حسن در احسنین
هر چه آن در عالم اکباد کرد	این دگر در عالم احباد کرد
نور خالص گرچه نور و نور و نور	کی شود بی لفظ معنی را ظهور
هر قدر الفاظ را تکثیر شد	جملهٔ اجمال را تفسیر شد
قطب را او است فرد خلوتی	قطب اقطاب است مرد جلوتی
آن تقی حیدر قلندر سر جان	سر او از پای تا سر سر جان
کثرت و وحدت تمکینش یکی	با انا تمکین و تلوینش یکی
خواب در نشین خویش در آغوش یار	بر ندانش رحمت پروردگار
خواب و نشینش خویش و پائین اب	بر ندانش فوز فیض بی سبب
باختر چون گشت در مغرب غروب	خاور آمد با زجا سوی القلوب
من غلام همت هر دو ستم	هر دو را مملوک و یار و دوستم
خلوت و جلوت بخط یکسان بود	در حرف و در نقط یکسان بود
ای علی حیدر قلندر نور دل	از تو جان از پای تا سر نور دل

گوهر خویش آب آورده بهم	کرده ایثار غلامان بیش و کم
یعنی ارجالات ذاک پاک تو	وز نجیات حیات پاک تو
آن یکی تفصیل را اجمال کرد	لبس قناعت بر علوی حال کرد
هست در اجمال توحید و جمال	گرچه بالاتر ز وهم و از خیال
چون حسن آن مصطفی را نور عین	ذکر خود گم کرد در ذکر حسین
روح بی مرکب نیاید در وجود	مرکبش جسم است از فیض وجود
گر معنی چون ظهورش اقتضا	در لباس لفظ آمد جلوه‌ها
نور خالص لائق خلوت بود	در مجسم صاحب جلوت بود
نام او بی پرده ناید بر زبان	ذکر او بس بر لب روحانیان
سر سر است او همه سر خفی	سر خفی در دل او منجلی
با انا واصل شد و خواب شد	در خفا از دیدهٔ احباب شد
خواب در نشینش خوش باین ام	منزلش در بزم کنتم خیر امم
خواب در نشینش خوش و بابیس پیر	نزل الله له خیر کثیر
نام این دیگر سرایم بر رباب	تا حسینش روح گردد بهره یاب
بوده ام من خلوتی با خلوتی	چون نباشم جلوتی با جلوتی
فرق نقطه تحت و فوق بیش نیست	یعنی این تفریق ذوقی بیش نیست
(ای تو مصلح را حاجت گشته)	بر بسیمه قدر خواجه گشته

باطن و هم ظاهر تو نور و نور / پیش تو آمد یکی غیب و حضور

خامهٔ تو سور د کلمات حق / ای وجودت جامع آیات حق

خشک گردد بحر و گردد چوں سراب / لیک کلماتش نیاید در حساب

بحر ما باقیست باقی لفظ هم / کن درادرهست آرد از عدم

گوهر خوش آب مثل جام جم / جمع دارد عالمی در خود بهم

مصرع جامی کفایت میکند / (طوطی از شکر روایت میکند)

تو مرا ساقی و من مستقیم / چوں کنم چوں بر شرابت مقیم

تو مرا مولا و من چاکر ترا / تو علی ما و ما قنبر ترا

هاں و هاں ای قیس مست باده گو / هوشیار از لغزش مستانه شو

تو کجا و حضرت قنبر کجا / چاکر هر چاکری چاکر کجا

گرچه انبیاں هم بُدند از بندگاں / لیک پیغمبراں صاحبقراں

کی تمثیل اکابر ایستی / کیستی ای باده گو تو کیستی

بندگی بر خاک سر افگندگی / (بندگی کن بندگی کن بندگی)

هاں بگو یا ساقی فرخ جمال / هب لنا نورًا من انوار الوصال

مهر بر کاخ نشسته بر مزبله / رخشند از یک طرف بے شکر و گله

آدم با صد هزار آلا کشتے / از برائے بخشش و بخشا کشتے

جنبش دامان تو و فرح تنم / (من چراغ پنبه و روغن نیم)

(ای سراپا ناز قربانت شوم) / (وی همه اعجاز قربانت شوم)

راست فرموده خدائے کائنات / بحر باشد کلمات را گر دوات

نیست این معنی ز وجه انحصار / بحر آں بحرے که ناپیدا کنار

امر کن در خامهات مضمر شده / می چکد هر کلمه گوهر شده

هست کل لفظ هر و نقطت صد هزار / اندماج الکل فی الکل آشکار

هاں و هاں ای ساقی فرخنده تاب / کن قدح لبریز از نور شراب

تو مرا رومی و من چلپی ترا / تو مرا چوں شمس و من رومی ترا

(ای مرا تو مصطفی من چوں عمر) / (از برائے خدمتت بندم کمر)

تو کجا و شان فاروقی کجا / تو کجا رومی و چلپی کجا

بنده بنده مگو حرف دگر / ذره ذره محو لفظے دگر

گرچه پیغمبر همانا بنده ایست / باکمال بندگی پاینده ایست

مے خور و مے نوش و مستی مکن / با تعلی رخ سوئے پستی مکن

ساقی ما هم همانا بنده ایست / پیر و پیغمبران زنده ایست

زنده باش ای مهر انور زنده باش / در بر ما تا بحشر زنده باش

پرتو نور تو ماه و هم نجوم / ذره را هم نور ای مهر علوم

دست تو پهنا و عالم تنگ تنگ / پیش تو می آیم از بخت تنگ

هر زماں از جنبش و دامان زنیم / هر زماں جانے بپایت افگنم

توشۂ از بہر کفشین لطیف — کے نصیب ما بجز جان کثیف
جان من گرد کثیف بودہ است — گرد دامان شریف بودہ است

بعد ازاں لفظ و معانی آورم — بر کلام پاک تو قربان کنم
معنی و لفظم نہ باغ و نہ گل است — نے نوائے طوطی و نے بلبل است

معنی و لفظم نہ سیم و نے زر است — نے جواہر نے لآلی نے در است
معنی و لفظم ہمہ اشک غم است — ہر چہ گویم خوشتر از ماتم است

دست خالی از زر و از گوہرم — اشک را زینت ابیات دہم
جان خاکی اشک آبی بودہ ام — حمد للہ بو ترابی بودہ ام

این تراب اے ابن بو تراب(ع) — بو کہ ہر ذرہ گردد آفتاب
من غبارم تو مرا نور محیط — ذرہ ذرہ کن مرا فیض بسیط

بودہ ام ہر ذرہ ذرہ منتشر — جمع گردانم ز فیض قدس
پیش تو روئے سیاہ آوردہ ام — اشک را بر خود گواہ آوردہ ام

رو سیاہم لیک لوح سادہ ام — بہر تحریر سپید آمادہ ام
بر رخ من نور افشانی بکن — اشک را تحریر نورانی بکن

سلک اشکم را بگرداں کہکشاں — تا شوم در ظلمت شب ضو فشاں
سلک اشکم را شعاع مہر کن — چوں شعاعم نور بخش دہر کن

تا بسال طبع گردم حرز تن — یادگار دہر گویم سخن
چوں شوم بر پائے پاکت اشکبار — شعر در تازی بگردد آشکار

بارک اللہ فاصفح الصفح الجمیل — منک و اللہ انہ نعم الوکیل
پائے تسبیحم فدائے شیخ شاب — نے رسول حق بکردار کتاب

سنہ ۱۳۶۰ھ

۶۲ ۱۳-۲-۲ سنہ ۱۳۶۰ھ

از نتیجۂ فکر گلستان شاعری اچھون گل ردولوی میر نذر علی درد کاکوروی سلمہ اللہ رب الفرد

اشرع بالحمد اللہ العظیم — مالک الملک و رب و ہم رحیم
صل اللہم بر شمس الضحیٰ — صل اللہم بر بدر الدجیٰ

صل اللہم بر کہف الوریٰ — صل اللہم بر نور الہدیٰ
صل اللہم بر صدر العلیٰ — صل اللہم بر بحر العطا

بعد حمد و نعت احمد مصطفےٰ — میکنم اظہار حسن مدعا
ساقی میخانۂ عشق خدا — حسن صد کاشانۂ عشق خدا

کن کرم اے ساقی روشن جبیں — ساغرے دہ از شراب آتشیں
ساقیا الہام قلندر کن عطا — ساغرے از آب کوثر کن عطا

ساقیا برخیز و یک ساغر بدہ — از صراحی بادۂ انوار بدہ
ساقیا بر تشنگاں مہر کرم — ساقیا کن موجزن بحر کرم

ساقیا حسنِ دل آویزت مرا — میکشد از سر طریقت مرا
لی حبیبٌ حبه فکر الغریب — شد دوائے دردِ دل ذکر الحبیب
هستی پاکت سراپا طورِ حق — اے علی حیدر تلمذ نورِ حق
اے حبیبِ آں حبیب حیدرم — یک نگاہِ لطف تو صدها کرم
کمترین بختم تو رومی ذو الاکرام — من مرید تو ضیاء الحق حسام
کن دوا و بهر دردم شو طبیب — اے سراپا سیرتِ پاک حبیب
از زبانِ خامت ذکرِ حبیب — نادر آمد نسخهٔ فکر غریب
لاجواب و بےمثال و نور بار — از سر تحقیق نادر شاهکار
از جمال و حسن پروین نامهٔ — در تجمل هست آئین نامهٔ
دلکش و دلچسپ هر هر باب او — عشق رب العالمین ابواب او
سر و حرف و نقش پیکر انوارِ حق — هر سطر گنجینهٔ اسرار حق
الغرض از فیض نورِ مرتضیٰ — این کتاب آبِ صیقل ارواح را
چشمهٔ غیب است سالِ طبع او (۱۳۶۰ ھ) — نغمه دار این ـ دیگر هم بگو (۱۳۶۰ ھ)
در دل از طلعتِ اقبال او — گفت حقانی بناظر سال او (۱۳۶۰ ھ)
در بهر این کتاب خوش نکو

شه نشینِ نعم الله الصمد — ساقی میخانهٔ نور احد
لی حبیب جانشینِ حیدری — از ید اللهی مکمل مظهری
باز آمد خلوتے در انجمن — باز شد عزم سفر اندر وطن
سرورِ ما زبدهٔ مردان عصر — رهبرِ ما قدوهٔ شاهان عصر
جمله عالم بود محجوب و کثیف — کرده از فیضش پر نور و لطیف
گرچه باشد هر سرے بیم زبان — هیچ دو صفتِ پیر نیامد در بیان
ده چه خوش بنوشته نادر کتاب — هر حقیقت اندرو شد بےنقاب
مستتر بود آنچه اسرارِ خدا — همچو محی الدین عربی کرد وا
از لسان الحق همه بنوشته — از بهارش غنچه ها شگفته
لفظ لفظش آفتابِ صد جمال — شد کتاب تو جوابِ هر سوال
چو حرف و نقش حبابه عقل و جاں شدند — ناظرانش کامل الایماں شدند
آفتاب حق چو گشته بےنقاب — آمده گویا به شکلِ این کتاب
بهر سالش چون گرفتم دامنش — مجلس تبریک بهشت آمد منش (۱۳۶۰ ھ)
سال طبعش در دگر گفتم بایقیں — هست جام کوثر فتح مبیں (۱۳۶۰ ھ)
سال او انوار ملک غیب ـ گو (۱۳۶۰ ھ)

حبیبٌ لیس یعدله حبیب — وما لسواه فی قلبی نصیب

قطعات تاریخ

از نجلبند معانی انوری ثانی پیکر نکتہ وری مولوی تقی حیدر نوری کاکوروی ادام اللہ العلی الباقی

دریائے شوق دل میں مرے موجزن ہوا
کیونکر نہ ہوں بھلا مرے اشعار آبدار

شاہ حبیب حیدر و محبوب مصطفےٰ
وارث تھے انبیا کے ولایت کے شہریار

وہ ذات پاک رحمت پروردگار تھی
عالم پناہ و بندہ نواز و کرم شعار

وہ جان و تن میں دیدہ و دل میں سما گئی
صورت تھی انکی مطلع انوار کردگار

آیا تھا ایک نور مجسم جہاں میں
قد تھا کمال صنعت صانع کا اشتہار

سر تھا ہوائے شوق الٰہی کا مستقر
لوح جبیں سے نور ولایت تھا آشکار

رخ اور موئے ریش مبارک کی تھی یہ شان
وہ آفتاب حسن شعاعیں یہ بے شمار

کیا پوچھتے ہو عارض روشن کی آب و تاب
خورشید و مہ نے جن سے لیا نور مستعار

جو محو دید تھے یہ کوئی ان سے پوچھ لے
آنکھوں کو دیکھ دیکھ کے کرتے تھے دل نثار

معمور تھیں وہ دولت عین الیقین سے
وہ دیکھتی تھیں جلوۂ محبوب آشکار

آتا تھا نور چھن کے کہ تاب لا سکیں
پلکوں کی چلمنیں تھیں تجلی کی پردہ دار

آنکھوں پہ صاد دو دید قدرت نے کر دیئے
ابرو انھیں کہیں یہ ملا ہمکو اختیار

تیغ نگاہ ناز عجب دلنواز تھی
ہر شخص چاہتا تھا کرنے پر ہے لیے وار

چہرہ پہ خال مہر ولایت کا تھا نشان
نقطہ ہی تھا عقیدت اعداد سے شمار

نعمائے باطنی سے رہے لذت آشنا | کام و دہن ہوں یا لب و دندان آبدار
تعریف میں زبان کی قاصر تھی ہر زباں | اس کا بڑا تھا زور صداقت پہ اعتبار
وہ بینی بلند زمانہ میں فرد تھی | کیا اس کا پوچھنا جو ہو یکتائے روزگار
دو پھول تھے گلاب کے گلزار حسن میں | دکھلا رہے تھے گوش مبارک عجب بہار
وہ سینہ گنج معرفتِ کردگار تھا | وہ دل تھا آپ اپنی حقیقت کا رازدار
شانوں سے ہو رہی تھی صفت حلم کی عیاں | دونوں جہان کے بار کا ان پر تھا انحصار
وہ ہاتھ ہر مرید کے جو دستگیر تھے | گمراہ کو وہ راہ پہ لائے ہزار بار
تھا انگلیوں کو عقدہ کشائی کا مشغلہ | جو پنجتن کا تھا وہی انکا بھی تھا شعار
وہ پاؤں جن پہ بار تھا جسم لطیف کا | تھے دو ستون مسجد کعبہ کے استوار
دونوں قدم قدم بقدم تھے رسولؐ کے | باطن میں عرش سیر تھے ظاہر میں خاکسار
کیا شان تھی کہ نور الٰہی جلوہ میں تھا | علم و کمال کا بھی تھا خدام میں شمار
آنکھیں ترستی ہیں کہ پھر اکبار دیکھ لیں | پھر آئیں آب و گل میں انھیں ہے یہ اختیار
یہ آرزو بر آئے ہماری خدا کرے | آئے قرار روح کو جائے یہ انتشار
اس تذکرہ میں بھی ہے جھلک انکے حسن کی | مشتاق دید کو تھا طباعت کا انتظار
تاریخ انوری نے کہی فرط شوق میں | احوال شاہ صاحب اسرار کردگار ١٣٦٠ھ
تاریخ طبع میں نہ کرو فکر انوری | کبتک کروگے آمد مضمون کا انتظار
بصریہ ہیں بغیر سر التوا کہو | ہاں ہاں اسی کتاب میں آتی ہے بوئے یار

١٣٦١ - ١ = ١٣٦٠ھ

قطعات تاریخ

از نخلبند معانی انوری ثانی پیکر نکتہ وری مولوی تقی حیدر انوری کاکوروی لا دامہ اللہ العلی الباقی

دریائے شوق دل میں مرے موجزن ہوا — کیونکر نہ ہوں بھلا مرے اشعار آبدار

شاہ حبیب حیدر و محبوب مصطفےٰ — وارث تھے انبیا کے ولایت کے شہریار

وہ ذات پاک رحمت پروردگار تھی — عالم پناہ و بندہ نواز و کرم شعار

وہ جان و تن میں دیدہ و دل میں سما گئی — صورت تھی اُنکی مطلع انوار کردگار

آیا تھا ایک نور مجسم جہاں میں — قد تھا کمال صنعت صانع کا اشتہار

سر تھا ہوائے شوق الٰہی کا مستقر — لوح جبیں سے نور ولایت تھا آشکار

رخ اور موئے ریش مبارک کی تھی یہ شان — وہ آفتاب حسن شعاعیں یہ بے شمار

کیا پوچھتے ہو عارض روشن کی آب و تاب — خورشید و مہ نے جن سے لیا نور مستعار

جو محو دید تھے یہ کوئی اُن سے پوچھ لے — آنکھوں کو دیکھ دیکھ کے کرتے تھے دل نثار

معمور تھیں وہ دولت عین الیقین سے — وہ دیکھتی تھیں جلوۂ محبوب آشکار

آتا تھا نور چھن کے کہ تاب لا سکیں — پلکوں کی چلمنیں تھیں تجلی کی پردہ دار

آنکھوں پہ صاد دو دیے قدرت نے کر دیے — ابرو انھیں کہیں یہ ملا ہمکو اختیار

تیغ نگاہ ناز عجب دلنواز تھی — ہر شخص چاہتا تھا کرے سر نے لیے [illegible]

چہرہ پہ خال مُہر ولایت کا تھا نشاں — نقطے تھے حقیقت اعداد بے شمار

نعمائے باطنی سے رہے لذت آشنا
کام و دہن ہوں یا لب و دندان آبدار

تعریف میں زبان کی قاصر تھی ہر زباں
اس کا زبان تھا زور صداقت سے اعتبار

وہ بینی نابت در زمانہ میں نشر دقی
کیا اس کا پوچھنا جو ہو مکتبائے روزگار

دو پھول تھے گلاب کے گلزار حسن میں
دکھلاتے تھے گوش مبارک عجب بہار

وہ سینہ گنج معرفتِ کردگار تھا
وہ دل تھا آپ اپنی حقیقت کا رازدار

شانوں سے ہو رہی تھی صفت حلم کی عیاں
دونوں جہان کے بار کا ان پر تھا انحصار

وہ ہاتھ ہر مرید کے جو دستگیر تھے
گمراہ کو وہ راہ پہ لائے ہزار بار

تھا انگلیوں کو عقدہ کشائی کا مشغلہ
جو پنجتنؑ کا تھا وہی انکا بھی تھا شعار

وہ پاؤں جن پہ بار تھا جسم لطیف کا
تھے دو ستون مسجد کعبہ کے استوار

دونوں قدم قدم بقدم تھے رسولؐ کے
باطن میں عرش سیر تھے ظاہر میں خاکسار

کیا شان تھی کہ نور الٰہی جلو میں تھا
علم و کمال کا بھی تھا خدام میں شمار

آنکھیں ترستی ہیں کہ پھر اکبار دیکھ لیں
پھر آئیں آپ گل میں انھیں ہے یہ اختیار

یہ آرزو بر آئے ہماری خدا کرے
آئے قرار روح کو جائے یہ انتشار

اس تذکرہ میں بھی ہے جھلک انکے حسن کی
مشتاق دید کو تھا طباعت کا انتظار

تاریخ النوری نے کہی فرط شوق میں
احوال شاہ صاحب اسرار کردگار

تاریخ طبع میں نہ کرو فکر انوری
کبتک کروگے آہ مضمون کا انتظار
۱۳۰۶ھ

بصری یہی بغیر سر انتوا کہو
[illegible]

تاریخ انوری نے کہی چار لفظ میں
واللہ ذکر یار میں شامل ہے بوئے یار
۱۳۶۰ھ

از امین سخن پرادیس مولوی محمد عاصم قیس کاکوروی صانہ اللہ الولی عن حجاب الخفی والجلی

شاہ دوجہاں حبیب حیدر
حسن ازلی بدور آخر
بنیا ہے نظر اُسی نظر سے
سلطان زمن علی حیدر
چن چن کے پرو دیئے جواہر
کیا تازہ مہک رہی ہیں کلیاں
تحریر میں جان ڈالدی ہے
کچھ تجھ کو خبر ہے دین و دل کی
تائید ہے غیب کی میسر

محبوب جناب حق تعالےٰ
تکمیل کو اپنی اس نے پہونچا
آنکھوں کا بنی ہوئی ہے تارا
سبحان اللہ پوچھنا کیا
ہر سطر ہے موتیوں کا مالا
خوشبو سے دماغ گونج اٹھا
ہو عمر دراز او مسیحا
کچھ ہوش ہے تجھ کو پاؤں سر کا
تاریخ کی فکر کر نہ اصلا
اور طبع کا سال ہو جو لکھنا

پاکیزہ صفات بہترین ذات
تاریک ہے دل تو نور اُس کا
کیا خوب ہے تذکرہ حبیبی
۱۳۵۷ھ
کیا خوب لکھی کتاب نایاب
کیا خوب کھلے ہیں لالہ و گل
تصنیف کا حق ادا کیا ہے
دیکھا جو کمال حسن و خوبی
ہے دید جمال میں جو حیراں
تالیف کا سال ہے جو درکار
لکھ تذکرۂ[۵۱] حبیب چھاپا
۱۳۶۰ھ

سرتا بقدم وہ حسن کیا
تاریک گھروں کا ہے اُجالا
واللہ ہے اسم با مسمے
ہے آئینہ جمال عنا
کیا خوب چمن ہے لہلہاتا
یارب رہے یونہیں بول بالا
اے قیس تجھے یہ ہوگیا کیا
زینت تحیرا حمیدا
لکھ تذکرہ حبیب اچھا
۱۳۵۷ھ

دیگر

اے علی حیدر قلندر باصفا
نور چشم شاہ انور بادشاہ

مرحبا صد مرحبا صد مرحبا
کون آنکھ نہیں بستے تیرے سوا

اے سمیِ شاہ مرداں بوتراب
اے حبیب حضرت شاہ حبیب

اے جمال شیر یزداں مرتضیٰ
کیوں نہ ہو ہر دل کے اندر گھر ترا

[۵۱] بشمول عدد ہمزۂ اضافت ۱۲

خوب لکھی روح افزا یہ کتاب — روح معنی تیرے خامہ پر فدا
ذکر مرشد روح جان و روح تن — ذکر مرشد نور دل نور خدا

واہ والے نور جان مرشدین — واہ والے نور انور واہ وا
قیس مسکیں اور تاریخ کتاب — فیض ہے یہ بھی تیرے استاذ کا

مصرع تاریخ ہے بیساختہ
آ[1]ج ذکر شاہ محبوبین چھپا
۱۳۶۰ھ

دیگر

دور خزاں سمٹ کے سراپا بہار ہے — مژدہ سنایا یہ آج کسی عندلیب سے
ایمان و کفر دونوں ہی رقصاں ہیں بزم میں — یکجا ہیں روز و شب کسی فیض نجیب سے
تاریکی اور نور یہاں ایک چیز ہیں — یکساں نظر ہے دور سے ہو یا قریب سے
یعنی کھلا شگوفۂ معنی چمن میں ہے — فیض لطیف زمزمہ ساز ادیب سے
شاہ علی حیدر پاکیزہ منزلت — عمر آپ کی دراز ہمارے نصیب سے
بحر العلوم۔ حافظ قرآں۔ وجیہہ خلق — ام الکتاب چہرہ ہی فیض حبیب سے
لکھی کتاب خوب یہ ذکر حبیب میں — آراستہ ہے طرز عجیب و غریب سے
بس ایک یہی علاج مریضان ہجر ہے — نسخہ یہی ملا ہے الم کے طبیب سے
بزم قلندراں میں ہے قدر اس کتاب کی — کیا پوچھتے ہو دوستو قیس غریب سے
تاریخ طبع خوب ہے یا دو دو دے — ذکر حبیب کم نہیں وصل حبیب سے
۱۳۶۰ھ

از مخلص بے ریا محب با صفا میر نذر علی درد کاکوروی سلمہ اللہ الفرد القوی

تجلی گاہ انوار پیمبر	علی طلعت علی حیدر قلندر

[1] الف ممدودہ کے دو عدد شمار کیے گئے ہیں ۱۲

علم بردار اسرار الٰہی — خضر آثار انوار کما ہی
ز نجم روئے تو تابندہ عالم — بایں بینا دلی عرفان مسلّم
بہ قطبیت شہ گردوں نظامے — بہ عبدیت زہے عبدالسلامے
نگار دہر قدوسی امیرے — بہ تخت دل مجا شاہی وزیرے
بہ کوس فتح ابواب ولایت — ابد شوکت الہدیہ کرامت
بہ کثرت باسط اسرار وحدت — بوحدت کاظم انوار فطرت
بہ باغ جان شمیم بوترابے — برنگ حیدری تقوی جنابے
ز اکبر کبریائے در منثور — بہ انور دمبدم نور علی نور
چو محبوب حبیب حیدر ستی — قلندر ہستی و مست الستی
بہ باطن آفتاب نور مطلق — بظاہر خود شہود جلوۂ حق
شریعت میں طریقت میں یگانہ — قلندر قطب ارشاد زمانہ
لکھی ہے آپنے باصد ارادت — حبیب حیدر صفدر کی سیرت
سنا ہے درد سے کہتے ہیں سخنور — کہ یہ ہے انتخاب بزم انور

۱۳۶۰ھ

دیگر

الصلا اے میکشان بزم عشق — لطف فرما ساقی مخدوم ہے
لو کھلا ہے پھر در پیر مغاں — مستیاں ہیں مستیوں کی دھوم ہے
ہے وہی ذات احد احمد نما — میم احمد نقطۂ موہوم ہے

اللہ اللہ جلوہ گر ہر شے میں ہے ‏ اللہ اللہ مقصد و مفہوم ہے

اللہ اللہ خود بخود ہے جلوہ گر ‏ اللہ اللہ شاہد مکتوم ہے

اللہ اللہ ذوق کی رنگینیاں ‏ اللہ اللہ ھو کی ہر سو دھوم ہے

شہ علی حیدر کے دم سے ہے یہ دھوم ‏ جن سے نظم باطنی منظوم ہے

آپ نے یہ تذکرہ لکھا ہے خوب ‏ عرش سے تا فرش اسکی دھوم ہے

جو نظر اس سے نہ پائے نور حق ‏ وہ جمال اللہ سے محروم ہے

وہ حبیب حیدر شیر خدا ‏ وصف جن کا ہر جگہ مرقوم ہے

یہ انھیں کے حال کا ہے تذکرہ ‏ یہ انھیں کے نام سے موسوم ہے

سال ہجری درد اس تاریخ کا ‏ بس یہ لکھدو سیرت مخدوم ہے

۱۳۶۰ھ

دیگر

تذکرہ حبیب ہے مجھ کو پیام بیخودی ‏ ہو گئی روح سر بسر مست خرام بیخودی

ساقی جام عشق ہیں شاہ علی حیدر آج ‏ زندہ انھیں کے دم سے ہے حسن نظام بیخودی

تذکرۂ حبیب میں خوب لکھی کتاب یہ ‏ کیسی ہے لاجواب یہ نعمت تام بیخودی

فکر تھی مجھ کو روز و شب لکھو نہیں اسکا سال طبع ‏ درد ملک نے کہدیا دفتر جام بیخودی

۱۳۶۰ھ

از غنچۂ گلستان حمایت شگوفہ چمن فصاحت مولوی مصطفا علی کاکوروی سلمہ اللہ الولی

سر برآرا ہیں دلکے اندر ہمارے سلطان ہمارے سرور ‏ ہمارے مالک ہمارے رہبر نبی کے پیکر حبیب حیدر

جہاں کو جلوہ دکھا رہے ہیں نظر کو حیران بنا رہے ہیں ‏ بدل کے آئے ہیں شکل حضرت دکھا رہے ہیں شبیہ نور

نہیں تعجب کی بات کوئی یہ عشق کی ہی کرشمہ سازی
ہے فیض شاہ علی حیدر کہ عشق بازی کے بوستاں ہیں

لکھی جناب علی حیدر نے یہ کتابِ بلند پایہ
ہر ایک نقطہ ہے داغِ الفت کھلا ہے کاغذ یہ باغ الفت

ظہور فرما ہیں خود بدولت بہ شکل شاہ علی حیدر
ہر ایک زخم دل شکستہ یہ کہہ رہا ہے کہ ہوں گل تر

حدیث و قرآں کے بعد عالم میں سب کتابوں سے ہے یہ بہتر
فلک سے رضواں یہ کہہ رہا ہے کہ رشک فردوس ہے یہ دفتر

ہوئی طباعت سے جب فراغت تو بول اٹھا یہ بلبل دل
یہ گلستان حبیب ہے باغ حب علی حیدر
۱۳۶۰ھ

از جلوہ ریز خلوص دلی و طپش قلبی حکیم مولوی اجتبا علی علوی برق کاکوروی سلمہ اللہ الباری

شہ والا علی حیدر قلندر
مسمیٰ بو تراب و جان مرشد

سراسر زندگی ہی زندگی ہے
عمل کے واسطے ہر ایک شے ہے

پریشانیٔ عالم سے ہو آزاد
چھپا جب ذکر پاک پیر و مرشدؒ

حبیب مصطفیٰ محبوب حیدر
لکھا کیا خوب ذکرِ ابن انورؒ

حیاتِ جاوداں ہے آئیں مضمر
نہیں مشکل کہیں ذرہ برابر

پڑھے جو سیرت پاک قلندر
ندا دی ہاتفِ غیبی نے آکر

سر افکار سے آزاد ہو جا
یہ ہے وجہِ سکونِ قلب مضطر
۱۳۶۰ھ

از نکتہ سنج ماہر حسن شناس مظاہر چودہری صابر علی صاحب صابر سندیلوی ادامہ اللہ القادر القوی
۱۳۶۱ھ

عاشق کبریا علی حیدر
نور بخشِ قلوب جن کا جمال،

جنسے ہے زیبِ مسندِ ارشاد	جنپہ نازاں ہیں علم و فضل و کمال
علمِ ظاہر میں بحرِ بے پایاں	اور پھر صوفیِ ستودہ خصال
معرفت میں غزالیِ دوراں	زہد و تقوے میں قدسیوں کی مثال
جانشین حبیب حیدرؔ شاہ	قلزمِ فیض اور بحرِ نوال
سیرتِ شہ لکھی ہے کیا مرغوب	جسکی تعریف سے قلم ہے محال
صورت و حسنِ خُلق و تعلیمات	نکتہ ہاؤ لطائف و اقوال
جمع سب کر دیئے بطرزِ لطیف	معہ ذکر و وظائف و اشغال
اور پھر وہ عبارتِ دلکش	جسپہ قرباں ہے ذوقِ اہلِ کمال
سیرتِ پُرفیوض جسکو کہیں	سر وضعۃ ماءِ بحرِھا سلسال
فکرِ تاریخ تھی جو صابرؔ کو	بول اٹھا ہاتفِ ہمایوں فال

سرِ حکمت ملا کے لکھ تاریخ
سیرتِ مقتدائے اہلِ کمال

۱۳۶۰ھ

از صاحب فکر انیق حامل نظر دقیق مولوی محمد ولی الدین شفیق فخر جونپوری دام بالسرور

تاریخ زندگی ہے یہ مردِ باخدا کی	مطلوب تذکرہ ہے مرغوب داستاں ہے

تاریخ کا یہ مصرعہ لکھو شفیق ادب سے
ذکرِ حبیب حیدرؔ محبوب بیگیاں ہے

۱۳۶۰ھ

ازنتیجۂ فکر حذاقت مملو و حکمت ممتلی حکیم مولوی بشیر علی صاحب بشیر علوی کاکوروی لازال بعنایت ربہ العلی

زتصنیف علی حیدر قلندر
پئے شاہ حبیب حیدرِ ما
رقم کردہ چنیں مبسوط حالات
سراپا دلنشیں طرز بیانش

کتابے طبع شد پاکیزہ پیکر
چہ خوش بنوشت سیرت سرورِ ما
منور شد مقامات العباوات
بیاں دارد جہاں اندر جہانش

پئے طبعش بشیر از فنِ ابجد
بسالش آمدہ - ملفوظ سرمد
۱۳۶۰ھ

رباعی

گر عشق تو در دل نپذیرد چہ کنم
دامان ترا اگر نگیرد چہ کنم
سرمد سگ تو بندۂ تو عاشق تو
گر بر سر کوئے تو نمیرد چہ کنم

صحت نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صواب
		حصۂ اوّل	
۱۲	۱۳ حاشیہ	۱۶ رجمادی الآخر	۲۰ رجمادی الآخر
		حصۂ دوم	
۴۵۴	۳	رب الشرح	رب اشرح
۴۶۴	۱۳	سے	ع
"	۱۴ حاشیہ	میں ... ہوں	میں اُن لوگوں کے پاس ہوں جنکے دل میری وجہ سے ٹوٹے ہیں۔
۴۶۵	۱۲	تویہ	تو یہ
۴۷۲	۵	الرحمتہ	الرحمتہ
۴۸۶	۲	ان اللہ کان	وکان اللہ
۴۹۱	۱۴	تبخانہ	میخانہ
۵۱۰	۱۲	بازنہ برہو	بازنہ رہو
۵۲۱	۵	الےاللہ	کلااللہ
۵۲۷	۵	بجرد	مجرد
۵۳۸	۱۵	فرب	قرب
۵۴۳	۲	بتیات	بلیّات
۵۵۳	۱۲	اوارا د	اوراد
۵۶۳	۷	خیال ہے کہ	خیال ہے
۵۷۴	۱۶	برادران	برادران عزیز
۵۹۰	۱۶ حاشیہ	تھی	ہے
"	۱۱ حاشیہ	پنشن ..... لیا	پنشن لینے کے بعد وطن میں قیام ...

صفحہ	سطر	غلط	صواب
۶۱۲	۱۵	عنایتیں	عنایت ہیں
۶۲۴	۱۶	سفصطہ	سفسطہ
۶۵۸	۹	اتیلک	اُتیلک
۶۵۹	۹	معبود	معبود کا
۶۶۴	۷	می کنند تیغ	می کشد تیغ
۶۷۷	۱۴	تعجب	متعجب
۷۰۹	۱۶ حاشیہ	تلمذ اور بیعت	تلمذ حضرت الدّ... سے اور بیعت
۷۳۹	۱۴ حاشیہ	چالیس	پچاس
۷۴۵	۱۴	سامت	ساعت
۷۴۶	۱۵ حاشیہ	پنشن سے پاکر	پنشن پاکر
۷۵۹	۱۵	کلی واسطے	کلی کے واسطے
۷۸۱	۱۰	ارتقاد	اوتقاد
۸۰۲	۱۰	احدیث	احدیت
۸۰۹	۱۵	العلبا	العلیا
۸۱۰	۷	صفوی	صفوی ...
۸۲۱	۱۳	محمد الدین	محمد ابن
۸۲۸	۱۲	جانکہ	جانگہ
"	۱۶	جوں	چون
۸۳۲	۸	تجلیات جذب	جذبات جذب
۸۳۹	۱۲	اہی	اسی
۸۰۵	۶	تجہاں	...

صفحہ	سطر	غلط	صواب
۸۵۶	۸	تھے	تھے
۸۵۸	۴	تینبیہ	تنبیہ
۸۶۲	۳	واقفبت	واقفیت
"	۱۳	نکنام	نیکنام
۸۶۱	۷	فرمائے	فرماتے
۸۶۳	۱۰	مجرمان	محرمان
۸۸۵	حاشیہ	کرودی	کُردی
۸۹۷	۱۱	لکر	کھکر
۹۰۰	۲	کے روزہ	کے روز روزہ
۹۰۱	۱۲	لناہوں	گناہوں
۹۰۴	۱۴	دمن	دھو
۹۰۴	۳	انحضرت	آنحضرت
۹۰۵	۸	برائی	بُرائی
"	۱۰	قوتہ	قُوتہ
۹۰۷	۱۳	آراست	آراستہ
۹۱۴	۷	ہردسے	ہردمے
۹۱۶	۱	ھذاذا	ھذا اذا
۹۲۰	۹	تارم	تام
"	۱۲	بائیں	پائین

نمبر شمار	نام کتاب معہ خلاصہ مضمون	قیمت
۸	انتصاح عن ذکر اہل الصلاح (فارسی) اس میں قادریہ و قلندریہ و چشتیہ و فردوسیہ و سہروردیہ و مداریہ و طیفوریہ و نقشبندیہ سلسلوں کے بزرگوں کے مختصر حالات ہیں۔	عـمر
۹	القول الموجہ فی تحقیق من عرف نفسہ فقد عرف ربہ (فارسی) اس مسئلہ کی بہت مفصل شرح بیان کی گئی ہے	عہر
۱۰	فلاح الابصار (فارسی معہ ترجمہ اردو) سلسلہ چشتیہ کے ایک بزرگ کے سوالات کے جوابات ہیں۔	۴ر
۱۱	کشف الدقائق عن رموز الحقائق (فارسی معہ ترجمہ اردو) مختلف مسائل مشکل تصوف کے سوالات و جوابات کا مجموعہ ہے	۸ر
۱۲	القول المختار فی مسئلۃ الجبر و الاختیار (فارسی معہ ترجمہ اردو) مسئلہ جبر و اختیار کی بہت مفصل شرح ہے۔	۴ر
۱۳	زواہر الافکار شرح جواہر الاسرار (فارسی معہ ترجمہ اردو) جواہر الاسرار شیخ محمد مقیم ہروی کے چند سوالات کا مجموعہ ہے اسکے جوابات میں وہ عقدے حل فرمائے گئے ہیں جو لاینحل سمجھے جاتے تھے۔	۸ر
۱۴	نخبۃ الصوارف فی شرح خطبۃ العوارف (فارسی معہ ترجمہ اردو) یہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی مشہور کتاب عوارف المعارف کے خطبہ کی بہت مفصل اور فصیح و بلیغ شرح ہے۔	۴ر
۱۵	الدر الملتقط فی شرح تحفۃ المرسلہ (فارسی معہ ترجمہ اردو) تحفہ مرسلہ حضرت شیخ محمد ابن فضل اللہ کا بہت عمدہ رسالہ علم حقایق میں ہے جس کی نہایت نفیس شرح کی گئی ہے۔	عہر
۱۶	تنویر الافق شرح تبیین الطرق (فارسی معہ ترجمہ اردو) یہ حضرت شیخ علی متقی جونپوری کے رسالہ کی شرح ہے جو سلوک میں ہے	۱۲ر
۱۷	تصفیہ شرح تسویہ (فارسی معہ ترجمہ اردو) شاہ محب اللہ الہ آبادی کا ایک نہایت مشکل رسالہ تصوف میں ہے جسکا نام تسویہ ہے اور یہ اسکی ایک لاجواب شرح ہے۔	۱۲ر
۱۸	الدر الیتیم فی بیان ایمان آباء النبی الکریمؐ (عربی معہ ترجمہ اردو) حضرت رسول اللہ صلعم کے والدینؓ کے ایمان کے بیان میں ہے	۴ر
۱۹	احسن الافادۃ لارباب الارادۃ (اردو) مسئلہ بیعت زوجہ باذن زوج کے بیان میں ہے۔	۲ر
۲۰	الدر المنظم فی مناقب غوث الاعظمؓ (اردو) دو جلد۔ نہایت بسیط اور مفصل کتاب ہے۔ ہر دو جلد۔	صہر
۲۱	الدرۃ البیضاء فی تحقیق صداق فاطمۃ الزہراؓ (اردو) اسمیں علاوہ تحقیق مہر کے حضرت سیدہ و دیگر بنات طاہراتؓ اور کل ازواج مطہراتؓ کے مختصر و جامع حالات بھی ہیں۔	عہر
	حضرت شاہ حبیب حیدر قلندر قدس سرہٗ	
۲۲	تسکین الفواد بذکر عید المیلاد (اردو) اس مختصر رسالہ میں میلاد شریف کے سلسلہ میں حقایق کا بیان ہے۔	۴ر
	حضرت شاہ تقی حیدر قلندر قدس سرہٗ	
۲۳	فیوض العارفین (فارسی) یعنی مکاتیب فارسی حضرات پیران سلسلہ قلندریہؒ۔	۶ر
۲۴	تمامیات قلندریہ (فارسی) یعنی مکتوبات حضرات قلندران عظامؒ۔	عہر
۲۵	تحفہ نظامیہ۔ حضرت مخدوم شیخ بھیکا کاکوروی قدس سرہٗ کا تصوف میں ایک رسالہ فارسی ہے ساتھ اس کا یہ اردو ترجمہ ہے۔	۲ر
۲۶	نفحات العنبریہ من انفاس العنبریہ فی ذکر الابرار (اردو) حضرت قلندران عظامؒ کے مفصل حالات	سے ر

نمبر شمار	نام کتاب معہ خلاصۂ مضمون	قیمت
۲۷	مجموعۂ ہفت رسائل قلندریہ یعنی ترجمہ اردو رسالہ بیعت الرضوان از حضرت شاہ باسط علی قلندر الہ آبادی ورسائل مستقلۃ الاولیاء شہود المقربین باہر دو از حضرت شاہ عبدالرحمن قلندر ثانی لاہرپوری و رسالہ زبدۃ الوجود از حضرت شاہ فضل علی ہرگامی و رسالہ لقیظۃ النائمین و دو دیگر رسائل تصوف از حضرت سید محمد ہرگامی۔	۸ر
	حضرت مولانا حافظ شاہ محمد علی حیدر قلندر مدظلہ	
	السیرۃ العلویہ فی ذکر مآثر المرتضویہ (اردو) نہایت مفصل و مکمل سیرت جناب امیرؑ چھ جلدیں۔ اسکی مندرجہ ذیل تین جلدیں اب تک چھپ چکی ہیں۔	
۲۸	جلد اول احسن الانتخاب فی ذکر معیشتہ سیدنا ابی تراب۔ جناب امیر کی سوانح عمری ہے۔	سے ر
۲۹	جلد دوم نفائس المنن فی فضائل ابی الحسن۔ جناب امیر کے فضائل کا بیان ہے۔	عا ر
۳۰	جلد سوم۔ مناقب المرتضیٰ من مواہب المصطفیٰ۔ جناب امیر کے مناقب کا بیان ہے۔	عا ر
۳۱	تذکرۂ مشاہیر کاکوری (اردو)	عا ر
۳۲	الفکر الغریب بذکر الحبیب المعروف بہ تذکرۂ حبیبی (اردو) یہ نہایت بسیط اور مکمل ملفوظ حضرت مولانا شاہ حبیب حیدر قلندر قدس سرہ کا دو حصے میں ہے۔ مجلد و غیر مجلد	
	شاہ محمد وہاج الدین قلندر مغفور کاکوروی	
۳۳	الکہف والرقیم فی شرح بسم اللہ الرحمن الرحیم (عربی) از شیخ عبدالکریم جیلیؒ معہ ترجمہ مسمی بہ نور الصمیم (اردو) از حضرت مولانا شاہ تقی حیدر قلندرؒ و مقدمہ و شرح (اردو) موسوم بہ فیض الکریم از شاہ محمد وہاج الدین قلندر خان بہادر منشی محمد [illegible] مغفور کاکوروی	عہ ر

۳۴ جذبات جذب یعنی کلیات اردو و فارسی جناب جذب کاکوروی مع مفصل حالات خان بہادر مرحوم ۔ از مولوی محمد عاصم — عہ/

مولوی محمد عاصم قیس کاکوروی

۳۵ سلسلۂ سوال و جواب ۔ بر تبصرہ احسن الانتخاب (اردو) احسن الانتخاب کے بارہ میں اڈیٹر سچ اور مؤلف کے درمیان سوال و جواب — ۲/

۳۶ تنبیہ المغترین (اردو) احسن الانتخاب و نفائس اللغٰن کے خلاف جتنا لٹریچر اسوقت تک شائع ہوا ہے اسکی تنقید و مدافعت اور مفروضہ الزامات اور اعتراضات کی اصل حقیقت — ۱۰/

مولوی محمد عالم قیصری مرحوم کاکوروی

۳۷ رموز الغیب ترجمہ اردو فتوح الغیب یعنی حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی بیش بہا کتاب معہ اردو ترجمہ — عہ/

۳۸ عیون المعارف من شئون العارف (اردو) یعنی ملفوظ شاہ محمد تاج الدین قلندر مغفور۔ — عا/

۳۹ رسائل خمسہ قلندریہ یعنی ترجمہ اردو رسائل شواہد تحیبی و رموزات تحیبی از حضرت شاہ ابو نجیب قلندر امیٹھوی قدس سرہ و رموزات المعارف و رسالہ تلقینیہ و رسالہ قصص الاسرار از حضرت قاضی عبدالرحمن عارف قلندر شریحی کمال پوری قدس سرہ۔ یہ رسائل تصوف میں نہایت دلچسپ و سبق آموز اور مبتدی و منتہی سب کیلئے مفید ہیں — ۸/

مولوی ایوب احمد وکیل نبیرہ مفتی عنایت احمد مغفور کاکوروی

۴۰ رفع الحجاب عن فصل الخطاب (اردو) احسن الانتخاب کے خلاف جو رسالہ فصل الخطاب لکھا گیا تھا اسکا مدلل جواب — عہ/

منشی محمد نذیر مرحوم صدیقی اکبرپوری (ضلع فیض آباد)

۴۱ مشہد ناز شرح (اردو) گلشن راز از حضرت شیخ نجم الدین محمود التبریزی ۔ یہ سلوک و حقائق کی بہت مشہور کتاب ہے ۔۔ — عا/

ملنے کا پتہ: مہتمم کتب خانہ انوریہ تکیہ شریفہ کاظمیہ قصبہ کاکوری ضلع لکھنؤ۔